# آتش

ایم اے راحت

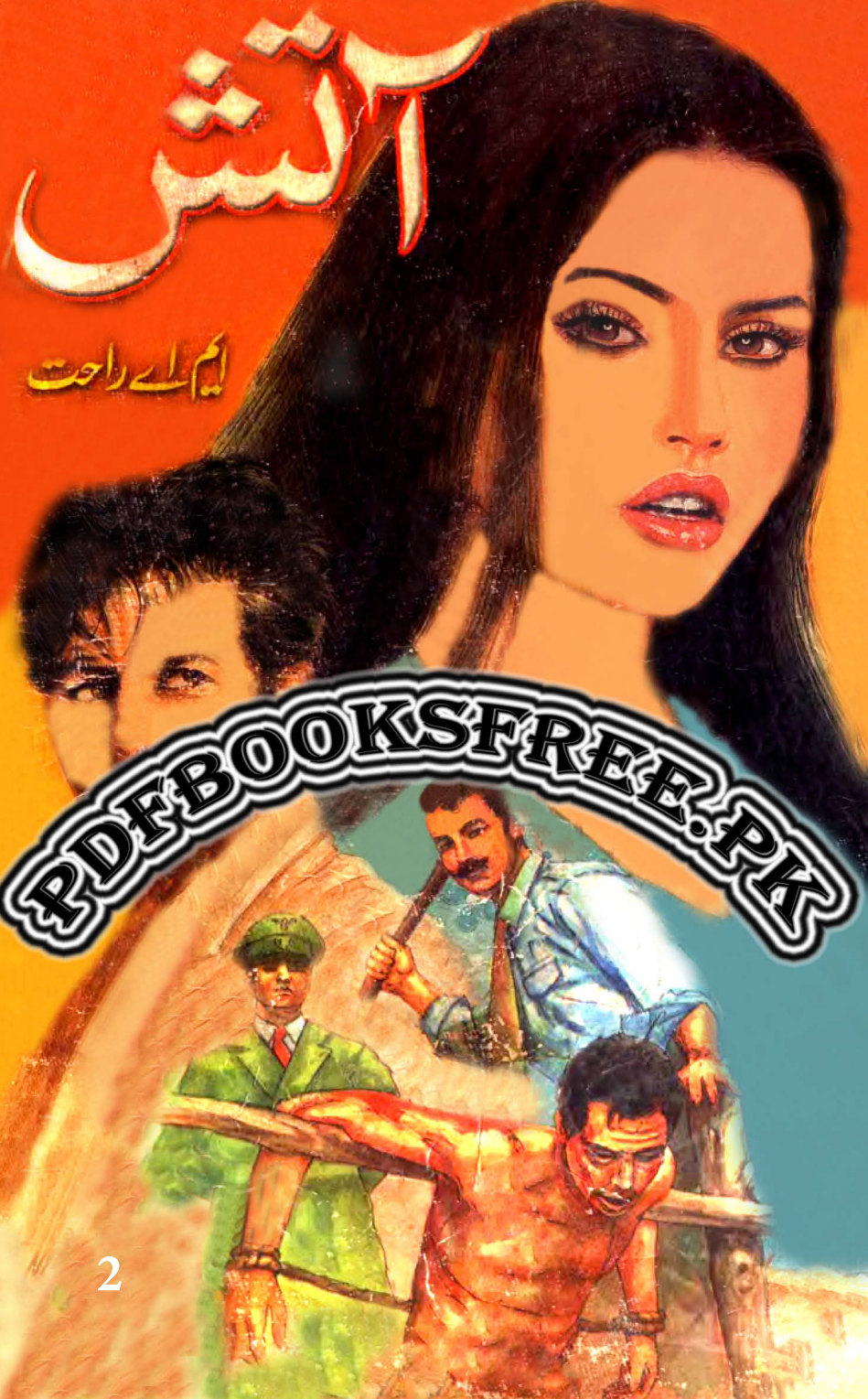

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


زندگی میں چند لمحات ایسے سنسنی خیز ہوتے ہیں کہ انسان، خواہ وہ ذہنی طور پر کتنا ہی برتر ہو، خود کو عظیم احمق تصور کرتا ہے۔ اس وقت میری بھی یہی کیفیت تھی۔ فلیکس، میرے سامنے کھڑا تھا۔ وہ بھی اسی انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی اور جوشیوف کے ہونٹوں پر مضحکہ خیز مسکراہٹ تھی.....

''اب آپ دونوں ہی فیصلہ کریں کہ وہ راز کس کے پاس ہے؟ اور آپ دونوں میں سے کون اصلی فلیکس ہے؟ بدقسمتی سے مسٹر کین نے بھی اب تسلیم کیا ہے کہ وہ فلیکس ہیں۔ اور وہ راز ہمارے حوالے کرنے پر آمادہ ہیں۔ وہ بھی اُن آسان شرائط پر کہ اُنہیں صرف رُوسی شہریت دے دی جائے اور مناسب زندگی۔ واہ! کتنی معمولی سی خواہش ہے۔'' جوشیوف، قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں؟ بہرحال! اگر وہ اصلی فلیکس ہے تو برا اُن کے ہاتھ لگا۔ دفعتہً میں نے ایک ترکیب سوچ لی اور دوسرے لمحے میں ڈچ زبان میں بولا۔ میرا لہجہ سرگوشی کا انداز لئے ہوئے تھا۔

''اگر تم ڈچ زبان سے واقف ہو تو سنو! خود کو فلیکس تسلیم نہ کرو۔ تم کہو! کہ ایک شخص تھا، جو تمہارا ہم شکل تھا، تمہیں کچھ رقم دے کر صرف اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ تم خود کو فلیکس ظاہر کرو۔ بس! اس سے زیادہ کچھ مت بتانا۔ سمجھے.....؟''

یہ الفاظ میں نے بڑبڑانے کے انداز میں کہے تھے۔ جوشیوف سمجھ گیا کہ میں نے اُس سے کچھ کہا ہے۔ چنانچہ اُس نے بھنویں اُٹھا کر پوچھا۔ ''کیا کہا تم نے.....؟''

''میں..... میں کہہ چکا ہوں مسٹر جوشیوف! کہ اصلی فلیکس میں ہوں۔ اور راز میرے پاس موجود ہے۔'' میں نے اس انداز میں کہا، جیسے پہلے بولا تھا۔ لیکن اس بار میرے الفاظ واضح تھے۔ میں خود کو خوفزدہ ظاہر کر رہا تھا۔

''اور اس راز کے حصول کے لئے ہمیں تمہارے ساتھ سوئٹزرلینڈ چلنا ہوگا، کیوں؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''ہاں.....!'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''اور تم کیا کہتے ہو؟ اب کیا تم بھی خود کو فلیکس تسلیم نہیں کرو گے؟''

''آپ جو کوئی بھی ہیں جناب! یقین کریں، میں فلیکس نہیں ہوں۔ میں تو ایک غریب آدمی ہوں۔ ایک مفلس شخص جسے تھوڑی سی رقم دے کر فلیکس بننے کی ہدایت کی گئی تھی۔ میں نے صرف پیٹ بھرنے کے لئے یہ بات تسلیم کی تھی۔'' میرے ہم شکل نے کہا اور میں نے سکون کی سانس لی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ شخص ڈچ زبان سمجھتا تھا۔

اُس کے جواب پر جوشیوف کا چہرہ، گہرا سرخ ہو گیا۔ وہ خونخوار انداز میں کھڑا ہو گیا اور ہمیں خونی نگاہوں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا۔ ''سنو، کتو! اگر تم فلیکس نہیں ہو تو، تمہیں کتے کی موت مر جانا چاہئے۔ ہمیں تمہاری زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیا تم دونوں مجھے احمق سمجھتے ہو؟ تمہاری زندگی کے لئے صرف بیس گھنٹے دیئے جاتے ہیں۔ اب سے بیس گھنٹے کے اندر اندر تم دونوں فیصلہ کر لو! کہ اصل فلیکس کون ہے؟ اور کون مجھے وہ راز دے رہا ہے؟ اگر تم دونوں یہ فیصلہ نہ کر سکے تو میں تم دونوں کو گولی مار کر سمندر میں پھینک دُوں گا۔ اور اس کے بعد اصل فلیکس کو تلاش کروں گا۔'' جوشیوف کی آواز، برف کی طرح سرد تھی۔ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔

''اِنہیں صرف بیس گھنٹے کی مہلت دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد اگر یہ اپنے آپ کو فلیکس تسلیم نہ کریں تو اِنہیں گولی مار دینا۔'' اُن لوگوں نے ایڑیاں بجائی تھیں اور جوشیوف وہاں سے چلا گیا۔

ہمارے چاروں طرف سٹین گنیں تنی ہوئی تھیں۔ اس لئے ہم جنبش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اُنہیں کے اِشارے پر ہم دونوں کو واپس مینار میں لایا گیا۔ ایک بار پھر میں مینار کا قیدی بن گیا تھا۔ لیکن اس بار تنہا نہیں تھا۔ میرے ساتھ فلیکس بھی تھا۔ میرا ہم شکل..... انتہائی حیرت انگیز مشابہت تھی ہم دونوں میں۔

ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ کر حیران ضرور ہوئے تھے۔ لیکن ابھی تک ہمارے درمیان کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ میرا ہم شکل، میری ہی مانند اُس مینار نما قید خانے کی کھڑکیوں سے باہر جھانکتا پھر رہا تھا۔ اُس نے بھی اُسی میز کا سہارا لیا تھا، جس پر چڑھ کر میں نے پہلی بار سمندر دیکھا تھا۔

میں نے اس جائزے کے دوران ایک بار بھی اُسے نہیں ٹوکا، اور پوری طرح اطمینان کر



لینے دیا۔ پھر وہ ایک طویل سانس لے کر گردن ہلاتا ہوا میرے پاس آیا اور ایک بار پھر مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

''تم کون ہو.....؟'' اُس نے کسی قدر تیکھے انداز میں پوچھا۔ میں خاموشی سے اُس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ ''کیا تم انگلش نہیں جانتے؟'' وہ دوبارہ بولا۔

''جانتا ہوں.....!'' میں نے گہری سانس لی۔

''تو پھر میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا؟''

''سوچ رہا ہوں، کیا جواب دُوں؟ میں کون ہوں، اِس بارے میں فیصلہ کرنا تو ذرا مشکل ہے۔''

''میک اَپ ہے چہرے پر.....؟'' اُس نے دوسرا سوال کیا۔

''نہیں..... اب تم اتنے حسین بھی نہیں ہو۔ نہ ہی میرے خوابوں میں آتے رہے ہو کہ میں تمہاری شکل اپنانے کی کوشش کروں۔'' میں نے بے باکانہ انداز میں کہا اور وہ، میرے الفاظ پر غور کرنے لگا تھا۔ پھر یک بیک مسکرانے لگا اور ایک آنکھ دبا کر بولا۔

''اِس کا مطلب ہے کہ اصلی ہو۔''

''اصلی فلیکس ہرگز نہیں ہوں۔'' میں نے جلدی سے کہا اور وہ ہنس پڑا۔

''اصلی فلیکس میں ہوں۔ لیکن مجال ہے، یہ رُوسی گدھے اِسے ثابت کرنے یا کرانے میں کامیاب ہو جائیں؟'' اُس نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا اور میں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا آدمی باہمت معلوم ہوتا تھا۔

''لیکن وہ لوگ، بیس گھنٹے کی وارننگ دے گئے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''حماقت کا اِس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے؟ اِن گدھوں سے پوچھو! کہ یہ بیس گھنٹے کس خوشی میں دیئے گئے ہیں؟ راز ہی معلوم کرنا تھا نا! ہمیں کسی سے مشورہ کرنے جانا تھا کیا؟ دیکھو دوست! عمل وہی ہوتا ہے جو فوری اور بر وقت کیا جائے۔ جہاں کاہلی اور تساہل کا شکار ہوئے، مارے گئے۔ اور وہی ناکام لوگ ہوتے ہیں۔''

''خوب.....'' میں نے دلچسپی سے کہا۔ بہرحال! پتے کی بات کہی تھی اُس نے۔ اور میں نے دل سے اُسے سراہا تھا۔ اور جس کی کوئی بات میں تسلیم کر لوں، اُس میں مجھے ایک خاص دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ایک انوکھی اُنسیت تھی، جو اَب میں نے اُس شخص کے لئے محسوس کی تھی۔ یوں بھی ذرا مختلف قسم کا آدمی تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کیا خیال ہے تمہارا..... کیا اُنہوں نے حماقت نہیں کی ہے؟''

''تمہارے الفاظ کی روشنی میں تو کی ہے۔'' میں نے اعتراف کیا۔

''خود تمہارا کیا خیال ہے؟''

''مجھے، یہاں قید ہوئے کافی وقت گزر چکا ہے اور میں فرار کا راستہ بھی نہیں تلاش کر سکا۔ اس لئے میں کوئی ٹھوس بات نہیں کہہ سکتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ..... تمہاری بات بھی معقول ہے۔ مگر یار! تم کون ہو؟ اور ان کے ہتھے کیسے چڑھ گئے؟ ویسے ایک ترکیب تم نے عمدہ بتائی تھی اور تمہارا انداز بھی خوب تھا۔ میں نے اسی وقت جان لیا تھا کہ آدمی تم بھی معمولی نہیں ہو۔''

''یہ بھی شکر ہے کہ تمہیں ڈچ زبان آتی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں یورپ کی تقریباً تمام زبانیں جانتا ہوں۔ ویسے کیا تم ہالینڈ کے باشندے ہو؟'

''نہیں..... میرا تعلق فن لینڈ سے ہے۔''

''ہاں..... شکل وصورت سے کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔'' اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''نام کیا ہے؟''

''کین.....!''

''اوہ، ہاں! جوشیوف نے تمہیں اسی نام سے مخاطب کیا تھا۔''

''خود تم کہاں کے باشندے ہو فلیکس؟''

''مابدولت تو انٹرنیشنل ہیں۔ پیدا افریقہ میں ہوئے، پرورش انگلینڈ میں پائی، تعلیم فرانس میں حاصل کی۔ پہلا قتل کر کے آسٹریلیا بھاگ گئے، پہلا عشق ناروے میں کیا اور شادی ہانگ کانگ جا کر کی، بیوی بچے ایک حادثے کا شکار ہو گئے تو جاپان چلے گئے۔ اور اس کے علاوہ نہ جانے کہاں کہاں۔'' اُس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

''بہرحال! ایک تجربہ ہوا۔ قید میں بھی اگر کوئی دلچسپ اور باہمت ساتھی مل جائے تو وقت اتنا برا نہیں لگتا۔'' میں نے کہا۔

''اور مزے کی بات یہ کہ ہم شکل بھی ہو۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں..... یہ اضافی حیثیت ہے۔''

''واقعی، میک اَپ نہیں ہے؟'' اُس نے میری طرف جھک کر پوچھا۔

''یقین کر لو!'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔



''تب حیرت انگیز مشابہت ہے۔ اُن بے چاروں نے غلط دھوکہ نہیں کھایا۔

''اِس شکل کی وجہ سے تو میں بڑی اُلجھنوں کا شکار ہو گیا۔'' میں نے اُسے ٹٹولنے کی مہم کا آغاز کیا۔

''ہاں..... یقیناً! ان لوگوں نے تمہیں کہاں سے پکڑا؟''

''سوئٹزرلینڈ سے۔'' میں نے جواب دیا اور اُس نے بے تحاشہ قہقہہ لگایا۔

''اوہ، تم بھی وہیں سے پھنسے ہو..... مگر بھائی! کیسے جا پھنسے تھے؟''

''بس! تقدیر لے گئی تھی۔ پہنچا تھا سیر و سیاحت کی غرض سے۔ ایئرپورٹ پر اُترا تو ایک خاتون سر ہو گئیں۔ وہ مجھے ریسیو کرنے آئی تھیں۔ عورت پرست تھا، اس لئے اُن کا حسن دیکھ کر، اُن کے اس خیال کی تردید نہ کر سکا کہ فلیکس نہیں ہوں۔ ایک حسین رات، اُن کے ساتھ گزار کر صبح کو میں نے حقیقت حال گوش گزار کر دی۔ سخت چراغ پا ہوئیں۔ لیکن قصور میرا تو نہیں تھا۔ بہرحال! اُنہوں نے نکال دیا۔ پھر ایک دوسری پارٹی نے اغوا کر لیا۔ اُنہوں نے بھی مجھے فلیکس سمجھا تھا۔ چنانچہ مجھ سے وہ جرمن راز طلب کیا گیا جو ایک طیارے کے حادثے میں میرے ہاتھ لگا تھا۔ یہاں بھی ایک خاتون موجود تھیں جنہوں نے ایک رات میرے ساتھ گزار کر پیشکش کی کہ راز کی فروخت میں اُنہیں شریک کر لوں۔ اور پھر اُنہوں نے مجھے یہاں سے بھی فرار کرا دیا۔ اس کے بعد میں نے کوپ کے، میں رہائش اختیار کی۔ اور ایک بار پھر پہلی خاتون پہنچ گئیں۔''

''اوہ..... کیا وہ ایریسا تھی؟'' دفعتہً فلیکس بول اُٹھا۔

''ہاں..... یہی نام تھا اُن خاتون کا۔

''اوہ..... اوہ..... تو تم میرے نام پر عیش کرتے رہے ہو۔ لعنت ہے تم پر.....'' اُس نے ہتھیلی پر گھونسہ مارتے ہوئے کہا۔

''مجبوری تھی میرے دوست! میں نے ایک بار پھر کسی سے نہیں کہا تھا کہ میں.....''

''ہاں، ہاں..... میں جانتا ہوں۔ میں بھی تو کوپ کے، میں مقیم تھا۔ اور وہیں، میں نے اُن لوگوں کو بلایا تھا۔ لیکن رُوسی پارٹی وہاں پہنچ گئی اور مجھے فرار ہونا پڑا۔

''خوب..... بہرحال! میں دوبارہ اُن لوگوں کے ہاتھ لگ گیا اور ایک بار پھر وہ مجھے لے گئے۔ اور پھر مجھے مسٹر شافٹ سے ملانے کے لئے لایا گیا۔ لیکن گرافن کے راستے میں رُوسیوں نے ہمیں روک لیا۔ شرافت کی حد تک تو ٹھیک تھا۔ لیکن جب وہ گڑبڑ پر آمادہ ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تو میں نے بیس رُوسیوں کو قتل کر دیا۔'' میں نے کہا اور فلیکس اُچھل پڑا۔

''کتنے رُوسیوں کو.....؟'' اُس نے شدید حیرت سے پوچھا۔

''بیس رُوسیوں کو۔''

''کچھ کم نہیں کر سکتے؟ بیس بہت زیادہ ہیں۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میرے ہاں، ایک ہی حساب ہوتا ہے۔ اس لئے فضول باتوں سے پرہیز کرو۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

''واقعی.....؟ اگر یقین کر لوں تو سخت حیرت ہوتی ہے۔ اس طرح تو تم نے اُنہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ تم میرے ہم شکل ہونے کے علاوہ اتنے دلیر بھی ہو، اس بات کی خوشی ہوئی۔ خیر! پھر کیا ہوا؟'' اُس نے پوچھا۔

''ان لوگوں سے چھٹکارہ پا لیا۔ لیکن میں اور ایریسا، برف کی وادی میں گر پڑے۔ جہاں سے شافٹ، ہمیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے نکال کر لایا۔ لیکن پھر شافٹ کی رہائش گاہ پر رُوسیوں نے حملہ کیا۔ شافٹ کو قتل کر دیا اور یہاں سے میں اُن کے ہاتھ لگا۔''

''ہاں..... شافٹ کی موت کی اطلاع مجھے مل گئی تھی۔ لیکن تفصیل معلوم نہیں ہوئی تھی۔''

''اُسے میرے سامنے گولی ماری گئی تھی۔''

''اُس کے بعد وہ تمہیں یہاں لے آئے؟''

''ہاں..... اور میں نے اُنہیں بتا دیا کہ میں کون ہوں؟ البتہ اپنی جان بچانے کے لئے میں نے ایک کہانی گھڑ لی۔ اور وہی کہانی، میں نے تمہیں دُہرانے کے لئے کہا تھا۔''

''خوب..... ویسے ذہین انسان ہو۔ عمدہ کہانی تھی۔ اُس وقت میرے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ لیکن میں نے فوراً اس کی افادیت کو محسوس کر لیا تھا۔ تم بھی خوب انسان ہو کین! میرے ہم شکل ہونے کے علاوہ ذہین اور ہوشیار۔ اس لئے آؤ! دوستی کر لیں۔''

''ہمارے درمیان صورت کا رشتہ پہلے ہی موجود ہے۔ اس لئے ہم دوست ہی ہیں۔'' میں نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اُس کے ہاتھ میں بے پناہ سختی تھی۔ تھوڑی دیر تک ہم خاموش رہے تھے۔ میں نے کہا۔ ''لیکن تمہارے بارے میں تو مجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔''

''تھوڑی سی تفصیل بتا چکا ہوں۔ باقی ضروری نہیں، سوائے اس کے کہ ایک جرمن راز میرے ہاتھ لگ گیا تھا۔ بقیہ زندگی، سکون سے گزارنے کے لئے میں نے اُس کی قیمت وصول کرنے کا فیصلہ کیا۔ شافٹ سے ایک طرح کی شناسائی تھی۔ گو، کبھی ملاقات نہیں ہوئی



تھی۔ لیکن بہرحال! میں نے اُسے ترجیح دی اور پہلے اُس سے بات چیت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی میں نے دوسرے لوگوں کو بھی دعوت دی تھی۔ کیونکہ بہرحال! میں اس راز کی اہمیت سے واقف تھا اور اپنی منہ مانگی قیمت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ لوگ غیر قانونی راستے اختیار کریں گے اور اُن کے درمیان اس قدر چپقلش چل جائے گی۔''

''خوب.....!'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ وہ میرے بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔

''تم نے فرار کی کوئی کوشش کی؟''

''جن راستوں سے تم گزر کر آئے ہو، اُن میں فرار کی گنجائش پاتے ہو؟''

''فرار کے لئے باقاعدہ راستے تو نہیں اختیار کئے جاتے۔''

''افسوس! یہاں کوئی بے قاعدہ راستہ بھی نہیں ہے۔''

''مینار کے یہ سوراخ.....؟''

''اِن میں سے دو نیچے سینکڑوں فٹ گہرے سمندر کی طرف لے جاتے ہیں۔''

''اور ایک.....؟'' اُس نے پوچھا۔

''یہ اُس چبوترے کی طرف، جو اتنی گہرائی میں ہے کہ اگر اُوپر سے کودنے کی کوشش کی جائے تو جسم، گوشت کے لوتھڑے کے سوا کچھ نہیں رہ جائیگا۔''

''ہوں.....!'' اُس نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ پھر عجیب سی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگا اور آہستہ سے بولا۔ ''کچھ اور کھلو گے؟''

''کیا مطلب.....؟''

''اندر سے کیا ہو.....؟''

''مشین نہیں ہوں..... تم دیکھ سکتے ہو۔''

''کرتے کیا ہو؟ زندگی گزارنے کے ذرائع کیا ہیں؟ بیس رُوسیوں کو بے دردی سے قتل کر دینے والا کوئی معمولی انسان تو نہیں ہو سکتا۔''

''بس..... جائز ذرائع آمدنی نہیں ہیں۔ کچھ نہ کچھ کر لیتا ہوں۔ اور سیاحت کرتا رہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اچھی زندگی ہے، لیکن ٹھوس نہیں۔ میں نے جرائم کی زندگی نہیں گزاری۔ بلکہ ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



شریف آدمی رہا ہوں۔ لیکن میرا ایک نظریہ ہے کہ لمبا ہاتھ مارو، اس کے بعد سکون سے بیٹھ کر عیش کرو۔''

''لفظ 'سکون' پر مجھے اعتراض ہے۔ سکون، موت کا نشان ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں..... لیکن بعض حالات میں۔'' اُس نے کسی قدر بد دِلی سے کہا اور پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ میری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک عجیب سے انداز میں بولا۔ ''جس راز کے تم تذکرے سن چکے ہو، اُس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''تھوڑا سا حیرت زدہ ہوں۔''

''کیوں.....؟''

''بات صرف اتنی سی نہیں ہوسکتی کہ کسی نے حکومتوں کو اِطلاع دی کہ میرے پاس ایک راز ہے اور حکومتیں دیوانی ہوگئیں۔''

''اوہ..... پھر، اور کیا بات ہوسکتی ہے؟''

''دوڑنے والوں کو خود بھی اِس راز کی اہمیت کا اندازہ ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اُن سب کو اُس راز کے بارے میں بھنک مل گئی ہے۔ بس! تفصیل کے لئے اُمڈ رہے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ چند ساعت تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا، پھر بولا۔

''درحقیقت! تم نے خود کو میرے خیال کا اہل ثابت کر دیا ہے۔''

''کون سے خیال کا؟''

''ابھی تم نے سکون سے انحراف کیا تھا۔'' وہ بولا۔

''ہاں..... کیا تھا۔''

''کچھ عرصے قبل میں بھی سکون سے منحرف تھا۔ لیکن میرے اندر کچھ کمزوریاں پیدا ہو گئیں۔ اور اب میں وہ نہیں رہا، جو عام لوگ ہوتے ہیں۔ اس لئے میں ایک آخری کوشش کر کے سکون لینا چاہتا ہوں۔''

''بظاہر تو تمہارے اندر کوئی کمزوری نہیں نظر آ رہی۔ اچھے خاصے تندرست و توانا ہو۔''

''بظاہر کی بات ہے نا!'' اُس نے مایوسی سے کہا۔ ''بیس گھنٹوں کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔''

''ہاں..... کچھ کرنا چاہتے ہو تو اِس وقت کو فراموش مت کرو!''



''تمہارا کیا موڈ ہے؟''

''فرار تو میں بھی ہونا چاہتا ہوں۔ ویسے اِن لوگوں نے زیادتی کی ہے۔ تمہارے مل جانے کے بعد اُنہیں، مجھے رہا کر دینا چاہئے تھا۔''

''اب تو تم بھی مجھ سے الگ نہیں رہے۔ سنو! ایک پیشکش ہے۔ اور اُس کے خلوص پر شک نہ کرنا، ورنہ مزہ نہیں آئے گا۔''

''کہو.....؟''

''میں نے اپنی کمزوریوں کا تم سے ذکر کیا ہے۔ بعض جگہوں پر میں زیادہ پھرتیلا ثابت نہیں ہوسکوں گا۔ وہاں، تم میری مدد کرو گے۔ ہم دونوں یہاں سے فرار کے بعد اس راز کو فروخت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اس سلسلے میں تم پوری طرح میرے معاون ہو گے۔ راز کی فروخت کے بعد ہم اُس کے تین حصے کریں گے۔ دو حصے میرے، ایک تمہارا..... اور یقین کرو! وہ ایک حصہ اتنی بڑی دولت ہوگی کہ تم ساری زندگی شہزادوں کی مانند بسر کر سکو گے۔''

''ہوں..... ٹھیک ہے۔ لیکن فرار کے لئے کیا ذرائع استعمال کرو گے؟''

''پہلے ایک معاملہ طے کر لو!''

''چلو..... ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔''

''مجھے کمزور سمجھ کر فراڈ کرنے کی کوشش تو نہیں کرو گے؟''

''ہرگز نہیں..... لیکن تمہاری کمزوری، میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' میں نے اُسے اُوپر سے نیچے تک گھورتے ہوئے کہا۔

''سمجھ جاؤ گے۔ معاملہ طے ہوگیا ہے اب، یا کوئی اور پیچ ہے؟''

''نہیں بھائی نہیں! تم کافی وہمی آدمی معلوم ہوتے ہو۔''

''اچھا..... ٹھیک ہے۔ یوں بھی زندگی دوسرے اوہام سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔'' اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اپنا کوٹ اُتار لیا۔ اس کے بعد قمیص کی آستین اُونچی کرنے لگا۔ اُس نے اپنا بازو تک برہنہ کر دیا تھا۔ اور پھر اُس نے اپنی ایک اُنگلی پر دوسرے ہاتھ سے قوت صرف کی اور اُنگلی اُکھڑ کر ہاتھ میں آ گئی.....

میں حیرت سے اُچھل پڑا۔ اُس نے اُنگلی پر سے کھال سی اُتاری تو اندر سے سفید سٹیل کا ایک سیدھا پائپ نکل آیا جس کے سرے پر چوڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ اُس نے مسکرا کر میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



طرف دیکھا اور پھر دوسری اُنگلی اُکھاڑ لی۔ میں متحیرانہ انداز میں اُس کی انوکھی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ایک ایک کر کے اُس نے پانچوں اُنگلیاں اُکھاڑ لیں۔ اور اُن پر سے کھال کا خول اُتار لیا۔ اس کے بعد وہ اُن کی چوڑیاں ایک دوسرے میں کسنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد سفید سٹیل کی ایک لمبی نال تیار ہوگئی۔

میری حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ پھر اُس نے کلائی کے پاس سے ہتھیلی کا جوڑ اُکھاڑ لیا اور اُس پر سے کھال اُتارنے لگا۔ میں نے اب حیرت ترک کر دی تھی اور دلچسپی سے اُس کی کارروائی دیکھ رہا تھ۔ ایک ہلکا ٹرائیگر کپ نمودار ہوا تھا۔ اُس نے دونوں پیروں میں پھنسا کر نال کی چوڑیاں اُس میں کس دیں اور پھر اُس کا ہاتھ نئے جہاں تلاش کرنے لگا۔ اِس بار اُس نے بازو ہی اُکھاڑ لیا تھا۔ اور اب اُس کا بازو، کندھے کے پاس سے غائب تھا۔ اُس نے بازو کے خول کو جھٹکا دیا اور اُس میں سے سٹین گن کا میگزین نکل آیا..... تین سیٹ تھے، جنہیں اُس نے احتیاط سے رکھ دیا۔ اور پھر بازو سے بھی جھلی اُتار دی۔ آخری جوڑ لگانے کے بعد سٹین گن تیار تھی۔ اُس نے میگزین لگایا اور مسکراتے ہوئے سٹین گن، میری طرف بڑھا دی۔

''میری طرف سے تمہارے لئے.....'' وہ بولا۔

''اوہ..... کیا میں تمہاری دونوں ٹانگیں اُکھاڑ کر توپ بنا سکتا ہوں.....؟'' میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''نہیں..... صرف ایک ٹانگ۔'' اُس نے جواب دیا۔

''ٹینک بنانے کی کیا ترکیب ہے؟'' میں نے پوچھا اور اُس نے ایک قہقہہ لگایا۔

''میں اسلحہ خانہ نہیں ہوں۔ کیا سمجھے؟ میں نے تمہیں، اپنی اِس کمزوری کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں نے اپنے جسم کے ناکارہ حصوں کو بھی کارآمد بنا لیا ہے۔''

''میں تمہاری اِس عظیم کوشش کو سراہتا ہوں۔'' میں نے خلوصِ دل سے کہا۔

''شکریہ! تو اب تمہارے پاس اسلحہ موجود ہے۔ اور اب نیچے اُترنے کی بات ہے تو میرے پاس اس کا انتظام بھی موجود ہے۔ تمہیں جہاز کے حادثے کے بارے میں معلوم ہو ہی چکا ہے۔''

''ہاں.....''

''میرا ایک ہاتھ، ایک پاؤں، اسی حادثے میں ضائع ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے بارے



میں صرف چند لوگوں کو معلوم ہے اور میں نے اپنے دوستوں کی مدد سے اُن دونوں حصوں کو کارآمد بنا لیا۔ حالانکہ میرے ذہن میں ایسی کوئی سچویشن نہیں تھی۔ لیکن تم دیکھو! آج میری یہ کاوش کس طرح کام آئی ہے۔''

''پاؤں میں کیا، کیا ہے تم نے؟'' میں نے پوچھا۔

''آؤ! اِدھر آؤ..... دیکھو!'' اُس نے اپنی پتلون کا پائنچہ اُوپر کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے جوتا اُتار لیا تھا۔ لیکن مجھے صحیح و سالم پاؤں کے علاوہ کچھ نہیں نظر آیا تھا۔ ''اسے یہاں سے پکڑ کر کھینچو!'' اُس نے پاؤں آگے کر دیا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُس کا پنجہ کھینچا، لیکن کوئی خاص بات نہ محسوس ہوئی۔

''اوہ..... ذرا قوت صرف کرو!'' اُس نے کہا اور میں نے زیادہ قوت سے اُسے کھینچا تو پاؤں علیحدہ ہو گیا۔ لیکن جونہی میرا ہاتھ ڈھیلا ہوا، وہ دوبارہ اپنی جگہ جا لگا۔ یہ ایک انتہائی مضبوط سپرنگ ہے۔ اور اس کی لمبائی چار سوفٹ ہے۔'' اُس نے انکشاف کیا۔

''سپرنگ ہے..... اور اس کی لمبائی چار سوفٹ ہے.....؟'' میں نے سحر زدہ سی آواز میں کہا۔

''ہاں..... یوں سمجھو! کہ سپرنگ کو پنڈلی کے ڈیزائن میں تیار کیا گیا ہے۔ اور یہ تین مرحلوں میں کھلے گا۔ اور رہا پنجے کا سوال تو.....'' اُس نے اپنے ایک ہاتھ سے پنجے پر سے کھال ہٹا دی اور اُس کی جگہ ایک نوک دار ہُک نظر آنے لگا۔

''کمال ہے۔ واقعی تم مجھے کسی اور دنیا کے انسان معلوم ہوتے ہو۔ یوں لگتا ہے، جیسے تمہیں اِس سچویشن کی پہلے سے اُمید تھی۔''

''بعض اوقات، ہم ایسے ہی کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ بلکہ یوں سمجھو! کہ تقدیر اسی انداز میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ لیکن کیا اب تمہارے ذہن میں فرار کا منصوبہ مکمل نہیں ہو گیا؟''

''افسوس! ابھی مجھے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔'' میں نے کہا۔ ''دراصل تمہاری اِس انوکھی حیثیت نے میرے اعصاب ہلا دیئے ہیں۔''

''خود کو قابو میں رکھو میرے دوست! حواس، سب سے بڑا ہتھیار ہوتے ہیں۔ لیکن اب ایک آخری اور انسانی ہمدردی کی بات کہوں گا۔ میں ایک اپاہج اور بے بس انسان ہوں۔ نہ تو جرائم کی زندگی سے واقفیت رکھتا ہوں اور نہ جرم کرنے کی صلاحیت۔ اگر مالی حیثیت سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



محروم ہو جاؤں تو صرف بھیک ہی مانگ سکتا ہوں۔ اگر تمہارے دل میں بدی آئے تو میری بے بسی پر ترس کھا لینا۔ اور یہ سوچنا کہ تم، میرے ہم شکل ہو۔ میری جگہ بھی ہو سکتے ہو۔''

''میں نہیں سمجھا مسٹر فلیکس؟''

''تم ساری زندگی دولت سمیٹو گے۔ لیکن یہ راز، میری پہلی اور آخری پونجی ہے۔ میں اِس کے سہارے اپنی اپاہج زندگی گزار سکتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ اُس کی باتوں سے میرا دل پسیج گیا تھا۔

''چنانچہ کسی مرحلے پر صرف دولت کے بارے میں مت سوچنا۔ مجھے بھی اِس عیش کی زندگی کا شریک بنا لینا۔ میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔ میں اب بھی پرعزم ہوں اور میں نے تقدیر سے شکست نہیں مانی ہے۔ لیکن اگر تمہارے دل میں، میرے لئے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہ رہے تو مجھے قتل ضرور کر دینا۔ ممکن ہے، خودکشی کے مرحلے پر زندگی کی محبت غالب آ جائے۔ اور اگر یہ محبت غالب آ گئی تو پھر بڑی بے بسی کی زندگی گزارنی پڑے گی۔''

میں اُس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اُس کا شانہ تھپتھپایا۔ ''اب ہمیں کیا کرنا ہے دوست.....؟''

''اس کے بعد میں تو تمہارے لئے ایک بوجھ ہی ثابت ہوں گا۔ تمہیں میری وجہ سے کافی دقت اُٹھانی پڑے گی۔ بہرحال! اس ہُک کو کسی مناسب جگہ پھنسا دو۔ مجھے اپنی پشت پر لاد لو اور پھر اس سوراخ سے باہر چھلانگ لگا دو، جو چبوترے تک لے جاتا ہے۔ اور اس کے بعد صورتِ حال سنبھالنا تمہاری ذمہ داری ہے۔''

''اوہ.....'' میں نے سوراخ کی طرف دیکھا۔ ہم دونوں بیک وقت نہیں نکل سکتے تھے۔ اس کے لئے سخت ہوشیاری سے کام لینا تھا۔ بڑا دلچسپ اور بڑا ہی سنسنی خیز تجربہ تھا۔

''ایک بات بتاؤ فلیکس.....!''

''ہوں.....؟''

''کیا سپرنگ، ہم دونوں کا وزن سنبھال سکے گا؟''

''بہ آسانی.....!''

''کیا بعد میں یہ پھر وہی شکل اختیار کر سکتا ہے، جو تمہاری پنڈلی کی تھی؟''

''ہاں..... لیکن مشکل ہو گا۔ نیچے تو یہاں اٹک جائے گا۔''

''اوہ، ہاں..... پھر؟''



''میں نے کہا نا، کہ میں تمہارے لئے بوجھ بن جاؤں گا۔'' اُس نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''فکر مت کرو میرے دوست! پہلے یہ بوجھ، اُس کے بعد میں خود۔ وعدہ کرتا ہوں۔'' میں نے صدقِ دل سے کہا۔ اور اُس کے چہرے پر خون دوڑنے لگا۔

پھر ہم زندگی کے اِس بھیانک ترین تجربے کے لئے تیار ہو گئے۔ میں میز پر چڑھ کر سوراخ تک پہنچا اور سوراخ پکڑ کر لٹک گیا۔ میرا لچک دار جسم، سوراخ سے دوسری طرف نکل گیا۔ میں نے گہرائیوں میں جھانکا، کافی نیچے چبوترے کی زمین نظر آ رہی تھی۔ دُور دُور تک کسی محافظ کا پتہ نہیں تھا۔ اگر ہوں گے بھی تو مینار کی کسی منزل میں ہوں گے۔ کون سوچ سکتا ہے کہ اِن بلندیوں سے فرار کی کوشش کی جا سکتی ہے؟

''کیا صورتِ حال ہے.....؟''

''ٹھیک ہے.....!'' میں نے جواب دیا۔

''تب پھر تم مجھے پہلے اِس سوراخ سے دوسری طرف نکال دو۔ پھر ہُک، اِس سوراخ میں پھنسا دینا اور اس کے بعد تم، مجھے پکڑ لینا۔''

''اوکے.....!'' میں نے کہا۔ خوف کا ایک ہلکا سا احساس، جو میرے ذہن میں اِن گہرائیوں کو دیکھ کر پیدا ہوا تھا، اب زائل ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اُسے سہارا دیا اور آہستہ آہستہ، احتیاط کے ساتھ سوراخ سے دوسری طرف نکال لیا۔ نیچے کے ہُک کو میں نے سوراخ میں پھنسا دیا اور پھر میں بھی کارنس پر نکل آیا۔

اتنی مختصر سی جگہ دو آدمیوں کے لئے ناکافی تھی۔ لیکن کارنس کافی مضبوط تھی۔ البتہ اس پر پاؤں جمانا مشکل تھا۔ کیونکہ کبوتروں کی بیٹ سے پھسلن ہو رہی تھی۔ تاہم ایک لمحہ ضائع کئے بغیر میں نے فلیکس کو دبوچ لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی فلیکس کا پاؤں پھسل گیا.....

خلا کا خوفناک سفر، آنِ واحد میں طے ہو گیا۔ لیکن دماغ بھک سے اُڑ گیا تھا۔ سپرنگ کے پہلے مرحلے پر ایک جھٹکا لگا تھا اور فلیکس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ دوسرا جھٹکا اُس سے زیادہ شدید تھا۔ اور تیسرا سب سے زیادہ شدید تھا۔ لیکن اِن جھٹکوں نے گرنے کی رفتار، معتدل کر دی تھی اور نہ جانے کس طرح ہم، ٹھنڈی زمین پر آ ٹکے۔

عقل حیران تھی۔ اس طرح سفر کرنے کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن تکلیف کی شدت سے فلیکس کی حالت خراب تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کیا..... ڈیئر کین..... جلدی کرو! سپرنگ کا یہ ہُک نکال دو۔ ورنہ میں مر جاؤں گا۔'' وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولا اور میں سٹین گن رکھ کر اُس کا ہُک ٹٹولنے لگا۔ اگر میں اُسے کھولنے کا طریقہ پہلے ہی دریافت کر لیتا تو بہتر ہے۔ اس وقت بڑی دِقت ہو رہی تھی اور ہُک کسی طور نہیں کھل رہا تھا۔

چنانچہ اب ایک ہی ترکیب رہ جاتی تھی۔ میں نے اس پر عمل کیا اور سپرنگ پر نال رکھ کر ٹرائیگر دبا دیا..... سپرنگ ٹوٹ کر کسی خوفناک پرندے کی مانند فضا میں پرواز کر گیا اور اتنی قوت سے واپس جا کر کارنس پر لگا کہ وہ کارنس، جو ہمارے وزن سے نہیں ٹوٹا تھا، ٹوٹ کر نیچے آ رہا۔

اُس کے گرنے کی آواز بھی کافی زوردار تھی۔ لیکن اس سے قبل فائر کی آواز بھی کافی تھی۔

مینار کے نچلے دروازے سے دو محافظ نکل آئے۔ لیکن سٹین گن میرے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ ایک معمولی سی جنبش سے دونوں وہیں ڈھیر ہو گئے۔

فلیکس، تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ لیکن میں پہلے قرب و جوار سے مطمئن ہو جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ چند ہی ساعت بعد یکے بعد دیگرے چار آدمی باہر آئے۔ اُنہوں نے متحیرانہ انداز میں دروازے پر پڑی لاشوں کو دیکھا تھا۔ لیکن اِس بات سے ناواقف تھے کہ چند ہی لمحات میں اُن کی حالت بھی دوسروں سے مختلف نہ ہو گی۔

میں نے اُنہیں بھی بھون کر رکھ دیا تھا..... اور شاید ان چھ افراد کے علاوہ یہاں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ فلیکس، بے بسی سے زمین پر پڑا تھا۔ پھر اُس نے اپنے اکلوتے ہاتھ کے سہارے اُٹھنے کی کوشش کی۔ باہمت شخص تھا، اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

''کیا خیال ہے کین؟ اگر اور کوئی ہوتا تو اس طرف ضرور آتا۔'' اُس نے کہا۔

''تمہاری تکلیف کیسی ہے.....؟'' میں نے ہمدردی سے پوچھا۔

''اوہ..... ٹھیک ہوں۔ وزن پڑا تھا نا! بچی کھچی ٹانگ خاصی تکلیف میں ہے۔ لیکن وقتی بات ہے۔ کوئی زخم تو ہے نہیں۔''

''تب تم، اِس دیوار کے سہارے بیٹھو! میں ذرا جائزہ لے لوں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی یہاں موجود ہو اور ہمارے آگے کے سفر کے لئے اُلجھن بن جائے۔''

''او کے.....!'' فلیکس نے کہا اور میں نے اُسے اُٹھا کر دیوار کے سہارے بٹھا دیا۔ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا فلیکس بے حد عجیب لگ رہا تھا۔ لیکن شکر تھا کہ وہ ایک ہی طرف سے



پوری طرح ناکارہ نہیں ہوا تھا۔ یعنی اُس کا دایاں پاؤں بیکار تھا اور بایاں ہاتھ۔ فلیکس کو دیوار کے سہارے بٹھا کر میں تیزی سے دوڑتا ہوا مینار میں آیا۔ یہ احساس بہت خوشگوار تھا کہ میں آزاد ہوں۔ مینار کی نیچے سے اُوپر تک کی منزلیں دیکھ آیا، لیکن کوئی موجود نہیں تھا۔ سب سے نیچے کی منزل میں سٹور تھا۔ اور میں نے اُس کی تلاشی لے ڈالی۔ پانی کا ذخیرہ اور خوراک، وافر مقدار میں موجود تھی۔ پانی کا بندوبست تو کہیں سے بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے خوراک کے ڈبے زیادہ سے زیادہ مقدار میں پیک کر لئے اور اُنہیں پشت پر باندھ کر تھوڑا سا پانی بھی لے لیا۔ پھر باہر نکل آیا۔ اب میرا رُخ فلیکس کی طرف تھا۔ فلیکس، بے بسی کی تصویر نظر آ رہا تھا۔

مجھے دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں زندگی دوڑ گئی۔ ممکن ہے، اُس نے سوچا ہو کہ میں، اُسے وہیں چھوڑ کر نکل جاؤں گا۔ کون، کسی کا بوجھ سنبھالتا ہے؟ دولت کے لئے زندگی خطرے میں تو نہیں ڈالی جا سکتی۔ لیکن مجھے آتا دیکھ کر ایک بار پھر اُس کی رگوں میں زندگی دوڑ گئی تھی۔

''ہیلو کین.....!'' اُس کی آواز میں خوشی کی جھلک تھی۔

''ہیلو ڈیئر! سب ٹھیک ہے۔ ان چھ افراد کے سوا یہاں اور کوئی موجود نہیں تھا۔'' میں نے خوش دلی سے کہا۔

''یہ تمہاری پشت پر کیا ہے.....؟''

''خوراک کا ذخیرہ، جو ہمارے پندرہ بیس دنوں تک کام آ سکتا ہے۔ ظاہر ہے، ہماری ٹکر، حکومت سے ہے۔ اور فرار زیادہ عرصے تک چھپا نہیں رہے گا۔ چنانچہ ہم سفر کے ایسے راستے اختیار کریں گے کہ ہم حکومت کی نگاہ میں نہ آ سکیں۔''

''تم ذہین بھی ہو اور پھرتیلے بھی۔ میرا خیال ہے، تم بہتر طور پر سوچ سکتے ہو۔''

''فی الحال! ہمیں یہاں سے چلنا چاہئے۔'' میں نے کہا اور فلیکس دیوار کا سہارا لے کر اُٹھنے لگا۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے جھک کر اُسے شانوں پر اُٹھا لیا۔ فلیکس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ میں اُسے لئے ہوئے باہر جانے والے راستے پر چل پڑا۔

''فلیکس!'' میں نے اُسے آواز دی۔

''ہوں.....!''

''یہ گن، تم سنبھال لو! جہاں ضرورت پیش آئے، تم اِسے استعمال کرنا۔ یہ زیادہ بہتر رہے گا۔'' میں نے کہا اور گن، فلیکس کے ہاتھ میں تھما دی۔ ''تمہیں دقت تو بہت ہو گی۔ لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ میں تمہیں ایک ہاتھ سے بہت سے کام کرتے دیکھ چکا ہوں۔''

''ہاں..... میں یہ آسانی سے کرلوں گا۔'' فلیکس نے کہا۔

بالآخر میں اُسے سنبھالے ہوئے عمارت سے باہر آ گیا۔ عجیب بات تھی۔ یہاں اُن لوگوں کے علاوہ اور کوئی تھا ہی نہیں۔ ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی ہوگی۔ یوں بھی چاروں طرف برف کے ویرانے نظر آ رہے تھے۔ اس قلعے کے علاوہ اور کوئی عمارت نہیں تھی۔ اور نہ ہی ایسے نشانات پائے جاتے تھے۔ بڑا پُر ہول منظر تھا۔ باقی تین اطراف، سمندر موجیں مار رہا تھا۔

''کاش! ہمارے پاس سمندری سفر کا کوئی بندوبست ہوتا۔'' میں نے کہا۔

''میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔''

''بہرحال! کوئی حرج نہیں ہے۔ پوری زندگی ہی جدوجہد ہے۔ ہم ضرور یہاں سے نکل جائیں گے۔ تم مایوس تو نہیں ہو؟''

''مایوس نہیں، شرمندہ ہوں۔ کاش! میں، تمہارے کندھوں کا بوجھ نہ ہوتا۔''

''اس سلسلے کی یہ ہماری آخری گفتگو ہونی چاہئے فلیکس! میں اِسے اپنے خلوص کی توہین گردانتا ہوں۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

''اوہ..... اچھا، اچھا! میں خیال رکھوں گا۔'' فلیکس جلدی سے بولا۔ پھر میں نے ایک سمت اختیار کر لی۔ میری نگاہیں، برف پر جمی ہوئی تھیں۔ اور میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ یہاں آمد و رفت کے لئے کون سا راستہ استعمال ہوتا ہے؟ اس راستے سے بچنا ضروری تھا۔ کسی حد تک اندازہ ہو گیا تھا۔ گو، برف نے نشانات مٹا دیئے تھے۔ بہرحال! میں نے اُس راستے کو چھوڑ دیا اور ایک بلندی کی جانب بڑھنے لگا جس کے ڈھلوان برف ہی کے تھے۔

''کیا تم نے راستے کا کوئی خاص تعین کیا ہے کین؟'' فلیکس نے کہا۔

''نہیں..... لیکن کیا تم اِس بارے میں کوئی مدد کر سکتے ہو؟''

''افسوس، نہیں! مجھے ایک بند گاڑی میں یہاں لایا گیا تھا۔''

''کچھ ایسی ہی کیفیت میری تھی۔''

''پھر تم نے اِن بلندیوں کا رُخ کیوں کیا ہے؟''

''حفظ ماتقدم کے طور پر..... دوسرا راستہ اُن کی گزرگاہ ہے۔ اور رُوسی بڑے سخت گیر ہوتے ہیں۔ اگر ہم دیکھ لئے گئے تو پھر وہ ہم سے کوئی سوال نہیں کریں گے۔''



''ہاں! یہ تو درست ہے۔ لیکن.....'' فلیکس کے لہجے سے فکرمندی عیاں تھی۔

''لیکن کیا.....؟''

''یہ بلندیاں، دُشوار گزار ہوں گی۔ اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اِن کے دوسری طرف کیا ہے؟'' فلیکس نے جواب دیا۔

''اوہ..... ڈیئر فلیکس! اس کی پرواہ مت کرو! جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔'' میں نے بے فکری سے کہا۔ درحقیقت! اس قید سے آزادی کے بعد اب مجھے کوئی فکر نہیں تھی۔ فلیکس یوں بھی مجھے مطلوب تھا۔ لیکن اب تو اُس کے لئے دل میں ہمدردی بھی پیدا ہو گئی تھی۔ راز کا کچھ بھی بنے، میں اُسے زندگی کی وادیوں میں لے جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں برق کی طرح چڑھائی چڑھنے لگا۔ فلیکس بہرحال! ایک تنومند انسان تھا اور اُس کا وزن بھی کافی تھا۔ لیکن میرے اندر ایک جذبہ کام کر رہا تھا۔ درحقیقت! جذبے نہ جانے کون کون سی قوتوں کو جنم دیتے ہیں۔

اِن بے پناہ بلندیوں نے مجھے نہیں تھکایا۔ یہاں تک کہ خود فلیکس میرے کندھوں پر بیٹھا بیٹھا تھک گیا..... اور پھر اُس کی پشیماں آواز سنائی دی۔ ''کین ڈیئر!''

''فلیکس ڈیئر!'' میں نے اُس کے لہجے کی نقل اُتاری۔

''کافی دیر ہو گئی ہمیں سفر کرتے ہوئے۔ میرا خیال ہے، اب تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہئے۔''

''ابھی نہیں فلیکس! ہم بلندیوں کے اِس طرف ہیں۔ قلعے پر سے ہمیں دیکھا جا سکتا ہے۔ میں چوٹی کے دوسری طرف پہنچ کر ہی دم لوں گا۔ تاکہ ہم اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں۔''

''اوہ..... لیکن چوٹی ابھی بہت دُور ہے۔''

''میں اس جدوجہد کو کوئی تحفظ دے کر ہی دم لینا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور رفتار تیز کر دی۔ فلیکس، خاموش ہو گیا تھا۔

''تم جسمانی طور پر غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔'' تھوڑی دیر کے بعد اُس نے کہا۔ میں نے اُس کی آواز میں کپکپاہٹ محسوس کر لی تھی۔

''تمہیں شاید سردی لگ رہی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں..... کیا تمہیں اِس ٹھٹھرن کا احساس نہیں ہو رہا؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''نہیں..... اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ساکت ہو، جب کہ میں چل رہا ہوں۔ مشقت نے میرے جسم میں گرمی پیدا کر دی ہے۔''

''ساکت ہونے کے بعد تمہیں سخت حفاظت کی ضرورت ہے۔ ورنہ سردی لگ جائے گی۔'' فلیکس نے فکرمندانہ مشفق انداز میں کہا اور میں مسکرانے لگا۔

برف کی بلندیاں طے ہوتی رہیں..... اور پھر دفعتہً فلیکس بڑبڑایا۔ ''کین! کیا تم بادلوں کے اُس غول کو دیکھ رہے ہو، جو اپنے اندر سیاہی سمیٹے اُوپر چڑھ رہا ہے؟''

''نہیں.....'' میں نے رُک کر کہا اور اُسے سہارا دے کر گردن اُٹھائی۔ سیاہ مہیب بادلوں کے دَل کے دَل جمع ہو رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہیں خوفناک آگ لگ گئی ہو اور دھوئیں کے پہاڑ بن رہے ہوں۔

''یہ بادل خطرناک بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔'' میں نے پرتشویش انداز میں کہا۔

''ہاں! اگر بارش ہو گئی تو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔'' فلیکس پریشانی سے بولا۔ بہرحال! میں رُکا نہیں۔ البتہ اب میں نے رفتار کافی تیز کر دی تھی۔ بلندیاں دُشوار گزار تو نہیں تھیں لیکن بہرحال! چوٹیاں کافی بلند تھیں۔ اور میں اُس کا آدھا سفر طے کر چکا تھا۔ اتنے وزن کو لے کر یکساں رفتار سے چڑھائی چڑھتے رہنا معمولی بات نہیں تھی۔

بادلوں کی سیاہ فوج نے پہاڑوں کی طرف کوچ کرنا شروع کر دیا۔ اور خطرہ، سر پر آتا گیا۔ اور پھر اچانک بجلی بھی چمکنے لگی۔ کڑک ایسی خوفناک تھی کہ برفانی تودے بھی جگہ چھوڑنے لگے۔ سرد ہوائیں، طوفان کی شکل اختیار کر چکی تھیں اور اُن کے تھپیڑے، ہمارے جسموں پر کوڑوں کی طرح پڑ رہے تھے۔

..... اور پھر بارش شروع ہو گئی..... ایسی طوفانی بارش تھی کہ بس! اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ابتدائی چھینٹوں میں ہی ہمارے کپڑے شرابور ہو گئے اور میرے کندھوں پر بیٹھا ہوا فلیکس، سردی کی شدت سے کانپنے لگا۔

''کین ڈیئر!'' اُس نے مخصوص انداز میں کہا۔ ''بہتر ہے کہ مجھے اُتار دو۔ ورنہ میں گر پڑوں گا۔

''لیکن ہم قیام کہاں کریں گے؟'' میں نے چیخ کر کہا۔ بارش اور ہواؤں کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

''یہیں رُک جانا بہتر ہو گا کین! تاریکی پھیلتی جا رہی ہے۔ ہر قدم خطرناک ثابت ہو گا۔



ہم نے کوہ پیمائی کے جوتے بھی نہیں پہن رکھے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

لیکن فلیکس کی بات مجھے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ اس طرح کھلے علاقے میں بیٹھ جانا سخت خطرناک تھا۔ بھلا ہم بارش سے کس طرح مقابلہ کر سکتے تھے؟ میں کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھا۔ ممکن ہے، آگے بڑھنے پر کوئی پناہ مل جائے۔ فلیکس کو اُتارنے کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں یہیں رُکنا پڑے گا۔ چنانچہ میں بڑھتا گیا۔

چوٹی پر بارش کی شدت اور بڑھ گئی۔ بادل گرجتے تو پہاڑیاں ہل جاتیں اور قدم جمانے مشکل ہو جاتے۔ آوازیں اِس قدر بھیانک ہو گئیں کہ کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ ہر لمحہ پہلے لمحے سے زیادہ خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔

''کین! رُک جاؤ..... یہیں کہیں پناہ لے لو۔'' فلیکس کی آواز مشکل سے نکل رہی تھی۔

''ہم اب ڈھلوانوں پر ہیں فلیکس! ممکن ہے کوئی ٹیلہ مل جائے۔ کھلے علاقے میں پناہ لینا بھی تو.....'' اچانک میں خاموش ہو گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا، جیسے آگے کچھ ہو۔ بارش کی تیزی اوّل تو آنکھیں ہی نہیں کھولنے دے رہی تھی۔ پھر آنکھیں کھلتیں بھی تو کچھ نظر آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

چنانچہ میں نے دونوں ہاتھوں سے ٹٹولا اور میرے ہاتھ کسی چیز سے ٹکرائے۔ آہ! کوئی ٹیلہ تھا۔ میں نے چیخ کر فلیکس سے کہا۔ ''کچھ دیکھ رہے ہو فلیکس؟''

''کیا..... کچھ بھی تو نظر نہیں آ رہا۔'' اُس نے کہا۔ تب میں نے فلیکس کو بھرپور سہارا دے کر نیچے اُتارا۔ میرے شانے جم گئے تھے۔ جسم جس پوزیشن میں تھا، اکڑ کر رہ گیا تھا۔ اُوپر سے بھیگا ہوا بدن اور سرد ہوائیں.....

لیکن اِس تمام مشقت کا پھل بھی مل گیا۔ یہ ایک ایسی محفوظ چٹان تھی جو تین طرف سے ڈھکی ہوئی تھی اور اندر سے کھوکھلی تھی۔ اس وقت اس سے بہتر پناہ گاہ نہیں تھی۔ میں مزید انتظار کیے بغیر غڑاپ سے اندر چلا گیا۔ اور اندر کا اطمینان کر کے میں نے فلیکس کو بھی اندر کھینچ لیا۔

''ارے..... ارے..... یہ.....'' فلیکس متحیرانہ انداز میں بولا۔ ''یہ کیا ہے؟ یہ جگہ کہاں سے مل گئی؟''

''یہ سب بعد میں سوچنے کی باتیں ہیں فلیکس!'' میں نے تھکے تھکے لہجے میں کہا اور فلیکس، گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''خدا کی پناہ! بارش ہے کہ قیامت..... اور پھر ہواؤں کے جھکڑ۔ آہ..... میرے دوست! تمہاری کیا حالت ہے؟ بلاشبہ! میں تمہیں دنیا کا طاقتور ترین آدمی کہہ سکتا ہوں۔ تم نے اپنی پشت پر اتنا بوجھ لاد کر اتنی بلندیوں تک سفر کیا ہے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اور پھر بوجھ بھی انسانی بوجھ۔ ایک زندہ انسان کا بوجھ اُٹھانا کس قدر مشکل کام ہے؟ مجھے اس کا پورا پورا احساس ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''اوہ، ڈیئر فلیکس! مجھے خوشی ہے کہ تمہاری مدد کر سکا۔ ورنہ تمہیں خاصی مشکلات پیش آتیں۔ بہرحال! چھوڑو اِن باتوں کو۔ یہ بتاؤ! کچھ سکون محسوس کر رہے ہو یا نہیں؟''

''سکون..... بے پناہ یخ بستہ طوفانی ہواؤں کے تھپیڑوں اور بارش سے تو نجات مل گئی لیکن کیا ہمارا یہ ٹھکانہ دیرپا ہے؟'' فلیکس نے سوال کیا۔ اور میں دونوں ہاتھ پھیلا کر اس پناہ گاہ کو ٹٹولنے لگا۔

مضبوط چٹان تھی۔ چھت بھی خاصی مضبوط تھی اور نیچے بھی نہ جانے کتنی برف، دفن تھی۔ چنانچہ میں نے اطمینان کی گہری سانس لے کر کہا۔ ''ہاں فلیکس! اور یہ صرف اتفاق ہے کہ ہمیں اتنی عمدہ جگہ مل گئی ہے۔ کیوں..... ہے نا؟''

''ضرور میرے دوست! تب پھر ہم یہاں پر خاصا وقت گزاریں گے اور کل دن کی روشنی میں ہم یہاں سے نیچے جانے کی کوشش کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن میرا خیال ہے، یہ جگہ ہمارے لئے خاصی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ہم، رات بھر اس ویران اور خطرناک مقام پر رُکے رہے تو کل صبح ہماری لاشیں ہی نظر آئیں گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری لاشوں کا یہاں کوئی پتہ ہی نہ چل سکے اور تلاش کرنے والے یہاں تک نہ پہنچ سکیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر.....؟'' فلیکس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''بارش رُک جانے دو فلیکس! ابھی کافی وقت ہے۔ ہم سفر کریں گے۔''

''اوہ..... لیکن میرے پیارے دوست! کیا تم مزید سفر کر سکتے ہو؟'' فلیکس نے حیرت سے سوال کیا۔

''کیوں.....؟ مجھے کیا ہوا؟'' میں نے پوچھا اور فلیکس عجیب سے انداز میں مجھے تکنے لگا۔

''تب میں، تمہاری بے پناہ قوت کی داد دیتا ہوں۔ حالانکہ جتنا سفر تم نے مجھے لاد کر کیا



ہے، وہ معمولی بات نہیں ہے۔''

''وہ چڑھائی تھی فلیکس! اور اب ہم ڈھلان پر ہیں۔ میرا خیال ہے، اُترنے میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوگا۔''

''بہرصورت! میں اِس بات کو یاد رکھوں گا کین! کہ تم نے میری زندگی بچانے کے لئے کتنی شدید محنت کی ہے۔ اور اگر میں کبھی تمہیں دے سکا تو تمہاری اِس شدید محنت اور محبت کا صلہ دینے کی کوشش کروں گا۔''

''مائی ڈیئر فلیکس! میں تمہیں ایک بات بتا دُوں۔''

''ضرور میرے عزیز دوست!'' فلیکس نے پرمحبت لہجے میں کہا۔

''میری اِس کاوش کی سب سے بڑی توہین ہوگی کہ اگر تم دل میں یہ سوچو کہ میں تمہارے اُس راز کی وجہ سے تمہارے اِس بوجھ کو اُٹھائے اُٹھائے پھر رہا ہوں۔ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں فلیکس! کہ اپنے اِس راز کے بارے میں تم، مجھے کبھی بھی نہ بتانا۔ اور نہ ہی مجھے اس میں کوئی حصہ چاہئے۔ تمہیں کسی مناسب مقام پر پہنچانے کے بعد میں، تم سے جدا ہو جاؤں گا۔''

''اوہ.....'' فلیکس کی آواز میں برا تاثر تھا۔ اور پھر دیر تک خاموشی رہی۔ صرف ہواؤں کا شور اور بارش کی آواز باقی رہ گئی تھی۔ یہ شور، اِس قدر شدید تھا اور اِس چٹان کی دیواروں سے اس طرح ٹکرا رہا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

ہم اُس یخ بستہ اور طوفانی ماحول میں خاموشی سے وقت گزارنے لگے۔ اور جب یہ خاموشی، ناگوار محسوس ہونے لگی تو فلیکس ہی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پکارا اور میں چونک پڑا۔

''کین.....''

''ہاں، فلیکس.....!'' میں نے اُس کی جانب دیکھا۔

''کیا خیال ہے، کیوں نہ کچھ کھایا پیا جائے؟ کم از کم سردی کا احساس ہی کچھ کم ہوگا۔''

''اوہ..... ہاں! میں تو بھول ہی گیا تھا۔'' میں نے کہا۔ اور پھر میں پشت سے وہ تھیلا کھولنے کی کوشش کرنے لگا جس میں کھانے پینے کی چیزیں باندھ لایا تھا۔ بے چارہ فلیکس اپنے اکلوتے ہاتھ سے میری مدد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اُس کے احساس کو محسوس کیا اور مجھے اُس پر رحم آنے لگا۔

میں نے اُسے منع نہیں کیا تھا۔ چنانچہ میں دلجوئی کے انداز میں اُس کی مدد لیتا رہا۔ پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں نے کھانے پینے کی چیزیں نکال لیں۔

اُس وقت، اُس پُر ہول ماحول میں کھانے پینے کا تصور ہی مضحکہ خیز تھا۔ لیکن ہم دونوں بڑے اطمینان سے کھا رہے تھے۔ اور اس خوفناک اور دل دہلا دینے والے ماحول سے بددل بھی نہیں تھے۔

چونکہ اس تاریک ماحول میں ہماری آنکھیں دیکھنے کی عادی ہوگئی تھیں، اس لئے ہم ایک دوسرے کو کسی حد تک دیکھ بھی سکتے تھے۔ گو، چہروں کے رنگ کا پتہ چلانا مشکل کام تھا لیکن میں نے فلیکس کے چہرے پر اطمینان کے آثار دیکھے تھے۔ ہم، دیر تک کھاتے رہے اور پھر سیر ہو گئے۔

''واہ..... یہ کام، تم نے لاجواب کیا تھا کین!''، فلیکس نے ایک ڈکار لیتے ہوئے کہا۔

''مجھے کیا معلوم تھا فلیکس! کہ فرار کا سفر اتنا خطرناک ثابت ہوگا۔ تب میں کچھ اور انتظام بھی کرتا۔ بہرصورت! اس اتفاق نے ہماری بڑی مدد کی ہے۔''

''بالکل درست!''، فلیکس نے میری ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے جواب دیا۔

اس کے علاوہ بارش کا ہونا بھی بہت اچھا رہا۔ ہم اسے بے مقصد نہیں کہہ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے، رُوسی اُس قلعے تک اُسی وقت پہنچ گئے ہوں اور اُنہیں ہمارے فرار کی اطلاع مل گئی ہو۔ ہوسکتا ہے، وہ ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش کریں۔ اسی لئے میں سفر کا اِرادہ بھی رکھتا ہوں۔''

''لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ وہ، ہماری فرار کی سمت کا اندازہ کرلیں؟''، فلیکس نے سوال کیا۔

''ہاں..... ضروری تو نہیں ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ کچھ لوگ یہاں بھی نکل آئیں۔ میرے دوست! تم اُن کے لئے جس قدر اہم ہو، اس کو دیکھتے ہوئے اِس بات کی پیشگوئی کی جا سکتی ہے کہ وہ پوری قوت سے تمہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔'' میں نے کہا اور فلیکس پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ باہر بارش آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ یوں بھی دن بہت زیادہ باقی نہیں تھا اس لئے ہمیں، رات ہونے سے قبل جس قدر زیادہ سے زیادہ سفر کرنے کا موقع مل جاتا، بہتر تھا۔ اور پھر پہاڑ کی اس چوٹی سے اُترنا تو بے حد ضروری تھا۔ کیونکہ ممکن تھا، ڈھلانوں پر ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جاتی، جسے ہم بہتر طور پر استعمال کر سکتے۔

بارش اب کسی قدر کم ہوتی جا رہی تھی۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ بند ہوگئی۔ لیکن ہوائیں اب



بھی چیختی اور سنسناتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ ہمارے لباس بھیگے ہوئے تھے۔ اگر ہم غیر معمولی قوتِ برداشت کے مالک نہ ہوتے تو سردی ہمیں کسی خطرناک حادثے سے دوچار ضرور کر دیتی۔

فلیکس گو، ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے معذور تھا۔ لیکن جسمانی قوت اُس کی بھی بری نہیں تھی۔ بس! بے چارہ برق رفتاری سے سفر طے نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے باہر کا منظر دیکھا اور پھر فلیکس کی طرف۔

''کیا خیال ہے فلیکس.....؟''

''کس بارے میں کین.....؟''، فلیکس نے میری طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''چلیں.....؟''

''چلو.....!''، فلیکس نے آہستہ سے کہا۔ اس وقت میں تساہل سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ کیونکہ یہاں سے نکلنا از حد ضروری تھا۔ چند ساعت کے بعد ہم باہر آ گئے۔ اور کسی سمت کا تعین کئے بغیر ڈھلانوں سے اُترنے لگے۔

فلیکس حسب سابق میرے کندھوں پر تھا اور شرمندہ شرمندہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ لیکن میرا جو خیال تھا، وہ غلط ثابت ہو رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا، ڈھلانوں پر اُترنا کافی آسان ثابت ہوگا۔ لیکن بارش کی وجہ سے ڈھلان پر پھسلن ہو رہی تھی۔ اور اب قدم جما کر اُترنا بے حد مشکل کام تھا۔ چنانچہ میں کسی حد تک پریشان ہوگیا تھا۔ اس وقت مجھے توازن قائم رکھنے میں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

فلیکس نے بھی شاید اِس صورت حال کو محسوس کرلیا تھا۔ چنانچہ اُس نے آہستہ سے کہا۔

''میرا خیال ہے کین! اِن حالات میں سفر مناسب نہیں ہے۔ ڈھلانوں پر شدید پھسلن ہے۔ اگر ذرا بھی توازن بگڑ گیا تو زندگی کی کوئی ضمانت نہ ہوگی۔''

''لیکن یہاں رُک کر موت کا انتظار بھی تو حماقت ہے۔''

''کیا تمہارے خیال میں، میں موت سے خوفزدہ ہوں کین؟'' دفعتہً فلیکس نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔ تم اس قسم کے انسان نہیں ہو۔ میرے ذہن میں بھول کر بھی یہ خیال نہیں آیا۔''

''یقین کرو دوست! میں زندگی کو بے مقصد ختم کرنے کا بھی شائق نہیں ہوں۔ تم اگر مجھے مایوس انسان سمجھو تو یہ بھی غلط بات ہے کیونکہ دولت کے حصول کے بعد ہاتھ پاؤں کی غیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



موجودگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ خاص طور سے اس لئے بھی کہ میں نے مصنوعی اعضاء، اصلی اعضاء کی مانند کام لینے کا گر سیکھ لیا ہے۔ لیکن اگر کوئی بات مجھے چبھ رہی ہے تو وہ، تمہاری تکلیف۔ تم غیر معمولی شریف آدمی ہو، جو میرے بوجھ کو اُٹھائے اُٹھائے پھر رہے ہو۔"

"ہمارے درمیان معاہدہ ہوگیا تھا فلیکس! کہ اب تم اس بارے میں گفتگو نہیں کرو گے" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ، سوری...... سوری ڈیئر کین!" فلیکس جلدی سے بولا۔

"چلتے رہنا چاہئے فلیکس! کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور پھسلا
ڈھلانوں پر نہایت احتیاط سے اُترنے لگا۔ اور پھر شام جھک آئی۔ اندھیرا اِتنا ہوگیا کہ
چندفٹ دُور کی چیزیں بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ میں رُک گیا۔

"بس! ہم جہاں ٹھہرے ہیں، وہیں قیام کریں گے۔" میں نے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

بارش اب پوری طرح تھم گئی تھی اور آسمان صاف ہوگیا تھا۔ لیکن پہاڑی اور خاص طور سے برفانی موسم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ جس جگہ ہم بیٹھے تھے، وہاں چاروں طرف برف بکھری ہوئی تھی۔ تا حد نگاہ برف کی سفید چادر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ ہم دونوں آرام سے پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئے۔ خود میرے جسم میں کپکپی دوڑ رہی تھی۔ کپڑے ہوا سے خشک ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن اُن کے تو وجود کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔ ہوائیں ناسب ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھیں۔

"نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا فلیکس! کچھ باتیں کرو۔" میں نے کہا۔

"ہاں...... ضرور!" فلیکس خوش دلی سے بولا۔

"تم ایک فوجی آدمی ہو۔ تمہاری زندگی تو خطرناک واقعات سے پُر رہی ہوگی۔"

"ہاں...... میں نے ساری زندگی سخت مشقت کی ہے۔ اور یقین کرو کین! میں خود کو انتہائی سخت جان انسان سمجھتا تھا۔ لیکن میرے دوست! جو کچھ میں نے دیکھا ہے، اسے دیکھتے ہوئے اب اپنی سوچ پر شرمندہ ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے؟"

"مختصراً بتا چکا ہوں کہ میری زندگی بھی اچھے ماحول میں بسر نہیں ہوئی۔ زیادہ تر خطرناک حالات سے دوچار رہا ہوں۔ لیکن یہ میری زندگی کا سب سے کٹھن سفر ہے۔"



"تب تم غیر معمولی اعصاب کے انسان ہو۔" فلیکس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ "یقین کرو! میں کسی حد تک مایوس تھا۔"

"کس بات سے......؟"

"تمہارے تعاون سے۔"

"اوہ...... کیا سوچ رہے تھے؟"

"یہی کہ شاید تم، میری معذوری برداشت نہ کرسکو۔ اِس دنیا میں کوئی انسان، کسی قیمت پر کسی کے ساتھ اتنا تعاون نہیں کرسکتا۔ میں معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ اِس وقت صرف اپنے احساسات کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں میرے دوست! کہ اس راز سے حاصل ہونے والی دولت تمہیں اس قدر مشقت پر آمادہ نہیں کرسکتی۔ یہ صرف میری تقدیر ہے۔ اور یہ بات میں تمہیں خوش کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔ یہ میرے دل کی آواز ہے۔"

"تمہارا شکریہ فلیکس! یہی حقیقت بھی ہے۔" میں نے کہا۔

"میری ایک بات سنو گے کین؟" دفعتاً فلیکس بولا۔

"ہوں......!"

"ماحول بے حد خطرناک ہے۔ ہم دونوں میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم بخیریت کسی مناسب جگہ پہنچ جائیں گے۔ ممکن ہے، ہم میں سے کوئی ایک مر جائے۔"

"ہاں...... ممکن ہے۔"

"چنانچہ اگر میں بچ گیا تو میں یہ راز فروخت کر کے زندگی کے بہتر راستے تلاش کر لوں گا۔ اور اگر تم بچ جاؤ اور میں مر جاؤں تو یہ راز میری طرف سے تمہاری نذر...... باقی اگر ہم دونوں زندہ بچ گئے تو پھر ہم دونوں ہی عیش کریں گے۔ چنانچہ میرے دوست! یہ دیکھو...... میری ناک بھی مصنوعی ہے۔ ناک بھی اس حادثے کا شکار ہوگئی تھی۔ چنانچہ میں نے یہ پلاسٹک کی ناک اپنے چہرے پر فٹ کر لی۔ میرا خیال ہے، تمہیں شبہ بھی نہ ہوا ہوگا۔"

فلیکس نے اپنی ناک اُکھاڑ لی۔ اُس کے چہرے میں ایک غار نمودار ہوگیا۔ ناک کے اندر پلاسٹک کا ایک رول تھا۔ اُس نے وہ رول میرے حوالے کر دیا۔ اس رول کے اندر ایک مائیکروفلم محفوظ ہے۔"

"ٹھیک...... فلیکس! اسے رکھ لو!" میں نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''ہاں! اِسے میرے پاس ہی محفوظ رہنے دو۔ میں نے صرف اس لئے تمہیں بتایا، ممکن ہے، کوئی ضرورت پیش آ جائے۔''

''کیا تم اس راز سے واقف ہو فلیکس؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں میرے دوست! کسی حد تک میں نے اِس فلم کو ایک پروجیکٹر پر دیکھا ہے۔ اس میں جو اشاراتی زبان تحریر کی گئی ہے، وہ پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئی۔ حالانکہ نے اسے سمجھنے کی پوری کوشش کی تھی۔''

''جو کچھ سمجھ میں آیا ہے، مجھے بتاؤ فلیکس!''

''پچھلے چند سالوں سے نازی جرمنی، ساری دنیا سے کٹ گیا ہے۔ ہٹلر کی تشدد پسند ذہنیت سے سبھی واقف ہیں۔ اُس نے جرمنی اور دنیا کے درمیان ایک آہنی پردہ حائل کر دیا ہے۔ اور اِس آہنی پردے کے پیچھے سے کوئی اطلاع، کوئی خبر باہر نہیں آتی۔ جرمنی سے تمام غیر ملکیوں کا اِنخلا کر دیا گیا ہے، جو وہاں موجود تھے۔ ان تمام باتوں کو تشویش کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ آخر جرمنی میں کیا ہو رہا ہے؟ بہت سے ملکوں کے جاسوسوں نے جرمنی میں داخل ہو کر وہاں کا راز حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان میں صرف چند ایک ہی ایسے تھے جو تھوڑی بہت اطلاعات فراہم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ورنہ عام طور پر مارے گئے یا جرمنوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ جن لوگوں نے اطلاعات بہم پہنچائیں، وہ بھی اتنی نامکمل تھیں، جن کا کوئی فائدہ ہی نہ تھا۔ فلم ساری دنیا اور جرمنی کے درمیان حائل پردے کو چاک کرتی ہے۔ اِس کے تحت یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پورا جرمنی اس وقت ایک اسلحہ فیکٹری بنا ہوا ہے...... اور اس خطرناک فیکٹری میں خطرناک ترین ہتھیار تیار ہو رہے ہیں۔ جرمنی کی آدھی آبادی، اسلحہ سازی میں مصروف ہے اور اس کے سارے سائنس دان بلکہ وہ سائنس دان بھی، جو دنیا کے مختلف حصوں سے تعلق رکھتے ہیں، جرمنی میں اسلحہ سازی میں مصروف ہیں۔ اس طرح کم از کم ہٹلر کی خطرناک ذہنیت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ کیا سوچ رہا ہے؟ کیا کرنا چاہتا ہے......؟

''ممکن ہے، اُس کے کچھ راز، اس فلم میں پوشیدہ ہوں۔ بہرصورت! اس سلسلے میں بیرونی دنیا کو جو کچھ بھی معلوم ہو سکا ہے، اُس کے تحت وہ ہٹلر کی اس کارروائی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور یہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ آخر ہٹلر کیا کر رہا ہے؟ تو میرے دوست! میرا خیال ہے کہ اب اس فلم کی افادیت تم پر واضح ہو گئی ہو گی۔''



میری آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیلی ہوئی تھیں اور میں تعجب سے فلیکس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ ''تو یہ راز ہے، جس کے لئے اتنا ہنگامہ ہو رہا ہے۔ اور بلاشبہ! درست بھی ہے۔ دنیا کے لئے جرمنی کی یہ کارروائیاں بے حد تشویش ناک ہونی ہی چاہئیں۔'' میں نے کہا۔

''بلاشبہ......!'' فلیکس نے جواب دیا۔

''سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر ملک، اس تجسّس میں مبتلا ہے کہ جرمن کس کے خلاف کام کر رہے ہیں؟''

''یقیناً...... یقیناً......!''

''اور اسی لئے تمام ممالک، اس راز کی طلب میں دوڑ پڑے ہیں۔''

''بے شک......'' فلیکس نے گردن ہلائی۔ دراصل! یہ احساس اتنا سنسنی خیز تھا کہ سردی کی شدت بھی تھوڑی دیر کے لئے ذہن سے محو ہو گئی اور میں بھی اس اُلجھن میں پڑ گیا تھا کہ آخر جرمنی کس ملک کے خلاف، کیا کام کر رہا ہے؟ ہٹلر کے منصوبے کیا ہیں؟ وہ کیا چاہتا ہے؟ اور دنیا پر کون سی تباہی نازل ہونے والی ہے......؟''

فلیکس نے فلم، ناک میں رکھ کر ناک دوبارہ اپنے چہرے پر فٹ کر لی تھی اور وہ مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔ ''تم کس سوچ میں گم ہو گئے کین......؟'' اُس نے سوال کیا۔

''بڑا اہم راز ہے۔ میں اسی کی گہرائیوں پر غور کر رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اُونہہ! چھوڑو...... ہمیں اِن گہرائیوں میں ڈوبنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ حکومتوں کے کام ہیں۔ انہیں حکومتیں ہی جانیں۔ ہاں! البتہ ہمیں اِس راز کو فروخت کرنے کے لئے بہتر ذرائع سوچنے چاہئیں۔ اور اپنے آپ کو یہ تسلی بھی دینی چاہئے کہ ہم رُوس کی سرحدوں سے نکل جائیں گے۔ اور کسی ایسے علاقے میں پہنچ جائیں گے جہاں ہم اس راز کی فروخت کے لئے بہتر انداز میں کام کر سکیں۔''

مطلع بالکل صاف ہو گیا تھا اور آسمان سے چاند جھانکنے لگا تھا۔

''حالانکہ رُوس کے علاقے میں چاند کم ہی نظر آتا ہے۔ لیکن خدا کی شان ہے کہ ہم چاند دیکھ رہے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''میں، اِس سے قبل اس طرف نہیں آیا۔''

''اوہ...... وہ دیکھو کین! ڈھلانوں کے اختتام پر سیاہی سی کیسی بکھری ہوئی ہے؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''شاید جنگل ہے۔'' تھوڑی دیر تک اُس طرف نگاہیں جمانے کے بعد میں نے کہا۔

''اگر ہم کسی طرح اُس جنگل تک پہنچ جائیں تو کم از کم سردی کی شدت تو دُور ہو ہی سکتی ہے۔ لیکن ٹھہرو! کیا اُن کے سامان میں تمہیں ماچس بھی ملی تھی؟''

''ہاں..... اور وہ اِس تھیلے میں بند ہے۔ میں نے خاص طور سے اُسے دیکھا تھا کہ کہیں وہ بارش سے متاثر تو نہیں ہوئی؟ لیکن تھیلا، واٹر پروف ہے۔ پانی اندر نہیں جا سکا۔''

''تمہاری ذہانت اور دُور رسی کی تعریفیں کرتے کرتے اب میری زبان تھک گئی ہے۔'' فلیکس ہنستا ہوا بولا۔ اور پھر ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن خاموش ہونے سے سردی کی شدت میں اضافہ ہو جاتا تھا اور ہمارے جسم کانپنے لگتے تھے۔ لیکن اب زیادہ باتیں کرنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ دفعتہً فضا میں ایک آواز اُبھری اور ہم دونوں چونک پڑے.....

''فلیکس.....!'' میں نے سرگوشی کی۔

''ہیلی کاپٹر کی آواز ہے۔''

''اس کا مطلب ہے، ہماری تلاش شروع ہو گئی۔'' میں نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں..... اور اُنہیں اس سمت کا شبہ بھی ہو گا۔''

''امکانات ہیں۔ لیکن اب کیا، کیا جائے؟'' اُسی وقت میں نے ہیلی کاپٹر کے نچلے حصے سے روشنی پھوٹتی دیکھی۔ روشنی بہت تیز تھی۔ لیکن ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر تھا۔

''بالکل درست..... ہمیں تلاش کیا جا رہا ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''فلیکس! کیا ہیلی کاپٹر، سٹین گن کی رینج میں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں..... بلندی کچھ زیادہ ہے۔'' فلیکس، مایوسی سے بولا۔

''اچھا..... یہاں ٹھہرو! میں کچھ اُوپر چلا جاتا ہوں۔'' میں نے جلدی سے تھیلے میں سے سٹین گن نکالی اور برق رفتاری سے فلیکس سے دُور ہوتا چلا گیا۔ اس جگہ برف کا ایک ٹیلا سا تھا۔ میں ٹیلے پر چت لیٹ گیا۔ سٹین گن میں نے چیک کر لی تھی۔

ہیلی کاپٹر، ہمارے سروں پر پہنچ گیا۔ فلیکس بھی میری مانند لیٹ گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر دُور نکل گیا اور پھر تھوڑی دُور جا کر روشنی پھینکی گئی۔ میں نے گہری سانس لی تھی۔ اتنے فاصلے سے دیکھا جانا مشکل تھا۔ گو، ہم روشنی کی زد میں تھے اور ہیلی کاپٹر کے دُور نکل جانے سے اس خیال کو تقویت پہنچی۔



لیکن ابھی خطرہ دُور نہیں ہوا تھا اور ہیلی کاپٹر کو واپس بھی آنا تھا۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی اور پوری طرح ہوشیار تھا۔ اگر ہم نے درست ہی اندازہ لگایا تھا اور ڈھلانوں کے اختتام پر جنگل ہی تھا تو پھر ہیلی کاپٹر، جلد ہی واپس آئے گا۔ کیونکہ جنگل میں کسی کا دیکھ لیا جانا، ناممکن ہی تھا۔ اور اس کی تصدیق تھوڑی دیر کے بعد ہی ہو گئی۔

ہیلی کاپٹر کی آواز پھر سنائی دی تھی۔ وہ اِسی طرف آ رہا تھا اور روشنی اُس سے بار بار خارج ہو رہی تھی۔ پھر وہ ہمارے سروں پر سے گزر کر آگے بڑھ گیا۔ لیکن اتفاق ہی کی بات تھی کہ اُس نے ہم سے چند گز دُور جا کر دوبارہ روشنی پھینکی تھی۔ ایک لمحے کے لئے تو مجھے خطرہ محسوس ہوا تھا کہ شاید اب دیکھ لیا جاؤں۔ لیکن ہیلی کاپٹر ایک سیدھ میں آگے بڑھ گیا تھا۔

میں دل ہی دل میں عجیب سے احساسات کا شکار تھا۔ اگر اُنہوں نے ہمیں نہیں دیکھا تھا تو پھر یہ تقدیر کی خوبی ہی ہو سکتی تھی۔ لیکن میرا خیال غلط تھا۔ اس میں تقدیر کی کوئی خوبی نہیں تھی۔ کیونکہ چند ہی ساعت کے بعد ہیلی کاپٹر نیچے پلٹا تھا..... اس بار وہ خاصا نیچے جھک آیا تھا۔ اور اُس کی وجہ یہی تھی کہ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا۔ میری اُنگلیاں، سٹین گن کے ٹرائیگر پر مستعد ہو گئیں۔

ہیلی کاپٹر والے شاید ابھی تذبذب ہی میں تھے اور اِس بات کی تصدیق نہ کر سکے تھے کہ ہم یہاں موجود ہیں یا اُنہیں کوئی شبہ ہوا ہے۔ ورنہ وہ اِس طرح دھوکہ نہ کھاتے۔ وہ صرف جائزہ لینا چاہتے تھے کہ کیا اُن کا اندازہ درست ہے؟ لیکن اس جائزے میں وہ مار کھا گئے۔ اُنہیں ہیلی کاپٹر کو نیچے نہیں لانا چاہئے تھا.....

جونہی ہیلی کاپٹر اور نیچے ہوا، میں نے فائر کھول دیا اور بے تحاشہ گولیاں برسانے لگا..... ہیلی کاپٹر کو ایک جھٹکا سا لگا اور اُس کے انجن کی آواز بے ترتیب سی ہو گئی۔ البتہ وہ ہمارے سروں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اور چند ہی گز دُور جانے کے بعد اُس پر سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی تھی لیکن شاید وہ لوگ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے تھے۔ شاید کوئی گولی، انجن میں جا پھنسی تھی۔ کیونکہ ہیلی کاپٹر سے بھورا بھورا دُھواں نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اور پھر وہ سیدھا زمین پر آنے لگا۔ میں نے اپنے کان بند کر لئے تھے۔

بیچارے فلیکس کو معلوم نہیں، اِس صورت حال کا صحیح اندازہ ہو سکا تھا یا نہیں؟ وہ کان بھی بند کرتا تو ظاہر ہے، ایک ہی کان بند کر سکتا تھا۔ کیونکہ اُس کا صرف ایک ہی ہاتھ تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہیلی کاپٹر، برف سے ٹکرایا اور ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ برف پر شعلے پھیل گئے...... میں نے خوشی سے قلقاری ماری تھی۔ دوسری طرف سے فلیکس کی آواز آئی۔ ''ونڈر فل کین! ونڈر فل......!'' وہ کہنی کے بل برف پر گھسٹنے لگا۔ ہیلی کاپٹر گو، خاصی دُور تھا لیکن میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہا تھا کہ کہیں کسی کے زندہ بچنے کا امکان ہے یا نہیں؟ میں کھسکتا ہوا فلیکس کے پاس پہنچ گیا اور فلیکس نے اپنے اکلوتے ہاتھ سے مجھے لپٹا لیا۔

''کین! تم مانو یا نہ مانو، لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تم ایک عظیم آدمی ہو۔ تم ایک ایسی شخصیت ہو، جس کا انکشاف ابھی دنیا پر نہیں ہوا۔'' اُس نے جوشِ محبت سے کہا۔

''شاید......'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس دیر تک مجھے بھینچے رہا۔

''یقیناً! اُن لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ اور اب ہمارے خلاف کوئی کارروائی ہونے والی تھی۔'' فلیکس نے کہا۔

''یقیناً، فلیکس!''

''اور تم نے اس سے پہلے ہی اُنہیں مار گرایا۔''

''کیا خیال ہے تمہارا فلیکس؟ کیا اُن میں سے کسی کے زندہ بچ جانے کا امکان ہے؟''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کین! ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑ گئے ہیں۔'' فلیکس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''گویا، اب کم از کم صبح تک کے لئے خطرہ ٹل گیا ہے؟''

''یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔''

''کیوں......؟'' میں نے سوال کیا۔

''ممکن ہے، قلعے میں کچھ اور لوگ بھی ہوں اور ہماری تلاش کے سلسلے میں کسی اور گروپ کو بھی بھیجا جا سکتا ہے۔''

''جو ہو گا، دیکھا جائے گا فلیکس! فکر کرنے سے کیا فائدہ؟'' میں نے لاپرواہی سے کہا۔

''واقعی! اب تو ہر مشکل ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ تم نے میری بے بسی بھی ختم کر دی ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ ''البتہ میں نے ایک کام کیا ہے۔''

''کیا......؟'' میں نے پوچھا۔

''ہیلی کاپٹر سے جتنی بار روشنی ڈالی گئی، میں نے اس سے قرب و جوار کے ماحول کا جائزہ لے لیا ہے۔ ڈھلان صاف ستھرے ہیں اور اِس انداز کے معلوم ہوتے ہیں، جیسے برف پر



پھسلنے والے شائقین کے لئے بنائے جاتے ہیں۔''

''اوہ...... اس کا مطلب ہے کہ سفر اسی وقت شروع کیا جا سکتا ہے اور......''

''ار...... رے...... نہیں! میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ ویسے ہم سفر صبح کو ہی شروع کریں گے۔'' فلیکس نے جلدی سے کہا۔

''نہیں فلیکس! اس طرح جسم میں گرمی پیدا ہو گی۔ تم بے فکر رہو۔ یوں بھی اس برف پر ساری رات پڑے رہنے سے کیا فائدہ؟''

فلیکس کے بارے میں، میں جانتا تھا کہ وہ بے چارہ صرف میری وجہ سے پریشان ہے۔ ورنہ اُسے سفر میں کیا عار ہو سکتی تھی؟ لیکن میں واقعی خود کو چاق و چوبند رکھنا چاہتا تھا۔ سخت تھک گیا تھا۔ لیکن اگر رُک جاتا تو تھکن اعضاء کو جکڑ لیتی اور اس کے بعد کیا ہوتا؟ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

''تو پھر چلیں فلیکس......؟''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' فلیکس نے پژمردہ آواز میں کہا اور میں نے اُسے دوبارہ کندھے پر لاد لیا۔ خشک ہواؤں کی وجہ سے برف پر پھسلن ختم ہونے لگی تھی اور اب اُترنے میں اتنی دقت نہیں ہو رہی تھی، جتنی تھوڑی دیر پہلے ہو رہی تھی۔

☆......☆......☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



وہ جنگل اتنے قریب نہیں نکلے، جتنا ہم سمجھ رہے تھے۔ چاند کے سفر کے ساتھ ساتھ میں بھی سفر کرتا رہا۔ اور پھر جب چاند، اپنی کافی منزل طے کر چکا، تب ہم جنگل میں پہنچے۔

ایک سائے دار درخت کے نیچے میں نے فلیکس کو بٹھا دیا اور خود بھی دھم سے اُس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

''بری طرح تھک گئے ہو گے؟'' فلیکس عجیب سے لہجے میں بولا۔

''اوہ، فلیکس! تھکن کیا چیز ہوتی ہے؟ بدن کتنا ہی تھک جائے، جب تک ذہن اس تھکن کو قبول نہ کرے، انسان کا کچھ نہیں بگڑتا۔''

فلیکس خاموش ہو گیا تھا۔ بہرحال! برف کے اُس ویرانے سے درختوں کی یہ چھاؤں بے حد پُر سکون تھی۔ پھر بقیہ رات، ہم نے اسی درخت کے نیچے گزار دی۔ صبح کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ لیکن موسم کے تیور ٹھیک نہیں تھے۔ بادلوں کے پرے، پھر سے آسمان پر جمع ہونے لگے تھے۔ فلیکس کے چہرے پر تشویش کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ ویسے سردی سے اُس کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی۔ ہونٹ، نیلے پڑ گئے تھے اور چہرہ بھی اُترا ہوا تھا۔

میں نے کمر سے تھیلا کھول کر خوراک کے ڈبے نکالے اور اُن میں سے غذا نکال کر میں نے فلیکس کو دی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں کھانے لگا۔ ''فکر مت کرو فلیکس! ہم تھوڑی دیر اور سفر کریں گے۔ اس کے بعد کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش کر لیں گے اور پھر آرام کریں گے۔ اس وقت تک، جب تک ہماری تھکن نہ دُور ہو جائے۔''

''میں فکر مند نہیں ہوں۔''

''نظر تو آ رہے ہو۔''

''بس! تو اسے تھکن کہہ سکتے ہو۔''

''تو پھر تیار ہو؟''

''میری تیاریاں کیا؟ میں تو بلا وجہ..... سنو کین! ایک ترکیب ذہن میں آئی ہے۔''



''کیا.....؟'' میں نے پوچھا۔

''کیوں نہ درخت سے ایک لکڑی حاصل کر کے میں اُسے ٹانگ کی جگہ استعمال کروں؟ کوشش کر لیتے ہیں۔ ناکام رہے تو دیکھا جائے گا۔''

''یہ کسی طور مناسب نہیں ہو گا ڈیئر!''

''کیوں.....؟''

''میرا خیال ہے۔ اُوپر سے کودتے وقت سپرنگ کے تاروں سے تمہارے زخم آ گیا ہے۔ اب اس زخم پر تم لکڑی کی ٹانگ باندھو گے۔''

''کوئی حرج نہیں ہے..... برداشت کر لوں گا۔''

''ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تھک جاؤں گا تو تمہیں بتا دُوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ اور پھر اس طرح ہماری رفتار متاثر ہو گی۔''

''اوہ..... ہاں! یہ بات تو ہے۔ ایک اور مصیبت بن جائے گی۔'' فلیکس بے چارگی سے بولا۔

میں بیٹھ گیا اور بے چارہ فلیکس احساسِ ندامت کے ساتھ میرے شانے پر آ گیا۔ میں نے اُسے اُٹھا کر چلنا شروع کر دیا۔ درحقیقت! بدن میرا بھی جواب دیتا جا رہا تھا۔ لیکن قوتِ ارادی کو ابھی تک شکست نہیں ہوئی تھی اور میں کسی منزل کو پانے کے لئے پرعزم تھا۔

ہم سفر کرتے رہے۔ گھنے جنگلوں میں سفر کرنا بھی خاصا مشکل کام ہے۔ جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ راستہ روک رہے تھے۔ لیکن ہمارے عزم کے سامنے بے بس ہو جاتے تھے۔ بہرحال! یہی شکر تھا کہ بادل ہونے کے باوجود بارش نہیں ہوئی تھی۔ اگر بارش شروع ہو جاتی تو سفر بے حد مشکل ہوتا۔

جنگل، کافی طویل تھا اور اسے عبور کرنے میں ہمیں کئی گھنٹے لگے۔ بہرحال! جنگل کے سرے پر پہنچتے پہنچتے ہم کافی تھک گئے تھے۔ اس کے آگے پھر برفانی میدان تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے برف کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہو گا۔ اُسے دیکھ کر ذہن پر اُکتاہٹ سوار ہونے لگی تھی۔

''کین! میرا خیال ہے اب ہم اُس علاقے سے کافی دُور نکل آئے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''ہاں، کیوں.....؟'' میں نے کہا۔

''دیکھو! آگے جنگلوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد پھر وہی سرد میدان ہو گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



چنانچہ کیوں نہ بارات یہیں گزار دیں؟ آگ روشن کر لیں گے۔''

میں سوچنے لگا۔ تجویز درست تھی۔ اگر یہاں سے آگے کے حالات پھر خراب ہوتے تو بڑی پریشانی ہوتی۔ ممکن ہے، اعضاء جواب دے جائیں۔ لیکن صرف ایک قباحت تھی۔ یہ درست تھا کہ ہم کافی دُور نکل آئے تھے۔ لیکن اگر وہ لوگ یہاں تک پہنچ گئے تو.....؟ میں نے اپنی تشویش کا اظہار فلیکس سے کر ہی دیا۔

''فلیکس! کیا تم خود کو رُوسیوں کی پہنچ سے دُور سمجھتے ہو؟''

''کیا مطلب.....؟''

''اب بھی تلاش کرنے والے رُوسیوں کے خیال کو ذہن سے نہیں نکالا جا سکتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن دوسری شکل میں بھی تو موت کا خطرہ ہے۔''

''ہاں..... یہ بھی درست ہے۔''

''میری بات مان لو کین! اب مجھ میں سفر کی ہمت نہیں ہے۔ اگر ہم یہ خطرہ مول لے لیں تو صبح کو تازہ دم ہوں گے۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' میں نے شانے ہلائے۔ نیند اور تھکن نے میرا بھی برا حال کر دیا تھا۔ لیکن بس! ایک خیال ذہن میں تھا کہ کسی مناسب جگہ پہنچ جایا جائے۔ تاکہ زندگی کی اُمید بندھ جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے دوست کو ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا اور خشک لکڑیوں کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔

برف کے بھیگے بھیگے درختوں میں خشک لکڑیوں کی تلاش بھی ایک مسئلہ تھی۔ لیکن میں نے طے کر لیا تھا کہ اب ہر مسئلے کو حل کرنا میری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ بے شمار درختوں کی چھان بین کے بعد میں اُن میں اُلجھی ہوئی بے جان خشک لکڑیوں کا ایک ذخیرہ جمع کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ اور پھر تھیلے میں سے ماچس نکال کر میں نے بڑی محنت سے اُن لکڑیوں کو روشن کر لیا۔ ہمارے جسم سردی سے اس قدر متاثر ہو گئے تھے کہ آگ روشن ہوتے ہی ہمارا دل چاہا کہ اس میں گھس جائیں۔ جس قدر ممکن ہو سکتا تھا، ہم نے خود کو آگ کے قریب کر لیا اور آگ ہمارے جسموں میں زندگی دوڑانے لگی۔

''مسٹر کین.....!'' فلیکس تھوڑی دیر کے بعد بولا۔

''ہوں.....؟''

''کیا محسوس کر رہے ہو؟''



''اِس وقت ایک عجیب خیال میرے ذہن میں آیا ہے مسٹر فلیکس!''

''کیا.....؟''

''دورِ قدیم کا انسان درحقیقت، حقیقی زندگی گزارتا تھا۔ جان بچانے کے لئے شدید جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔ یہ لمحات، جو ہم آج کل گزار رہے ہیں، اُن کی روزمرہ کی زندگی کے معمول تھے۔ وہ اُن سے روز ہی نمٹتا تھا۔ پُر آسائش زندگی نے انسان کو نیم مُردہ کر دیا ہے۔ اور اگر وہ مشکلات میں پھنس جاتا ہے تو زندگی کو کتنی دُور سمجھنے لگتا ہے۔''

''یہ حقیقت ہے کین! حادثات تو زندگی کی علامت ہوتے ہیں۔''

''بے شک..... اور زندگی کا قرض بھی۔''

''اور تم زندگی کا قرض چکا رہے ہو؟'' فلیکس مسکرایا۔

''ہاں..... میں خود کو دورِ قدیم میں محسوس کر رہا ہوں۔''

''بلاشبہ! تم پتھر کے دور کے انسان لگ رہے ہو۔ آہ! آگ کس قدر دلکش ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے بدن میں زندگی دوڑ رہی ہو۔ لیکن کین! ایک احساس جاں گزین ہے۔''

''وہ کیا.....؟''

''ہمیں کسی سمت کا تعین نہیں ہے۔''

''اس انداز میں سوچنا ہی چھوڑ دو فلیکس!'' میں نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا؟'' فلیکس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''دراصل دورِ قدیم کے انسان کی بات ہو رہی ہے۔ اُس کے سامنے زندگی کا کوئی محور نہیں تھا، کوئی منزل نہیں تھی۔ بس! وہ زندہ رہنا چاہتا تھا اور اپنی زندگی کی بقاء کے لئے باعمل رہتا تھا۔ اُس کے ذہن میں اپنی رہائش کا احساس ضرور ہوتا تھا لیکن اس کے لئے وہ اتنا بے چین نہیں تھا۔ پہاڑوں اور غاروں کی زندگی ہوتی تھی۔ جو پہاڑ، جو غار مل جاتا تھا، وہی اُس کی منزل ہوتی تھی۔ ہمارے ذہنوں میں منزل کا ایک تعین ہوتا ہے کہ وہیں پہنچیں گے تو زندہ رہ سکیں گے۔''

''یہ بات نہیں ہے۔ اگر ہم ساری زندگی ہی اِن برفانی میدانوں میں بھٹکتے رہیں تو کیا حرج ہے؟ زندگی تو گزارنی ہی ہے۔ ہاں! اگر کبھی تقدیر ہمیں کسی آبادی میں لے گئی اور وہ آبادی ہمارے خلاف نہ ہوئی تو ظاہر ہے، ہم اسے اپنی خوش بختی سمجھیں گے۔ لیکن فی الوقت زندگی کو مطمئن کرنے کے لئے یہی ضروری ہے کہ ہم خود کو اس وقت، برف کا باشندہ سمجھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ انسان بعض اوقات اُن حالات اور اُن لمحات سے بھی سمجھوتہ کر لے جو بہرصورت! اُس کے لئے اچھے نہ ہوں۔ لیکن زندگی گزارنے کے لئے سمجھوتہ بہت ہی ضروری ہے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ..... ہاں! خود کو سکون دینے کے لئے یہ خیال اچھا ہے۔''

''اور خود کو سکون دینا اس وقت بے حد ضروری ہے۔'' میں نے کہا اور فلیکس نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔

آگ اب خوب بھڑک چکی تھی اور قرب و جوار کا علاقہ گرم ہونے لگا تھا۔ گرمی پاتے ہی ہماری آنکھیں نیند کے بوجھ سے دب گئیں اور تھوڑی دیر کے لئے ہم غافل ہو گئے۔ آگ ہم سے کچھ فاصلے پر روشن تھی اور ہم سکون کی گہری نیند سو رہے تھے۔ اس ویرانے میں، جہاں انسان چند لمحات کے لئے صرف سانس لینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا..... نہ جانے کتنا وقت گزرا، نہ جانے کیا کیا تغیرات ہوئے؟ لیکن میری آنکھ فلیکس کی خوفزدہ آواز کے ساتھ کھلی تھی۔ وہ ڈرے ڈرے انداز میں مجھے پکار رہا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

''کین..... کین..... پلیز..... کین!'' فلیکس گھٹی گھٹی آواز میں چیخ رہا تھا۔

میں نے قرب و جوار کے ماحول پر ایک نگاہ ڈالی۔ آگ کسی قدر بجھ چکی تھی۔ اور ہمارے نزدیک تقریباً چھ سات برفانی بھیڑیئے کھڑے اپنی خوفناک آنکھوں سے ہمیں گھور رہے تھے۔ سفید رنگ کے بڑے بڑے بھیڑیئے، جن کے چہرے دیکھ کر ہی خوف سے خون رگوں میں منجمد ہونے لگتا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں وہ قریب آنے سے کترا رہے تھے۔ شاید اس کی وجہ آگ کی تپش تھی، جو ابھی تک برقرار تھی۔

میرا ذہن ایک لمحے کے لئے کچھ نہ سمجھ سکا۔ سٹین گن بھی تھوڑے فاصلے پر رکھی ہوئی تھی۔ میں چاہتا تو اُسے اُٹھا سکتا تھا۔ لیکن جونہی میں نے حرکت کی، ایک بھیڑیئے نے غرا کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ غالباً وہ اِسی تاک میں تھے کہ ہمارے بدن جنبش کریں تو وہ ہم پر حملہ آور ہوں۔

بھیڑیا، تیر کی طرح میرے اُوپر آیا تھا۔ حالانکہ میرا ذہن ابھی نیند کے خمار سے آزاد نہیں ہوا تھا۔ لیکن بہرحال! اب میں اتنا بدحواس بھی نہیں تھا کہ اپنے بچاؤ کی کوشش نہ کرتا۔ چنانچہ میں نے انسانی داؤ کے تحت ہی جھکائی دے کر بھیڑیئے کو اپنے اُوپر سے گزر جانے کا موقع دیا۔ اور بلاشبہ! میں اس میں کامیاب رہا۔ بھیڑیا، کافی دُور جا پڑا تھا۔ لیکن اُس کی بدقسمتی تھی کہ اُس کے دونوں پچھلے پاؤں، آگ میں جا پڑے اور وہ تیر کی طرح سیدھا آگے ہی نکلتا چلا



گیا۔

دوسرے بھیڑیئے بھی متحرک ہو گئے تھے۔ لیکن اب میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔ میں نے جلتی ہوئی دو لکڑیاں اُٹھا لیں اور پھر میں اُن بھیڑیوں پر حملہ آور ہو گیا.....

فلیکس یہ خوفناک تماشہ دیکھ رہا تھا۔ جلتی ہوئی لکڑیاں، بھیڑیوں کے جسموں پر جگہ جگہ پڑ رہی تھیں۔ وہ غراتے اور مجھ سے لپٹنے کی کوشش کرتے۔ اُن کی خوفناک آوازوں سے علاقہ دہل گیا تھا۔ لیکن میں بجلی کی طرح اپنے دونوں ہاتھ گھما رہا تھا اور میں نے اِن دو لکڑیوں کی مدد سے کئی بھیڑیوں کی کھوپڑیاں چٹخا دی تھیں۔ دو تین بھیڑیئے ہلاک ہو گئے اور باقی خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔

یہ ناقابل یقین واقعہ فلیکس اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ میرے ذہن میں اس وقت کوئی تاثر نہیں تھا بلکہ میں ان بھاگتے ہوئے بھیڑیوں کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ واپس آئیں تو میں اُن کا بھی خاتمہ کر دُوں۔

بھیڑیوں کی لاشیں ہمارے نزدیک پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اُن کی جانب دیکھا اور پھر فلیکس کی جانب دیکھا جو ایک درخت سے ٹیک لگائے، نیم مُردہ سا بیٹھا ہوا تھا۔

''تم..... تم زخمی تو نہیں ہوئے؟'' فلیکس نے لرزتے ہوئے پوچھا اور میں اُس کے قریب جا بیٹھا۔

''نہیں..... بالکل نہیں!'' میں نے جواب دیا۔

''بس! اب میں تمہاری توصیف میں کچھ بھی نہیں کہوں گا۔ تم بلاشبہ! دورِ قدیم کے انسان ہو۔''

''میں نے کہا نا فلیکس! کہ دورِ قدیم کا انسان، اِن حادثات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ لیکن کیا تمہیں نیند نہیں آئی تھی؟'' میں نے پوچھا۔

''میں سو گیا تھا۔ اور دیکھو! شاید اُسی بھیڑیئے نے میرے بازو پر حملہ کیا تھا۔'' فلیکس نے اپنا ہاتھ دکھایا، جس سے خون ٹپک رہا تھا۔

''اوہو..... تو تم اِس وجہ سے جاگے تھے؟'' میں نے اُس کے بازو کے زخم کو دیکھتے ہوئے کہا جو زیادہ گہرا نہیں تھا۔

''ہاں.....!'' فلیکس نے کہا۔

میں نے جلدی جلدی اُس کے لباس سے اُس کے زخم کو کس دیا اور سردی کی وجہ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



خون رُک گیا۔

''مجھے افسوس ہے فلیکس! تم زخمی ہو گئے۔'' میں نے کہا۔

''میں بھی دورِ قدیم کا اپاہج انسان ہوں۔ اس لئے اب مجھے، اِن چھوٹے موٹے زخموں کی پرواہ نہیں ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''گڈ..... یہ سپرٹ ہمیں زندہ رکھے گی۔ بہرحال! میرا خیال ہے، بھیڑیوں نے ہمیں ہوشیار کر دیا ہے۔ اب یہاں سے آگے بڑھیں۔''

''جیسی تمہاری مرضی!'' فلیکس نے جواب دیا اور میں سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔ فلیکس اب میرا مطیع ہو گیا تھا۔ اور میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی رہی تو فلیکس بھی میرے ساتھ ہی زندہ رہے گا۔ اُسے چھوڑوں گا نہیں۔ حالانکہ اس پُر صعوبت سفر میں خود اپنا بوجھ بھاری تھا، نہ کہ کسی اپاہج کو کندھے پر اُٹھائے پھرنا۔

اور پھر سفر شروع ہو گیا۔ فلیکس، میرے کندھوں پر تھا اور سامنے برف کا طویل صحرا۔ لیکن ایک عزمِ سفر کر لیا تھا، منزل کے تعین کے بغیر۔

''ویسے ایک بات کا اطمینان ہو گیا ہے فلیکس!'' میں نے سست رفتاری سے چلتے ہوئے کہا۔

''کیا.....؟''

''رُوسی اب ہمارا پیچھا نہیں کریں گے۔''

''ہاں..... میرا خیال ہے، وہ ہماری سمت کا تعین نہیں کر سکتے۔''

''ویسے اس راز کے لئے اُنہوں نے جس قدر جدوجہد کی تھی، اس کے تحت اُنہیں ہماری گمشدگی پر کافی جدوجہد کرنی چاہئے تھی۔''

''یقیناً.....!''

''لیکن نہ جانے کیوں؟ بہرحال! اِن باتوں پر زیادہ غور کرنا ذہن کو تھکانا ہے۔ اگر وہ اب بھی ہمارا تعاقب کریں تو کیا ہو گا؟''

''ہم، اُن سے جنگ کریں گے۔'' میں نے جواب دیا اور فلیکس کی گہری سانس کی آواز سنائی دی۔

''تم حیرت انگیز انسان ہو۔ میں نے کسی ایسے انسان کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔'' میں نے فلیکس کی اِس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میں اُسے کیا تفصیل بتاتا کہ ڈن کین



کیا ہے؟ ایک اعلیٰ نسل کا نوجوان، جس سے اُس کا اقتدار چھین لیا گیا تھا اور اب وہ دنیا سے جنگ کرنے نکلا تھا۔

برف کا حادثاتی سفر طے ہوتا رہا۔ فلیکس، میری نہ تھکنے والی فطرت پر جس قدر حیران ہوتا، کم تھا۔ میں خود اپنے آپ پر حیران تھا۔ بس! نہ جانے کیوں ذہن پر فلیکس کی زندگی بچانے کا جنون سوار ہو گیا تھا۔

دفعتہً فلیکس بول پڑا۔ ''اوہ..... کین! دُور برف پر کوئی چیز نظر آ رہی ہے۔''

''کیا.....؟'' میں نے نگاہیں دوڑائیں۔ میں کسی قدر نشیب میں تھا اور فلیکس بلندی پر۔ اس لئے میں اُس چیز کو نہیں دیکھ سکا۔

''نظر آیا.....؟''

''نہیں، فلیکس! کیا چیز ہے؟''

''شاید کسی تباہ شدہ جہاز کا ڈھانچہ ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا اور میں نے رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے بھی اُس ڈھانچے کو دیکھ لیا تھا۔ سامنے کی طرف سے برف میں دفن وہ کوئی مسافر بردار جہاز ہی تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں، ڈھانچے کے قریب پہنچ گیا۔ بے شمار چیزیں دُور دُور تک بکھری پڑی تھیں۔ آگ لگنے کے اثرات بھی نمایاں تھے۔ تاہم حادثہ زیادہ پرانا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میں نے فلیکس کو نیچے اُتار دیا۔

''انسانی زندگی کی بے وقعتی، قدم قدم پر نمایاں ہے فلیکس! اب جہاز کے اندر کیا ہو گا؟ تم اس کا تعین کرو۔''

''ہاں.....!'' فلیکس گھٹے گھٹے لہجے میں بولا۔

''کیا خیال ہے..... میں اِس کا جائزہ لوں.....؟''

''مجھے بھی اندر لے چلو کین! وہاں سردی سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔'' فلیکس نے التجا کی۔

''ٹھہرو..... میں پہلے اس کے دروازے کا جائزہ لے لوں۔'' میں نے کہا اور جہاز کے قریب پہنچ گیا۔ جہاز کا دروازہ، برف میں دفن تھا۔ میں اُس کے کناروں سے برف ہٹانے میں مشغول ہو گیا۔ فلیکس بے چارہ، میری مدد کرنے سے قاصر تھا۔ بہرحال! میں دیر تک مصروف رہا اور بالآخر دروازے کے کناروں سے برف صاف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اندر کوئی چیز اٹکی ہوئی تھی جس سے دروازہ، باہر کی طرف نہیں کھل سکتا تھا۔ تھوڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



دیر تک میں کوشش کرتا رہا، لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر میں نے سٹین گن اُٹھائی اور دروازے کے رخنے پر فائرنگ کر ڈالی۔ فلیکس، میری کارروائی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد میں دروازے پر زور آزمائی کی اور دروازہ کھل گیا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ افراد باہر کود آئے..... میں اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ فلیکس کے منہ سے بھی حیرت کی آواز نکل گئی۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ جہاز کے اندر کوئی زندہ شخص موجود ہو سکتا ہے۔

لیکن دوسرے لمحے، تعفن کی ایک لہر اُٹھی۔ اس کے علاوہ برف پر گرنے والوں میں بھی کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی۔ تب حقیقت کھلی۔ وہ مُردہ تھے۔ شاید وہ لوگ، جہاز کے حادثے کے بعد بھی زندہ بچ گئے ہوں گے اور اُنہوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی ہو گی۔ لیکن شاید دروازہ کھولنے میں ناکام رہے اور وہیں اُن کی موت واقع ہو گئی۔

دیر تک ہم اس خوفناک منظر کے زیر اثر رہے۔ اندر موجود لاشیں، سڑ چکی تھیں اور جہاز میں بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ اندر کی فضا صاف ہوتی جا رہی تھی۔ میں انتظار کرتا رہا۔ اور جب فضا، صاف ہو گئی تو میں نے دروازے میں قدم رکھا۔ اندر کا منظر واضح اور روشن تھا۔ جہاز کے دوسرے رُخ پر لگے ہوئے شیشوں سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ بلاشبہ! یہ ایک مسافر بردار جہاز تھا جس میں کم از کم ڈیڑھ سو مسافر سوار تھے۔ اور اُن میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکا تھا..... اگلا حصہ آگ سے بری طرح متاثر ہوا تھا۔ سیٹیں تک جلی ہوئی تھیں۔ البتہ پچھلا حصہ محفوظ تھا۔ اسی وجہ سے وہ لوگ، آگ سے بچ گئے تھے۔ لیکن بھوک، پیاس اور اندر کی گیس نے اُن کی زندگیاں چھین لی تھیں۔ کتنی کسمپرسی سے اُن کی موت واقع ہوئی ہو گی.....

جہاز میں عورتیں بھی موجود تھیں، مرد اور بچے بھی۔ لیکن کوئی بھی زندہ نہیں تھا۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر چند ساعت کے لئے تو ذہن پھرا گیا..... اور پھر میں نے فلیکس کو آواز دی۔ فلیکس بے چارہ اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش میں لڑھک کر رہ گیا۔ پھر وہ سنبھل کر ہمارے پاس بیٹھ گیا اور کھسیانے انداز میں مسکرانے لگا۔ ''کیا کیفیت ہے.....؟''

''مسافر بردار جہاز ہے فلیکس! کیا تم اندر کا منظر برداشت کر سکو گے؟''

''یقیناً کر سکوں گا۔ براہِ کرم! مجھے سہارا دو۔'' فلیکس نے کہا اور میں دروازے سے باہر کود آیا۔ پھر میں، فلیکس کو بھی اُٹھا کر اندر لے گیا اور میں نے اُسے ایک خالی سیٹ پر بٹھا دیا۔ فلیکس بھی اندر کا منظر دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔



''افسوس..... بے چارے حادثے کا شکار ہو گئے۔'' اُس نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔

''ہاں، فلیکس! زندگی اتنی بے وقعت چیز ہے۔ لیکن اس بے وقعت زندگی کو کسمپرسی میں نہیں گزارنا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے، جدوجہد کرو۔ اور زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرو۔'' میں نے کہا اور فلیکس گردن ہلاتا ہوا بولا۔

''ٹھیک..... بالکل ٹھیک۔ میرا خود بھی یہی نظریہ ہے۔ بہرحال! ہم اِن مرنے والوں سے صرف ہمدردی کر سکتے ہیں، ان کے لئے کچھ اور نہیں کر سکتے۔ کیا تم انہیں دفن کرنا پسند کرو گے؟''

''نہیں فلیکس! میں اتنا خدا ترس نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

''ٹھیک ہے..... تو اب تمہیں اس سے کوئی فائدہ اُٹھانا مقصود ہے؟''

''یقیناً!'' میں نے کہا اور فلیکس، میری شکل دیکھنے لگا۔

''کیا ہمیں یہاں سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں دستیاب ہوں گی؟''

''ضرور ہوں گی۔ لیکن جراثیم سے بھری۔ جن کا نہ کھانا ہی ہمارے لئے بہتر ہو گا۔''

''کیوں.....؟''

''ظاہر ہے، یہ لاشیں سڑ چکی ہیں۔ کیا تم تعفن محسوس نہیں کر رہے؟'' میں نے فلیکس سے پوچھا۔

''بلاشبہ!''

''البتہ، ہم لاشوں سے اُن کے لباس اُدھار لے سکتے ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا فلیکس بھی مسکرانے لگا۔ تو ہم نے ایسے لوگوں کی تلاش شروع کر دی، جس کے لباس ہمارے لئے کارآمد ہوں۔ بہت سے گرم سوٹ اور ایسی بہت سی چیزیں ہمیں مل گئیں، جو ہمارے کام آ سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے فلیکس کو موٹے موٹے اُونی لباس پہنائے اور اُس کے بعد اپنے لئے بھی لباس تلاش کرنے لگا۔ ان لباسوں کی وجہ سے سردی ہمارے جسم سے دور ہو گئی تھی۔ فلیکس بھی کسی قدر مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اِس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اُس سے کہا کہ آیا وہ جہاز میں لاشوں کے پاس ٹھہرنا پسند کرے گا یا نہیں؟

''میرا خیال ہے، ہم ان کا تعفن برداشت نہیں کر سکتے۔ یوں بھی یہ جہاز ہمارے لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ناکارہ ہے۔''

''تو پھر سفر شروع کیا جائے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں، یقیناً.....''

''تب تم باہر ٹھہرو فلیکس! میں یہاں اپنی ضرورت کی چند چیزیں تلاش کر لوں۔'' فلیکس کو باہر چھوڑ گیا اور اس کے بعد میں جہاز کی تلاشی لینے لگا۔ بہت ساری کارآمد چیز مجھے مل گئیں۔ اور میرا ذہن ایک نئے منصوبے پر عمل کرنے لگا۔

چنانچہ میں نے جلے ہوئے انجن رُوم میں جا کر سب سے پہلے انجینئر زکیبن دیکھا وہاں مجھے اپنی پسند کی کئی چیزیں مل گئیں۔ یہ بہت سارے ٹولز تھے۔ اس کے علاوہ رسی کے بڑے بڑے لچھے، جو نائلون کی مضبوط ڈوریوں سے بندھے ہوئے تھے۔ پیراشوٹ کچھ چیزیں میں نے جہاز سے نکال لیں۔ پھر میں نے ٹولز سے دو سیٹیں کھولیں اور اُنہیں پھینک دیا۔ فلیکس میری کارروائی کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

اس کے بعد جہاز کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا جو اُوپر اُٹھا ہوا تھا اور جہاز کے پیندے صا نظر آ رہے تھے۔ معمولی کام نہیں تھا۔ لیکن جدوجہد کے آگے ہر کام معمولی ہو جاتا ہے چنانچہ میں جہاز کے دو پیندے کھولنے میں مصروف ہو گیا اور تقریباً تین گھنٹے کی کوشش کے میں نے جہاز کے ٹائر، اُس کے پچھلے حصے سے علیحدہ کر دیئے۔ اس کے بعد میں نے جہا دونوں سیٹوں کو جوڑا اور ایک سٹریچر سا ترتیب دے لیا۔

سٹریچر کے نچلے حصے میں، میں نے بڑی مہارت سے دونوں ٹائر فٹ کئے۔ یہ ٹائر بڑے تھے۔ لیکن بہرصورت! میرے لئے کارآمد تھے۔ فلیکس، متعجبانہ انداز میں میری کوشش کو دیکھ رہا تھا۔ اس دوران اُس نے میری کارروائی پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ لیکن وہ قدرے میرے قریب آ گیا تھا۔

''کچھ نہیں کہوں گا، کچھ نہیں کہوں گا.....'' اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور مسکرا لگا۔ میں نے بھی مسکرا کر اُس کی طرف دیکھا اور خاموشی سے اپنے کام میں مصروف ہو سیٹوں کو جوڑ کر میں نے ایک عجیب وغریب گاڑی تیار کر لی تھی، جس کے ٹائر بے حد تھے، لیکن قابل اعتبار بھی۔ چنانچہ تیسرا ٹائر کھول کر میں نے اُسے کمانی میں فٹ کر لیا اور اس گاڑی کا تجربہ کرنے لگا۔

گاڑی بہت خوب تھی۔ میں نے اُس کی چھت بھی تعمیر کی اور پھر جب رات ہو گئی



نے بقیہ کام دوسرے دن پر ملتوی کر دیا۔ رات کو ہم جہاز کے اُٹھے ہوئے سرے کے نیچے پہنچ گئے اور اپنے لئے ایک عمدہ پناہ گاہ بنا لی۔ جلانے کے لئے بہت سی چیزیں مل گئی تھیں۔ چنانچہ خوب تیز آگ روشن ہو گئی اور ہم نے انتہائی پُرسکون رات گزاری۔

دوسری صبح یوں لگ رہا تھا جیسے ہم تازہ دم ہوں۔ صبح کو فلیکس نے کہا۔ ''کین! ایک بات کہوں؟''

''کہو.....!'' میں نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔

''خوراک کے بارے میں کیا خیال ہے.....؟''

''کیا مطلب.....؟''

''ہم نے ایک پہلو پر تو غور ہی نہیں کیا۔''

''کیا.....؟''

''خوراک کے ایئر ٹائٹ ڈبے بھی تو ہوں گے۔''

''اوہ..... واقعی بڑی موٹی سی بات ہے۔'' میں اُچھل پڑا۔ نہ جانے یہ معمولی سی بات پہلے کیوں سمجھ میں نہیں آئی تھی؟ میں نے فلیکس کی پوری بات سنے بغیر جہاز کے دروازے کی طرف زقند لگائی اور اندر گھس گیا۔

.....اور اگر میں کچن کو نظر انداز کر کے نکل جاتا تو اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہ ہوتی۔ یہاں کچن میں بہت کچھ تھا۔ خوراک کے بند ڈبے، تیار شدہ کافی کے ٹن، سگریٹ، ماچس اور نہ جانے کیا کیا.....

میں نے اُن تمام چیزوں کا مناسب ذخیرہ اکٹھا کیا۔ ایک آدھ برتن بھی ساتھ لیا۔ دو بڑی بڑی چھریاں حاصل کیں اور خوش خوش لدا پھندا باہر آ گیا۔ فلیکس ان تمام چیزوں کو دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑا تھا۔

''اوہ..... اس خوراک کے سہارے تو ہم اس برف پر کافی وقت گزار سکتے ہیں۔'' اُس نے خوشی کے عالم میں کہا۔

''ہاں..... رات کو میں نے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔''

''اس طرف خیال بھی نہیں گیا۔''

''لو میرے دوست! میری طرف سے تحفتاً.....!'' میں نے جیب سے برانڈی کی ایک بوتل نکال کر فلیکس کو دی اور فلیکس کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی۔ اُس نے بوتل میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہاتھ سے جھپٹ لی اور پھر اُس کا کاک دانتوں سے کھول کر آدھی چڑھا گیا۔ پھر باقی آ
بوتل میری طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

''یہ تمہاری.....!''

''نہیں.....میرے پاس اور ہے۔''

''کیا اس کا بھی ذخیرہ تھا؟''

''ہاں.....میں نے کافی حاصل کر لی ہے۔''

''مزہ آ گیا۔ خدا اِن مرحومین کو جنت میں جگہ دے۔ اِن کی موت نے ہمیں نئی زند
دے دی ہے۔'' وہ برانڈی کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیتے ہوئے بولا۔ ہم دونوں نے خو
قہقہے لگائے۔ مایوسی کا احساس ذہن سے دُور ہو گیا تھا۔ جس قدر ہم نڈھال ہو چکے تھے، ا
اُسی قدر چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ پھر میں نے آگ روشن کر کے عمدہ خوراک حاصل
اور ہم دونوں نے سیر ہو کر کھایا پیا۔

دوپہر کے بارہ بج رہے تھے، تب میں نے فلیکس سے کہا۔ ''اب یہاں سے آگے بڑ
جائے۔''

''بلاشبہ.....!''

''تب پھر آ جاؤ!'' میں نے اُسے گاڑی میں آنے کا اِشارہ کیا اور فلیکس ایک دم اُدا
ہو گیا۔

''اور تم اس گاڑی کو کھینچو گے؟''

''ہاں.....تو اور کیا؟''

''کاش! ہم باری باری ایک دوسرے کو کھینچتے۔

''دیکھو فلیکس! اِس خیال کو ذہن سے نکال دو۔ یہ سوچو! آسانی کتنی ہو گئی ہے؟ بس
چڑھائی پر محنت کرنا ہو گی۔ لیکن میں نے اس کا بھی انتظام کر لیا ہے۔''

''کیا.....؟''

''یہ دیکھو! اس راڈ کو میں نے اس جگہ فٹ کیا ہے۔''

''ہاں.....!''

''جانتے ہو کس لئے.....؟''

''نہیں.....!''



''یہ چڑھائی پر کام دے گی۔ یعنی گاڑی اس کی وجہ سے پیچھے نہیں ہو گی اور ہم چڑھائی کا سفر آسانی سے طے کر لیں گے۔''

''خوب.....قدرت نے ایک انسان میں نہ جانے کیا کیا جمع کر دیا ہے۔'' فلیکس نے کہا.....اور پھر اطمینان سے سفر شروع ہو گیا۔

گاڑی اتنی رواں تھی کہ اُس کے دھکیلنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ ہاں! صرف یہ خیال تھا کہ اگر کہیں برف زیادہ نرم ہوئی تو وزنی پہیے دھنس جائیں گے۔ بہرحال! یہ ہماری کوشش تھی اور نتیجہ حالات کے ہاتھوں میں تھا اور حالات ہمارے موافق تھے۔ اس وقت ہم نے جتنا سفر کیا، اس میں کوئی قابل ذکر دُشواری پیش نہیں آئی۔ بالآخر جب گہری تاریکی چھا گئی تو میں نے گاڑی روک دی۔

خوراک تیار کی، کافی بنا کر پی اور گاڑی کے ہُڈ کو چاروں طرف سے کس لیا اور ہم دونوں اُس میں چھپ کر سو گئے.....

دوسری صبح ضروریات سے فارغ ہو کر پھر سفر شروع کر دیا۔ اب ہمیں تھوڑی سی بلندی کی طرف سفر کرنا تھا۔ چنانچہ یہاں گاڑی دھکیلنے میں کافی محنت کرنی پڑی۔ سخت سردی کے باوجود میرا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا۔ لیکن بالآخر میں چڑھائی کی انتہا تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ اور اس کے بعد ایک طویل ڈھلان تھی، جسے دیکھ کر فلیکس خوشی سے اُچھل پڑا۔

''کین.....آ جاؤ! گاڑی پر آ جاؤ!''

''یقیناً.....لیکن افسوس! اس کا سٹیئرنگ نہیں ہے۔''

''نہ ہی بریک۔'' فلیکس بولا۔

''بہرحال! ہمیں بریکوں کی ضرورت بھی کیا ہے؟'' میں نے ہنس کر کہا اور گاڑی کو ڈھلان پر چھوڑ کر خود بھی اُچھل کر اس میں سوار ہو گیا۔ سفر کافی تیز رفتاری سے طے ہونے لگا۔ کوئی رُکاوٹ نہیں تھی اور گاڑی خوب تیز رفتاری سے ڈھلانوں پر سفر کر رہی تھی۔ اگر ہم ڈھلانوں کو پیدل طے کرنے کی کوشش کرتے تو شاید دو دن لگ جاتے۔ لیکن یہ دو دن کا سفر ہم نے چند گھنٹوں میں طے کر لیا اور ڈھلان کے سرے پر پہنچ گئے۔ سامنے ہی تھوڑی سی چڑھائی تھی اور اس کے بعد ویسی ہی طویل ڈھلان۔ چنانچہ میں چڑھائی پر گاڑی دھکیلنے لگا۔ اس بار بھی خاصی مشقت اُٹھانی پڑی تھی اور فلیکس بے چارہ بار بار گھوم کر میری شکل دیکھنے لگتا تھا۔ ہمیں اس چڑھائی پر کافی طویل وقت لگا۔ بلندی پر پہنچ کر میں نے گاڑی روکی اور اُسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



وقت فلیکس چلا اُٹھا.....

''اوہ! کین! کین.....! پلیز کین! گاڑی کو تھوڑا پیچھے کرو.....کین! جلدی کرو، پلیز!''

''کیوں.....خیریت؟'' میں نے پوچھا۔ اور اس بات کو جانے بغیر کہ اس کا مقصد کیا ہے، گاڑی کو تھوڑا سا پیچھے ہٹا کر راڈ لگا دی۔ ''کیا بات ہے فلیکس؟''

''میرا خیال ہے.....میرا خیال ہے.....کچھ.....'' فلیکس نے سامنے کی طرف اِشارہ کیا اور میں احتیاط سے بلندی پر پہنچ گیا۔ لیکن دوسری طرف کوئی ایسی خطرناک چیز یا کوئی خوفناک گڑھا وغیرہ بھی نہیں تھا..... بلکہ سامنے بے شمار فوجی خیمے نظر آ رہے تھے۔ اور یہ خیمے بلاشبہ رُوسیوں کے تھے۔ رُوسی جھنڈا بھی صاف نظر آ رہا تھا۔ لیکن یہاں اُن کی موجودگی تعجب خیز تھی۔ ممکن ہے، کسی دوسری طرف سے اُن کا یہ سلسلہ جا کر ملتا ہو اور یہ کوئی سرحدی چھاؤنی ہو۔ لیکن بہرصورت! اس کا مطلب تھا کہ ہم کسی رُوسی سرحد پر ہیں.....

اب صورتحال یہ تھی کہ رُوسی ہمارے سامنے تھے اور ہمیں اُن کے سامنے سے گزرنا تھا۔ خیمے تھوڑی تھوڑی ٹکڑیوں میں دُور دُور تک پھیلے ہوئے تھے، اس لئے اگر ہم اپنے دائیں یا بائیں طرف ہٹ کر ڈھلان کا سفر کرتے، تب بھی دیکھ لئے جانے کا خطرہ بدستور موجود تھا۔ ہاں! البتہ ایک بات ضرور ذہن میں آتی تھی، وہ یہ کہ برف کی یہ ڈھلان اِتنی طویل تھی کہ جہاں رُوسی خیمے نظر آ رہے تھے، اس سے آگے بھی بے پناہ ڈھلان تھی۔

اگر گاڑی کو اِس ڈھلان پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ طویل فاصلہ طے کر کے رُوسی خیموں کے درمیان سے آرام سے نکل سکتی تھی۔ لیکن یہ ایک خطرناک مرحلہ تھا اور میں اِس پر کافی غور و خوض کر رہا تھا۔ اگر ہم اِس انداز میں نکلنے کی کوشش کرتے تو بہرصورت! رُوسیوں کو اپنے پیچھے لگا لیتے۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے فلیکس سے کہا۔

''فلیکس! اب کیا خیال ہے؟''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کین! کہ کیا، کیا جائے؟ بہرصورت! یہ اندازہ تو ہو گیا ہے کہ یہ رُوسی سرحد ہے اور سرحد کے دوسری جانب کوئی دوسرا ملک ہو گا۔ کاش! ہم کسی طرح اُس دوسرے ملک کی سرحد پار کر جائیں۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہو گا، دیکھا جائے گا۔''

''ہاں! یہ تو حقیقت ہے۔ مگر اب کرنا کیا چاہئے؟ اگر ہم سفر کرنے کے لئے کسی سمت کٹنے کی کوشش کرتے ہیں تو ضرور دُور کٹیں گے۔ برف کے اس میدان میں دیکھ لئے جانا ایک لازمی امر ہے۔ اس کے علاوہ دائیں اور بائیں سمت تم دیکھ رہے ہو کہ پہاڑی دیوار



ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم برف کے اس وسیع و عریض میدان میں اتنی دُور تک نہیں جا سکتے کہ کسی کی نگاہوں میں نہ آ سکیں کیونکہ کچھ فاصلے پر یہ برفانی پہاڑ پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان پہاڑوں میں سفر کرنا تو حماقت ہی ہو گی۔ یوں سمجھ لو! کہ ایک طرح سے ہم خود کو دوبارہ ہلاکت میں ڈال لیں گے۔''

''یقیناً.....تو پھر کیا، کیا جائے کین؟'' فلیکس نے پریشانی سے کہا۔

''دیکھو فلیکس! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ کر سکے، ضرور کریں گے۔ اور مسئلہ صرف یہی ہے کہ ہمیں یہ خطرہ مول لینا چاہئے یا نہیں؟'' میں نے پُر خیال نظروں سے فلیکس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا۔'' فلیکس نے کہا۔

''بس.....تو پھر تیار ہو جاؤ۔''

''کیا مطلب.....؟''

''بس، تیار ہو جاؤ!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک نا قابل یقین کارنامہ انجام دینے کے لئے تیار ہو گیا۔

سب سے پہلے میں نے سٹین گن کے بٹ لگائے۔ اور اس کو پوری طرح تیار کر لیا۔ اس کا رُخ کسی خاص سمت میں نہیں تھا بلکہ میں اُسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد میں نے فلیکس سے اوندھا لیٹ جانے کے لئے کہا۔ فلیکس، گاڑی کی سیٹ پر اوندھا لیٹ گیا۔ میں نے فلیکس کو رسیوں سے مضبوط باندھ دیا۔ فلیکس، متعجبانہ انداز میں میری اِس کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔

بہرصورت! وہ اس بات کا قائل ہو ہی چکا تھا کہ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں، اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے خود کو بھی مضبوطی سے رسیوں میں لپیٹ لیا۔ ہاں البتہ میں چت لیٹا تھا۔ اور اس انداز میں لیٹا تھا کہ اپنا اُوپری بدن جس طرف چاہوں، گھما سکوں۔ چت لیٹنے کے بعد میں نے سٹین گن، فلیکس کے اکلوتے ہاتھ کے نیچے دبائی اور گاڑی کے پہیوں کو پوری قوت سے دھکیلنے لگا۔

گاڑی تھوڑی سی کھسکی۔ بس! چند انچ کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد وہ ڈھلان پر دوڑ جاتی۔ چند ساعت کے بعد میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ گاڑی تیزی سے ڈھلان پر دوڑنے لگی۔ موت کا خوفناک سفر شروع ہو گیا..... گاڑی، تیزی سے اپنا سفر طے کر رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں بائیں کروٹ ہو گیا تھا جدھر سے خیموں پر بھی نگاہ رکھ سکتا تھا اور سامنے بھی دیکھ سکتا تھا۔ گردن اُٹھائے میں سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

رُوسی اپنے خیموں میں آ، جا رہے تھے..... اور پھر ہمیں دیکھ لیا گیا۔ رُوسی حیران کن نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور پھر چند فوجی ہاتھ اُٹھا کر چیخنے لگے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ لیکن بہرصورت! گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی اور فوجی شاید اس کے بارے میں جان نہیں پائے تھے کہ وہ کیا چیز ہے؟ البتہ وہ ہمیں رُکنے کا اِشارہ کر رہے تھے۔ لیکن رُکنے کا کیا سوال؟ گاڑی، تیزی سے رُوسی فوجیوں کے خیموں کی جانب بڑھ رہی تھی.....

ڈھلان کے اس سفر کو میں اپنی زندگی کا خوفناک ترین سفر کہوں گا۔ رُوسی اگر سنبھل گئے اور حیرت کے اثرات سے آزاد ہو گئے تو ہماری راہ میں رُکاوٹ کھڑی کر کے با آسانی ہمیں روک سکتے تھے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ اس عجیب وغریب گاڑی کی چھان بین میں ہی مصروف رہیں اور ہم اُن کے درمیان سے نکل جائیں۔ یا پھر اگر راستے میں کوئی برفانی تودہ آ گیا تو گاڑی اُس سے ٹکرا کر اُلٹ بھی سکتی ہے۔ لیکن ان دنوں تو کوئی خطرہ، خطرہ ہی نہیں تھا۔ جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔ البتہ گاڑی کی رفتار، تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

اب رُوسیوں کی آوازیں صاف سنائی دینے لگی تھیں۔ وہ چیخ چیخ کر گاڑی روکنے کے لئے کہہ رہے تھے۔ لیکن اُن بے وقوفوں کو نہیں معلوم تھا کہ یہ کوئی برفانی مشین نہیں ہے بلکہ زندگی اور موت کا کھیل ہے۔

میں سٹین گن لئے تیار تھا۔ اگر مداخلت کی کوشش کی گئی تو پھر کارروائی کروں گا۔ لیکن اگر اُن کے درمیان سے گزر گیا تو پھر کوئی بات نہیں ہے۔ اور اس خیال کے تحت میں نے سٹین گن ایک سمت کر لی تا کہ اُنہیں نظر نہ آئے۔ البتہ اپنے ہاتھ میں نے آزاد کر لئے اور پھر ایک رُوسی جملہ میرے ذہن میں آ گیا۔

جونہی میں اُن کے قریب پہنچا، میں نے ایک زوردار آواز لگائی۔ ''ہائے، سرخ سفر!'' اور گاڑی اُن کے درمیان سے نکل گئی۔ لیکن رُوسیوں نے شاید سرخ سفر پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ کیونکہ چند ساعتوں کے بعد موٹر سائیکلوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

رُوسی ہمارے پیچھے دوڑ پڑے تھے اور اُن کی رفتار کافی تیز تھی۔ گاڑی کی رفتار قدرتی تھی اور موٹر سائیکلوں کی رفتار، رُوسی سواروں کی تجربہ کاری کی رہین منت..... چنانچہ موٹر سائیکلیں



تیزی سے قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھیں۔ میں نے سٹین گن اُٹھائی، چوما اور تیار ہو گیا۔ رُوسی موٹر سائیکلیں قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھیں۔

اور پھر اُن پر سے فائرنگ ہونے لگی۔ اُنہوں نے ٹائروں کو نشانہ بنایا تھا۔ لیکن خوش بختی تھی کہ جہاز کے ٹائر تھے۔ گولی پڑی بھی ہو گی تو اُچٹ گئی ہو گی۔

''فلیکس!'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں شروع کرنے جا رہا ہوں۔''

''اوکے.....!'' فلیکس بھی خوش دلی سے بولا۔ وہ ذرا بھی نروس نہیں تھا۔ تب میں نے گردن اُٹھائی اور دوسرے لمحے، سٹین گن سے فائرنگ شروع ہو گئی..... موٹر سائیکل سوار اُچھل اُچھل کر نیچے گرے۔ لیکن اُن کے پیچھے دوسرے بھی تھے۔ وہ ابھی اس صورتحال سے واقف نہیں تھے۔ لیکن گاڑی کے نزدیک پہنچنے والوں کا حشر دیکھ کر سنبھل گئے تھے۔ اور پھر دوسری طرف سے بھی سٹین گن سے گولیاں برسنے لگیں اور پیچھے والوں کی رفتار بھی خاصی تیز ہو گئی۔

میں بڑی احتیاط سے گولیاں خرچ کر رہا تھا۔ میں نے تاک کر ایک سوار کو نشانہ بنایا۔ پھر دوسرے کو..... لیکن اس کے ساتھ ہی گاڑی کے قریب ایک دستی بم پھٹا اور گاڑی اُچھل گئی۔ لیکن شکر ہے، اُس کا رُخ نہیں بدلا۔ ورنہ وہ رُک جاتی۔ اب میں نے آدھا جسم اُٹھا کر زبردست فائرنگ شروع کر دی اور موٹر سائیکل سوار پھیل گئے۔ لیکن میں تاک تاک کر اُنہیں نشانہ بنانے لگا۔ میری یہ کوشش رائیگاں نہیں گئی۔ میں نے بے شمار سواروں کو لٹا دیا۔ اور پھر سخت جدوجہد کے بعد اُن کے آخری آدمی کو بھی ہلاک کر دیا.....

اب دُور دُور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا اور گاڑی کی رفتار خطرناک حد تک تیز ہو گئی تھی۔ کیونکہ ڈھلان بہت گہرے تھے۔ اب کسی کا نشان نہیں تھا اور ہم دونوں قہقہے لگا رہے تھے۔

''دیکھا فلیکس! اس بغیر انجن اور پٹرول کی گاڑی کو؟''

''بہت ہی عمدہ! اب اگر یہ ہمیں کسی گہرے کھڈ میں بھی لے جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔'' فلیکس نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''موت، ہم سے خوفزدہ ہے فلیکس! اس لئے گاڑی کسی کھڈ میں نہیں گرے گی۔'' میں نے کہا۔

''ہاں..... نہیں گرے گی۔'' فلیکس بولا اور برانڈی کی ایک بوتل کا، کاک کھول کر اُسے میری طرف بڑھا دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''اوہ.....شکریہ!'' میں نے بوتل منہ سے لگائی اور اُسے آدھا خالی کر کے فلیکس کے منہ سے لگا دیا۔ فلیکس نے بھی وحشیانہ انداز میں بوتل خالی کر دی۔ ہم دونوں بہت خوش تھے۔ اور یہ خوشی کسی خوش آئند وقت کا پیش خیمہ تھی۔

گاڑی کی رفتار سست ہوتی جا رہی تھی۔ اور ہم نے بہت جلد اس بات کو محسوس کر لیا۔ میں نے گردن اُٹھائی اور ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں سنسناہٹ دوڑ گئی..... جس سمت میں نے جھانکا تھا، اس طرف انتہائی گہرائیاں تھیں اور ان گہرائیوں میں بے شمار خیمے نظر آ رہے تھے..... اگر گاڑی کا رُخ ذرا سا بدل جاتا تو وہ اُن گہرائیوں میں جا سکتی تھی جو بالکل سیدھی تھیں۔ اور گاڑی اُن کے کنارے کنارے دوڑ رہی تھی۔

لیکن وہ خیمے..... کیا کوئی اور رُوسی چھاؤنی؟ خیموں پر فلیگ بھی لگا ہوا تھا۔ لیکن یہ فلیگ..... فلیگ رُوسی نہیں تھا۔ میں نے غور کیا اور بمشکل مسرت دبائی۔ یہ ترکی کا جھنڈا تھا۔

گویا ہم رُوسی سرحد سے نکل آئے تھے اور ترک سرحدوں میں داخل ہو گئے تھے۔ ایک خوفناک خطرہ ٹل گیا تھا اور ہماری زندگی کا یہ بھیانک ترین سفر ختم ہو گیا تھا۔ میں نے جلدی جلدی اپنے جسم کی رسیاں ڈھیلی کرنا شروع کر دیں۔

''یہ..... یہ کیا کر رہے ہو؟ ابھی گاڑی کی رفتار بہت تیز ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''فلیکس! کیا تم ترکی زبان سے واقف ہو؟'' اُس کی دانست میں، میں نے ایک بے تکا سوال کر دیا۔

''ایں.....؟'' وہ تعجب سے بولا۔

''کیا تم ترکی زبان سے واقف ہو؟''

''بخوبی..... لیکن کیوں؟''

''ہم، ترکی میں داخل ہو گئے ہیں۔''

''کیا.....؟'' فلیکس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

''ہاں فلیکس! ہم رُوس کی سرحدوں سے نکل آئے ہیں۔''

''تمہیں کس طرح معلوم؟''

''بس! معلوم ہو گیا۔ تم خوش ہو جاؤ۔'' اور فلیکس پر سناٹا چھا گیا۔ کافی دیر تک اُس کی زبان ہی نہ کھل سکی۔ پھر وہ بڑی مشکل سے بولا۔

''کیا تم درست کہہ رہے ہو میرے دوست؟''



''سو فیصدی.....!''

''آہ..... بالآخر ہم زندگی کی طرف لوٹ ہی آئے۔''

''ہاں.....!'' میں نے کہا اور رسیاں کھول کر آزاد ہو گیا۔ گاڑی کی رفتار اب بہت سست ہو گئی تھی..... اور پھر وہ رُک گئی۔ میں اُچھل کر نیچے آ گیا۔ اور پھر میں نے فلیکس کو بھی آزاد کر دیا۔

''اب بتاؤ.....'' اُس نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ اُس کی نگاہ ایک طرف اُٹھ گئی تھی۔ میں بھی اُسی جانب دیکھنے لگا۔ ایک ترکستانی سرحدی بستی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مویشیوں کا ایک گلہ نظر آ رہا تھا اور اُس کا نگہبان ترکستانی لباس میں نظر آ رہا تھا۔ فلیکس کی آنکھیں نمناک ہو گئیں..... ''ہاں..... ہم واقعی ترکی میں داخل ہو گئے ہیں۔''

''کیا خیال ہے؟ زندگی، موت کی آغوش میں جا سکتی ہے۔''

''جب تک وقت پورا نہ ہو، ممکن نہیں۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''چلو! پھر تیار.....'' میں نے کہا اور گاڑی کو دھکیلنے لگا۔ رُخ اُسی چرواہے کی طرف تھا جو ہم سے بے خبر اپنی دُھن میں مست اپنے مویشیوں کو چرا رہا تھا۔ جب ہم اُس کے قریب پہنچے تو اُسے آہٹ محسوس ہوئی تھی۔ تب اُس نے مُڑ کر ہمیں دیکھا اور اُس کی نگاہوں میں تعجب کے آثار پیدا ہو گئے۔

وہ لمبی داڑھی والا سرخ و سفید ترک آدمی تھا جس کا جسم خاصا چوڑا چکلا تھا۔ چند ساعت وہ ہمیں گھورتا رہا۔ پھر آگے بڑھا اور اُس نے ہمیں اپنی زبان میں سلام کیا۔ میں نے ترکی زبان ہی میں اُسے جواب دیا اور وہ بے پناہ خوش نظر آنے لگا۔ تب اُس نے سوال کیا۔

''یہ انوکھی چیز کیا ہے تمہارے پاس؟ اور تم کہاں سے آ رہے ہو؟''

''بس! ایسے ہی گھومنے پھرنے والے سیاح ہیں۔ یہ گاڑی ہم نے خود بنائی ہے اور اس پر سیر کو نکلے ہیں۔''

''واہ..... انوکھی گاڑی ہے۔ اس میں نہ تو انجن ہے اور نہ ہی اسے چلانے کی کوئی دوسری چیز۔ تم اسے چلاتے کس طرح ہو؟'' چرواہے نے ہماری گاڑی کے نزدیک آ کر غور سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بس! کبھی اسے دھکیلنا پڑتا ہے اور کبھی یہ ڈھلانوں پر خود دوڑتی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



پھر اچانک اُس کی نگاہ فلیکس پر پڑی اور وہ چونک اُٹھا۔ ''اوہو..... یہ معذور آدمی..... یہ معذور آدمی۔'' اُس نے تاسف انگیز لہجے میں کہا۔

''ہاں..... میرا دوست حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔'' میں نے اُسے جواب دیا اور اُس کی نگاہوں سے دُکھ جھانکنے لگا۔

''بڑا افسوس ہوا۔ لیکن تم جا کہاں رہے ہو؟'' بوڑھے نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تمہاری بستی میں..... تمہارے مہمان بننا چاہتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور بوڑھا مسکرانے لگا۔

''سر آنکھوں پر..... دل و جان سے.....'' اُس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ ان لوگوں کی مہمان نوازی کے بارے میں میری کچھ معلومات نہیں تھیں۔ لیکن فلیکس جانتا تھا۔ مجھے ترکی زبان بولتے دیکھ کر فلیکس نے تعجب کا اظہار کیا۔

''تم تو اچھی خاصی ترکی بول لیتے ہو کین!'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں..... میں کئی زبانوں سے واقف ہوں فلیکس!''

چرواہا اپنی بھیڑوں کو سمیٹنے میں مصروف ہو گیا تھا اور اپنے منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکال رہا تھا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ تمام مویشی اکٹھے ہوتے جا رہے تھے۔ چرواہا ہماری آمد سے بہت خوش تھا۔ تب وہ ہمارے نزدیک آ کر بولا۔ ''معزز مہمانو! میں تمہیں اپنی بستی میں خوش آمدید کہوں گا۔ آؤ..... میرے ساتھ آؤ!'' چرواہے نے کہا اور ہم، اُس کے ساتھ چل پڑے۔ اُس کی اس مہمان نوازی سے ہم بڑے ہی خوش تھے۔

بستی کے مکان زیادہ تر لکڑیوں اور گھاس پھونس کے بنے ہوئے تھے۔ یقینی طور پر یہاں زلزلے بھی آتے ہوں گے۔ کیونکہ یہ پہاڑی علاقہ تھا اور اسی لئے یہ مکانات اس انداز کے بنائے گئے تھے کہ زلزلوں سے متاثر نہ ہوں۔

ایسے ہی ایک چھوٹے سے مکان کے نزدیک چرواہا رُک گیا۔ اُس نے چند ساعت ہمیں باہر ہی ٹھہرنے کے لئے کہا۔ ہم نے اپنی گاڑی، اس گار کے احاطے میں کھڑی کر دی۔ چرواہا اندر چلا گیا اور چند ساعت کے بعد واپس آ گیا۔ ''معزز مہمانوں کو اپنے چھوٹے سے مکان میں خوش آمدید کہتا ہوں۔'' اُس نے کہا اور ہم اُس کے ساتھ اُس کے مکان میں داخل ہو گئے۔



میں، فلیکس کو سہارا دیئے ہوئے تھا اور فلیکس کا چہرہ، خوشی سے سرخ نظر آ رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس معذوری کے عالم میں بھی کوئی شخص اُسے اِتنا طویل سفر کرانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ بہرصورت! اُس کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار تھے۔ اور مجھے خوشی تھی کہ اُس کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

چرواہے نے ہمیں ایک چھوٹے سے کیبن نما کمرے میں ٹھہرایا۔ یہاں اُس نے ہمارے لئے تمام آسائشوں کا بندوبست کرنے کی کوشش کی تھی۔ بھیڑوں کا عمدہ دُودھ ہمیں پینے کے لئے دیا گیا جس کے بعد ہم نے خود میں کافی توانائی محسوس کی۔ تب چرواہے نے کہا۔ ''معزز مہمانو! مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دو۔ تاکہ میں مویشی اُن کے مالکان کے حوالے کر آؤں۔ اس کے بعد آ کر تم سے تمہارے دلچسپ سفر کے بارے میں گفتگو ہو گی۔'' میں نے چرواہے کو اِجازت دے دی اور وہ چلا گیا۔

فلیکس نے کھال کے بنے ہوئے بستر میں لیٹ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''انسان کے عزم کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔''

''میں نے تم سے کہا تھا نا فلیکس!''

''تم.....'' فلیکس نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔ ''تم ایک قابل تحقیق انسان ہو۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تم عزم کی کون سی تصویر ہو؟ تم نے کسی جگہ بھی حالات سے شکست قبول نہیں کی بلکہ سخت ترین حالات میں بھی ناقابل تسخیر نظر آئے۔ یقین کرو کین! اگر تمہاری جگہ میں ہوتا اور صحیح و سالم ہوتا، تب بھی شاید تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کر سکتا۔''

''چھوڑو..... جانے دو فلیکس! میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی ملی تو ہم دونوں کو ملے گی اور اگر موت آئی تو پہلے میں مروں گا۔''

''تب، ڈیئر کین..... آؤ! ایک اور فیصلہ کر لیں۔ جب تک زندگی ہے، ساتھ ہی جئیں گے اور موت کو بھی ساتھ ہی گلے لگائیں گے۔'' فلیکس نے میری طرف ہاتھ پھیلایا اور میں اُسے دیکھنے لگا۔ بے شمار خیالات، میرے ذہن میں رقصاں تھے۔ ''یقین کرو کین! مجھے ذرا سا موقع مل جائے تو میں اپنا ہاتھ اور پاؤں بالکل درست کر لوں گا۔ تم دیکھ چکے ہو، وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی تمہارے اُوپر بوجھ نہیں بنوں گا۔''

''یہ بات نہیں ہے فلیکس! بلکہ میری زندگی کا ایک مشن ہے۔ میں اُسے پورا کرنا چاہتا

ہوں۔'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔

''میں، تمہارا ہم شکل ہوں کین! اس مشن کو دو افراد میں تقسیم کر دو۔ مجھے اپنا بہتر ساتھی پاؤ گے۔'' اُس نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ اور میرا ہاتھ آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھ گیا۔ اور ہم دونوں نے مضبوطی سے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام لئے.....

☆.....☆.....☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



فلیکس کی آنکھوں میں خوشی ناچ رہی تھی۔ ہم دونوں مضبوطی سے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ پھر چرواہا، واپس آ گیا۔ ''کہو دوستو! کیسے ہو؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟'' اُس نے چہکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''تمہارا شکریہ دوست..... بیٹھو! تمہارا نام کیا ہے؟''

''خاتوف مسلم.....!'' اُس نے جواب دیا۔

''اور تمہاری اِس بستی کا کیا نام ہے؟''

''البا.....!'' اُس نے جواب دیا۔

''استنبول یہاں سے کتنی دُور ہے؟''

''نوسو کلومیٹر۔''

''خوب..... تمہیں ہمارے یہاں آنے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟''

''تم نے دوسری بار یہ سوال کیا ہے۔ یہ سوال ہمارے لئے ایک گالی ہے۔ براہِ کرم! بار بار یہ گالی مت دو۔'' چرواہے نے کہا۔

''تمہارا شکریہ خاتوف! ہم دراصل برف کے طوفان میں پھنس گئے تھے۔ بڑی مشکل سے نکل پائے ہیں۔ ہمیں چند چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔ کیا تمہاری بستی میں کوئی بڑھئی موجود ہے؟''

''بڑھئی..... ہاں، ہے۔ ارسنوف، ہر قسم کا فرنیچر بناتا ہے اور باہر لے جا کر بیچ دیتا ہے۔''

''کیا استنبول جا کر؟''

''نہیں..... استنبول تو بہت دُور ہے۔ وہ عدانہ جاتا ہے۔''

''کیا اُس کے پاس سواری کا بندوبست ہے؟''

''ہاں..... تین گھوڑوں کی گاڑی۔ جس میں وہ آتا جاتا ہے۔''

''ہماری اِس انوکھی گاڑی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ کسی کے کام آ سکتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا..... لیکن تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم برائے کرم! تکلیف کر کے ہمیں ارسنوف سے ملوا دو۔ ہمیں اُس سے کچھ کام ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''میں اُسے دیکھ لوں گا۔ اگر وہ عدانہ نہیں گیا ہے تو آ جائے گا۔'' خاتوف نے جواب دیا۔

''بس، بابا خاتوف! اس کے علاوہ ہمیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اور بوڑھا تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھ کر چلا گیا۔ ہم دونوں آرام کرنے لگے۔

دوسرے دن صبح بوڑھے خاتوف نے ہمیں ناشتہ پیش کیا جو بہت عمدہ اور تازہ چیزوں پر مشتمل تھا۔ ناشتے پر ہی اُس نے بتایا کہ اُس کی ملاقات ارسنوف سے ہوگئی ہے۔ اس نے مہمانوں کا پیغام اُسے دے دیا ہے۔

''کب آئے گا وہ.....؟''

''میں نے اُسے کہہ دیا تھا کہ سورج چڑھے آئے۔ ممکن ہے، مہمان دیر سے جاگنے کے عادی ہیں۔ ہاں! اگر تم کہو تو میں جا کر اُسے بلا لاؤں۔ اس کے بعد میں اپنی بھیڑیں چرانے چلا جاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے بابا! تم یہ تکلیف کرو۔'' میں نے کہا اور خاتوف ناشتے کے بعد چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک گٹھے ہوئے جسم کے سادہ لوح شخص کے ساتھ واپس آیا تھا۔

''یہ ارسنوف ہے..... اور اب مجھے اجازت دیں، ورنہ دیر ہو جائے گی۔ اس بستی کے مہمان، سب کے مہمان ہوتے ہیں۔''

''یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے خاتوف! تم جاؤ۔'' ارسنوف نے مسکراتے ہوئے کہا۔ خاتوف کے جانے کے بعد ہم سے بولا۔ ''ہاں تو معزز لوگو! میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں؟''

''تم لکڑی کا کیا کیا کام کر لیتے ہو ارسنوف؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''لکڑی سے جو جو کام ہوتا ہے، وہ میں کر لیتا ہوں۔''

''گویا تم اپنے کام کے ماہر ہو۔'' فلیکس مسکرایا۔

''ہاں جناب! لوگوں کا یہی خیال ہے۔ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟''



''ہم نے ایک برفانی گاڑی میں سفر کیا ہے۔ یہ گاڑی عجیب وغریب چیزوں سے تیار کی گئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ تمہارے کس کام آ سکتی ہے؟ ہم چاہتے ہیں کہ معاوضے میں تم وہ لکڑی ہم سے لے لو اور اپنے استعمال میں لاؤ۔ اس کے عوض تمہیں ہمارے لئے دو کام کرنے ہوں گے۔''

''معاوضے کی بات چھوڑو۔ کیونکہ تم، ہمارے مہمان ہو۔ اور ہماری روایات کے مطابق مہمان ہمارے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ! کہ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

''میرا دوست، ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے محروم ہے۔ تم اس کے لئے لکڑی کا ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ، اس کے سائز کے عین مطابق بنا دو۔ اور اس کے بعد عدانہ تک چھوڑ دو۔ اس! یہ ذمہ داری ہم، تمہارے اُوپر ڈالنا چاہتے ہیں۔''

''ہوں.....!'' ارسنوف کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ہاتھ تو لکڑی کا بنا دیا جائے گا۔ ظاہر ہے، اس سے کوئی کام نہیں لیا جا سکتا۔ لیکن پاؤں کو سہارا دینے کے لئے کیا بیساکھی مناسب نہیں ہوگی؟''

''یہ اندازہ نہیں ہونا چاہئے کہ پاؤں مصنوعی ہے۔ میرا دوست مصنوعی پاؤں کے سہارے چلنے کی مشق رکھتا ہے۔ پہلے اس کے پاس پاؤں تھا لیکن وہ برفانی طوفان کی نذر ہو گیا۔''

''ہوں..... یہ بات ہے۔ اچھا! تو کیا میں کٹے ہوئے پاؤں کو آخری حصے سے دیکھ سکتا ہوں؟'' ارسنوف نے پوچھا۔

''ہاں..... کیوں نہیں؟'' فلیکس نے کہا۔ پھر اُس نے اپنا لباس اُٹھا کر کٹا ہوا پاؤں دکھایا۔ اور اس کے بعد ہاتھ بھی۔ ارسنوف نے بغور دونوں چیزوں کو دیکھا اور سوچتا رہا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے..... دونوں چیزیں تیار ہو جائیں گی۔ بہتر ہے کہ تم، مجھے اسی وقت ناپ لینے کی اجازت دے دو۔''

''ضرور، ارسنوف! ظاہر ہے کہ ہماری خواہش بھی یہی ہے کہ تم جلد از جلد ہمارا یہ کام کر دو۔''

''تب میں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔'' اُس نے کہا اور پھر ہم سے اجازت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



لے کر چلا گیا۔

اُس کے جانے کے بعد ہم دونوں خاموش کچھ سوچتے رہے تھے۔ ارسنوف کے آ
ہم نے اتفاق سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ ارسنوف، ناپ لینے کی چیزیں لے کر آیا تھا۔
نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے دوست کو اپنے سہارے سے کھڑا کرلوں۔ میں نے ایسا
ارسنوف نے کھڑے ہوئے فلیکس کا ناپ لیا اور اُس کے پاؤں کی موٹائی، نیچے کی
غرض ہر چیز کو ناپا۔ پھر ہاتھ کی باری آئی۔ اس کے بعد اُس نے اُسے لٹا کر اُس کا ناپ

''دو دفعہ ناپ لینے کی ضرورت کیوں پیش آئی ارسنوف؟'' میں نے پوچھا۔

''کھڑے ہونے سے پاؤں پر دباؤ پڑتا ہے۔ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس دباؤ کا
ہے؟ اور کھڑے ہونے سے پاؤں کتنا چھوٹا ہوتا ہے؟ اور گوشت، کتنا دبتا ہے؟''

''یوں لگتا ہے، جیسے تم واقعی اپنے کام کے ماہر ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے
ارسنوف نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر چند ساعت کے بعد بولا۔

''اب تم مجھے وہ برف کی گاڑی دکھا دو۔ مجھے چنداں، اس معاوضے کی ضرورت
ہے، جس کا تذکرہ تم نے کیا ہے۔ میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ممکن ہے، پاؤں
تیاری کے سلسلے میں اس میں سے کوئی ایسی چیز مل جائے جو کام کی ہو۔''

''اوہ..... ضرور ارسنوف! اس کے لئے تمہیں، میرے ساتھ چلنا ہوگا۔'' میں نے
ارسنوف تیار ہوگیا۔ پھر میں، فلیکس سے اجازت لے کر ارسنوف کے ساتھ باہر آ گیا
سا فاصلہ طے کر کے ہم، اُس انوکھی گاڑی تک پہنچ گئے جو سب کے لئے حیرت ناک
ارسنوف نے بھی تعجب سے اُس گاڑی کو دیکھا تھا۔

''خوب چیز ہے۔ تمام کی تمام قیمتی چیزوں سے آراستہ..... اور جس چیز کی مجھے
ہے، وہ اس میں موجود ہے۔''

''تمہیں کس چیز کی تلاش تھی ارسنوف؟'' میں نے پوچھا۔

''کسی ایسی نرم چیز کی، جو گوشت اور لکڑی کے درمیان کی جگہ کو لچک دار بنا دے
اس کی سیٹوں میں ایسا ربڑ موجود ہے۔ ویسے میں تمہیں مشورہ دُوں کہ اس قیمتی گاڑی
کباڑی کے ہاتھ فروخت کر دو۔ وہ تمہیں اس کی اتنی قیمت دے گا کہ تم مطمئن ہو جاؤ
ارسنوف نے کہا۔

''ہم اسے فروخت نہیں کرنا چاہتے ارسنوف! بس..... تم، ہمارا کام کر دو۔ اور ا



بعد یہ گاڑی تمہاری ملکیت ہوگی۔''

''میں نے کہا نا، تم بار بار کیوں اس کی تلقین کر رہے ہو کہ میں، مہمانوں سے معاوضہ وصول کروں؟ میں تم سے یہ گاڑی خرید لیتا، کیونکہ اس میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو میرے کام آئیں گی۔ لیکن میں اس کی صحیح قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ میرے پاس تو ایک معمولی سی رقم پڑی ہوئی ہے جس کے عوض یہ مجھے مل جاتی تو میں اس سے کافی فائدہ اُٹھا سکتا تھا۔ لیکن وہ اتنی معمولی ہے کہ میں، تمہیں گاڑی کے عوض دیتے ہوئے شرمندگی محسوس کروں گا اور سوچوں گا کہ بالآخر میں نے تمہاری پیشکش قبول کر لی۔''

''خیر..... یہ ساری باتیں بعد کی ہیں ارسنوف۔ بس! تم اپنا کام شروع کر دو۔'' میں نے کہا اور اُس نے گردن جھکا دی۔

پھر اُس نے میری اجازت سے اُس گاڑی میں سے چند چیزیں نکال لیں اور واپس چلا گیا۔

واپس آ کر میں نے فلیکس کو اس بارے میں بتایا اور فلیکس کہنے لگا۔ ''یوں لگتا ہے، جیسے یہ شخص واقعی اپنے کام کا ماہر ہو۔''

''ہاں..... باتوں سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ جو کچھ کر کے لاتا ہے، وہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟''

''ٹھیک ہے..... خدا کرے! یہ جلد اپنا کام مکمل کر لے۔'' فلیکس نے کہا اور مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ''بہرصورت کین، میرے دوست! تم نے میری بہت مدد کی ہے۔ میں زندگی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھے کوئی اتنا اچھا ساتھی مل سکتا ہے جو سخت ترین مراحل میں میرا ساتھ دے سکتا ہے۔''

''یہ باتیں اب پرانی ہوگئی ہیں فلیکس! چنانچہ اب ہمیں نئے موضوع تلاش کرنے چاہئیں۔ سوچنا یہ ہے کہ استنبول سے ہم کہاں جائیں؟ اور اس کے بعد کس انداز میں اپنا کام شروع کریں؟''

''یہ تو زیادہ مشکل بات نہیں ہے ڈیئر کین! بس..... ابتدائی مراحل طے ہو جانے دو۔ اس کے بعد سب کچھ دیکھ لیں گے۔'' وہ خاموش ہوگیا..... شام کو بابا خاتوف واپس آ گیا۔

بابا خاتوف نے ہم سے ہماری ضروریات کے بارے میں پوچھا اور ہم نے اُس کا شکریہ ادا کیا کہ اُس نے ہر طرح ہمارا خیال رکھا۔ ارسنوف کے بارے میں اُس نے پوچھا تو میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نے اُسے بتایا کہ ہم نے اُسے جس کام کے لئے بھیجا ہے، وہ اُسے بتا دیا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ، ہمارا کام کس حد تک انجام دیتا ہے؟''

''اگر تمہارا کام، بڑھئی کے کام سے متعلق ہے تو یقین کرو! ارسنوف سے عمدہ بڑھئی، اس بستی میں موجود نہیں ہے۔ اس بستی کے علاوہ استنبول تک اُس کا فرنیچر پسند کیا جاتا ہے۔'' خاتوف نے کہا۔

''بلاشبہ! ایسا ہی ہو گا۔'' اُس نے کہا۔ پھر رات ہو گئی اور بوڑھا خاتوف ہمیں اس علاقے کے قصے سنانے لگا۔

تین دن صرف ہوئے تھے ارسنوف کو اپنا کام مکمل کرنے میں۔ اور اُس وقت، جب میں اور فلیکس بیٹھے اُس نقشے کو ترتیب دے رہے تھے، جس کے مطابق ہمیں سفر کرنا تھا، ارسنوف نے باہر سے آواز دے کر اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

''آ جاؤ ارسنوف!'' میں نے جواب دیا اور ارسنوف اندر آ گیا۔ کپڑے میں لپٹی چیزیں، اُس کے پاس تھیں جنہیں اُس نے ہمارے سامنے کھول دیا۔ اور بلاشبہ! یہ انسانی اعضاء کی حیرت انگیز نقل تھی۔ اُنہیں دیکھنے کے بعد یہ بات تسلیم کرنی پڑتی تھی کہ ارسنوف اپنے کام میں بے حد مشاق ہے۔ خاص طور سے اُس نے اُن چیزوں کو جسم میں فٹ کرنے کے لئے جو کمانی بنائی تھی، وہ قابل تعریف تھی۔ دونوں چیزوں پر فلیکس کی کھال کے رنگ کو نظر رکھتے ہوئے رنگ کیا گیا تھا۔ اور ایک نگاہ میں کوئی بھی نہیں پہچان سکتا تھا کہ ان میں کوئی چیز مصنوعی ہے۔

''اگر کبھی میں اپنی زندگی میں سیٹ ہو گیا ارسنوف! تو تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا۔ انسانی اعضاء تیار کرنے والی ایک فرم کھولوں گا، جس میں تربیتی شعبہ تمہارے حوالے ہو گا۔ بلاشبہ! تم اپنے کام کے ماہر ہو۔''

''گویا تم، میرے کام سے مطمئن ہو؟''

''آہ..... تم نے اس میں جو، ربڑ استعمال کیا ہے اس نے میری ایک بڑی مشکل حل کر دی ہے۔ لکڑی یا لوہے کے استعمال سے میرے گوشت میں چبھن ہوتی تھی، جس سے تکلیف کے علاوہ میری چال میں ہلکی سی لنگڑاہٹ آ جاتی تھی۔ میرا خیال ہے، اب یہ نقص بھی دُور ہو گیا۔

''لاؤ! میں اِسے فٹ کر دُوں۔'' ارسنوف نے کہا اور پھر وہ اپنے کام میں مصروف



گیا۔ ٹانگ اور ہاتھ، اُن کی جگہوں پر فٹ کر دیئے گئے اور فلیکس ایک نارمل انسان کی طرح کھڑا ہو گیا۔

''اُسے بے جھجک چلتے دیکھ کر ارسنوف نے کہا۔'' میں نے بلاشبہ! لکڑی کی ایک ٹانگ بنائی ہے۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اندر کوئی مکینزم فٹ نہیں کیا تھا۔ اس کی کارکردگی حیرت انگیز ہے۔''

میں یوں حیرت نہ کر سکا۔ میں پہلے بھی فلیکس کو دیکھ چکا تھا۔ اور وہ اتنی مہارت سے سپرنگ کی ٹانگ سے چلتا تھا کہ یہ اندازہ قطعی نہیں ہوتا تھا کہ اُس کی ٹانگ مصنوعی ہے۔ چنانچہ اب پھر وہ اپنی اصل حالت میں تھا۔

''تمہیں حیرت ہو گی کین! کہ میں اپنے ہاتھ کو بھی ایک مخصوص انداز میں جنبش دے سکتا ہوں۔ فلیکس نے اپنا ہاتھ ہلا کر دکھایا۔'' اور اگر اس ہاتھ میں تھوڑی سی تبدیلی کر دی جائے یعنی اس کو کہنی کے پاس سے موڑا جا سکے اور کچھ ایسے سپرنگ لگا دیئے جائیں جو مضبوط اور طاقتور ہوں، اس کے علاوہ اس کی اُنگلیوں میں بھی وہی سپرنگ استعمال کئے گئے ہوں تو میں اس ہاتھ کو اپنے پنجے کے انداز میں جنبش دے سکتا ہوں۔ مگر یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ ہاں! اگر کبھی مجھے بہتر زندگی کے مواقع ملے تو میں اپنے اِن اعضا کو مکمل کروں گا۔''

''کیوں نہیں فلیکس؟ ہمیں یہ مواقع جلد ہی حاصل ہونے والے ہیں۔ بہرصورت! اپنے دوست، ارسنوف کا شکریہ تو ادا کرو۔ اس نے ہماری جو مشکل حل کر دی ہے، اس کا تو کوئی جواب نہیں ہے۔

''بے شک..... بے شک! اور میرے دوست ارسنوف! میں واقعی تمہیں تمہاری اس مہارت کا معاوضہ ادا نہیں کر سکوں گا۔ لیکن ہم نے جس گاڑی کا تذکرہ کیا ہے، وہ اب تمہاری ملکیت ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ تم اسے قبول کرنے سے انکار نہیں کرو گے۔''

''صرف ایک صورت میں.....'' ارسنوف نے جواب دیا۔

''کوئی صورت نہیں..... بس! وہ تمہاری ملکیت ہے۔''

''نہیں میرے دوست! اگر یہ بات ہماری روایات کے خلاف نہ ہوتی تو مجھے اعتراض نہ ہوتا۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' میں نے سوال کیا۔

''یہی کہ میں اِسے بلا معاوضہ قبول نہیں کروں گا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''افوہ..... جب ہم تمہیں دینا چاہتے ہیں اور ہمیں کسی معاوضے کی ضرورت بھی نہیں تو پھر تمہیں کیوں انکار ہے؟''

''اس لئے کہ یہ میری مہمان داری کے خلاف ہوگا۔ میں نے اپنے مہمان کی خد سے تمہارا یہ چھوٹا سا کام کر دیا ہے۔ اگر تم یہ گاڑی میرے حوالے کر دیتے ہو بلاشبہ! میرے لئے بڑی قیمتی اور بڑی کارآمد ہے تو یہ میری محنت کا معاوضہ ہو جائے گا مہمانوں سے معاوضہ وصول کرنا میرے لئے گالی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے میری اس خدمت کے صلے میں تم، مجھے گالی نہ دو گے۔'' ارسنوف نے کہا اور میں نے فلیکس کی جانب دیکھا۔

''جبکہ ارسنوف نے کہا ہے کہ یہ گاڑی اس کے لئے بے حد کارآمد اور قیمتی ثابت ہوگی اور اس کے کئی کاموں میں آ سکے گی..... لیکن وہ اس کے لئے تیار بھی نہیں ہے کہ وہ گاڑی کو ہم سے بلا قیمت حاصل کرے۔ چنانچہ اس سے کیوں نہ قیمت حاصل کر لی جا جس کا ارسنوف نے تذکرہ کیا ہے؟''

''ہاں..... اگر یہ اسے گالی سمجھتا ہے تو ٹھیک ہے۔ بہرصورت! ہم اسے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ ہمارے عزیز دوست کی ضرورت ہے۔''

تب میں نے ارسنوف کی طرف دیکھا۔ ''ٹھیک ہے ارسنوف! جو رقم، تمہارے پاس وہ تم اس گاڑی کو خریدنے میں صرف کر دو۔ ہم اسے بیچنے کے لئے تیار ہیں۔''

''میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں میرے دوست! لیکن تم سوچ لینا، اگر تمہیں یہ رقم محسوس ہو تو پھر میں، اسے کباڑی کے ہاتھ فروخت کرائے دیتا ہوں اور اُس سے ضروریات کی وہ چیزیں خرید لوں گا، جو میرے لئے ضروری ہیں۔''

''ہرگز نہیں..... ہرگز نہیں! اب اس معاملے کو ختم کر دو۔ دیکھو! ہمارا دوست خاتوف ہے۔''

بوڑھے خاتوف نے زمین پر کھڑے ہوئے فلیکس کو دیکھ کر شدید حیرت کا اظہار کیا متعجبانہ انداز میں آگے بڑھا۔ اور پھر اُس نے فلیکس کی ٹانگ پر سے کپڑا ہٹایا اور حیران گیا۔

''ناممکن..... بخدا، ناممکن.....!'' اُس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''کیا ناممکن ہے خاتوف؟'' میں نے پوچھا۔



''کل تک تو..... صبح تک تو..... ہمارے دوست کی یہ کیفیت نہیں تھی۔ اس کی یہ ٹانگ تو موجود نہ تھی۔ بھلا ٹانگیں بھی کہیں اُگتی ہیں؟'' خاتوف نے سادگی اور حیرت سے کہا۔

''ہاں! اور اب اس کے یہ ٹانگ اُگ آئی ہے۔ اور اس کی ذمہ داری ہمارے دوست ارسنوف پر ہے۔''

''ارسنوف پر..... اوہ..... ارسنوف!..... تو کیا..... یہ ٹانگ لکڑی کی ہے؟'' خاتوف نے حیرت سے پوچھا۔ پھر وہ عجیب انداز میں ہنس پڑا اور کہنے لگا۔ ''ٹانگ تو لکڑی کی پہلے بھی دیکھی ہے۔ لیکن وہ عجیب سی ہوتی ہے۔ اس پر دو کھپچیاں لگی ہوتی ہیں اور سب سے اُوپر بغل میں ٹکانے کی جگہ..... لیکن یہ ٹانگ، بدن میں کیسے پہنچ گئی؟ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ کیا تم چل سکتے ہو؟'' خاتوف اس سارے معاملے سے بہت متاثر نظر آ رہا تھا۔ فلیکس نے اُسے چل کر اور اپنے ہاتھ کو جنبش دے کر دکھایا اور خاتوف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بہت دیر تک وہ تعجب کا اظہار کرتا رہا۔ پھر اُس نے مسرور لہجے میں کہا۔ ''واہ، میرے دوست ارسنوف! مجھے کیا پتہ تھا کہ تم لکڑی کے جادوگر ہو..... میں نے آج تمہارے جادو کو دل و جان سے قبول کر لیا ہے۔''

''اور ہم دونوں نے تمہاری محبت کے جادو کو۔'' بابا خاتوف! تم نے اور تمہارے دوست ارسنوف نے جو بہترین سلوک ہمارے ساتھ کیا ہے، ہم اسے تا زندگی نہیں بھولیں گے۔ اب چونکہ ہماری ضرورت پوری ہو چکی ہے، اس لئے ہمیں اجازت دو۔ کیونکہ کچھ دوسرے کام بھی ہیں۔ ہمارے اپنے ساتھی، ہماری موت کا یقین کر چکے ہوں گے۔''

''اوہ..... اگر یہ بات ہے تو میں، تمہیں نہیں روکوں گا۔''

''بات اب پھر ارسنوف پر آتی ہے۔ کیا ہمارا دوست، عدانہ روانگی کے لئے تیار ہے؟''

''میں تو اپنا کام تقریباً مکمل کر چکا تھا۔ عدانہ کے ایک رئیس آدمی نے صندل کی لکڑی کا کچھ فرنیچر بنوایا تھا، جو میں نے تیار کر لیا ہے۔ اس بار دوسری کوئی چیز فروخت کے لئے موجود نہیں ہے۔ اس لئے میں فرنیچر لے جانے کے لئے تیار ہوں۔''

''تو پھر، ہم کب روانہ ہو رہے ہیں؟''

''کل..... علی الصبح، اگر برف باری نہ ہوئی تو.....''

''ٹھیک ہے۔ شکریہ ارسنوف! ہم بستی البا کو عرصے تک نہیں بھول سکیں گے۔ اس بستی نے ہمیں نہ صرف زندگی کا پیغام دیا، بلکہ ایسے دوست بھی جنہوں نے خلوصِ دل سے ہماری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



مدد کی۔

''یہ ہماری روایت ہے۔ اسے یاد رکھنا۔ یہی ہماری محبت کا صلہ ہے۔'' خاتوف نے کہا۔

''اور پھر رات کو کئی بار اُٹھ کر میں نے آسمان دیکھا۔ مطلع صاف تھا۔ گویا برف باری کے امکانات نہیں تھے۔ اس علاقے میں سفر کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا۔ میں تو خیر پروا نہیں تھی۔ لیکن یہاں کے لوگوں کی یہی روایت تھی کہ وہ برف باری میں سفر نہیں کرتے تھے۔

صبح ہوئی تو آسمان چمک دار تھا۔ دھوپ بھی نکل آئی تھی۔ چنانچہ ارسنوف اپنی تین گھوڑوں والی گاڑی کے ساتھ آ موجود ہوا۔ خوبصورت اور آرام دہ گاڑی تھی، جس کے عقبی حصے میں خوشبو دار لکڑی کا فرنیچر لدا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں اور پانی کے برتن..... لیکن سب سے پہلے ارسنوف نے وہ رقم، ہمیں پیش کی جس کے بارے میں اُس نے تذکرہ کیا تھا۔

''تم ہمیں شرمندہ ہی کرنے پر تلے ہوئے ہو ارسنوف! تو ٹھیک ہے۔'' میں نے وہ رقم قبول کر لی۔ بہرحال! تھوڑی بہت رقم ضروری بھی تھی۔ عدانہ کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات نہیں تھیں۔ ممکن ہے، وہاں رقم کے حصول میں دقت پیش آتی۔ اس لئے یہ تھوڑی سی رقم بھی کارآمد تھی۔

''شرمندگی کی کیا بات ہے جناب؟ جو قیمتی چیز، آپ نے مجھے دی ہے، اس سے تو میرا کاروبار چمک اُٹھے گا۔ میں اس سے ہزار گنا فائدہ حاصل کروں گا۔ اب ہمیں چلنا چاہئے۔''

ہم دونوں، خاتوف نے رُخصت ہو کر گاڑی میں سوار ہو گئے اور گاڑی کچی سڑک پر دوڑنے لگی۔

ارسنوف، ہمیں اس علاقے کے بارے میں بتانے لگا۔ ہماری توجہ اس کی جانب نہیں تھی۔ کیونکہ ہم اپنے طور پر کچھ سوچ رہے تھے۔ بڑا طویل سفر تھا۔ گھوڑے خاصی تیز رفتاری سے دوڑ رہے تھے۔ تا حدِ نگاہ، سفید برف سے ڈھکی پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔

تقریباً چھ گھنٹے تک دوڑنے کے بعد ارسنوف نے گھوڑے روک لئے اور نیچے اُتر آیا۔

''میرا خیال ہے جناب! اب ہمیں آرام کرنا چاہئے۔ گھوڑے بھی تھک گئے ہیں۔ تقریباً چار گھنٹے آرام کرنے کے بعد ہم مزید دو گھنٹے سفر کریں گے اور عدانہ پہنچ جائیں گے۔ رات وہاں گزاریں گے اور پھر کل صبح سفر کریں گے۔''

''ٹھیک ہے ارسنوف! تم تو اکثر آتے جاتے ہو۔''



''ہاں..... یہ میرا معمول ہے۔''

''بس..... تو ٹھیک ہے۔ تم اپنے معمول پر عمل کرتے رہو۔'' میں نے کہا اور ارسنوف نے گھوڑے کھول دیئے۔ گھوڑوں کو گھاس وغیرہ ڈالنے کے بعد وہ اپنے کھانے پینے کی چیزیں نکالنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فارغ ہو کر آرام کرنے لیٹ گئے۔ فلیکس بھی آرام کر رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ میری طرف دیکھنے لگتا۔ ایک بار میں نے اُسے اپنی طرف متوجہ پایا تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بار بار میری طرف کیوں دیکھنے لگتے ہو فلیکس؟'' میں نے سوال کیا اور وہ آہستہ سے ہنس پڑا۔

''بس..... یوں سمجھو! ایک بچکانہ سوچ ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیا سوچ ہے..... مجھے بھی بتاؤ!''

''حالانکہ ہم لوگ عمل کی اس دنیا میں ہیں اور اس جگہ ہیں، جہاں ہمیں کسی طرح بچپنے کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ اور نہ ہی لوگ ہمارے بارے میں یہ توقع کر سکتے ہیں۔ لیکن چالاک سے چالاک انسان بھی تھوڑا بہت معصوم ضرور ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات معصومیت کی کوئی سوچ اُس کے ذہن میں ضرور اُبھرتی ہے۔''

''ہاں..... اس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

''میں سوچتا ہوں کین! کہ کیا ہم لوگ ایک ڈرامائی حیثیت نہیں رکھتے؟'' فلیکس نے میری جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''ڈرامائی حیثیت سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''مثلاً یہ کین! کہ میرے بارے میں تم کافی حد تک جان چکے ہو۔''

''بالکل درست!''

''کین! میری فطرت بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ میں عادتاً مجرم نہیں تھا۔ ایک شریف اور ذمہ دار آدمی کی حیثیت سے میں نے ایک طویل وقت گزارا ہے۔ لیکن بالآخر ایک وقت ایسا آ گیا کہ میری وہ زندگی ختم ہو گئی جو ایک ذمہ دار شخص کی تھی۔ دولت کے حصول کا نشہ، میرے ذہن میں بھی سرایت کر گیا اور میں نے اس کے لئے ایک راستہ بھی تلاش کر لیا۔ میں نے جس قدر محنت کی ہے کین! تم بھی اس کے بارے میں کسی حد تک اندازہ لگا سکتے ہو۔ اور جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کچھ میرے ساتھ بیتی، بہرصورت! وہ میری ذات کے لئے المیہ ہے۔ انسان اپنے اعضاء سے محروم ہونے کے بعد دنیا کی بہت سی نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا۔ لیکن زندہ رہنے کی خواہش اتنی پُرکشش ہوتی ہے کہ ہم بعض اوقات اپنی محرومیوں کو بھی بھول بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے خود کو ان حالات میں اسی چیز کے لئے تیار کیا کہ بہرصورت! میں ایک بہتر زندگی گزاروں۔ ان سارے ہنگاموں میں کین! میری زندگی میں کوئی ایسا شخص نہیں آیا اور نہ ہی والد یا بہن بھائیوں کا وہ ورثہ یا ترکہ مجھے ملا، جو ہر انسان کا حق ہوتا ہے اور جو اُنہیں بلا معاوضہ مل جاتا ہے۔ میں ان ساری چیزوں سے محروم ایک آدمی تھا۔ لیکن کبھی کبھی اُن تنہائیوں میں، جن میں، میں اپنی اصل حیثیت سے جھلکتا تھا، مجھے محسوس ہوتا تھا کہ اگر کوئی میرا ہوتا تو مجھے برا نہ لگتا۔ لیکن کسی کی تلاش میرے بس کی بات نہیں تھی۔ اور نہ ہی میں یہ فطرت یا یہ عادت رکھتا تھا۔ ہاں! اگر کوئی قریبی شخص ہوتا تو شاید میں اُس کا بہترین دوست یا ساتھی ہوتا۔ کیونکہ فطرتاً میں انسان پسند ہوں، انسان بیزار نہیں۔ ان حالات میں اتفاق مجھے تمہارے نزدیک لے آیا اور یوں لگتا ہے، وہ اتفاق ایک ڈرامائی پہلو رکھتا ہے۔ تم میرے ہم شکل ہو۔ ان حالات میں بھی اگر تم، میرے نزدیک نہ ہوتے اور میں تمہیں دیکھتا تو یقیناً تمہارا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ کیونکہ تمہارے اندر ایک انوکھی کشش پاتا ہوں۔ یوں بھی کوئی اپنے ہم شکل کو دیکھ کر اُسے نظر انداز نہیں کرسکتا۔ لیکن تم اتفاق دیکھو! اور یہ بھی دیکھو، کہ تم کتنے اعلیٰ کردار کے مالک نکلے..... اور اگر یہ کردار نہ رکھتے تو میرے لئے اس سے بڑا المیہ کون سا ہوسکتا تھا؟ یعنی میں اُسی شخص کے ہاتھوں مارا جاتا، جو میرا ہم شکل تھا۔ اور مجھے پسند تھا۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں کین! جو سخت ترین حالات میں اور ایسی صورت میں، جب کہ اُنہیں اُن کا مقصود حاصل ہو جائے، کسی کے لئے اپنی زندگی خطرے میں ڈالتے ہیں۔ حالانکہ تم مجھے بار بار کہہ چکے ہو کہ میں ان گزرے ہوئے ایام کا تذکرہ نہ کروں۔ اور تم بار بار منع کر چکے ہو کہ میں ان حالات کا خیال نہ کروں جو تمہارے، میرے اُوپر احسان ہیں۔ لیکن اس وقت میں دوسرے پیرائے میں گفتگو کر رہا ہوں۔ اب ساری چیزیں، اس محبت کے سامنے ہیچ ہیں کین! جو میرے اور تمہارے درمیان پیدا ہوگئی ہے۔ ہمیں اس راز کی قیمت مل جائے گی، جو میرے پاس محفوظ ہے۔ لیکن کوئی اس کے بعد ہماری اس محبت کی قیمت ادا نہیں کرسکتا، جو ہمارے درمیان ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''کہتے رہو.....!'' میں مسکرا کر بولا۔



''اگر تم، ان الفاظ کی روشنی میں مجھے احمق قرار دو گے، تب بھی میں خلوصِ دل سے اس خطاب کو قبول کرلوں گا۔ کیونکہ یہ وہ آواز ہے جو میرے سینے سے نکل جانا چاہتی ہے۔''

''میں اس آواز کو پوری طرح محسوس کر رہا ہوں فلیکس! تم ان الفاظ میں اس آواز کی توہین نہ کرو۔''

''میں توہین نہیں کر رہا کین!''

''پھر یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو؟''

''اس لئے کہ اب تک تمہارا بھرپور اعتماد حاصل نہیں کرسکا۔''

''اعتماد.....؟'' میں نے اُسے دیکھا۔

''ہاں..... میں غلط تو نہیں کہہ رہا کین؟''

''تم نے کہاں یہ بات محسوس کی فلیکس؟''

''دیکھو میرے دوست! اگر میں کہیں غلط بول جاؤں تو سزا دے لینا، نظر انداز مت کرنا یا ناراض مت ہونا۔ میں مذہبی آدمی نہیں ہوں۔ کین! جو چیز تمہیں میرے الفاظ کا یقین دلا دے، مجھے بتاؤ! میں اس کا حوالہ دُوں۔'' نہ جانے کیوں فلیکس جذباتی ہو رہا تھا؟ میں نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اُس نے اپنا اکلوتا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے مضبوطی سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ فلیکس نے بھی اپنے فولادی پنجے کی گرفت مضبوط کر دی۔

''ہمارے درمیان یہ اعتماد سب سے بڑی قسم ہے۔'' میں نے کہا۔

''اسی اعتماد کی قسم کین! اگر کوئی ساری دنیا کی بادشاہت بھی میرے حوالے کر دے تو میں، تمہارے مفاد کے خلاف کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوں گا۔''

''اسی اعتماد کی قسم..... مجھے اعتبار ہے۔''

''پھر میں تم سے ناواقف کیوں ہوں؟''

''ناواقف.....؟''

''ہاں..... جس طرح میں نے ماضی کی کتاب، تمہارے سامنے کھول دی ہے، اسی طرح تم، میرے سامنے عیاں نہیں ہو۔''

''اوہ.....!'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ ''اس میں بے اعتباری کو کوئی دخل نہیں ہے فلیکس!''

''پھر.....؟'' اُس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''بس! میری کچھ ذہنی کیفیات ہیں۔''

''کیا تمہیں ماضی دُہراتے ہوئے تکلیف ہوگی؟''

''ایسی بات بھی نہیں ہے۔ میں حقیقت سے آنکھیں بند کرنے کا قائل نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''پھر مجھے بتاؤ کین! مجھے، تمہاری دوستی پر اعتماد ہے۔ میں تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے اتنا بے چین نہ ہوتا، لیکن.....''

''لیکن کیا.....؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تمہاری شخصیت مجھے مجسم راز نظر آتی ہے۔ میں صرف اس راز کو کھولنا چاہتا ہوں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ میرا ہم شکل، اس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک کیوں ہے؟ اس کی اپنی حیثیت کیا ہے؟ اور میں، اس دلچسپ انسان سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اس بات سے دل میں اعتماد بھی پیدا ہوتا ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

لیکن میرا چہرہ سخت ہوگیا تھا۔ ایک احساس میرے ذہن کو گرم کر رہا تھا..... اور پھر جب میں بولا تو اپنی آواز کی تلخی میں نے خود محسوس کی تھی۔

''زندگی کے آئندہ راستے منتخب کرتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا تھا فلیکس! کہ دنیا کی کسی شخصیت کو خود سے اس قدر قریب نہیں کروں گا کہ کبھی اس سے کسی ذہنی کوفت کا شکار بنوں۔ تم بھی فلیکس! میرے لئے صرف اس حد تک قابل قدر تھے کہ تم معذور تھے۔ اگر تم صحیح وسالم انسان ہوتے تو خدا کی قسم! میں تمہیں ڈاج دے کر تمہارا راز لے کر نکل بھاگتا۔ لیکن پھر تمہارے لئے میرے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی اور اس کے بعد تمہاری شخصیت نے مجھے متاثر کرلیا۔''

''میں جانتا ہوں۔ دلیر انسان کبھی کسی کمزور کو دھوکہ نہیں دیتا۔ اس لئے کہ میں خود بھی دلیر ہوں۔ دولت اتنی بڑی چیز نہیں ہے کہ اس کے لئے ضمیر کو قتل کر دیا جائے۔ بہرحال! اب تو تم نے اعتراف کرلیا ہے کہ تم خود بھی مجھ میں دلچسپی رکھتے ہو۔''

''ہاں..... اس سے انکار نہیں کروں گا۔''

''گویا، اب میں اس قابل ہوں کہ تمہاری کمزوری بن سکوں؟'' فلیکس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔ اور میں یہ چمک، چھین نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی۔



''ہاں! تم میری کمزوری بن گئے ہو فلیکس!''

''تب مجھے اپنے بارے میں بتاؤ!''

''تم، مجھ سے سوال کرو۔ میں کوئی دردناک آپ بیتی نہیں سناؤں گا۔'' میں نے کہا۔ میں اس وقت کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگیا تھا۔

''اوہ، ہاں..... ضرور!'' فلیکس مسکرا پڑا۔ ارسنوف نے ہمیں کافی کے کپ تھما دیئے۔ بہترین کافی تھی۔ ہم نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ ارسنوف، اپنے گھوڑوں کی مالش میں مصروف ہوگیا تھا۔

''میں ابتداء سے سوالات کروں گا کین! اور اس کی حیثیت ایک انٹرویو کی سی ہوگی۔'' فلیکس نے بچکانہ انداز میں کہا اور اُس کے اِس انداز پر مجھے ہنسی آگئی۔

''ٹھیک ہے.....'' میں نے گردن ہلا دی۔

''تمہارا پورا نام.....؟''

''ڈن کین!'' میں نے جواب دیا۔

''اور تمہارا تعلق فن لینڈ سے ہے؟''

''ہاں.....!''

''ڈیئر، ڈن کین..... کین، تمہارے والد کا نام تھا؟ ویسے میں فن لینڈ کی ایک کین فیملی کے بارے میں بھی جانتا ہوں، جو دنیا میں شہرت رکھتی ہے۔''

''میں اُسی کین فیملی کا ایک ممبر ہوں۔''

''اوہ، کیا واقعی.....؟ گویا تمہارا نام، ڈن کین ہے۔ اور تمہارا تعلق، کین فیملی سے ہے؟''

''ہاں.....!''

''یہ فیملی تو بہت مشہور ہے۔ میرا خیال ہے، اس کا آخری سربراہ آئن کین تھا۔ آئن کین سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟''

''وہ میرے والد ہیں۔''

''میرے خدا! اس طرح تو تم کین فیملی کے ہونے والے سربراہ تھے۔''

''ہاں.....!''

''پھر تم نے فن لینڈ کیوں چھوڑ دیا؟''

''اس لئے کہ یہ فیملی، تنزلی کا شکار ہوگئی تھی۔ حالانکہ اُس کی روایت تھی کہ اُس کا سربراہ،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اس فیملی کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اُس کے خزانے میں اپنی طرف سے اضافہ کرے اور ایک مضبوط حیثیت سے اُسے دوسرے سربراہ کے حوالے کر دے۔ لیکن میرے والد اس فیملی کی نیک نامی کے لئے داغ بن گئے۔ اُنہوں نے اُسے تاریک راستوں پر ڈال دیا۔ اور بالآخر اس فیملی کا وقار ختم کرنے کا باعث بن گئے۔ صرف روایات رہ گئیں اور لوگ، اُن روایات کا تذکرہ کر کے مسکرانے لگے۔ ڈن کو ایک کلرک کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ لیکن اُس نے یہ بدنامی قبول نہیں کی اور فن لینڈ چھوڑ دیا۔ اُس نے باپ کے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنے کے لئے جرائم کی زندگی اپنا لی۔ اور جب اُس نے دوبارہ دولت جمع کر کے اُس کی ساکھ بحال کر دی تو خود کو اُس فیملی سے علیحدہ کر لیا۔''

''کیوں، ڈن.....؟''

''اِس لئے کہ اب وہ خود کو اس فیملی کی پیشانی کا داغ سمجھنے لگا تھا۔''

''یہ تو غلط خیال تھا۔''

''کیوں غلط تھا؟''

''اس لئے کہ سب جانتے ہوں گے کہ اس سرنیم کو زندہ کرنے والا ڈن ہے۔''

''ہاں.....لیکن ڈن نے کسی کو یہ بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔''

''اوہ.....دوسرے لوگوں نے ڈن کو روکنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی؟''

''ڈن نے خود کو اُن کے سامنے ظاہر نہیں کیا۔

''اوہ!'' فلیکس نے گہری سانس لی۔ اور پھر پھیکے انداز میں مسکرانے لگا۔ ''ظرف، خون کا عطیہ بھی ہوتا ہے کین! عام لوگ اگر کسی وقتی جذبے سے متاثر بھی ہو جائیں تو اپنے اندر وہ خوبیاں نہیں پیدا کر سکتے جو خون میں شامل ہوتی ہیں۔''

''اور کوئی سوال باقی ہے؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں.....!'' فلیکس ہنس پڑا۔

''پوچھو یار.....!''

''میرے کیس میں کیسے اُلجھے؟ کیا کہیں سے بھنک پا گئے تھے؟''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں، اتفاقیہ طور پر سوئٹزر لینڈ پہنچ گیا تھا۔ وہاں اُن لوگوں کا شکار ہو گیا۔ اور اس کے بعد مجھ جیسے آدمی کو اس مسئلے سے خود کو الگ رکھنے کی کوشش، میرے اپنے بس کی بات نہیں تھی۔''



''نیچرل بات ہے۔'' فلیکس نے گردن ہلائی۔

''اور کوئی سوال باقی رہ گیا ہے؟''

''ہاں.....صرف ایک اور۔''

''وہ بھی کر ڈالو بھائی!'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''جرائم کی زندگی میں تم نے کوئی خاص پروگرام ترتیب دیا ہے، میرا مطلب ہے، تمہاری کوئی خاص لائن ہے؟''

''نہیں.....ابھی تک تجرباتی ادوار میں ہوں۔ جو کچھ کیا ہے، اس میں زیادہ تو انتقامی جذبے رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ ہی کچھ دولت حاصل کی، جس سے اپنی فیملی کا وقار بحال کیا۔''

''تم واقعی عظیم انسان ہو کین! میں تمہاری دوستی پر فخر کرتا ہوں۔ میں کسی طور تمہارا ہم پلہ تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن میرے دوست! تمہارا مداح ضرور رہوں گا۔ اور تمہارے اُوپر جان قربان کرنے کو میں اپنی زندگی کا مقصد بناؤں گا۔''

''تمہارا شکریہ فلیکس! بہرحال، میری زندگی کی اس تفصیل سے صرف تم واقف ہو۔ اور آج کے بعد اس بارے میں کوئی اور چھان بین نہ کرنا۔''

''وعدہ.....!'' فلیکس نے گردن ہلائی۔

''میرا خیال ہے، اب تمہارا اعتماد بحال ہو گیا ہوگا؟''

''خود پر فخر کر رہا ہوں۔'' فلیکس نے کہا۔ اس کے بعد ہم دونوں خاموش ہو گئے۔ میرے ذہن میں ماضی کی آندھیاں چل رہی تھیں اور تھوڑی دیر کے لئے ذہن ایک خلفشار کا شکار ہو گیا تھا۔ فلیکس بھی شاید میرے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔ پھر ہم دونوں ارسنوف کی طرف متوجہ ہو گئے، جو گھوڑوں کو تیار کر کے دوبارہ گاڑی میں جوت رہا تھا۔

ارسنوف نے دوبارہ سفر کی تیاریاں کر لیں۔ اور پھر سفر کا دوسرا دور شروع ہو گیا۔ یہ سفر دو گھنٹے تک جاری رہا۔ اور اس کے بعد شام جھک آئی۔ ارسنوف کے اندازے پوری طرح درست تھے۔ رات کو ہم ایک بستی کے قریب تھے۔ بستی کے کنارے ایک پھیلے ہوئے درخت کے سائے میں رات گزارنے کا بندوبست کیا گیا۔ بستی میں داخل ہونے کی چنداں ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ فلیکس، چلنے کی مشق کر رہا تھا۔ اُس کی کوشش دیکھ کر میں نے اُسے دل سے سراہا تھا۔ وہ بالکل عام انسانوں کی مانند چل رہا تھا اور ذرا بھی احساس نہیں ہوتا تھا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اُس کے جسم میں لکڑی کی کوئی ٹانگ بھی لگی ہوئی ہے۔

''میرا خیال ہے فلیکس! اگر تمہارے اِن ضائع شدہ اعضاء کے بدلے میں جدید ترین مسالے سے بنے ہوئے ہاتھ پاؤں نصب ہو جائیں تو شاید تم بھی اس بات کو محسوس نہ کرو کہ تمہارے اعضاء نقلی ہیں۔''

''اوہ، ڈیئر کین! تھوڑی سی مہلت مل جانے دو۔ تم دیکھو گے کہ میں نے کیا، کیا ہے؟''

''کیسی مہلت.....؟''

''تم خود اندازہ کر چکے ہو۔ یعنی جب میں قید ہو کر تمہارے سامنے آیا تھا تو کیا تم نے محسوس کیا تھا کہ میرے اعضا نقلی ہیں؟''

''قطعی نہیں.....!''

''میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں کہ میں کسی ایسی جگہ پہنچ جاؤں، جہاں مجھے میرے مطلب کی چیزیں مل جائیں۔ اس کے بعد میں اپنے اعضاء کو اس انداز میں ترتیب دُوں گا، جو دیکھنے کے قابل ہوگی۔''

''یعنی جدید ترین چیزوں سے؟''

''ہاں..... اور یہ اعضاء صرف میرے جسم کا سہارا ہی نہیں ہوں گے بلکہ کوئی ایسی کارآمد چیز ہوگی جو بوقت ضرورت کام آ سکے۔''

''خوب.....!''

''بلکہ اس بار میں نے اس کے لئے کچھ اور عمدہ باتیں سوچی ہیں۔''

''مثلاً.....؟'' میں نے پوچھا۔

''ابھی تو ایک احمقانہ خیال ہے۔ اس وقت تک کچھ نہیں کہوں گا جب تک عمل، مکمل نہ ہو جائے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''خیر! میں بھی اصرار نہیں کروں گا۔ ویسے ارسنوف کے پروگرام عمدہ ہوتے ہیں۔'' میں نے کہا اور پھر دونوں، ارسنوف کی کارروائیاں دیکھتے رہے۔ رات آرام سے گزری۔

دوسرے دن صبح، ہم ناشتے کے بعد پھر چل پڑے اور دن کو تقریباً بارہ بجے عدانہ پہنچ گئے۔ عدانہ کے بارے میں ہماری معلومات نامکمل تھیں۔ لیکن یہاں پہنچ کر حیرت ہوئی۔

یہ تو جدید ترین شہر تھا۔ شہر میں داخل ہو کر ارسنوف نے گاڑی روک دی اور ہم دونوں نیچے اُتر آئے۔ ''تمہارا شکریہ ارسنوف! اب ہمیں اجازت دو۔''



''مجبوری ہے دوست! ویسے تم لوگوں سے بڑی اُنسیت ہوگئی ہے۔'' ارسنوف نے ہم سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''ہم بھی تمہارے اور بابا خاتوف مسلم کے شکر گزار ہیں کہ اُنہوں نے ہماری بھرپور مدد اور بہترین تیمارداری کی۔''

''وہ ہمارا فرض تھا۔'' ارسنوف نے پُر اخلاق انداز میں کہا۔ اور ہم سے گلے مل کر رُخصت ہوا۔ ہم دونوں آگے بڑھے۔ فلیکس، میرے ساتھ چل رہا تھا۔ پھر ہم ایک بھرے پرے بازار میں نکل آئے۔ تب فلیکس نے کہا۔

''اب جبکہ ہم ایک بار پھر مہذب اور آزاد دنیا میں پہنچ گئے ہیں، تو ہمیں زندگی کی دوسری ضروریات کی بھی فکر کرنی ہوگی۔''

''بلاشبہ.....!'' میں نے کہا۔

''اس سلسلے میں کیا پروگرام ہے؟''

''کچھ نہ کچھ کر لیں گے۔'' میں نے لاپرواہی سے کہا۔ ''یہ کون سی بڑی بات ہے؟ پہلے کہیں قیام کا بندوبست کر لیا جائے۔''

''مناسب۔ بہرحال! ہمارے پاس تھوڑی سی رقم تو موجود ہی ہے۔'' فلیکس نے کہا اور ہم نے کسی ہوٹل کی تلاش شروع کر دی۔ زیادہ دُور نہیں چلنا پڑا۔ تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد ہمیں ترکی طرزِ تعمیر کی ایک خوبصورت عمارت نظر آئی جس پر ''ہوٹل مونا کو'' کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔

''فلیکس! تم اس ہوٹل میں بہ آسانی کوئی کمرہ حاصل کر سکتے ہو۔ اس میں مقیم ہو جاؤ۔ اور یہی بتاؤ! کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمہارا ملازم، تمہارا سامان لے کر آنے والا ہے۔ یہ کچھ رقم رکھ لو!'' میں نے جیب سے رقم نکال کر فلیکس کو دے دی۔

''تم.....؟'' فلیکس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''ضروری انتظامات کے لئے جا رہا ہوں۔''

''کب تک واپسی ہوگی؟''

''بہت جلد..... تم یہاں کس نام سے قیام کرو گے؟''

''جو تم بتاؤ۔''

''مسٹر ہاکن..... میں تمہارا کمرہ نمبر معلوم کر لوں گا۔'' میں نے جواب دیا اور فلیکس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



گردن ہلا دی۔ ویسے میں نے اُس کی آنکھوں میں تفکر کی پرچھائیاں دیکھی تھیں اور یہ محبت کا ثبوت تھا۔ وہ میرے لئے فکر مند تھا۔ حالانکہ اُسے جان لینا چاہئے تھا کہ چھوٹے معاملات، میرے لئے کیا اہمیت رکھتے ہیں۔

بہرحال! میں، وہاں سے چل پڑا۔ ابھی تک میرے ذہن میں کوئی خیال نہیں تھا رقم حاصل کرنے کے لئے اتنی زیادہ پریشانی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں سڑک پر چلتا رہا۔ یہ سڑک آگے جا کر دو طرفہ درختوں کے درمیان گھر گئی تھی اور مناظر حسین سے حسین تر ہوتے جا رہے تھے۔ آگے جا کر مجھے ایک چوراہا نظر آیا، جس پر ایک سیدھی تختی لگی تھی۔

''ازہر..... بارہ سو کلومیٹر۔'' گویا یہ سڑک، شہر سے باہر جاتی تھی۔ سامنے کے رُخ مجھے ایک پولیس پٹرول کار آتی نظر آئی اور میرے ذہن نے فوراً ہی ایک پروگرام ترتیب دے لیا۔ میں نے ایک نگاہ، سڑک کے کنارے ڈالی۔ لمبی گھاس والے کھیت دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان کھیتوں میں انسانی جسم، با آسانی چھپ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس طرف سے مطمئن ہو کر سڑک کا رُخ کیا اور زور زور سے ہاتھ ہلانے لگا۔ پٹرول کار کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ حالانکہ وہ خاصی تیز رفتاری سے آ رہی تھی۔ بہرحال! وہ میرے نزدیک آ کر رُک گئی۔ سامنے کی سیٹ پر دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں شاید ایک ڈرائیور تھا۔ دوسرا یقیناً کوئی افسر معلوم ہوتا تھا۔ کار کا پچھلا حصہ بالکل خالی تھا اور یہ بات میرے حق میں جاتی تھی۔ کار میرے نزدیک آ کر رُک گئی۔ افسر کا رُخ میری ہی جانب تھا۔ چنانچہ میں نے چہرے پر خوف کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''لاش..... جناب! لاش.....!''

''لاش.....؟'' پولیس افسر چونک پڑا۔

''ہاں.....!''

''کہاں.....؟'' اُس نے سوال کیا۔

''اُن کھیتوں کے درمیان پڑی ہوئی ہے۔ اُس کا سر اور جسم کے دوسرے اعضاء الگ الگ دیئے گئے ہیں۔ میں نے ابھی ابھی اُسے دیکھا ہے۔''

''ہوں.....!'' پولیس افسر نے جلدی سے دروازہ کھولا اور نیچے اُتر آیا۔ ''آؤ.....!'' اُس نے ڈرائیور کو بھی اشارہ کیا۔



ڈرائیور نے کار، جلدی سے سڑک کے کنارے روک دی اور دوسری طرف سے اُتر آیا۔

''کس طرف ہے.....؟'' پولیس افسر نے مجھ سے پوچھا۔ اور میں نے تھوڑے سے فاصلے پر لمبی گھاس والے کھیتوں کی طرف اشارہ کر دیا۔ پولیس افسر اُسی جانب دیکھنے لگا۔ اس دوران میں، میں اُن دونوں کا بغور جائزہ بھی لیتا رہا تھا۔

''میرے ساتھ آؤ!'' پولیس افسر نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور میں آگے آگے چل کر اُن کی رہنمائی کرنے لگا۔ میں نے پولیس افسر اور ڈرائیور کا بخوبی جائزہ لے لیا تھا۔ اچھے خاصے تندرست و توانا لوگ تھے۔ بہرحال! میں اُنہیں لئے ہوئے سڑک سے اُتر آیا۔ اب میرے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی کہ کوئی اور کار یا کچھ اور لوگ اِس طرف نہ آ نکلیں۔ حالانکہ بظاہر اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ کیونکہ دُور دُور تک سڑک صاف نظر آ رہی تھی۔

''تم اس طرف کس کام سے آئے تھے؟'' اُس نے سوال کیا۔

''بس جناب! اتفاقیہ طور پر۔ میں آپ کو پوری تفصیل سنا دُوں گا۔ پہلے آپ یہ دیکھیں کہ کس قدر خوفناک منظر ہے۔ کسی نے اُس غریب شخص کو بری طرح قتل کیا ہے۔ یہ دیکھیں۔ اس جگہ.....'' میں نے ایک جانب اشارہ کیا اور پولیس افسر نے گردن ٹیڑھی کی۔

بس! یہ لمحہ میرے لئے کافی تھا۔ میرا بھرپور ہاتھ، پولیس افسر کی گردن پر پڑا اور اُس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔ دوسرے لمحے ڈرائیور میری جانب گھوما۔ خاصا قوی ہیکل آدمی تھا۔ اُس نے سامنے کے رُخ سے میری جانب حملہ کر دیا اور یہ بڑی عمدہ بات تھی۔

اتنی جلدی سچویشن کا اندازہ کر کے اُس پر عمل کرنا بہرصورت! اُس کی ذہانت اور پھرتی کا عمدہ ثبوت تھا۔ لیکن میرا ذہن تو ایک سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کر رہا تھا۔ میں نے سامنے سے اُس کے حملے کو روکا اور دوسرے لمحے خود بھی اُس پر حملہ کر دیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ جدوجہد میں زیادہ وقت ضائع ہو۔ اس لئے میں نے کراٹے کا ایک خوبصورت ہاتھ، سر کے سامنے کے رُخ پر مارا اور اُس کا دماغ بھنا گیا۔ دوسرے لمحے میں نے اُس کی پشت پر ایک ضرب لگائی اور ڈرائیور، کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر آ رہا۔

''سوری فرینڈز.....!'' میں نے معذرت آمیز انداز میں اُن دونوں سے کہا اور دونوں کو کھینچ کر برابر برابر لٹا دیا۔

پھر میں نے اطمینان سے جھک کر پولیس افسر کا پستول، اُس کے ہولسٹر سے نکال لیا۔ فالتو میگزین کی بیلٹ بھی میں نے کھول لی تھی۔ اِن چیزوں کو اپنے لباس کے نیچے چھپانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کے بعد میں نے اُن دونوں کی تلاشی کی۔ پولیس افسر کی جیب سے مجھے اچھی خاصی کرنسی تھی۔ میں نے شکریہ کے ساتھ اس کرنسی کو اپنی جیب میں ڈال لیا۔ پھر میں پلٹا۔ لیکن اچانک میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

میں نے پلٹ کر پولیس افسر کی طرف دیکھا۔ معمولی سا فرق تھا۔ بہت ہی معمولی، ممکن ہے، محسوس بھی نہ ہو۔ میں نے اندازہ لگایا اور چند ساعت کے بعد میں اس فیصلے عملدرآمد کے لئے تیار ہو گیا۔

''معاف کرنا دوست! میں تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کر رہا ہوں۔ یقیناً عدالت میں یہ آمد تمہارے لئے نا خوشگوار ثابت ہوئی ہے۔ لیکن دیکھو! مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔'' میں پہلے اُس کی کیپ اُتاری اور پھر کوٹ اور پھر پتلون اور قمیص وغیرہ بھی۔ گویا اب وہ صرف ایک انڈر ویئر میں رہ گیا تھا۔ اپنا لباس میں اُس کے حوالے نہیں کر سکتا تھا ورنہ میں اُسے برہنہ نہ چھوڑتا۔ ہوش میں آنے کے بعد بیچارے کو اپنے ڈرائیور کے سامنے شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔ لیکن مجبوری..... چنانچہ میں نے لباس لیا اور بڑے اطمینان سے سیٹی بجاتا ہوا پٹرول کار کی جانب چل پڑا۔

اپنے لباس کی میں نے ایک چھوٹی سی گٹھڑی بنا لی تھی۔ اس گٹھڑی کو پچھلی سیٹوں کے درمیان ڈال کر میں نے سٹیئرنگ سنبھال لیا اور پٹرول کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اُس کا رُخ چونکہ شہر کی جانب تھا اس لئے میں نے رُخ بدلنے کی کوشش نہیں کی۔

کار، شہر میں داخل ہو گئی اور میں، اُسے سڑکوں پر دوڑانے لگا۔ رفتار بہت سست تھی۔ مجھے کسی چیز کی تلاش تھی۔ یعنی اپنے مطلب کی جگہ..... کئی بینکوں پر میری نظر پڑی۔ میں نے پولیس افسر کی گھڑی میں وقت دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ یعنی ابھی وقت ہے۔ اگر اپنی پسند کی جگہ کی تلاش جاری رکھی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

میں ملحقہ بازاروں میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ پٹرول کار بھی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ لیکن میرے اندازے کے مطابق اتنی جلدی نہیں۔ پھر مجھے ایک بینک کی ایک برانچ نظر آئی اور میں نے کار کو بریک لگا دیئے۔ کار، سڑک سے تھوڑے فاصلے پر روک کر میں نیچے اُترا اور پھر اطمینان سے بینک کی طرف بڑھا۔ ایک پولیس افسر کو بینک میں داخل ہوتے دیکھ کر کسی کو کوئی تعجب نہیں ہوا تھا۔

میں نے چاروں طرف دیکھا اور کیش کاؤنٹر پر پہنچ کر رُک گیا۔ ایک شخص، کیش لے رہا



تھا۔ ایک لمحے میں، میں نے کارروائی کے لئے پروگرام ترتیب دے دیا۔ چنانچہ جونہی وہ شخص، کیش لے کر باہر گیا، میں نے پستول نکال کر اُس شخص کے سامنے کر لیا جو کیش کاؤنٹر پر بیٹھا تھا۔

''زندگی بہت قیمتی ہوتی ہے دوست! تم خاموشی سے کیش نکال کر اس تھیلے میں ڈال دو، جو تمہارے سامنے رکھا ہوا ہے۔'' میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ ایک لمحے کے لئے تو کیشئر نے میری بات کو توجہ اور اخلاق سے سنا۔ لیکن جب مفہوم اُس کی سمجھ میں آیا تو وہ خوف سے پاگل ہو گیا۔

''آ..... ہاں..... تم نادانی کا ثبوت دے رہے ہو۔ دوسرے لوگ، اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ جلدی کرو!'' میری آواز اِس قدر ڈراؤنی تھی کہ کیشئر کا پسینہ چھوٹ گیا۔ اُس کا جسم نمایاں طور پر کانپ رہا تھا۔ اُس نے ایک نگاہ اِدھر اُدھر ڈالی اور میری اُنگلی، ٹرائیگر پر پہنچ گئی۔

''بس! کوئی جنبش نہ ہو۔ کسی کو احساس دلانے کی کوشش بھی مت کرو۔ آخری بار کہہ رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور کیشئر نے لرزتے ہاتھوں سے نوٹوں کے بنڈل نکالنے شروع کر دیئے۔ پھر اُس نے وہ بنڈل، پلاسٹک کے اُس تھیلے میں بھرنے شروع کر دیئے جو کسی کمپنی کا پبلسٹی بیگ تھا۔

میری نگاہیں، چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کیشئر نے بیگ بھر کر میری طرف بڑھا دیا اور میں نے اطمینان سے بیگ اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔ ''اب تمہارے بچاؤ کے لئے میں کیا کروں؟'' میں نے پوچھا۔ لیکن خوف سے کیشئر کی آواز بند ہو گئی تھی۔ ''اگر تم کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو! میں چاہتا ہوں کہ تم پر بھی آنچ نہ آئے۔ لیکن میرے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں ہے۔'' میں نے پھر نرم لہجے میں کہا۔ لیکن وہ بے وقوف بہت ہی اچھا انسان تھا۔ اب بھی وہ اُسی طرح بیٹھا تھا۔ ''بس دوست! اب میں چلتا ہوں۔ لیکن اُس وقت تک خاموش رہنا جب تک میرے پستول کی رینج میں ہو۔ نوکری اور مل سکتی ہے، مگر زندگی نہیں۔'' میں نے اُس سے کہا اور مناسب رفتار سے پلٹ پڑا اور چند ساعت کے بعد میں بینک سے باہر تھا۔

میں برق رفتاری سے پٹرول کار کے نزدیک پہنچا اور اُسے سٹارٹ کر کے دُور تک ریورس میں لے گیا۔ اور سڑک پر پہنچتے ہی میں نے اُسے برق رفتاری سے آگے بڑھا دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ایک ہاتھ سے سٹیئرنگ سنبھال کر پہلے میں نے اپنا کوٹ اُتارا۔ پھر کیپ بھی اُتار کر
طرف ڈال دی اور جھک کر اپنے کپڑوں کی گٹھڑی اُٹھالی۔ گاڑی اب جس قدر جلد چھو
جائے، بہتر ہے۔ کیونکہ اب وہ خطرناک ہو چکی تھی۔ تھوڑی دُور جانے کے بعد مجھے
پارک نظر آیا اور میں نے کار پارک کر کے دوسری طرف چھوڑ دی۔ اب میں اُس سے
واسطہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اُن جگہوں کو کپڑے سے صاف کر دیا جہاں
اُنگلیوں کے نشانات ہو سکتے تھے۔ میں نے خاص طور سے اس چیز کا خیال رکھا تھا کہ
اُنگلیوں کے نشانات، زیادہ جگہوں پر نہ پڑنے پائیں۔

اور پھر میں کار چھوڑ کر پارک میں داخل ہو گیا۔ پارک میں کوئی سنسان گوشہ تلاش
زیادہ مشکل نہ تھا اور یہ کام ہی کتنا تھا؟ صرف اتنا کہ لباس بدل لیا جائے۔ لباس تبد
کرنے کے بعد میں نے نوٹوں کے بنڈل اپنے لباس میں چھپائے اور پارک کے دوسر
دروازے سے باہر آ گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی مل گئی اور میں اُس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

راستے میں، میں نے ایک بازار کا نام پڑھ لیا تھا۔ چنانچہ اطمینان سے ڈرائیور کو
بازار کا حوالہ دے دیا۔ پھر میں اپنی منزل پر پہنچ کر اُتر گیا۔ اب میرے پاس ایک بڑی
موجود تھی۔ چنانچہ ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل سٹور میں پہنچ کر میں نے خریداری شروع کر دی
بڑے سوٹ کیس، ایک بریف کیس اور اس کے بعد استعمال کی بے شمار اشیاء جو ہمارے
ضروری ہو سکتی تھیں۔

تمام چیزیں پیک ہو گئیں تو میں نے بل ادا کیا۔ اٹینڈنٹ نے میرا سامان اُٹھالیا
تھوڑی دیر بعد میں ٹیکسی میں بیٹھا ''مونا کو'' کی طرف جا رہا تھا۔

☆.....☆.....☆



یہ سارے کام اِس طرح ہوئے تھے، جیسے میں پورے پروگرام کے تحت نکلا ہوں۔ اور اب اپنا کام کر کے واپس جا رہا ہوں۔ لیکن ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے ایک بات میرے ذہن میں آئی تھی۔ میں اور فلیکس، ہم شکل تھے اور ہم شکل ہونا دوسروں کی نگاہوں میں آ جاتا تھا۔ یعنی لوگ خاص طور سے متوجہ ہوتے تھے۔ اس لئے تھوڑی سی شکل بدلنا ضروری تھی۔ میک اَپ کا سامان فوری طور پر حاصل کرنا بھی تو آسان کام نہ تھا۔

بہرحال! وقتی طور پر اس کے لئے بھی ترکیب سوچ لی۔ اور جب میں نے کاؤنٹر کلرک سے مسٹر ہاکن کا کمرہ نمبر معلوم کیا تو میری شکل عجیب انداز میں ٹیڑھی بنی ہوئی تھی۔

''مسٹر ہاکن..... جو ابھی تھوڑی دیر قبل آئے ہیں؟''

''ہاں.....'' میں نے ایک تشنج زدہ شخص کی مانند جواب دیا۔

''رُوم نمبر بیس..... تم اُن کے سرونٹ ہو نا؟''

''جی ہاں.....!''

''اُنہوں نے ہدایت کی تھی۔ ٹھہرو! میں تمہارے ساتھ آدمی بھیجتا ہوں۔'' کلرک بولا اور میرا مجھے لے کر چل پڑا۔

کمرہ نمبر بیس کے سامنے وہ رُک گیا۔ میں نے چال میں لنگڑاہٹ پیدا کر لی تھی۔ فلیکس نے مجھے تعجب سے دیکھا۔ بہرحال! اندر آنے کی اجازت دے دی اور میرے اندر آنے کے بعد اُس نے دروازہ بند کر لیا۔

دوسری بار میری شکل دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ ''ارے.....!''

''کیوں..... کیا بات ہے؟''

''ابھی ابھی تمہارے چہرے پر میک اَپ تھا۔''

''اوہ..... کیا واقعی؟''

''نہیں..... مجھے بتاؤ! اتنی جلدی میک اَپ کیسے اُتر گیا؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کیا میرے چہرے میں واقعی ایسی تبدیلی تھی؟''

''ہاں..... اتنی کہ عام لوگ نہیں پہچان سکتے تھے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''خوب..... بہرحال! میں نے تھوڑی سی شکل ٹیڑھی کر لی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ لیکن میک اَپ کا سامان ضروری ہے۔''

''میک اَپ آتا ہے؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کیا نہیں آتا فلیکس؟'' میں نے مسکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیب سے نوٹوں کے بنڈل نکال نکال کر اُس کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ فلیکس کی آنکھیں، تعجب سے پھیل گئی تھیں۔

''خدا کی پناہ! کیا لوگ کرنسی لئے تمہارا انتظار کر رہے تھے؟''

''ہاں..... یہی سمجھو!''

''اور اِن سوٹ کیسوں میں کیا ہے.....؟''

''ہماری ضروریات کا سامان۔''

''لیکن کین! یہ دولت کہاں سے آئی.....؟''

''جہاں سے ہم لوگوں کے پاس آ سکتی ہے۔''

''کیا کسی بینک کو لوٹ لیا ہے.....؟''

''ہاں..... صحیح اندازہ ہے۔''

''نوٹوں کی گڈیوں سے پتہ چلتا ہے کہ بینک سے آئی ہیں۔''

''یہ تو عمدہ بات ہے۔ تب پھر اِن گڈیوں کو کھول کر بریف کیس میں سیٹ کر لو! باقی نشانات میں مٹا چکا ہوں۔'' میں نے کہا اور فلیکس ایک جگہ بیٹھ کر میری ہدایات پر عمل کرنے گا۔ پھر اُس نے متعجبانہ لہجے میں کہا۔

''خاصی رقم ہے کین..... اتنی جلدی، بغیر کسی پروگرام کے..... بات سمجھ میں نہیں آتی۔''

''بہت سی باتیں ابھی ذرا دیر سے سمجھ میں آئیں گی۔ فکر مند مت ہونا!''

''اِن سوٹ کیسوں میں کیا کیا ہے.....؟''

''دیکھ لو! میں نے کسی فکر مند شوہر کی طرح تمہاری ساری ضروریات پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔'' میں نے کہا اور فلیکس، مسکرانے لگا۔ پھر اُس نے سوٹ کیس دیکھے اور اُس کے ہونٹ، سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے۔



''میرے خدا! تم تو واقعی کسی محبت کرنے والے شوہر کی مانند ہو۔ اور یہ معمولی بات نہیں ہے کہ ضروریات کا اِس طرح خیال رکھا جائے۔'' فلیکس مسکراتا ہوا بولا۔

''بہرصورت! میرا خیال ہے کہ یہ تمام چیزیں ہی ہماری ضرورت تھیں۔ اور پھر میں تو تمہارا ملازم ہوں۔ یہ ساری چیزیں مہیا کرنا میرا ہی کام تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''دیکھو بھائی کین! یہ ملازم وغیرہ کا مسئلہ اگر کسی کے سامنے چلانا چاہو تو میں مجبوراً اسے برداشت کر لوں گا۔ لیکن تنہائی میں اِن ساری باتوں کی ریہرسل مناسب نہیں ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

''بہرصورت..... لباس پہن کر دیکھو! میرا خیال ہے، تمہارے بدن پر فٹ ہوں گے۔'' میں نے کہا۔

''یقیناً، ٹھیک ہوں گے۔ تمہارے اور میرے جسم میں فرق بھی تو نہیں ہے۔'' فلیکس بولا۔

''پھر پہن کر دیکھ لو! اگر کسی ردّ و بدل کی ضرورت ہوئی تو ہم لوگ کر لیں گے۔''

''ہاں..... اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ لباس لے کر باتھ رُوم میں چلا گیا۔ باتھ رُوم میں جا کر اُس نے لباس پہنا اور مجھے دکھانے کے لئے باہر آ گیا۔

''کمال کی بات ہے..... سرِ مو فرق نہیں ہے۔ دیکھو! یہ میرے بدن پر بالکل فٹ ہے۔''

''بس! ٹھیک ہوں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ گویا اب ہم معزز لوگوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ یعنی ہمارے پاس ساز و سامان بھی ہے۔ بلاشبہ! تم ایک امیر آدمی ہو، جو عمدہ ساز و سامان کے ساتھ ایک عمدہ قسم کا ملازم بھی رکھتا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس بھی ہنسنے لگا۔

''لیکن اب پروگرام کیا ہے؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''بس! پروگرام یہ ہے کہ عدانہ سے استنبول چلیں گے۔ میرا خیال ہے، اس کے لئے بہت جلد ہمیں سازگار روائیاں مکمل کر لینا ہوں گی۔ تم اطمینان سے اِس ہوٹل میں قیام کرو! میں ان سارے کاموں کا ماہر ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''بات یہ ہے مسٹر کین! کہ اب فلیکس وہ معذور آدمی نہیں رہا جسے تم کندھے پر لادے لادے پھرتے رہتے تھے۔ میری خواہش ہے کہ تمہارے کام میں کچھ ہاتھ بٹاؤں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کیا میرے چہرے میں واقعی ایسی تبدیلی تھی؟''

''ہاں..... اتنی کہ عام لوگ نہیں پہچان سکتے تھے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''خوب..... بہرحال! میں نے تھوڑی سی شکل ٹیڑھی کر لی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ لیکن میک اَپ کا سامان ضروری ہے۔''

''میک اَپ آتا ہے؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کیا نہیں آتا فلیکس؟'' میں نے مسکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر جیب سے نوٹوں کے بنڈل نکال نکال کر اُس کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ فلیکس کی آنکھیں، تعجب سے پھیل گئی تھیں۔

''خدا کی پناہ! کیا لوگ کرنسی لئے تمہارا انتظار کر رہے تھے؟''

''ہاں..... یہی سمجھو!''

''اور اِن سوٹ کیسوں میں کیا ہے.....؟''

''ہماری ضروریات کا سامان۔''

''لیکن کین! یہ دولت کہاں سے آئی.....؟''

''جہاں سے ہم لوگوں کے پاس آ سکتی ہے۔''

''کیا کسی بینک کو لوٹ لیا ہے.....؟''

''ہاں..... صحیح اندازہ ہے۔''

''نوٹوں کی گڈیوں سے پتہ چلتا ہے کہ بینک سے آئی ہیں۔''

''یہ تو عمدہ بات ہے۔ تب پھر اِن گڈیوں کو کھول کر بریف کیس میں سیٹ کر لو! باقی نشانات میں مٹا چکا ہوں۔'' میں نے کہا اور فلیکس ایک جگہ بیٹھ کر میری ہدایات پر عمل کرنے گا۔ پھر اُس نے متعجبانہ لہجے میں کہا۔

''خاصی رقم ہے کین..... اتنی جلدی، بغیر کسی پروگرام کے..... بات سمجھ میں نہیں آتی۔''

''بہت سی باتیں ابھی ذرا دیر سے سمجھ میں آئیں گی۔ فکر مند مت ہونا!''

''اِن سوٹ کیسوں میں کیا کیا ہے.....؟''

''دیکھ لو! میں نے کسی فکر مند شوہر کی طرح تمہاری ساری ضروریات پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔'' میں نے کہا اور فلیکس، مسکرانے لگا۔ پھر اُس نے سوٹ کیس دیکھے اور اُس کے ہونٹ، سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے۔



''میرے خدا! تم تو واقعی کسی محبت کرنے والے شوہر کی مانند ہو۔ اور یہ معمولی بات نہیں ہے کہ ضروریات کا اِس طرح خیال رکھا جائے۔'' فلیکس مسکراتا ہوا بولا۔

''بہرصورت! میرا خیال ہے کہ یہ تمام چیزیں ہی ہماری ضرورت تھیں۔ اور پھر میں تو تمہارا ملازم ہوں۔ یہ ساری چیزیں مہیا کرنا میرا ہی کام تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''دیکھو بھائی کین! یہ ملازم وغیرہ کا مسئلہ اگر کسی کے سامنے چلانا چاہو تو میں مجبوراً اسے برداشت کر لوں گا۔ لیکن تنہائی میں اِن ساری باتوں کی ریہرسل مناسب نہیں ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

''بہرصورت..... لباس پہن کر دیکھو! میرا خیال ہے، تمہارے بدن پر فٹ ہوں گے۔'' میں نے کہا۔

''یقیناً، ٹھیک ہوں گے۔ تمہارے اور میرے جسم میں فرق بھی تو نہیں ہے۔'' فلیکس بولا۔

''پھر پہن کر دیکھ لو! اگر کسی ردّ و بدل کی ضرورت ہوئی تو ہم لوگ کر لیں گے۔''

''ہاں..... اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ لباس لے کر باتھ رُوم میں چلا گیا۔ باتھ رُوم میں جا کر اُس نے لباس پہنا اور مجھے دکھانے کے لئے باہر آ گیا۔

''کمال کی بات ہے..... سرِ مو فرق نہیں ہے۔ دیکھو! یہ میرے بدن پر بالکل فٹ ہے۔''

''بس! ٹھیک ہوں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ گویا اب ہم معزز لوگوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ یعنی ہمارے پاس ساز و سامان بھی ہے۔ بلاشبہ! تم ایک امیر آدمی ہو، جو عمدہ ساز و سامان کے ساتھ ایک عمدہ قسم کا ملازم بھی رکھتا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس بھی ہنسنے لگا۔

''لیکن اب پروگرام کیا ہے؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''بس! پروگرام یہ ہے کہ عدانہ سے استنبول چلیں گے۔ میرا خیال ہے، اس کے لئے بہت جلد ہمیں سازگار روائیاں مکمل کر لینا ہوں گی۔ تم اطمینان سے اِس ہوٹل میں قیام کرو! میں ان سارے کاموں کا ماہر ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''بات یہ ہے مسٹر کین! کہ اب فلیکس وہ معذور آدمی نہیں رہا جسے تم کندھے پر لادے لادے پھرتے رہتے تھے۔ میری خواہش ہے کہ تمہارے کام میں کچھ ہاتھ بٹاؤں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''اگر مجھے ضرورت پیش آئی فلیکس! تو میں ضرور تمہیں تکلیف دُوں گا۔ لیکن میری خواہش ہے کہ اُس وقت تک، جب تک تم اپنے ان مصنوعی اعضاء کو اپنی مرضی کے مطابق نہ بنالو، آرام ہی کرو تو بہتر ہے۔''

''ہاں، ہاں..... میں کوئی مشقت کا کام تو نہیں کر رہا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ کام، جنہیں میں بھی کر سکتا ہوں، میرے حوالے کر دیئے جائیں تا کہ میں یہ محسوس نہ کروں کہ میں کسی طور پر کمزور یا بیمار ہوں۔ دراصل اعضاء کی اس کمی نے مجھے تھوڑا سا ذہنی مریض بھی بنا دیا ہے۔ اور بعض اوقات تو جھنجھلاہٹ میں ایسے ایسے کام کر جاتا ہوں، جن کی وجہ سے مجھے خاصی پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور جو بلاشبہ! ایک ایسے آدمی کے بس کی بات نہیں ہوتی، جن کا ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ ہو۔'' فلیکس نے کہا۔

''لیکن ڈیئر فلیکس! اب تم کوئی ایسے انسان نہیں ہو، جس کا ایک ہاتھ اور ایک ٹانگ ہو۔ بلکہ دوسروں سے کچھ زیادہ ہی ہو۔ یعنی ہمارے تین ہاتھ اور تین پاؤں ہیں۔'' میں نے کہا اور فلیکس کی آنکھوں میں ممنونیت کے آثار اُبھر آئے۔ چند ساعت وہ کچھ سوچتا رہا۔ اور پھر بولا۔

''تمہاری باتیں میرا سینہ چوڑا کر دیتی ہیں۔ یقین کرو! میرا دل اتنا بڑھ جاتا ہے کہ میں خود نہیں سمجھ پاتا کہ اپنی مسرت کا اظہار کس طرح کروں؟''

''بس، بس..... اب اِن باتوں کو چھوڑو! اب تو کافی وقت گزر گیا ہے۔ میرا خیال ہے، یہ رات ہم پُرسکون انداز میں گزاریں۔ اور اس کے بعد ہماری کارروائیوں کا آغاز کل صبح سے ہو جانا چاہئے۔''

''او کے سر.....!'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''البتہ ایک چیز کی کمی رہ گئی ہے۔''

''وہ کیا.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''میں سوچ رہا تھا، اگر آج ہی اپنے چہرے کی مرمت بھی کر لیتا تو پھر کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ اب اگر ہم نیچے جانے کی کوشش کریں یا ہوٹل کا کوئی ویٹر ہی یہاں آ گیا تو مجھے بڑی دقت پیش آئے گی۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ..... ہاں! تم شکل میں فوری تبدیلیاں کرنا جانتے ہو۔ لیکن میرے دوست! جس شکل میں تم، اُس شخص کے ساتھ اندر آئے تھے، وہ بھی کیا بری تھی؟ یقین کرو! ایک لمحے کے



لئے تو میں تمہیں نہیں پہچان سکا تھا۔ اور یہ تو بڑی بات ہے کہ صرف ذرا سی کوشش سے چہروں کے نقوش اور زاویئے اس طرح بدل جاتے ہیں کہ شکل ہی بدل جائے۔ میرا خیال ہے، کم از کم آج تم اسی طرح کام چلاؤ۔ اس کے بعد میک اَپ کا سامان خرید لینا اور کل ہی میک اَپ بھی کر لینا۔''

''ہاں..... اب تو یہی کرنا پڑے گا۔ لیکن مجھے صرف ایک بات سے تکلیف ہو گی۔'' میں نے کہا۔

''وہ کیا.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کل جب میں اپنے چہرے پر میک اَپ کروں گا تو مجھے ان ٹیڑھے میڑھے نقوش کا خیال رکھنا ہو گا، جو میں نے ویٹر کے سامنے اپنائے تھے۔ اور اُنہی نقوش کے ساتھ مجھے باقی وقت بھی گزارنا پڑے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ میری حیثیت ملازم کی ہے، لیکن کیا ملازم خوبصورت نہیں ہوتے؟ اگر میں اپنے چہرے پر بہتر میک اَپ کر سکتا تو ملازم ہونے کے باوجود مجھے استنبول کے حسن سے محروم نہ ہونا پڑتا۔'' میں نے کہا اور فلیکس مسکرانے لگا۔ پھر اُس نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''ہاں میرے دوست! اس موضوع پر تو ہماری بات ہی نہیں ہوئی۔''

''کس موضوع پر.....؟''

''میرا مطلب ہے، حسن و عشق کے سلسلے میں..... ڈن کین کی پوری کہانی تو میں سن ہی چکا ہوں۔ لیکن اس کہانی میں مجھے کہیں بھی یہ پتہ نہیں چل سکا کہ فن لینڈ کی کسی حسینہ نے یا اس سے باہر کی کسی لڑکی نے اِس شیر دل انسان کو بھی متاثر کیا یا نہیں، جو اپنے آگے کسی کی کوئی حقیقت و حیثیت ہی نہیں سمجھتا۔''

''حسن و عشق کے جھگڑوں سے کون محفوظ ہے فلیکس؟ یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتا ہوں۔''

''اپنی بات نہ پوچھو بھائی! دراصل شروع ہی سے ایسی زندگی گزاری کہ کسی خاص چہرے کو مرکزِ نگاہ نہیں بنا سکے۔ فوجی زندگی میں تو یوں بھی یہ بات ممکن نہیں۔ ایک دو لڑکیاں قریب آئی تھیں۔ لیکن شریف لڑکیاں تھیں۔ اس لئے میں نے اُنہیں دھوکہ دینا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ باقی سلسلے یونہی رہے۔ میری مراد ہے کہ باقی جو بھی آیا اور جس نے مسٹر فلیکس کے دل کو ٹٹولنے کی کوشش کی تو مسٹر فلیکس نے اپنے وجود کی ساری کھڑکیاں کھول دیں اور اُسے اندر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنے کا راستہ دے دیا۔ لیکن اپنے دل کے دو دروازے ہیں۔ ایک آنے کا، دوسرا جانے کا۔ سیدھے آؤ، سیدھے چلے جاؤ۔'' فلیکس مسکراتا ہوا بولا اور میں ہنسنے لگا۔

''سب سے بہترین طریقہ یہی ہے فلیکس!'' میں نے جواب دیا۔

''اوہو! تو اس کا مطلب ہے، تم بھی اس چکر کے قائل نہیں ہو؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''ہاں..... ویسے میں نے زندگی میں، میرا مطلب ہے جرائم کی زندگی میں آنے کے بعد کچھ لڑکیاں میرے قریب آئیں۔ اور اُن ہی میں سے چند نے ایسے سبق دیئے کہ اگر کبھی اس راستے پر پھسلنا بھی تھا، تو اب نہیں پھسلوں گا۔''

''خوب، خوب..... گویا اس سبق نے تمہیں محتاط کر دیا ہے؟''

''نہ صرف محتاط بلکہ یوں کہو! کہ ہمیشہ کے لئے محتاط کر دیا ہے۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔ دونوں کی طبیعتیں تو تقریباً یکساں ہیں۔ لیکن کچھ اور سوالات بھی ہیں۔'' فلیکس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ کیا.....؟'' میں نے پوچھا۔

''شکار خود کرتے ہو یا شکار ہونا پسند کرتے ہو؟''

''یہ تو حالات پر منحصر ہے۔''

''آؤ! تو پھر باہر چل کر حالات کا جائزہ لیں۔''

''ایسے ہی.....؟'' میں نے اُس کے لباس کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں..... بدل لیتے ہیں۔'' فلیکس نے کہا اور ایک لباس نکال کر باتھ رُوم کی جانب چلا گیا۔ لیکن میرے ذہن میں ایک اُلجھن تھی۔ یہاں اگر مجھے میک اَپ میں رہنا تھا تو اس طرح فلیکس کے ساتھ جانا مناسب نہیں تھا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ عدانہ میں مجھے کتنے دن رہنا ہے؟ صرف چند روز..... اگر یہاں کوئی ہمیں دیکھ کر چونکتا بھی ہے تو کیا اندازہ لگا سکے گا؟ اور اس سے ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟ اس احساس سے مجھے خاصی تقویت ملی تھی۔ اور پھر میں نے بھی اپنے لئے ایک لباس نکال لیا۔ جو کچھ ہوگا، دیکھا جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد ہم لباس پہن کر نیچے آ گئے۔ ہوٹل مونا کو، کے خوبصورت ماحول میں ہنگامے رقصاں تھے۔ مقامی لوگ زیادہ تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ عدانہ باہر کے لوگوں کے لئے زیادہ دلچسپ جگہ نہیں ہے۔ ہاں! مقامی لوگ، جو نظر آ رہے تھے، وہ زیادہ تر کاروباری تھے۔ یوں بھی مقامی لوگوں کی مالی حالت زیادہ بری معلوم نہیں



ہوتی تھی۔

ہم لوگ ڈائننگ ہال میں آ کر بیٹھ گئے۔ ہر قسم کی تفریحات جاری تھیں۔ فلیکس، زندگی سے بھرپور نظر آ رہا تھا اور مجھے اُس شخص کی حالت پر تعجب بھی ہوتا تھا۔ حالانکہ جن محرومیوں کا وہ شکار تھا، اگر کوئی اور شخص ہوتا تو ان کے تحت گوشہ نشین ہونا ہی پسند کرتا۔ لیکن اس وقت تو مجھے اور حیرت ہوئی جب ایک لڑکی نے فلیکس سے رقص کی درخواست کی۔ اور پھر ہم دونوں کی شکلیں دیکھ کر چونک پڑی.....

''اوہ..... تعجب..... تعجب.....'' اُس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ زبان انگریزی ہی تھی۔ لیکن، لہجہ ترکی تھا۔

''کیوں..... کس بات پر تعجب ہے؟''

''تم دونوں..... تم دونوں..... میرا مطلب ہے کہ کیا تم دونوں جڑواں بھائی ہو؟'' اُس نے متحیرانہ انداز میں ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں..... ہم دونوں جڑواں ہیں۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ وہ زندگی سے بھرپور نظر آ رہا تھا۔

''بڑی حیرت انگیز مماثلت ہے تم دونوں کے درمیان۔'' لڑکی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''میں، تم سے رقص کی درخواست کرنا چاہتی تھی۔'' لڑکی، فلیکس سے بولی۔

''تو کرو!'' فلیکس نے شانے اُچکائے۔

''لیکن اب سوچ رہی ہوں کہ کیوں نہ تم دونوں سے رقص کی درخواست کروں.....؟''

''دونوں کے ساتھ رقص کر سکو گی.....؟''

''کیوں نہیں کر سکوں گی؟''

''تو پھر ٹھیک ہے۔'' فلیکس کھڑا ہو گیا۔

میں نے ہنستے ہوئے اُس کا شانہ تھپتھپایا۔ ''بہتر یہی ہے فلیکس! کہ تم ہی ان خاتون کے ساتھ رقص کرو۔''

''ٹھیک ہے..... اگر تم اجازت دیتے ہو تو.....'' فلیکس نے زندہ دلی سے کہا اور کرسی سے اُٹھ گیا۔

مجھے حیرت تھی کہ فلیکس، رقص کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔ اگر وہ اس مصنوعی ٹانگ سے چل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی لیتا ہے تو بڑی بات ہے۔ کیونکہ یہ ٹانگ ابھی پوری طرح اُس کے لئے کارآمد نہیں تھی۔ وہ اُس میں کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ فلیکس بہ آسانی اُس لڑکی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔

میرا خیال تھا کہ اب فلیکس پوری طرح رقص میں مصروف ہو جائے گا۔ چنانچہ مجھے اپنے طور پر کچھ اور بندوبست بھی کرنا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں، طبیعت کچھ بجھ سی گئی۔ اور میں صرف رقص دیکھنے والوں ہی میں شامل رہا۔ کئی لڑکیوں نے مجھ سے رقص کی درخواست کی تھی، لیکن میں نے اُن سے معذرت کر لی۔ فلیکس رقص کرتا رہا۔ اور پھر جب رقص کا راؤنڈ ختم ہوا تو وہ میرے پاس پہنچ گیا۔

''تم رقص کیوں نہیں کر رہے ہو؟'' وہ بھنائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''یار! کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ بس! میرا دل نہیں چاہا۔ رقص کرنے سے زیادہ رقص دیکھنے میں لطف آ رہا ہے۔ واقعی..... تم اپنی تفریحات جاری رکھو، میں بالکل بور نہیں ہو رہا۔''

''ہرگز نہیں.....!'' فلیکس غرایا۔

''اچھا، ضدی آدمی.....! میں دوسرا راؤنڈ ناچ لوں گا۔ دیکھو! موسیقی شروع ہو گئی ہے۔ اس سے قبل کہ وہ کسی دوسرے کو پارٹنر بنا لے، تم جاؤ!''

''رقص کرو گے؟''

''ہاں..... میں کروں گا۔'' میں نے کہا اور فلیکس ہنستا ہوا اُٹھ گیا۔ وہ پھر اپنی ہم رقص کے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ اور پھر اچانک ہی میری نگاہ اُس کے قریب رقص کرتے ہوئے ایک شخص پر پڑی۔ میری یادداشت اتنی کمزور بھی نہیں تھی کہ میں اُسے نہ پہچان سکتا۔ یہ وہی پولیس آفیسر تھا، جس سے میں نے پٹرول کار چھینی تھی۔

پولس افسر ایک خوبصورت عورت کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ وہ سول لباس میں تھا۔ لیکن میں نے اُسے پہچان لیا تھا۔ ایک لمحے میں مجھے خطرے کا احساس ہو گیا اور میں سچویشن پر غور کرنے لگا۔

عین اُسی وقت پولیس افسر کی نگاہ، فلیکس پر پڑی اور وہ ٹھٹک گیا..... ہو گئی گڑبڑ..... میں نے سوچا اور پھر میں برق رفتاری سے اپنی سیٹ سے اُٹھ گیا۔ دوسرے لمحے میں، میں ایک گوشے میں پہنچ گیا، جہاں سے کوئی مجھے نہ دیکھ سکے۔

پولیس افسر نے فوری کارروائی کی تھی۔ اُس کے پاس ریوالور تھا، جسے اُس نے نکال کر

فلیکس کی کمر سے لگا دیا اور پھر چیخ کر بولا۔ ''رقص روکو..... آرکسٹرا بند کرو..... بند کرو!''

اُس کی دھاڑ اتنی بلند تھی کہ موسیقی رُک گئی۔ لوگ چونک چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔

''سوری جنٹلمین! میں ایک پولیس افسر ہوں۔ اتفاقیہ طور پر ایک ایسا مجرم ہاتھ لگ گیا ہے، جس نے آج دن میں ایک خطرناک واردات کی ہے۔ میں، آپ کی تفریح میں مداخلت کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ اُمید ہے، آپ لوگ پولیس سے تعاون کریں گے۔''

ہوٹل کے عملے کے لوگ اُن کے قریب پہنچ گئے۔ فلیکس متعجب کھڑا ہوا تھا۔ میں نے سب معمولی خدوخال ٹیڑھے کئے اور اُن کے قریب پہنچ گیا۔ منیجر شاید پولیس افسر سے استفسار کر رہا تھا۔

''جی ہاں..... ایک خطرناک مجرم، جس نے صبح ایک پولیس پٹرول کار چرائی اور پھر ایک بنک میں ڈاکہ ڈالا۔''

''آفیسر.....! میں غیر ملکی ہوں۔ تمہیں میری توہین کی قیمت ادا کرنی ہو گی۔'' فلیکس نے رُعب لہجے میں بولا۔

''کیا تم، مجھے اندھا سمجھتے ہو؟ تم جانتے ہو کہ میں، تمہیں کتنی اچھی طرح پہچان سکتا ہوں۔'' افسر نے سخت لہجے میں کہا۔

''میں ایک معذور انسان ہوں جناب! اور کوئی جرم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ میں کینیڈا کے سفارت خانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ دیکھئے! کیا میں، اس طرح چلنے کے باوجود جرم کر سکتا ہوں؟'' فلیکس نے اپنا پاؤں سامنے کر کے پتلون کا پائنچہ اُٹھا دیا۔

''کیا مطلب؟'' ہوٹل کے منیجر نے تعجب سے پوچھا۔

''بجائے خود دیکھئے..... میری ایک ٹانگ، لکڑی کی ہے۔'' فلیکس نے کہا اور منیجر کی بجائے یہ کام خود پولیس افسر نے انجام دیا تھا۔ اُس کے چہرے پر حیرت کے نقوش اُبھر آئے تھے۔

''اس کے علاوہ میرا ایک ہاتھ بھی لکڑی کا ہے۔'' فلیکس نے کہا اور ان دونوں چیزوں کا تاثر لینے کے بعد پولیس افسر بھی متحیر نظر آنے لگا تھا۔

چند ساعت وہ سوچتا رہا۔ اور پھر اُس نے گردن ہلائی۔ ''لیکن میں اتنی آسانی سے دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ جب تم رقص کر سکتے ہو تو جرم بھی کر سکتے ہو۔''

''میں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔'' فلیکس نے غراتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میرے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔ میں نے اپنا چہرہ درست کر لیا اور تھوڑا سا کھسک کیا۔ پولیس افسر کا سروس ریوالور ابھی تک میرے پاس تھا۔ ظاہر ہے، اس کام کی میں پھینک نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک خوبصورت عورت کو تاکا اور دوسرے لمحے نے عورت کی گردن سے اُس کا قیمتی ہار کھینچ لیا۔ عورت کے منہ سے دلخراش چیخ نکل گئی تھی

ایک بار پھر سب چونک پڑے۔ میں نے اپنے خدوخال درست کر لئے تھے۔ ہار..... میرا ہار.....'' عورت چیخ پڑی۔ اور سب اُس طرف متوجہ ہو گئے۔ تب میں نے عو کو قابو میں کر لیا اور اُسے لے کر پیچھے کھسکنے لگا۔

''بے وقوف پولیس افسر! تم اِس لنگڑے کو لئے کھڑے رہو! میں تمہارے سامنے ایک واردات کر کے جا رہا ہوں۔ اور میرا معاون، تمہارا یہ سروس ریوالور ہے۔'' میں نے ریوا لہراتے ہوئے کہا اور پولیس افسر نے بے اختیار آگے بڑھنے کی کوشش کی۔

''خبردار! اگر تم نے جنبش کی تو پہلے یہ شریف عورت مرے گی اور اس کے بعد جو یہاں ہو گا، اس کے ذمہ دار تم ہو گے۔'' میں نے عورت کے گرد گرفت مضبوط کرتے ہو کہا اور پھر میں پیچھے کھسکنے لگا۔

چند ساعت کے بعد میں دروازے سے باہر تھا۔ خوبصورت عورت کو میں نے دروا کے باہر سے دوبارہ اندر دھکیل دیا اور وہ ایک چیخ مار کر دروازے کے قریب گر گئی۔ میں کام مکمل کر چکا تھا۔ اور اس کے بعد وہاں رُکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے رفتاری سے ایک طرف چھلانگ لگائی اور تیزی سے دوڑتا چلا گیا۔ ایک لمبا چکر کاٹنے کے میں واپس پلٹ پڑا اور خدوخال ٹیڑھے کرنے کے بعد دوبارہ سیڑھیوں کے نزدیک پہنچ گیا اور اب میں دوبارہ اپنے کمرے کی جانب جا رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر میں نے آرام سے اپنا لباس اُتارا، دوسرا لباس پہنا اور فلیکس انتظار کرنے لگا۔ تقریباً پون گھنٹے کے بعد فلیکس کی آہٹ سنائی دی۔ اور پھر وہ کمر دروازہ دھکیل کر اندر آ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر بڑی پُرسکون مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ نے اُس کی جانب دیکھا اور وہ ہنسنے لگا۔

''خیریت.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''خدا کی قسم کین! تم بے پناہ ذہین ہو۔''

''خیریت، سناؤ فلیکس!'' میں نے کہا۔



''بالکل خیریت ہے۔ پولیس افسر تقریباً پندرہ منٹ تک تمہیں تلاش کرتا رہا اور پھر آدھے گھنٹے تک مجھ سے معافی مانگتا رہا۔ اُس نے انتہائی شرمندگی کا اظہار کیا اور کہا کہ شکل ملنے کی وجہ سے غلط فہمی ہو گئی تھی۔ بہرصورت! اب وہ میری طرف سے بالکل مشتبہ نہیں ہے۔ لیکن تمہیں خوب سوجھی۔ ہاں! یہ پولیس افسر کا کیا قصہ تھا؟''

''بھئی دراصل صبح کو اس پولیس افسر کی کار حاصل کر کے میں نے اپنا کام کیا تھا۔''

''یعنی پولیس پٹرول کار.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''ہاں..... اُس وقت یہی نظر آئی تھی۔''

''کمال کی بات ہے۔ اور خود اس پولیس افسر کا تم نے کیا، کیا تھا؟''

''بے ہوش کر کے کھیتوں میں ڈال دیا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''جب ہی تو..... ظاہر ہے، اُس کے ساتھ یہ سلوک ہوا تھا۔ وہ اسے کیسے بھول سکتا تھا؟ حالانکہ حوالہ صرف بینک ہی کا دے رہا تھا۔''

''ہاں..... بس! ذرا سی غلطی ہو گئی۔

''وہ کیا.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''بس! میں محسوس کر رہا ہوں..... ویسے میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں زیادہ عرصہ نہیں رُکنا چاہئے۔''

''مونا کو میں.....؟''

''ہاں.....!''

''کیوں.....؟''

''اس لئے کہ ممکن ہے، تمہاری پارٹنر لڑکی کسی طرح پولیس کے ہاتھ لگ جائے۔''

''اوہ، ہاں! وہ، جو میرے ساتھ رقص کر رہی تھی؟''

''ہاں.....!'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن وہ کیا کر سکتی ہے کین؟''

''بات کرنے، کرانے کی نہیں ہے فلیکس! دراصل اُس نے ہم دونوں کو یکجا بھی دیکھا ہے۔''

''ہاں..... بات تو قاعدے کی ہے۔''

''تو پھر.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"میں کیا کہوں کین؟ تم ہی بتاؤ!" فلیکس نے کہا۔

"بس! سامان اُٹھا کر یہاں سے نکل جاؤ...... اظہار اس بات کا کرو! کہ اب تم میں ایک لمحے کے لئے بھی نہیں رُک سکتے۔"

"مناسب بات ہے۔ اور تم......؟"

"اوّل تو میں تمہارا ملازم ہوں۔ یہ دیکھو!" میں نے اپنے چہرے کے نقوش ب لئے اور فلیکس آنکھیں بند کر کے گردن ہلانے لگا۔

"بلاشبہ، کین! تمہارا یہ فن میری سمجھ سے باہر ہے۔" اُس نے کہا۔

"شکریہ دوست!" میں نے جواب دیا۔

"حیرت کی بات یہ ہے کین! کہ تم بالکل تبدیل ہو جاتے ہو۔ اور درحقیقت ا انوکھا کارنامہ ہے۔ ورنہ خدوخال کو اس طرح سے بغیر کسی بیرونی مدد کے تبدیل کرنا بات نہیں ہے۔"

"بہرصورت! میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں تو تمہارا ملازم ہوں۔ میں پہلے چلا جا تاکہ لوگوں کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔"

"تب پھر میرا خیال ہے کین! تم ایک کام کرو۔" فلیکس نے کہا۔

"ہاں، ہاں! کہو...... وہ کیا؟"

"میرا مطلب ہے کہ تم سب سے پہلے یہاں سے جا کر کوئی مناسب ہوٹل تلاش کی کوشش کرو۔ اور اس کے بعد میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"مناسب......!" میں نے جواب دیا۔ اور پھر چند ساعت کے بعد میں دوبا تبدیل کر رہا تھا۔ اس وقت میں نے وہ لباس نہیں پہنا، جو تھوڑی دیر قبل پہنا ہوا تھا۔

پھر میں اپنے خدوخال ٹیڑھے کر کے باہر آ گیا۔ جب تک میک اَپ کے سا بندوبست نہ ہو جاتا، مجھے اسی انداز میں کام چلانا تھا۔ بہرصورت! میک اَپ کرنا بھی تھا، ورنہ ہم نقصان اُٹھا سکتے تھے۔

ہوٹل سے باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور پھر چل پڑا۔ پھر ایک بھرے پُر میں اُتر گیا۔ اور وہاں پیدل چلنے لگا۔ کافی دُور جا کر میں نے دوبارہ ایک ٹیکسی لی ا ڈرائیور سے کہا کہ مجھے کسی عمدہ سے ہوٹل میں لے چلے۔ میں نے ٹیڑھے میڑھے ا انگریزی بولنے کی کوشش کی تھی، جس سے ڈرائیور کو یہ اندازہ ہوا کہ میں مقامی نہیں ہو



ڈرائیور نے مجھے ایک ہوٹل پلائی وڈ کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ پلائی وڈ کی عمارت خاصی حسین تھی اور یہ ہوٹل مونا کو، کی نسبت زیادہ حسین معلوم ہوتا تھا۔ اس ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لینا میرے لئے زیادہ مشکل بات نہیں تھی۔

کشادہ کمرے میں پہنچ کر میں نے اُس کا جائزہ لیا اور اُسے پسند کیا۔ جب تک ہم عدانہ میں تھے، یہ جگہ خاصی عمدہ ثابت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ تمام کاموں سے فارغ ہو کر میں نے مونا کو، کا نمبر ڈائل کیا اور آپریٹر سے کہا کہ وہ میری بات، میرے دوست سے کرا دے۔"

تھوڑی دیر بعد فلیکس کا فون نمبر مل گیا۔ "اوہ، ڈیئر! میں تمہارا بہت پرانا دوست بول رہا ہوں۔ کیا تم مجھ سے ملاقات کے لئے آنا پسند کرو گے؟"

"گڈ...... کہاں ڈیئر؟" فلیکس نے سوال کیا۔

"اس ہوٹل کا نام پلائی وڈ ہے۔ میرا خیال ہے، ٹیکسی ڈرائیور بہ آسانی تمہیں وہاں تک پہنچا دے گا۔"

"روم نمبر......؟" فلیکس نے پوچھا۔

"تیرہ......!"

"ٹھیک ہے...... میں پہنچ رہا ہوں۔"

"کب......؟"

"ابھی تھوڑی دیر میں۔" فلیکس نے جواب دیا اور میں نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

تقریباً پچیس منٹ کے بعد فلیکس میرے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے بھی اس ہوٹل کو کافی پسند کیا اور کہنے لگا۔ "کین! یہ ہوٹل مونا کو، سے بہتر ہے۔"

"ہاں فلیکس...... بہرصورت! ہمیں کوئی طویل قیام تو یہاں کرنا نہیں ہے۔ سب سے پہلے میں میک اَپ کا سامان تلاش کروں گا۔ اس کا ملنا ضروری ہے۔ ورنہ بڑی دقتیں پیش آئیں گی۔ میرا خیال ہے تم اپنی شکل بھی تبدیل کر ہی لو تو بہتر ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن کیوں......؟"

"بس! فی الوقت، ہم اِس شکل میں یہاں نہیں رہ سکتے۔ ورنہ اُلجھنوں کا شکار ہو جائیں گے۔ اور فی الوقت میں کسی اُلجھن میں پڑنا نہیں چاہتا۔"

"ٹھیک ہے کین! جیسا تم مناسب سمجھو۔ خدا کرے! میک اَپ کا سامان مل جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



فلیکس نے کہا۔ اور پھر رات ہم نے پُرسکون انداز میں گزاری۔

جن تفریحات کا اِرادہ کر کے ہم، مونا کو، کے ریسٹورنٹ میں گئے تھے، وہ تو حاصل ہو سکی تھیں۔ ہم اُن کے بہت زیادہ خواہشمند بھی نہیں تھے۔

ہم نے ناشتہ کیا۔ اور پھر میں نے فلیکس سے کہا۔ ''فلیکس! اب میں چلتا ہوں۔ میں اپنی شکل بدل لوں گا۔ اور تمہارے لئے بھی کچھ نہ کچھ لے آؤں گا۔''

''لیکن پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے۔'' فلیکس مسکرایا۔

''کیا.....؟'' میں نے پوچھا۔

''اگر ہم میک اَپ کر لیں گے تو پھر اس ہوٹل میں یا اس کمرے میں قیام نہیں کر سکیں گے۔''

''اوہ..... دیکھا جائے گا فلیکس! یہ کون سی بڑی بات ہے؟ اور بھی کام کرنے ہیں۔ ملک ہے، ہم عدانہ میں کسی طویل قیام کے لئے تو نہیں آئے۔ جس قدر جلد ہو سکا، ہم اپنا کام مکمل کر لیں گے۔'' میں نے کہا اور فلیکس نے گردن ہلا دی۔

''تو میں نہیں ہوٹل میں رہوں.....؟''

''نہیں، تمہاری مرضی ہے۔ اگر تم چاہو تو عدانہ میں گھوم پھر سکتے ہو۔''

''ہاں بھئی! اجازت دو۔ دراصل! میں اِس گوشہ نشینی سے تنگ آ گیا ہوں۔'' فلیکس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

''ٹھیک ہے فلیکس! تمہارے پاس پروف تو موجود ہے ہی۔ تمہارا یہ معذور جسم اسے ثبوت کے طور پر پیش کر سکتے ہو۔ لیکن ایسی صورت میں، اگر پولیس والے تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کریں۔''

''ٹھیک ہے یار! اب میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں۔'' فلیکس نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنس پڑا۔

''گئے گزرے سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''کوئی خاص نہیں۔ بس! میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ وقت، جو تم نے مجھے کندھے پر اُٹھا اُٹھا کر اور سہارا دے دے کر گزارا ہے، وہ بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اور کین! اگر ایک انسان، مایوسیوں کی گھاٹیوں سے نکل آئے تو اُسے جتنی خوشی ہوتی ہے، اس کا اندازہ میری کیفیت سے لگاؤ! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں ایک نوزائیدہ بچہ تھا۔ یا پھر ایک



شخص، جو بغیر سہاروں کے نہ چل سکے۔ اور اُسے ایک اتنا مضبوط سہارا مل جائے جو اُس کی زندگی میں بہت بڑی حیثیت رکھتا ہو۔''

''تم پھر انہی باتوں پر اُتر آئے.....؟''

''دیکھو، دیکھو.....! میری نیت پر شک نہ کرو میرے دوست! میں جو وعدہ کر چکا ہوں، اُس پر کاربند رہوں گا۔ لیکن بعض اوقات جذبات اُبھر آتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں تمہیں، میرے ساتھ یہ سلوک نہیں کرنا چاہئے۔'' فلیکس نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنس پڑا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ تو آؤ! باہر چلیں۔'' میں نے کہا۔

''ساتھ ساتھ.....؟''

''ہاں! کیا حرج ہے؟ ہمیں اتنا زیادہ محتاط بھی نہیں ہونا چاہئے۔'' میں نے جواب دیا اور فلیکس نے شانے ہلا دیئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نیچے اُتر آئے۔ ہمیں اب دو مختلف سمتوں کے لئے ٹیکسی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ پہلے فلیکس نے ایک ٹیکسی حاصل کی اور اُس میں بیٹھ کر چلا گیا۔ میں دوسری ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا..... تھوڑی دیر کے بعد مجھے بھی ایک ٹیکسی مل گئی اور ڈرائیور نے مجھ سے مقامی زبان میں جگہ کے بارے میں پوچھا۔

''کسی بھی بازار میں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ..... آپ مقامی نہیں ہیں جناب؟'' ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی سٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں..... سیاح ہوں۔''

''لیکن سیاح، عدانہ میں بہت کم آتے ہیں۔'' ڈرائیور خاصا باتونی معلوم ہوتا تھا۔

''میں، ترکی کا ہر ایک شہر دیکھ رہا ہوں۔''

''خوب..... خوب! تو کیا آپ، استنبول اور انقرہ وغیرہ دیکھنے کے بعد یہاں تشریف لائے ہیں؟ یہ شہر، ترکی کی سرحد پر ہے۔ اور اس کے بعد رُوس کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔ ویسے تم ٹیکسی ڈرائیور کے علاوہ ایک عمدہ گائیڈ بھی ہو۔''

''ہاں..... میں ایک تعلیم یافتہ آدمی ہوں۔ اور اگر کوئی شخص، ترکی کی سیر کرنا چاہئے تو اُسے، مجھ سے اچھا گائیڈ نہیں مل سکتا۔''

''تب پھر ٹیکسی کیوں چلاتے ہو..... گائیڈ کا کام کیوں نہیں کیا؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''بس جناب! شوق سمجھ لیں۔'' ڈرائیور نے جواب دیا۔ پھر اُس نے مجھے ایک پر ے بازار میں اُتار دیا۔ جہاں بے شمار دُکانیں بکھری ہوئی تھیں۔ بالآخر ایک دُکان ہی گئی، جہاں میرے مطلب کی چیزیں موجود تھیں۔

میں نے سیلز مین سے وہ چیزیں طلب کیں۔ اس وقت بھی میں نے اپنے خد ٹیڑھے کئے ہوئے تھے۔ یعنی میرا نچلا ہونٹ لٹکا ہوا تھا۔ آنکھیں اُوپر کو کھنچی ہوئی تھیں وغیرہ۔

''کیا تمہارا تعلق کسی تھیٹر یا ڈرامیٹک کمپنی سے ہے۔'' سٹور کیپر نے میرا مطلوبہ میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''اوہ..... کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''میرا خیال درست ہے نا؟'' وہ مسکرا کر بولا۔

''ہاں..... لیکن کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ بے شمار لوگ، مجھے بحیثیت اداکار جا ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن میں نے تمہیں اِس سامان کی وجہ سے پہچانا ہے۔ ظاہر ہے، یہ سامان عام استعمال نہیں کرتے۔ ویسے مجھے، ڈراموں میں کام کرنے کا بہت شوق ہے۔ کیا تم مجھے کام دلا سکتے ہو؟ میں بہترین اداکاری کر سکتا ہوں۔ دیکھو! یہ ایک رُومانی نظر کی پرفا ہے۔'' اُس نے چہرے پر ہونقوں کے سے آثار پیدا کر لئے۔ اور اُسی وقت مینجر نے بجائی۔ اداکار، دانت پیستا ہوا سیدھا ہو گیا۔

میں، میک اَپ کے سامان کا بل ادا کر کے باہر آ گیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل پہنچ گیا۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور پھر میں اَپ میں مصروف ہو گیا۔

میں نے ایک خوبصورت نوجوان کا میک اَپ کیا تھا، جس کے خدوخال کسی جرمن کے سے تھے۔ اور اس سلسلے میں، میں نے کافی مہارت سے کام لیا تھا۔ اس کی وجہ میرا دوست فلیکس بھی رنگین مزاج تھا۔ اور زندگی کی تفریحات میں تھوڑی سی دلچسپی شامل رہیں تو کیا حرج ہے؟ میک اَپ کرنے کے بعد میں نے اپنا سوٹ پہنا اور تیار اور پھر وہاں سے باہر آ گیا۔

اب میں کم از کم! اس بات سے مطمئن تھا کہ مجھے پہچانا نہیں جا سکتا۔ اس کے بعد



نے عدانہ سے جانے کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ عدانہ سے ازمیر جانا پڑتا تھا۔ پھر وہاں سے لانچ کے ذریعے استنبول..... اور باقی وقت میں نے ان معلومات ہی میں صرف کیا اور پھر شام کو چھ بجے کے قریب واپس ہوٹل پہنچ گیا۔

ہمارے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے دروازے کے پٹ دیکھے اور اندر داخل ہو گیا۔ فلیکس ایک آرام کرسی میں دراز، اخبار دیکھ رہا تھا۔ میری آہٹ پر اُس نے نظریں اٹھائیں۔ اور پھر سخت نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا۔ اُس کے انداز میں بڑا اعتماد تھا۔

''اوہ..... شاید میں غلط کمرے میں آ گیا۔'' میں نے آواز بدل کر کہا۔

''اس کے باوجود، آپ کھڑے ہوئے ہیں۔'' فلیکس کی آواز کھردری تھی۔

''میں، آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

''میرا خیال ہے، تم کوئی چور ہو اور دروازہ کھلا دیکھ کر اندر گھس آئے ہو۔ اور اب باتیں بنا کر یہاں سے نکل جانے کے خواہش مند ہو۔'' فلیکس نے اخبار رکھ دیا۔

''آپ کوئی جاسوس ہیں جناب.....؟'' میں آگے بڑھ آیا اور فلیکس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''یہ بات نہیں ہے۔ آؤ!'' اُس نے کہا اور اپنے سامنے پڑی ہوئی کرسی کی طرف اِشارہ کیا۔ میں اطمینان سے بیٹھ گیا۔ ''بات یہ ہے کہ میں خود بھی چور ہوں اور یہی کام کرتا ہوں جو تم۔'' اُس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ننھا سا پستول نکال لیا۔

''یہ..... کیا.....؟''

''بیٹھے رہو جسم کو حرکت نہ دینا، ورنہ اِس پستول میں سے صرف روشنی نہیں نکلتی۔''

''دراصل! میں رُوسی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا ہوں مسٹر فلیکس!'' میں نے کہا اور فلیکس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے تعجب کے آثار نظر آئے۔ پھر اُس نے ایک گہری سانس لے کر پستول جیب میں ڈال لیا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ رُوسیوں سے میری کافی گہری دوستی ہے۔ اور اس کا تم سے بڑا گواہ کون ہو سکتا ہے مسٹر کین!'' اُس نے کہا اور میں ہنس پڑا۔ فلیکس بھی ہنسنے لگا تھا۔ ''لیکن تمہارا میک اَپ..... میں اسے دنیا کا بہترین میک اَپ کہہ سکتا ہوں۔''

''لیکن میں، تمہاری بات تسلیم نہیں کرتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیوں.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''تم نے مجھے پہچان لیا۔''

''صرف ایک لفظ سے۔''

''کون سے لفظ سے.....؟''

''تم، فلیکس ایک مخصوص انداز میں کہتے ہو۔ یقین کرو! تمہیں پہچان لینے میں صرف یہی ایک لفظ معاون ثابت ہوا ہے۔''

''ہوں.....'' میں نے گہری سانس لی۔ فلیکس بھی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔

''بہت خوبصورت میک اِپ ہے۔ اب مجھے بدل دو۔''

''جلدی کیا ہے میری جان! کہاں کہاں گھومے.....؟''

''اس حسین شہر کے نواح میں گھومتا رہا۔ اور کوئی خاص کام نہیں کیا۔''

''میرا خیال ہے، کیا ہے۔''

''کیا.....؟ میں نہیں سمجھا۔'' فلیکس نے پوچھا۔

''تمہارے پاس میں نے پستول دیکھا تھا۔''

''اوہ، ہاں..... بہت عمدہ چیز ہے۔ میں نے تھوڑی سی خریداری بھی کی ہے۔ یہ تمہارے لئے لے لیا ہے۔'' اُس نے دوسرا پستول نکال کر میری طرف اُچھال دیا۔ ''بہت ہلکا اور بہت چھوٹا پستول ہے۔ کارکردگی کے لحاظ سے مکمل اور بھرپور.....'' فلیکس بولا۔

''ہاں! عمدہ چیز ہے۔ اب میں اُس پولیس افسر کے ریوالور سے نجات پا لوں گا۔'' میں نے پستول، جیب میں ڈال لیا۔

''اور اب یہ اخبار دیکھو! اِس میں تمہارے کارناموں کی تفصیل ہے۔''

''اوہ! میں صبح سے اخبار دیکھ ہی نہیں سکا۔'' میں نے کہا اور اخبار اُٹھا لیا۔ کارناموں کی تفصیل، توڑ مروڑ کر پیش کی گئی تھی۔ یعنی اُس پولیس آفیسر نے بتایا تھا کہ پٹرول کار چوری کی گئی تھی اور مجرم بینک کے قریب بھی دیکھا گیا تھا۔

اخبار پڑھ کر میں نے گہری سانس لی۔ پھر فلیکس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''چلو ٹھیک ہے۔ بیچارے نے اپنی پوزیشن محفوظ کر لی۔ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ بہرحال! اب عدانہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟''

''ہاں..... میں بھی یہی کہنے والا تھا۔''



''پھر.....؟'' میں نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے، سفر کے بارے میں معلومات حاصل کر لی جائیں۔''

''میں کر چکا ہوں۔''

''خوب..... میک اَپ تم نے یہیں آ کر کیا تھا نا؟''

''ہاں.....!''

''میرے لئے بھی تم اپنے جیسا ہی کوئی خوبصورت چہرہ تلاش کرنا۔ تمہارے ہونٹوں کا یہ حسین اُبھار بہت سے ذہنوں کا سکون چھین لے گا۔ ابھی تک کوئی مقامی لڑکی، تمہاری طرف نہیں دوڑی؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''مقامی لڑکیاں کافی بد ذوق معلوم ہوتی ہیں۔'' میں نے میک اَپ بکس نکال کر فلیکس کے چہرے کی مرمت شروع کر دی۔ ایک گھنٹے میں، میں اس کام سے فارغ ہو گیا۔ اور پھر ہم دوسری باتوں میں مصروف ہو گئے۔ یہ رات، ہم نے سکون سے گزاری تھی۔

اور پھر دوسرے دن ہم روانگی کے لئے تیار تھے۔ عدانہ سے ازمیر..... اور پھر وہاں سے اِستنبول۔ سارا سفر، خوشگوار تھا۔ اور کسی حادثے یا قابل ذکر واقعے سے محفوظ۔ بہرحال! ہم استنبول میں داخل ہو گئے۔ اُونچے اُونچے میناروں والی مسجدوں کا شہر، جو قدیم اور جدید کا بہترین امتزاج تھا۔

یہاں کے ہوٹل بہت خوبصورت تھے۔ چونکہ ہم دونوں میک اَپ میں تھے، اس لئے ہمیں آوارہ گردی کی کوئی فکر نہیں تھی۔ چنانچہ ٹیکسی میں ہم نے کئی ہوٹل دیکھے۔ اور پھر ایک عمدہ ہوٹل کا انتخاب کر لیا۔ یہاں رہ کر چونکہ کچھ زیادہ کام کرنا تھا۔ اس لئے کافی دن ٹھہرنے کا پروگرام تھا۔ ہم نے دو کمرے حاصل کئے تھے۔ اس کی تجویز بھی فلیکس نے پیش کی تھی۔

دونوں کمرے برابر تھے۔ اس لئے کوئی دقت بھی نہیں تھی۔ ہم اپنے کمروں میں مقیم ہو گئے۔ کرنسی کی کوئی کمی نہیں تھی۔ تھوڑی دیر ہم نے آرام کیا۔ اور پھر میں اپنے کمرے سے نکل کر پروگرام کے مطابق، فلیکس کے کمرے میں پہنچ گیا۔

''میں خود تمہیں بلانے والا تھا۔ کافی منگوائی ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

''اب پروگرام طے ہو جائے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں..... میرا خیال ہے، ہم کافی انتظار کر چکے ہیں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''سب سے پہلے فلیکس! تم یہ بتاؤ کہ پہلے تم اپنے اعضاء کی طرف سے مطمئن ہونا چاہتے ہو یا کام شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟''

''میں نہیں سمجھا مسٹر کین.....؟'' اُس نے کہا۔

''میرا مطلب ہے فلیکس! اگر تم چاہو تو ہم سارے کام روک کر پہلے یہ کام کر لیتے ہیں۔ تاکہ ایک طرف سے اطمینان ہو جائے۔ اگر تم اس طرف سے اُلجھن کا شکار رہے تو کام کرنے میں لطف نہیں آئے گا۔''

''لیکن ڈیئر کین! تم نے کہیں مجھے کمزور یا کسی اُلجھن کا شکار محسوس کیا ہے؟''

''بالکل نہیں..... تم حیرت انگیز جا رہے ہو۔ اور میں تمہاری اس انوکھی صلاحیت سے بے حد متاثر ہوں۔ لیکن میری خواہش ہے میرے دوست! کہ ہم کام شروع کرنے سے پہلے اس طرح چاق و چوبند ہو جائیں کہ پھر کوئی دُشواری محسوس نہ کریں۔ میرا مطلب ہے، اگر ہم اس سلسلے میں قدم آگے بڑھائیں گے تو پھر ممکن ہے، ہمیں اُنہی حالات سے دوبارہ گزرنا پڑے، جن سے ہم گزر چکے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک کہا تم نے ڈیئر کین! لیکن بھروسہ کرو، کہ اب تم، مجھے کسی طور معذور محسوس نہیں کرو گے۔ بات یہ ہے کہ ہاتھ اور پاؤں ضائع ہونے کے بعد میں نے شدید مشقت کر کے اپنے آپ کو ایک عجیب رنگ میں ڈھالا ہے۔ لکڑی کے ایک سیدھے ٹکڑے کو اپنی ٹانگ میں نصب کر کے اس سے بھی ایسا ہی کام لے سکتا ہوں جیسا کہ اصلی پاؤں سے۔ اس کے برعکس ٹرکش بڑھئی نے جو پاؤں تیار کیا ہے، وہ تو اتنا آرام دہ ہے کہ مجھے ذرا بھی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کین! کہ اس سلسلے کو اختتام تک پہنچانے کے بعد امریکہ جاؤں گا اور وہاں جدید ترین ذرائع سے اپنی یہ کمی پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔ امریکہ میں مصنوعی اعضاء کی تیاری خاصی ترقی پر پہنچ گئی ہے۔ اور اپنے مقصد کی چیز تیار کرانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوگی۔''

''اس کا مطلب ہے، تم مطمئن ہو.....؟''

''ہاں..... بالکل! اب تم جو کچھ بھی کرنا چاہتے ہو، کھلے دل سے کرو۔ میں پہلے بھی تمہیں یہ بات بتا چکا ہوں۔''

''بس! تو ٹھیک ہے۔ استنبول میں ہمیں اس وقت تک رُکنا پڑے گا، جب تک ہم یورپ جانے کے لئے پاسپورٹ اور ویزے کا بندوبست نہ کر لیں۔ میرا خیال ہے، میں اس سلسلے



میں آج ہی سے کارروائی شروع کر دیتا ہوں۔ اور ہم جس وقت تک اِس میں کامیابی حاصل نہ کر لیں، یہیں رہیں گے۔ اور اس کے بعد یہاں سے آگے روانہ ہو جائیں گے۔''

''مناسب.....!'' فلیکس نے کہا۔ ہم دونوں دیر تک اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے۔ کافی آ گئی۔ کافی پینے کے بعد میں نے فلیکس سے اجازت مانگی۔

''اب میں چلتا ہوں ڈیئر فلیکس! اور اب اپنا کام کرنے کے بعد ہی آؤں گا۔ ہاں! اس دوران اگر استنبول کی کوئی حسینہ، تم تک پہنچنے کی کوشش کرے تو میرا خیال ہے، تمہیں انکار نہیں کرنا چاہئے۔'' میں نے کہا اور فلیکس، آنکھیں بند کر کے مسکرا دیا۔

پھر میں باہر آ گیا۔ استنبول، میرے سامنے پھیلا ہوا تھا۔ صوفیہ کی قدیم دیوار کے سائے میں چلتے ہوئے وہاں سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر کھیلوں کے وسیع میدان پھیلے ہوئے تھے۔ آیا صوفیہ کی عمارت کے سامنے مخالف سمت میں سلطان احمد مسجد کا دالان نظر آ رہا تھا..... اور درمیانی میدان میں پرانے قسطنطنیہ کی یادگاریں، آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھیں..... 234ء میں یہ شہر، جو اُس وقت بازنطائن کہلاتا تھا، رومیوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اور بعد میں اس کا نام رومی شہنشاہ کانسطنطائن کے نام پر قسطنطنیہ رکھ دیا گیا۔ اس وقت یہ شہر، معمولی حیثیت کا حامل تھا۔ لیکن پھر اس میں رومی تہذیب شامل ہو گئی۔ اس کی سات پہاڑیوں پر رومی طرز کی حسین ترین عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ اور ان ساتوں پہاڑیوں پر سنگ مرمر کے چار سو محلات تعمیر کئے گئے۔ اس طرح اسے نئے روم کی حیثیت دے دی گئی۔

کافی دیر تک میں، استنبول کی سیر کرتا رہا۔ میں نے پیدل ہی سفر اختیار کیا تھا۔ فوراً ہی تمام کام نہیں کر لئے تھے۔ چنانچہ جب تھک جاتا تو ٹیکسی لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا۔ اور اس کے بعد ہوٹل پہنچ کر میں نے پاسپورٹ ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے وہاں پہنچا دیا۔ میرا اندازہ تھا کہ یہاں بھی عام ملکوں کی طرح ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہوگی، جو مناسب رقومات لے کر اُن لوگوں کے کام آتے ہیں، جو غیر قانونی طور پر پاسپورٹ وغیرہ تیار کراتے ہیں۔ تب میری نگاہ ایک بوڑھے امریکن پر پڑی، جو مقامی لباس میں نظر آ رہا تھا۔ حالانکہ یہ لباس اُس کی شخصیت سے قطعی مختلف تھا۔ میں بوڑھے کے قریب پہنچ گیا۔

''ہیلو.....!'' میں نے اُسے مخاطب کیا اور بوڑھا میری طرف متوجہ ہو گیا۔ ''تمہاری اس توجہ کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''اگر تمہارا تعلق پولیس سے ہے تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ کیونکہ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں قانونی طور پر کرتا ہوں۔ اور اگر تم کوئی عام شخص ہو تو میں، تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کسی بھی کا پاسپورٹ اور ویزا مہیا کر سکتا ہوں۔ اتنی جلدی کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''مجھے بھی ایک ایسے ہی شخص کی تلاش تھی۔''

''خوب..... تو کہو! کیا کام ہے؟''

''دو پاسپورٹ، یورپین ممالک کے لئے۔ ویزا بھی۔''

''تفصیلات.....؟'' بوڑھے نے پوچھا اور میں نے اُسے ضروری باتیں نوٹ کرا دیں۔

''بس! تصویریں دے دو..... اور اس کے ساتھ ہی اپنا پتہ بھی۔'' بوڑھے نے کہا اور میں نے اُسے اپنا ایڈریس دے دیا۔ اُس نے اپنا نام آڈیل بتایا تھا۔

اور یہ بوڑھا آڈیل تو بڑے کام کا ثابت ہوا تھا۔ اُس کی گفتگو سے مجھے یہ احساس بھی ہوا تھا کہ کہیں وہ نیم پاگل شخص نہ ہو اور اُس نے جو بکواس کی ہے، وہ محض بکواس ہی نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اُس سے کہا۔ ''لیکن مسٹر آڈیل! آپ سے ملاقات کا آسان ترین ذریعہ کیا ہے؟''

''میرا ایڈریس لکھ لیجئے۔''

''فرمائیے.....!''

''مینار سوزیدہ کے سامنے ایڈون بلڈنگ موجود ہے۔ اس کی دوسری منزل پر فلیٹ نمبر سات، آڈیل کا ہے۔ یہ میرا کارڈ رکھ لیجئے۔'' اُس نے کہا اور میں نے دلچسپی سے اُس کا کارڈ لے کر دیکھا۔ آڈیل کا بیان درست ہی معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ میں نے اُس کا کارڈ جیب میں رکھ لیا اور پھر کسی قدر مطمئن انداز میں وہاں سے واپس آ گیا۔ گویا جس کام کے لئے میں گیا تھا اور جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ مشکل سے انجام پائے گا، وہ بڑی آسانی سے ہو گیا تھا۔ اس کے بعد فرصت ہی فرصت تھی۔

چنانچہ میں نے سوچا کہ کانسطنطائن کا آبی محل دیکھ لوں۔ ایک بک سٹال پر پہنچ کر میں نے استنبول کا نقشہ طلب کیا اور چھ لیرے میں مجھے وہ نقشہ مل گیا۔ ایک جگہ پہنچ کر میں نے نقشہ کھول دیا اور کانسطنطائن کا آبی محل تلاش کرنے لگا۔ مجھے اندازہ تھا کہ یہ محل، مینار سوزیدہ کے ساتھ ہی ہے اور بوڑھے نے بھی اسی علاقے کا پتہ بتایا تھا۔

ایک ٹیکسی روک کر میں نے ڈرائیور سے مینار سوزیدہ چلنے کے لئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور



نے چند ساعت کے بعد ہی مجھے وہاں پہنچا دیا۔

لیکن یہ جگہ تو بڑی عجیب سی تھی۔ آبی محل کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے سامنے چہل قدمی کرتے والی دو لڑکیوں کو اپنا رہبر بنانے کا فیصلہ کیا اور اُن کے قریب پہنچ گیا۔ میں اُن کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ ڈنمارک کی رہنے والی ہیں۔ میں نے اُن سے آبی محل کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور وہ مسکرا پڑیں۔

''ہم بھی وہیں چل رہے ہیں۔ کیا آپ، ہمارے ساتھی بننا پسند کریں گے؟'' اُن میں سے ایک لڑکی نے کہا اور دوسرے لمحے میرے ذہن میں دلچسپیاں اُبھر آئیں۔

فرصت..... استنبول..... لڑکی..... تین الفاظ میرے ذہن میں یکے بعد دیگر گونجے تھے۔ چنانچہ میں نے پُرکشش انداز میں گردن ہلاتے ہوئے اُن کی یہ پیشکش قبول کر لی۔

لڑکیاں بار بار میرے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ پھر ہم سب نے ایک دوسرے سے تعارف حاصل کیا۔ میں نے اپنا نام ڈینئل بتایا تھا۔ اُن میں سے ایک لڑکی، کورا تھی اور دوسری لڑکی شین تھی۔

وہ آپس میں خاصی بے تکلف معلوم ہوتی تھیں۔ ہم تینوں مینار سوزیدہ کے ساتھ بنی ہوئی جھونپڑی تک پہنچ گئے۔ جھونپڑی کے دروازے کے ساتھ ٹکٹ کی کھڑکی تھی، جس کے پیچھے نیلی وردی میں ملبوس ایک بوڑھا اونگھ رہا تھا۔ میں نے کھڑکی کے اندر ہاتھ ڈال کر اُس کی آنکھوں کے سامنے اُنگلیاں نچائیں تو وہ چونک پڑا۔

''دو لیرے..... دو لیرے.....'' اُس نے میری بات سنے بغیر ہانک لگائی، اور میں نے چھ لیرے نکال کر اُس کے سامنے ڈال دیئے۔ بوڑھے نے تین ٹکٹ ہمارے حوالے کر دیئے۔

دروازے کے ساتھ ہی لکڑی کی سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ ہم اُن سیڑھیوں سے نیچے اُترے اور ہمارے سامنے کانسطنطائن کا زیرِ زمین آبی محل تھا.....

تین سو چھبیس مرمریں یونانی ستون، جو کمر تک گہرے سبز پانی میں ڈوبے ہوئے تھے، ہمارے سامنے موجود تھے۔ محل کی چھت سے پانی کی بوندیں، ستونوں کے تالاب میں گر رہی تھیں۔ سیڑھیوں کے قریب چند ستونوں پر بجلی کے بلب لگے ہوئے تھے۔ لیکن یہ ناکافی روشنی پورے حصے کو روشن کرنے میں ناکام تھی۔ یوں لگتا تھا، جیسے کسی پُراسرار جھیل میں سینکڑوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ستونِ، اُگ آئے ہوں۔ جھیل میں مچھلیاں تیر رہی تھیں اور اُن کے غوطے لگانے کی آواز عجیب لگ رہی تھیں۔

''میرے خدا! کیسی انوکھی جگہ ہے.....'' شین، مہین آواز میں بولی۔ لیکن اُس کی آواز چاروں طرف سے سنائی دی تھی۔ شین چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی اور کورا ہنس پڑی۔ اُس کی ہنسی بھی چاروں طرف بکھر گئی تھی۔

''یہاں تو کوئی بات بھی کی جائے تو گویا چاروں طرف نشر ہو جائے۔''

''ہاں..... انوکھی جگہ ہے۔''

''آپ بالکل خاموش ہیں مسٹر ڈینئل.....؟''

''آپ لوگوں کی آواز کی نغمگی پر غور کر رہا ہوں۔''

''اوہ.....!'' شین ہنس پڑی۔ ''آیئے! اب باہر چلیں۔ آوازوں کا یہ جزیرہ، بے حد حسین ہے۔'' ہم باہر آ گئے۔

''آپ نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا مسٹر ڈینئل.....!''

''میں بھی سیاح ہوں، فن لینڈ سے آیا ہوں۔''

''اوہ، خوب! کیا یہاں کیمپنگ میں قیام ہے؟''

''نہیں..... ایک ہوٹل میں مقیم ہوں۔''

''خوب..... گویا مالی طور پر مضبوط ہیں۔''

''ویسے فن لینڈ کے لوگ خوبصورت تو ہوتے ہیں۔ لیکن یوں لگتا ہے، آپ کو حسن خاص طور سے بخشا گیا ہے۔'' کورا، نے بے تکلفی سے کہا۔

''شکریہ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں؟ ویسے آپ لوگوں کا قیام کہاں ہے؟''

''ہم تو یوں سمجھیں! کہ مالی طور پر قلاش ہی ہیں۔ جہاں بھی جاتے ہیں، کیمپنگ ہی کر لیتے ہیں۔''

''بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔ اگر آپ پسند کریں تو کچھ وقت ہمارے ساتھ بھی گزاریں۔'' میں نے پیشکش کی۔

''ہم دونوں ایک دوسرے کی ساتھی ہیں، اور یہاں صرف ایک اجنبی۔ اگر آپ ہماری قربت سے بور نہ ہوں تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟''

''ٹھیک ہے۔ آج کا دن اور رات، آپ ہمارے ساتھ گزاریں۔'' میں نے کہا اور



دونوں لڑکیاں تیار ہو گئیں۔

''اب کیا پروگرام ہے؟ آپ نے استنبول کی تفریح گاہوں کی سیر کر لی؟''

''مکمل طور پر نہیں..... لیکن آج کی تفریح ختم۔ آج تو ہم بہت تھک گئے ہیں۔'' شین نے کہا اور میں، اِن لڑکیوں کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ ڈنمارک کی یہ سیاح لڑکیاں، جو مالی وسائل بھی نہیں رکھتیں، آخر اپنا یہ تفریحی سفر کس طرح جاری رکھے ہوئے ہوں گی؟ بلاشبہ اُنہوں نے اس کے لئے کچھ نہ کچھ وسائل ضرور تلاش کئے ہوں گے اور ایک جدید ملک کی باشندہ لڑکیاں، جو بہترین وسائل رکھ سکتی ہیں، وہ اُن کی جوانی اور اُن کا حسن ہی ہو سکتا ہے۔ اِن لڑکیوں کے فوراً تیار ہو جانے سے میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم تینوں واپس ہوٹل کی جانب چل پڑے۔ جس وقت میں ہوٹل میں داخل ہوا، فلیکس وہاں موجود نہیں تھا۔ اُس کے کمرے کے دروازے کا تالا بند تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور ہم اندر آ گئے۔ ''ظاہر ہے، اِس ہوٹل میں قیام کرنے والا، معمولی حیثیت کا آدمی تو نہیں ہو سکتا۔'' شین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ لوگ، حیثیت کے بارے میں اس قدر پریشان کیوں ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں، نہیں..... پریشانی کی بات نہیں ہے۔ ہم بتا چکے ہیں نا! کہ ہمارے مالی وسائل زیادہ اچھے نہیں ہیں۔'' کورا نے معنی خیز انداز میں کہا۔

''آپ بے فکر رہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ لیکن کورا کے اِس کاروباری انداز کو میں نے زیادہ پسند نہیں کیا تھا۔ ہمیں بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ فلیکس واپس آ گیا۔ میرے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر اُس نے آہستہ سے دستک دی اور اندر آ گیا، لیکن لڑکیوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا۔

''اوہ، سوری! اگر آپ مصروف ہوں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔'' اُس نے کہا۔

''نہیں فلیکس! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آؤ!'' میں نے اُسے آواز دے لی۔

''شکریہ میرے دوست! لیکن یہ خواتین، مسٹر.....؟''

''ڈینئل.....!'' میں نے جواب دیا اور فلیکس گردن ہلانے لگا۔

''شکریہ مسٹر ڈینئل! تو اِن لوگوں سے تعارف نہیں ہوا؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''یہ کورا، ہیں اور یہ ان کی ساتھی مس شین۔'' میں نے جواب دیا۔

''بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''شکریہ..... ویسے کیا آپ کا تعلق بھی فن لینڈ ہی سے ہے؟'' کورا، نے سوال کیا۔

''جی ہاں، جی ہاں.....!'' فلیکس نے جواب دیا۔

''تب تو پھر یہی کہنا پڑے گا کہ فن لینڈ کے لوگوں سے ہماری زیادہ واقفیت نہیں ہے۔''

''کیوں.....؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''مطلب یہ ہے کہ ہم نے فن لینڈ کے لوگوں کے بارے میں یہ اندازہ نہیں لگایا تھا کہ وہاں کے نوجوان اتنے حسین ہوتے ہیں۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس سے پہلے فن لینڈ کا باشندہ، ہماری نظر ہی میں نہ پڑا ہو۔ کورا، نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویسے یہ خواتین، ہمارے ساتھ مکمل وقت گزارنے پر آمادہ ہو گئی ہیں۔ سیاح ہیں، یہاں کے کیمپ میں قیام پذیر ہیں۔''

''اوہ..... بہت خوب!'' فلیکس مسکراتا ہوا بولا۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر فرنچ زبان میں کہنے لگا۔ ''یعنی وہ کام، جو میں تین گھنٹے کی مسلسل بھاگ دوڑ سے نہیں کر سکا، تم نے دکھایا۔''

''کیوں.....؟''

''یہ دو لڑکیاں.....''

''ہاں..... ظاہر ہے، مجھے تمہارا خیال تو رکھنا ہی تھا۔''

''ہر جگہ میرا خیال رکھو گے میرے دوست.....؟'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بہرصورت! اب یہ بتاؤ، تمہیں ان میں سے کون پسند ہے؟''

''بس..... کوئی ایک۔ دونوں ہی خوبصورت ہیں۔''

''پھر بھی.....'' میں نے اِصرار کیا اور فلیکس نے شین کی طرف اِشارہ کر دیا۔ میں فراخدلی سے شین اُسے بخش دی۔

دونوں لڑکیوں کے ساتھ ایک خوبصورت رات گزارنے کے بعد ہم نے صبح اُن کے ساتھ ناشتہ کیا۔ اور اس کے بعد اُنہیں اچھی خاصی رقم دے کر رُخصت کر دیا۔ فلیکس کچھ خوش نظر نہیں آ رہا تھا۔

''کیوں فلیکس! کیا بات ہے.....؟ کچھ بجھے بجھے سے ہو۔''

''نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''پھر بھی.....'' میں نے اِصرار کیا۔



''میں نے کہا نا! کوئی خاص بات نہیں ہے۔ دراصل! مجھے اِس قسم کی لڑکیاں قطعی پسند نہیں آتیں۔''

''کیوں.....؟'' میں نے پوچھا۔

''بس! خواہ مخواہ مرد بنتی ہیں۔ نسوانیت نام کو بھی نہیں ہوتی اِن لڑکیوں میں۔''

''تو اِس سے کیا فرق پڑتا ہے ڈیئر فلیکس؟ تم تھوڑی دیر کے لئے خود کو عورت بھی سمجھ سکتے ہو۔''

''اونہہ..... فضول باتیں۔'' فلیکس نے کہا اور ہم دونوں خاصی دیر تک ہنستے رہے۔

اُسی وقت میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور میں یہی سمجھا کہ شاید ویٹر آیا ہے۔ لیکن جب میں نے دستک دینے والے سے اندر آنے کے لئے کہا تو بوڑھے آڈیل کی شکل دیکھ کر میں حیرت سے چونک پڑا۔ آڈیل مسکراتا ہوا اندر آ گیا تھا۔

''اوہ، مسٹر ڈینئل! بالآخر میں، آپ کو تلاش کرتا ہوا پہنچ ہی گیا۔''

''خوب..... خوب..... میرے دوست آڈیل سے ملو، ہارپر! یہ ہمارے لئے پاسپورٹ وغیرہ کا بندوبست کریں گے۔''

''اوہ!'' فلیکس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''آپ لوگوں نے تصویریں تیار کرا لیں؟''

''سوری ڈیئر آڈیل! دراصل میں کافی دیر سے واپس آیا تھا۔ اور اس کے بعد میں اور میرا دوست، دوسرے کاموں میں مصروف رہے، اس لئے وقت نہ مل سکا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے..... کوئی حرج نہیں ہے مسٹر ڈینئل! آپ لوگ، میرے ساتھ چلئے۔ میں ایک فوٹو گرافر سے ارجنٹ تصویریں حاصل کر لوں گا۔''

''بالکل ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ یوں بھی اِس کام میں تعرض کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم دونوں تیار ہو کر اُس کے ساتھ ہوٹل سے باہر آ گئے۔ اور آڈیل ہمیں ایک ٹیکسی میں لے کر چل پڑا۔

ایک بازار میں پہنچ کر اُس نے مخصوص قسم کے فوٹو سٹوڈیو کا رُخ کیا۔ وہاں پہنچ کر فوٹو گرافر سے کچھ گفتگو کرنے کے بعد ہماری تصویریں اُتار لی گئیں۔

''بس! یہاں سے آپ کا کام ختم۔ اب میں آپ سے کل شام یا پرسوں صبح ملاقات کروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



گا۔'' آڈیل نے کہا اور ہم سے اجازت لے کر چلا گیا۔

''اسے کہاں سے پکڑا تھا.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''بس، فلیکس! کل جس کام کے لئے نکلا تھا، اُسی کام کے لئے یہ بوڑھا امریکن بہترین معاون ثابت ہوا۔

''گویا یہ ہمارے پاسپورٹ وغیرہ.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''ہاں..... کہنا تو اس کا یہی ہے۔ اب بہرصورت! دیکھ لیتے ہیں۔ ورنہ اس کے بعد اور سوچیں گے۔''

''او کے.....!'' فلیکس نے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ استنبول کے مختلف علاقوں کی چھان بین کرنے لگے۔ شکاری لڑکیاں ہر جگہ موجود تھیں۔ لیکن فلیکس، اُن کی جانب متوجہ نہیں ہوا۔ اُس کے خیال میں یہ لڑکیاں قابل توجہ نہیں تھیں۔ تین دن مزید ہمیں اسی ہوٹل میں قیام کرنا پڑا۔ اور بالآخر بوڑھے آڈیل نے جو کچھ کہا تھا، کر دکھایا۔ اُس نے پاسپورٹ ہمارے حوالے کر دیئے تھے۔ ''ویزے کے بارے میں آپ نے نہیں بتایا تھا کہ کہاں کا ہے؟ اس لئے اپنے طور پر میں نے وینس کا ویزا لگوا دیا ہے۔''

''تم حیرت انگیز ہو آڈیل! یہ رہا تمہارا معاوضہ۔'' میں نے طے شدہ معاوضے سے زیادہ، اُس کے حوالے کر دیا۔ آڈیل نے ہمارا شکریہ ادا کیا اور بولا۔

''اس کے علاوہ، اگر کچھ اور خدمات درکار ہوں تو.....؟''

''نہیں، بس..... شکریہ!'' اور آڈیل چلا گیا۔

''ہم کل وینس چل رہے ہیں فلیکس!'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''اس کے بعد.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''سویڈن..... جہاں سے ہم اپنے کام کا آغاز کریں گے۔'' میں نے کہا اور فلیکس سر ہلانے لگا۔

☆.....☆.....☆



خوبصورت وینس ہماری نگاہوں کے سامنے تھا۔ ایک سو پندرہ جزیروں کا وطن..... جنہیں ایک سو ساٹھ نہریں اور چار سو محرابی پُل آپس میں ملاتے تھے۔ پلازہ ڈیل کے نزدیک۔ ہوٹل مارکو، ہماری رہائش گاہ تھا۔ میں نے اور فلیکس نے برابر کے دو کمرے حاصل کئے تھے اور اس کے لئے ہم نے پہلے ہی آپس میں طے کر لیا تھا۔

''اس طویل اور جدوجہد سے پُر سفر کے بعد وینس، ہمارے لئے سکون کا گھر ثابت ہوگا اور یہاں ہم اپنی تھکان دُور کریں گے۔ تاکہ اس کے بعد اپنی کارروائی شروع کر سکیں۔'' میں نے فلیکس سے کہا۔

''میں، تم سے متفق ہو ڈن! اور اگر تم اجازت دو گے تو میں یہاں اپنی ضروریات بھی پوری کروں گا۔ اب میں اس قابل تو ہوں کہ خود چل کر اپنی ضروریات پوری کر لوں۔''

''میں بھی ہر طرح تمہاری مدد کروں گا فلیکس! ظاہر ہے، ہم یہاں کسی خاص کام میں مصروف نہیں ہیں۔ تھوڑے دن سکون سے گزریں گے۔ اور اس کے بعد بھرپور طریقے سے اپنے کام میں مصروف ہو جائیں گے۔'' میں نے کہا۔

''میں بھی یہی چاہتا ہوں ڈن! تفریحات کا یہ وقت مختصر ترین ہونا چاہئے۔ ورنہ ہم ایک بہت بڑے خسارے سے دوچار ہو جائیں گے۔''

''خسارہ.....؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے فلیکس کو دیکھا۔ اُس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

''ہاں! تم بھی سوچو، جو راز ہمارے پاس محفوظ ہے، ابھی تک اُس کی حیثیت ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ کسی دوسرے طریقے سے عیاں ہو جائے۔ اُس کے بعد ہماری جدوجہد کی کیا قیمت رہ جائے گی؟''

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ بے شک فلیکس کا یہ خدشہ درست تھا۔ تھوڑی دیر کی سوچ کے بعد میں نے اُس سے اتفاق کر لیا۔ اور پھر ہم نے وینس میں قیام کی مدت کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تعین کر لیا۔ لیکن اِن دنوں کے قیام میں ہم نے خود کو آزاد چھوڑ دیا۔ میری اور فلیکس کی مصروفیات مختلف تھیں۔ وہ اپنے طور پر مصروف رہتا تھا۔ اور میں اپنی تفریحات میں مگن۔ شام کو ہم ضرور مل لیتے تھے..... فلیکس مجھے اپنی مصروفیات کی رپورٹ دیتا تھا اور میں اُسے۔

''میں نے کچھ ایسے لوگوں سے رابطہ قائم کیا ہے، جو مصنوعی اعضاء کا کاروبار کرتے ہیں۔ اُنہوں نے میرا پورا ناپ تول کر لیا ہے۔ اور اپنے بنائے ہوئے جن اعضاء کے نمونے، اُنہوں نے مجھے دکھائے ہیں، میں اُن سے بہت مطمئن ہوں۔''

''خوب..... یہ کام کب تک ہو جائے گا فلیکس؟'' میں نے سوال کیا۔

''میرا خیال ہے، زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ اور پھر مسکرا کر بولا۔ ''وینس واقعی حسین ہے۔ کسی آبرو باختہ حسینہ کی مانند جس میں کشش تو بے پناہ ہے۔ لیکن یہ احساس بھی رہتا ہے کہ وہ کوئی اچھی عورت نہیں ہے۔''

''انوکھی بات کہی ہے تم نے..... ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے تمہیں.....؟''

''اس لئے کہ یہاں کے رہنے والے کوئی روایت نہیں رکھتے۔ اگر ہم اسے سیاحوں کی سرزمین کہیں تو غلط نہ ہوگا۔ اِس زمین کی آغوش، ہر دولت مند سیاح کے لئے کھلی ہوئی ہے۔ جس کا دل چاہے، یہاں آئے اور اس کی آغوش میں سما جائے۔''

''خاصی گہری نگاہ سے دیکھا ہے تم نے اس سرزمین کو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں..... آنکھیں بند تو نہیں کی جا سکتیں۔''

''ویسے شہر بے حد خوبصورت ہے۔''

''میں کہہ چکا ہوں کہ اس میں شک نہیں ہے۔''

''بہر حال! چھوڑو ان باتوں کو، اور کوئی تفریح کی بات کرو۔ وینس کی کسی حسین رنگین تمہارے دل کو چھوا یا نہیں؟''

''یہاں کے ایک علاقے ''ڈاج پیلس'' میں ایک لڑکی سے ملاقات ہوئی تھی۔ آبی سڑک پر ملی تھی۔ اُس نے خود ہی مجھے مخاطب کیا اور تھوڑی دیر میں گھل مل گئی۔ کافی دیر تک میرے ساتھ رہی، اور پھر یہ جان کر سرد ہو گئی کہ میں آدھا مصنوعی انسان ہوں۔''

''اوہ..... پیشہ ور نہیں تھی.....؟''

''شاید نہیں..... کیونکہ اتنی دیر کے ساتھ میں اُس کی طرف سے کوئی اظہار نہیں ہوا تھا۔



بس! کسی ساتھی کی متلاشی تھی۔ بہر حال! عجیب احمقانہ انداز میں وہ پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے بھی لعنت بھیج دی۔''

''اس کے علاوہ اور کچھ؟'' میں نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں..... بس! میں تو زیادہ تر اپنے کام میں مصروف رہا ہوں۔ ویسے تم بھی خاصے دلچسپ آدمی ہو۔ کیا تم اپنے لئے کوئی ساتھی تلاش کر سکے؟''

''بھئی! میں بھی بہت زیادہ اِن چکروں میں نہیں رہتا۔ لیکن وینس کی حسین فضا میں اُڑنے والی رنگین تتلیاں بھلا کہاں کسی کو چھوڑتی ہیں؟ میرا خیال ہے، اس سے زیادہ اور کچھ کہنا، حماقت ہی ہوگی۔ تم سمجھ گئے ہو گے۔''

''ہاں..... ہاں!'' فلیکس، مسکراتا ہوا بولا۔ اور اس کے بعد ہم دونوں کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

''تو پھر اب کیا پروگرام ہے ڈن؟'' تھوڑی دیر کے بعد فلیکس نے پوچھا۔

''بس! اُس وقت تک کوئی خاص پروگرام نہیں ہے، جب تک تم اپنی اس ضرورت سے فارغ نہیں ہو جاتے۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں نے کوشش کی تھی کہ وہ لوگ، ایک ہفتے سے پہلے یہ کام مکمل کر لیں۔ لیکن میرا خیال ہے، مشکل ہے۔ بہر صورت! ایک ہفتہ اور سہی۔ اور اس دوران تم، وینس کے آبی باغوں میں حسین تتلیوں کا شکار کرتے رہو۔'' فلیکس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

اور بلاشبہ! یہی ہوا۔ مارکو پولو کے اس حسین علاقے میں اُڑنے والی تتلیاں، ذہنوں کو گرفت میں لینے کی ماہر تھیں۔ مجھ جیسا آدمی بھی اُن سے محفوظ نہ رہ سکا..... اور کچھ دنوں کے لئے میں بالکل ایک عام سا آدمی ہو گیا۔ میں اپنی حیثیت بھول گیا اور ہر شام کسی نہ کسی حسین لڑکی کے ساتھ وینس کے آبی باغوں میں گزرتی اور رات اپنے ہوٹل کے خوبصورت کمرے میں، جہاں فلیکس، مجھے ڈسٹرب نہیں کرتا تھا۔ پھر ایک دن، فلیکس واپس آیا اور میں نے صاف محسوس کیا کہ اُس کی چال میں پھرتی اور چہرے پر بشاشت ہے۔

''میں، تمہیں اپنا کام مکمل ہونے کی خوشخبری سناتا ہوں۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''خوب..... تو کب تک یہ مسئلہ حل ہو جائے گا؟''

''ہو جائے گا نہیں، ہو گیا۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''کیا مطلب.....؟'' میں نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اُس کی چستی اور پھرتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کی وجہ میری سمجھ میں آ گئی۔

''مجھے دکھاؤ فلیکس! میرا خیال ہے کہ تم اپنے اعضاء لگوا کر ہی آ رہے ہو۔''

''ہاں.....!'' فلیکس نے مجھے اپنا مصنوعی پاؤں اور ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا۔ ''بلاشبہ لوگ اچھے کاریگر تھے۔ اُنہوں نے ان تمام ضروریات کا خیال رکھا ہے، جن کی میں اُنہیں ہدایت کر دی تھی۔ اور میں بے حد مطمئن ہوں مسٹر ڈن! میرا خیال ہے کہ تم بھی میرے اندر کوئی خاص کمی نہیں محسوس کرو گے۔''

''میں، تمہیں اِس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں مسٹر فلیکس! بہرصورت، میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ صرف تمہارے ہی انتظار میں وقت گزاری ہو رہی تھی۔ اب جیسا تم پسند کرو..... مطلب ہے کہ وینس کی فضاؤں کو چھوڑ کر ہم سوئیڈن کی جانب چل پڑیں تو بہتر ہے۔''

''میں پوری طرح تیار ہوں۔ اور ہونا یہ چاہئے کہ کل سے ہم تفریحات کا سلسلہ ترک کر کے سوئیڈن روانگی کے انتظامات کر لیں۔ میرا خیال ہے، اس میں زیادہ پریشانی نہیں ہوگی۔''

''بالکل.....!'' میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد میری تازہ ترین محبوبہ، میرے پاس آ گئی۔ فلیکس کو دیکھ کر اُس نے شدید حیرت کا اظہار کیا تھا۔ میں اور فلیکس اپنی اصل شکل میں تھے۔ اُس لڑکی کا نام، ڈونا تھا۔ وہ خاصی خوبصورت اور اپنے فن میں ماہر تھی۔ اُس نے باری باری ہم دونوں کو دیکھا، اور متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکیڑ کر بولی۔ یہ اُس کی مخصوص ادا تھی۔

''مائی گاڈ.....! یہ سب کیا ہے؟ پہلے تو تم تنہا تھے، یہ دو کیسے ہو گئے؟'' اُس کے انداز میں شوخی تھی۔

''ہم، آپ دونوں میں سے ایک کا انتخاب کریں اور اُسے بچا لیں، جو آپ کا دوست ہے۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈونا کی آنکھوں میں شرارت کے آثار پھیل گئے۔

''مجھ سے مخاطب ہونے والا ہی میرا دوست ہو سکتا ہے۔'' اُس نے اپنی دانست میں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا تھا، اور فلیکس ہنس پڑا۔

''لو بھئی! تمہاری محبوبہ تو تم سے الگ ہو گئی۔'' اُس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ ڈونا دونوں کو متعجبانہ انداز میں دیکھنے لگی۔ اور پھر ہمارے ساتھ ہنسی میں شریک ہو گئی۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں نے صحیح فیصلہ نہیں کیا، کیوں؟'' اُس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔



''میں کیا کہہ سکتا ہوں ڈونا؟ یہ تو تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔''

''اوہ..... مجھے افسوس ہے۔ اور اب میں یہ بات کہنے میں کوئی جھجک نہیں محسوس کرتی۔ کہ میرے دوست تم ہو۔ کیونکہ تم نے مجھے، میرے نام سے مخاطب کیا ہے۔ ورنہ اِن صاحب سے تو میرا تعارف بھی نہیں ہوا۔''

''ذہین ہو۔'' فلیکس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اُٹھ گیا۔ ''اچھا بھئی! میں تو چلتا ہوں۔ تم اپنی محبوبہ کے ساتھ وقت گزارو۔''

جب وہ چلا گیا تو ڈونا نے میری جانب دیکھا اور گہری سانس لے کر مسکرانے لگی۔ ''یہ کون تھا؟ اور تم نے مجھے، اس کے بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا؟'' اُس نے پوچھا۔

''تم نے پوچھا ہی نہیں ڈونا!''

''لیکن تمہارا ہم شکل، بالکل تمہاری مانند ہے۔ کیا یہ تمہارا بھائی ہے؟''

''ہاں..... ہم دونوں بھائی ہیں۔''

''تعجب کی بات ہے۔ میں نے ہم شکلوں کے بارے میں صرف سنا تھا۔ لیکن دو آدمی اس قدر ہم شکل ہو سکتے ہیں، کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ تم دونوں واقعی حیرت انگیز ہو۔''

''اس کا خیال چھوڑو، ڈونا! بہرحال، ہم دونوں آپس میں بہت بے تکلف ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈونا نے اس کا خیال چھوڑ دیا اور میری جانب متوجہ ہو گئی۔

دوسری صبح جب ڈونا چلی گئی تو فلیکس، میرے کمرے میں آ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ ''تمہاری دوست واقعی خوبصورت تھی۔ اب اس سے دوستی کی نوعیت کیا ہے؟ یہ تو میں نہیں جانتا، البتہ مجھے معلوم ہے کہ تم کسی سے متاثر ہونے والے آدمی نہیں ہو۔ کیا خیال ہے، ناشتہ منگوا لیا جائے؟''

''ہاں فلیکس! اگر تم نہ آتے تو میں ابھی تمہارے کمرے میں پہنچنے ہی والا تھا۔ اور ناشتے کے بعد ہم سوئیڈن روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں گے۔''

سوئیڈن روانگی کے لئے جو کچھ بھی ضروری انتظامات کرنے تھے، اُن میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اور شام تک ہم اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔

دوسرے دن، صبح تقریباً ساڑھے نو بجے ہم ایئر پورٹ پہنچ گئے، جہاں سٹاک ہوم جانے کے لئے طیارہ موجود تھا۔ ہم نے اسی طیارے سے روانہ ہونا تھا۔ اور بالآخر ہمارا طیارہ، سٹاک ہوم کے جدید ترین ایئر پورٹ پر اُتر گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ایئرپورٹ پر ہی ہمیں ہوٹلوں کے نمائندے مل گئے اور ہم نے سٹاک ہوم کے ایک بورز ہوٹل کا انتخاب کر لیا۔ نمائندوں کے پاس ہوٹلوں کے بارے میں ساری تفصیلات موجود تھیں۔ بورنز میں بھی ہم نے دو الگ الگ کمرے بک کرائے تھے۔ اور پھر ان کمروں میں منتقل ہو گئے۔ جان بوجھ کر کمروں کا کچھ فاصلہ رکھا گیا۔ اور کمروں میں آنے کے بعد ہم دونوں تقریباً ایک گھنٹے تک اپنے اپنے مشاغل میں مصروف رہے تھے۔ اس کے بعد فلیکس، میرے کمرے میں آ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

''میں نے چائے کے لئے کہہ دیا ہے۔ میرا خیال ہے، ہم چائے کے دوران اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں گفتگو کریں گے۔''

''بے شک.....!'' میں نے جواب دیا۔ ''ویسے میں ہم لوگ، کافی آرام اور سیر و تفریح کر چکے ہیں۔ لیکن اب، یہاں ہمارا مشن شروع ہو جانا چاہئے۔'' میں نے کہا اور فلیکس، گردن ہلانے لگا۔ تھوڑی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے، پھر فلیکس بولا۔

''تو مسٹر ڈن! اس سلسلے میں کام کا آغاز، کہاں سے کیا جائے گا؟''

''سب سے پہلی بات جو میرے ذہن میں آتی ہے مسٹر فلیکس! وہ یہ ہے کہ ہمیں بذاتِ خود جرمنوں کے اس راز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ ہی ہمیں جرمنی سے کوئی محبت ہے۔ یہاں صرف کاروباری مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ ہم مختلف ممالک کے چکر میں پڑیں، ہمیں کسی ایک ملک کا انتخاب کر لینا چاہئے۔'' میں نے کہا اور فلیکس کے چہرے پر ایسے آثار نمودار ہوئے: جیسے میں نے اُس کے دل کی بات کہہ دی ہو۔ اُس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور بولا۔

''لطف کی بات تو یہی ہے میرے دوست! کہ میرے اور تمہارے سوچنے کے انداز میں بڑی یکسانیت ہے۔ میں نے اپنے اس مشن کے بارے میں جب بھی سوچا، میرا مطلب ہے کہ ان حادثات سے فارغ ہونے کے بعد، تو مجھے اپنی کوششوں میں بنیادی خامی یہی محسوس ہوئی کہ میں نے اس راز کی قیمت لگانے کے لئے بہت سارے ممالک کو متوجہ کر لیا تھا۔ وہ سب ہی اسے حاصل کرنے کے چکر میں مصروف ہو گئے۔ اور میں اُلجھ کر رہ گیا۔ زیادہ بہتر ہوتا کہ میں کسی ایک ملک کا انتخاب کرتا، اور اُس سے معاملہ طے کر لیتا۔ جھگڑا ہی ختم ہو گیا ہوتا۔ یوں سمجھو! کہ میں نے خود ہی اتنے سارے لوگوں کو پیچھے لگا لیا ہے۔ لیکن حالات نے مجھے ایک موقع دیا ہے تو پھر میں اپنی اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ اب اس سلسلے



میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ کس ملک کا انتخاب کیا جائے؟'' فلیکس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''امریکہ.....!'' میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔ فلیکس ایک بار پھر مسکرا پڑا تھا۔

''یا تو تم یہ کہو گے ڈن! کہ میں، تمہاری باتوں کی نقل کر رہا ہوں۔ یا پھر تم میری یہ بات مان ہی لو! کہ میں بھی اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی وجہ میں تمہیں بتا دُوں، جب ہم مالی منافع ہی حاصل کرنے کی کوشش میں کوشاں ہیں تو پھر کیوں نہ کسی ایسے ملک سے رابطہ قائم کیا جائے، جو ہمیں زیادہ سے زیادہ ادائیگی کر سکتا ہو؟ البتہ اِس بات کو ذہن نشین کرنا ہو گا کہ وہ لوگ بھی اپنے طور پر ہمارے خلاف سازشیں کر سکتے ہیں۔ یعنی کسی ایسے انداز میں، جو ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو۔''

''ہاں، ڈیئر فلیکس! اس سلسلے میں بھی ہمیں کچھ ضروری تیاریاں کرنا ہوں گی۔ مثلاً یہ کہ تم اپنے چہرے میں کوئی ہلکی سی تبدیلی پیدا کر لو۔ میں اپنے پاس کوئی اس قسم کا ہلکا پھلکا میک اَپ تیار رکھوں، جسے ہم چند ساعت میں اپنے چہرے کو بدلنے کے لئے استعمال کر سکتے ہوں۔ ہمیں انتہائی ذہانت اور ہوشیاری سے اپنا یہ کام انجام دینا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اِس بات کا خیال رکھنا ہے کہ کوئی ہم پر حاوی نہ ہونے پائے۔''

''بالکل ٹھیک..... میں تم سے متفق ہوں۔'' فلیکس نے کہا۔

''بہرصورت! اس کا انتظام تو با آسانی ہو جائے گا۔ تو یہ بات طے پا گئی کہ ہم صرف امریکہ سے اس بارے میں بات کریں گے۔ میرے خیال میں امریکی سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا جائے۔ اور اس کے لئے بہتر ذریعہ ٹیلی فون ہی رہے گا۔''

''بے شک! لیکن ٹیلی فون، اس ہوٹل سے نہیں ہونا چاہئے۔'' فلیکس نے کہا۔

''بالکل نہیں..... ہم باہر چلیں گے اور سٹاک ہوم کی کسی تفریح گاہ سے امریکی سفارتخانے سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کریں گے۔''

''مناسب.....!'' فلیکس نے کہا اور اسی وقت ویٹر، چائے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آ گیا۔ اُس کے جانے کے بعد فلیکس نے ڈرائی فروٹ کی پلیٹ میرے سامنے سرکاتے ہوئے کہا۔

''یہ عجیب بات ہے کہ چائے آنے سے پہلے ہی ہم اس بات پر متفق ہو گئے، جس کے لئے ہمیں چائے کے دوران گفتگو کرنی تھی۔'' اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اور میں بھی مسکرا دیا۔ ''ہاں! اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے فلیکس! کہ بہرصورت، ہم کام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کے بارے میں ایک ایسا فیصلہ کر چکے ہیں، جس کے تحت ہمیں خاصی جلدی عمل کرنا ہوگا۔"
میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم خاموشی سے چائے پیتے رہے۔

شام جھک آئی تھی۔ ہم بورنز کے ڈائننگ ہال میں آ گئے۔ اور یہاں بہت سی نگاہیں، ہماری جانب اُٹھ گئیں۔ غالباً اس کی وجہ ہم دونوں کا ہم شکل ہونا تھا۔ لیکن فلیکس کو اِس چیز کی پرواہ نہیں تھی۔

دوسرا دن، ہم نے احتیاطی تدابیر کے انتظامات میں گزارا۔ یعنی سٹاک ہوم کے چند ہوٹلوں میں اپنے لئے کمرے بک کرا لئے۔ اُن کی ادائیگی بھی کر دی گئی۔ اور اس کے لئے ہم نے کچھ لوگوں کا سہارا لیا تھا۔ گویا، اب ہم اپنے کام کی ابتداء کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھے۔ وہ رات بھی مختلف ہلکی پھلکی تفریحات میں گزر گئی۔ ہم کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے تھے، جو ہمارے لئے کسی طور تکلیف دہ بن جائے۔ چنانچہ اپنی تفریحات، ہم نے محدود ہی رکھیں۔

دوسرے دن میں اور فلیکس، ہوٹل سے نکلے۔ سٹاک ہوم کے خوبصورت بازاروں سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو ہمارے لئے مناسب تھی۔ یہ ایک تفریحی پارک تھا، جس میں مچھلیاں پکڑنے کے لئے ایک بڑی جھیل بنی ہوئی تھی۔ اس پارک میں ٹیلی فون بوتھ تلاش کرنے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئی، اور ہم ایک انتہائی اہم کام کے لئے اس جگہ کا انتخاب کرنے میں حق بجانب تھے۔

تب ہم دونوں ہی ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہو گئے۔ اور میں نے امریکی سفارت خانے کا نمبر ڈائل کیا۔ چند ساعت کے بعد آپریٹر کی آواز سنائی دی اور میں نے اُس سے کہا۔
"خاتون! میں اپنا نام نہیں بتاؤں گا۔ لیکن میں، آپ کے سفارت خانے کے کسی ایسے سرکردہ شخص سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، جو آپ کے ملک کے لئے خاصی بڑی اہمیت کا حامل ہو۔ اس سلسلے میں، میں آپ سے ایک عرض کر دُوں، کہ یہ گفتگو آپ کے ملک کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور آپ اِس فون کال کو مذاق نہ سمجھیں تو بہتر ہے۔"

"آپ، اپنا نام کیوں نہیں بتاتے؟" دوسری جانب سے پوچھا گیا۔

"اس لئے کہ میرے نزدیک یہ مناسب نہیں ہے۔ ہاں! اگر میرے مطلوبہ شخص نے مجھ میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تو میں، آپ سے شرمندہ ہوں گا۔"

"نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ اعلیٰ افسران سے گفتگو



کرنے کے لئے وقت کا تعین ضروری ہے۔"

"جی ہاں! میں جانتا ہوں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ آپ، اُنہیں اطلاع دے دیں۔ اور میری بات کے بارے میں بھی بتا دیں۔ بعض اوقات کسی ضروری سلسلے میں ہمیں اس قسم کے انتظامات بھی کرنا پڑتے ہیں۔ چنانچہ اگر آپ، یہ خطرہ مول لے لیں گی تو میرا خیال ہے، آپ سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔"

آپریٹر، میری گفتگو سن کر چند ساعت سوچتی رہی۔ اور پھر اُس نے کہا۔ "بہتر..... میں، آپ کو سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری مسٹر ہائم سے متعارف کرا دیتی ہوں۔ براہِ کرم! چند منٹ انتظار کریں۔" میں نے آپریٹر کا شکریہ ادا کیا۔

تھوڑی دیر تک وہ دوسری طرف گفتگو کرتی رہی۔ اور پھر اُس کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میں ہائم بول رہا ہوں۔"

"شکریہ، مسٹر ہائم! میں ایک ایسے شخص کا نمائندہ بول رہا ہوں، جو کچھ عرصے قبل نہ صرف آپ کے ملک، بلکہ بے شمار ملکوں کے لئے دلچسپی کا حامل بنا رہا ہے۔ اور اُس شخص کا نام ہے فلیکس..... ممکن ہے، آپ نے اُس کے بارے میں سنا ہو۔ اور ممکن ہے، یہ بات بھی آپ کے علم میں ہو کہ فلیکس نامی ایک شخص نے سوئٹزرلینڈ میں کچھ لوگوں کو، بلکہ کچھ ملکوں کو دعوت دی تھی کہ وہ اُس سے ایک اہم راز کا سودا کریں۔ لیکن اُس کے بعد حالات کچھ اس قسم کے ہو گئے کہ بہت سے ملکوں کے نمائندے، سوئٹزرلینڈ پہنچ گئے اور وہاں اُنہوں نے اس شخص پر قابو پانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ جس کے نتیجے میں اُسے وہاں سے غائب ہونا پڑا۔ تو سب سے پہلے مسٹر ہائم! میں یہ جاننا چاہوں گا کہ آپ نے اُس شخص کا نام سنا ہے؟"

"کیوں نہیں..... کیوں نہیں مسٹر! لیکن آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟" ہائم کی آواز میں، مضطرب تھا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یوں لگتا ہے مسٹر ہائم! جیسے آپ، اس معاملے میں خاصی دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ آپ کی آواز کا اِضطراب یہی بتاتا ہے۔"

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر! لیکن میرا خیال ہے کہ ایسی اہم گفتگو، ٹیلی فون پر کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ، اس بات سے تو واقف ہوں گے کہ بعض اوقات ٹیلی فون، ٹیپ بھی کئے جاتے ہیں۔"

"جی ہاں..... لیکن مسٹر فلیکس کے ساتھ سوئٹزرلینڈ میں جو کچھ ہوا، اس کے پیشِ نظر یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



احتیاط ضروری تھی۔''

''آپ، بالکل درست کہتے ہیں۔ براہِ کرم! ایک بات بتائیے، کہ کیا آپ خود ہی مسٹر فلیکس ہیں؟'' ہائم نے سوال کیا۔

''میں نے عرض کیا نا! کہ میں اُن کا ایک نمائندہ ہوں..... لیکن آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ کیا آپ خود اس معاملے سے متعلق رہ چکے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں..... سوئٹزر لینڈ میں ہمارے ملک کے نمائندوں کی حیثیت سے جو افراد گئے تھے، میں اُن میں شریک تھا۔ باقی تفصیلات تو میرا خیال ہے، کسی مناسب جگہ پر بتائی جانی چاہئیں۔ اب مختصر الفاظ میں آپ، مجھے بتا دیجئے! کہ میں، آپ سے یا مسٹر فلیکس سے کہاں ملاقات کر سکتا ہوں؟ اس کے علاوہ میں امریکی سفیر سے بھی آپ کے متعلق بات کروں گا۔ ہم لوگ، فوری طور پر آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔ یہ بات میں اپنے طور پر کہہ رہا ہوں۔''

''مناسب..... تو اس کے لئے جگہ کا انتخاب، آپ ہی فرما دیں۔'' میں نے کہا۔

''براہِ کرم! آپ آج شام ٹھیک چھ بجے مجھے اِسی نمبر پر رِنگ کر لیں۔ اس کے بعد ہم لوگ تفصیلی گفتگو کریں گے۔ رِنگ کرنے کے لئے آپ، جس جگہ کا انتخاب فرمائیں، اس کی طرف سے آپ کا خود مطمئن ہونا بھی ضروری ہے۔''

''آپ بالکل بے فکر رہیں۔ وہ کوئی پبلک مقام ہی ہوگا۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو پھر شام کو چھ بجے.....'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''جی ہاں..... ٹھیک چھ بجے۔'' میں نے جواب دیا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ فلیکس، میرے نزدیک ہی کھڑا، میری گفتگو سے محظوظ ہو رہا تھا۔ پھر اُس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور ہم دونوں بوتھ سے نکل آئے۔

تھوڑی دُور چل کر میں نے فلیکس سے پوچھا۔ ''کیا خیال ہے فلیکس! کیا تم اِس گفتگو سے پوری طرح مطمئن ہو؟''

''پوری طرح سے بھی کچھ زیادہ۔ لیکن کیا وہ شخص، جس نے تم سے گفتگو کی تھی، ہم سے ملاقات کے لئے بے چین تھا؟''

''بری طرح۔ بہرحال! ہم، شام کو اُسے رِنگ کریں گے۔ اور اس وقت صحیح اندازہ ہو سکے گا۔ آؤ! اب چلیں۔'' میں نے جواب دیا اور فلیکس نے گردن ہلا دی۔



شام کو ٹھیک چھ بجے، ہم دونوں نے پھر ایک جگہ کا انتخاب کر لیا۔ یہ ایک ریلوے سٹیشن تھا، جہاں پر کافی گہما گہمی تھی۔ یہاں بے شمار ٹیلی فون بوتھ تھے، جن میں سے ایک دُور دراز ٹیلی فون بوتھ کا ہم نے انتخاب کر لیا۔ پھر میں اور فلیکس، بوتھ میں داخل ہو گئے۔ چھ بجنے میں بیس سیکنڈ تھے۔ میں نے مسٹر ہائم کا دیا ہوا نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔

دوسری طرف جیسے ہمارے فون کا شدت سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ فوراً ہی فون ریسیو کیا گیا۔ اور مسٹر ہائم کی آواز سنائی دی۔ ''ہائم بول رہا ہے۔''

''چھ بجے ہیں جناب!'' میں نے کہا۔

''اوہ..... میرے نامعلوم دوست! ہم، تمہارے فون کا انتظار ہی کر رہے تھے۔''

''شکریہ..... میرا خیال ہے کہ ہمیں کسی تمہید کے بغیر گفتگو شروع کر دینی چاہئے۔''

''ہاں..... بے شک۔ لیکن اس گفتگو کے لئے ہمیں کسی مناسب جگہ کا انتخاب کرنا ضروری ہے۔ میری ایک پیشکش ہے آپ کے لئے۔''

''جی.....؟'' میں نے کہا۔

''آپ نے سوئٹزر لینڈ کے جس مسئلے کے بارے میں اِشارہ کیا تھا، اس میں بھی بنیادی خامی یہی رہ گئی تھی کہ آپ نے کسی پر اعتماد نہیں کیا۔ میرا خیال ہے، اس بار اپنی حفاظت کے ضروری اقدامات کرنے کے بعد آپ کو ہم پر اعتماد بھی کرنا چاہئے۔''

''آپ کا خیال غلط نہیں ہے۔''

''بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ، بالمشافہ گفتگو کریں۔ ہم، ہر وہ ضمانت دینے کے لئے تیار ہیں، جو آپ طلب کریں۔ آپ ایک بار ہم پر اعتماد ضرور کریں۔''

''ضرور مسٹر ہائم! ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ تو پھر، آپ سے ملاقات کہاں کی جائے؟''

''میرا خیال ہے، اپنی پسند کی جگہ کا انتخاب خود کر لیں۔''

''بات اعتماد کی ہے، تو یہ انتخاب آپ پر۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب پھر کانسرٹ ہال کے عقب میں امریکی سفیر کی رہائش گاہ مناسب ترین جگہ ہے۔ بشرطیکہ آپ پسند کریں۔''

''مجھے اعتراض نہیں ہے۔ ہاں! کیا آپ نے مسٹر آئن ڈونالڈ سے اِس بارے میں گفتگو کی ہے؟'' میں نے امریکی سفیر کے بارے میں پوچھا۔

''جی ہاں..... مسٹر ڈونالڈ بھی آپ سے ملاقات کے لئے بے چین ہیں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کس وقت ملاقات پسند کریں گے آپ لوگ؟''

''ہماری طرف سے تو اِجازت ہے۔ اگر آپ، ابھی تشریف لانا چاہیں تو ہم، آپ کو خوش آمدید کہیں گے۔ لیکن وقت کا تعین آپ ہی کر دیں تو بہتر ہے۔''

''ٹھیک آٹھ بجے میں، آپ سے ملاقات کروں گا۔'' میں نے کہا۔

''ہم، چشم براہ رہیں گے۔ جگہ آپ نے سمجھ لی ہے.....؟''

''جی ہاں.....!''

''بہت بہتر..... آپ پورے اعتماد کے ساتھ تشریف لائیں۔ آپ کے ساتھ پورا تعاون کیا جائے گا۔'' مسٹر ہائم نے کہا اور میں نے شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ اور اس کے بعد ہم نے جگہ چھوڑ دی۔ سٹیشن کے سامنے والی سڑک عبور کر کے ہم سینٹرل پُل پر آ گئے۔ آخری حصے سے سٹاک ہوم کے ٹاؤن ہال کو سیڑھیاں اُترتی تھیں۔ سٹاک ہوم کا شہر بھی وینس کی طرح جزیروں کا مجموعہ ہے، جنہیں اطالوی طرز کے پُل آپس میں ملاتے ہیں۔ ٹاؤن ہال سے گزر کر پھر شہر کی مشہور سڑک کنگز گاٹن پر آ گئے۔ اور پھر اس سڑک کے ایک اوپن ایئر ریستوران میں آ بیٹھے۔ ایک مشروب طلب کر کے اُس کی چسکیاں لیتے ہوئے میں نے فلیکس کی طرف دیکھا۔

''خاموش ہو فلیکس؟''

''تمہاری طرح.....!'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرے اس اقدام پر تمہیں اعتراض ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بالکل نہیں..... لیکن پروگرام کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''ہاں..... میں خود بھی تمہیں بتانے کا خواہش مند تھا۔ میں، امریکی سفیر کی رہائش گاہ پر جاؤں گا اور اُن لوگوں سے ملاقات کروں گا۔ اس دوران تم میک اَپ میں کسی دوسرے ہوٹل میں قیام کرو گے۔ اوّل تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مرحلے پر ہمیں کسی بد دیانتی کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اگر کچھ محسوس کرو تو دوبارہ مسٹر ہائم سے رابطہ قائم کرنا۔ اور اس بات کی دھمکی دینا کہ یہ راز، جرمنوں کو واپس کر دو گے۔''

''مناسب!'' فلیکس نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا خیال ہے اِس تجویز کے بارے میں؟''

''میرا خیال ہے، بالکل مناسب ہے۔ اِس کے علاوہ اور کوئی آسان طریقہ تو ہم سوچ



نہیں سکتے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ اس کے بعد دیر تک ہم دونوں وہیں بیٹھے اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے، پھر واپس چل پڑے۔

ٹھیک پونے آٹھ بجے ہم نے اپنا ہوٹل چھوڑ دیا۔ چہرے پر فوراً ہی میک اَپ چڑھا لیا تھا۔ اس کے بعد میں، فلیکس کے ساتھ اُس کے نئے ہوٹل تک گیا۔ اُس کا فون نمبر ذہن نشین کرنے کے بعد میں، وہاں سے نکل آیا۔ اور اب میری منزل، کانسرٹ ہال تھی۔

کانسرٹ ہال کے عقب میں امریکی سفر کی رہائش گاہ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ امریکی فلیگ، اُس عمارت پر لہرا رہا تھا۔ عمارت کے دروازے پر دو امریکی فوجی، پہرہ دے رہے تھے۔ میں اُن کے سامنے پہنچ گیا۔ لیکن مجھے اُن سے کوئی گفتگو نہیں کرنی پڑی۔ کیونکہ سامنے ہی چوڑے شانوں اور پستہ قد والا ایک شخص سوٹ پہنے ہوئے کھڑا تھا، جو فوراً مجھے دیکھ کر آگے بڑھ آیا۔

''مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ آپ مسٹر ہائم ہیں۔'' میں نے بھی مسکرا کر کہا۔

''تشریف لائیے!'' ہائم نے دوستانہ انداز میں کہا اور پھر آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ میرا خیال ہے، اب آپ اپنا نام بتا دیں۔ فرضی ہی سہی۔ آپ کو کسی نہ کسی نام سے تو مخاطب کرنا ہی ہوگا۔''

''ضرور..... تو بہتر یہ ہے کہ میرے نام کا انتخاب بھی آپ ہی کریں۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

ہم دونوں، عمارت میں داخل ہو گئے۔ ایک بڑے کشادہ اور قیمتی فرنیچر سے آراستہ ہال میں ہمارا خیر مقدم تین افراد نے کیا۔ اُن میں گنجے سر کا ایک طویل القامت اور پُر رعب شخص تھا۔ ایک خوبصورت عورت، جس کی عمر اٹھائیس کے لگ بھگ ہو گی۔ اور ایک نوجوان شخص۔ گنجے سر والا امریکی سفیر تھا یعنی مسٹر ڈونالڈ۔ اور دوسرا اُس کا اتاشی تھا۔ عورت کا نام آرسی تھا۔ ان تمام لوگوں نے دوستانہ انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔

''ہمیں اِس بات پر شک نہیں کرنا چاہئے کہ ہم، مسٹر فلیکس سے ہی مخاطب ہیں۔'' امریکی سفیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں، مسٹر ہائم کو اِجازت دے چکا ہوں کہ وہ جس نام سے چاہیں، مجھے مخاطب کریں۔'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''ٹھیک ہے...... ناموں میں کیا رکھا ہے؟ ہمیں تو کام زیادہ عزیز ہے۔ تشریف رکھیں۔''

مسٹر ڈونالڈ نے کہا اور میں اُن کے ساتھ بیٹھ گیا۔

''سوئٹزرلینڈ کے تجربات، مجھے یاد ہیں۔ دراصل آپ نے وہاں کافی لوگ جمع کر رکھے تھے مسٹر فلیکس! بلا شبہ، آپ کا یہ خیال درست تھا کہ وہاں، جو آپ کو راز کی قیمت زیادہ ادا کرے، آپ وہ راز اُسے فروخت کر دیں۔ لیکن ہمیں، اس سے تھوڑا سا اختلاف تھا۔''

''وہ کیا جناب؟''

''بہتر یہ ہوتا کہ آپ اس راز کی قیمت کا تعین کر لیتے۔ ہم سے زیادہ ادائیگی کون کر سکتا تھا؟...... کیا رُوسی......؟ ہرگز نہیں......! اور آپ یہ بات جانتے ہیں۔''

''گزری ہوئی باتوں کا بھولنا ہی بہتر ہے مسٹر ڈونالڈ!''

''ہاں...... آپ نے درست کہا۔ ہم، آج سے ابتداء کرتے ہیں۔''

''پچھلے تجربات کی بناء پر ہی آپ کے ملک کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اور اس بار حال وہ نہیں ہے، جو پہلے تھی۔'' میں نے کہا۔

''یقیناً...... آپ نے اپنے طور پر کچھ انتظامات کئے ہوں گے۔ بہرحال! ہماری خواہش ہے کہ آپ کم از کم اس وقت تک ہمارے اوپر اعتماد کریں، جب تک ہماری طرف سے کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ دراصل! ہماری حکومت کو مدت سے آپ کی تلاش تھی۔ اور اس سلسلے میں دنیا کے سفارت خانوں کو ہدایات دی گئی ہیں کہ جہاں بھی آپ سے رابطہ قائم ہو جائے۔'' سفیر نے کہا۔

''خوب...... بہرحال! ہم، آپ سے سودا کرنے کے لئے تیار ہیں۔''

''میری درخواست ہے مسٹر فلیکس! کہ اس سلسلے میں دیر نہ کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم راز سے کوئی فائدہ اُٹھانے کے قابل ہی نہ رہیں۔''

''میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب میری رائے ہے کہ آپ فوری طور پر واشنگٹن کے سفر کی تیاریاں کریں۔ ہماری طرف سے چند افراد، آپ کے ساتھ جائیں گے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ہم آپ سے مخلصانہ سودا کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہر وہ ضمانت، آپ کو فراہم کر سکتے ہیں، جو آپ طلب کریں۔''

''میں تیار ہوں...... میں آپ کے ساتھ سفر کروں گا۔ لیکن اس کے لئے چند شرائط ہیں۔''



''جی...... وہ کیا؟''

''کیا سودا، میری مرضی کے مطابق ہوگا......؟''

''ہاں...... ہم ہر قیمت پر وہ راز خریدنے کے لئے تیار ہیں۔''

''تب مجھے آپ سے ایک تحریر درکار ہوگی۔ اس تحریر میں فلیکس کی زندگی کی ضمانت ہوگی اور مسٹر فلیکس کی حیثیت ایک سرکاری مہمان کی سی ہوگی۔ اور سودا ہو جانے کے بعد آپ، اُسے واپس، جہاں وہ جانا چاہے، بھیجنے کے پابند ہوں گے۔''

''میرا خیال ہے، ہماری حکومت کو اعتراض نہیں ہوگا۔''

''روانگی کے لئے مجھے کم از کم چار دن درکار ہوں گے۔''

''یہ بھی مناسب ہے۔''

''تحریر مجھے کب تک مل جائے گی......؟''

''کل دوپہر تک...... لیکن ایک جوابی تحریر بھی درکار ہوگی۔''

''فرمایئے......؟''

''آپ امریکی محکمہ خاص کے ایک رُکن کی حیثیت سے حلف اُٹھائیں گے۔ اور خود کو ایک راز کا امین تسلیم کریں گے، جو ہماری ملکیت ہوگا۔ یعنی آپ اُس وقت تک یہ راز کسی اور کو نہیں دیں گے، جب تک آپ کو ہم سے سودے میں نقصان نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ آپ، اس راز کو فروخت کرنے کے بعد ایک مخصوص عرصے تک ہمارے مہمان رہیں گے۔ یہ صرف اس لئے ہوگا کہ جب تک ہم اس راز سے فائدہ نہ اُٹھا لیں، کوئی دوسرا اس سے واقف نہ ہو سکے۔''

''مجھے منظور ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ یہ تجویز تو خود میرے دل کی آواز تھی۔

مسٹر ڈونالڈ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''یوں لگتا ہے مسٹر فلیکس! جیسے سارے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ بہرحال! ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد قائم کرنا چاہئے۔ پھر کل آپ سے کہاں ملاقات ہوگی؟''

''جہاں آپ پسند فرمائیں۔''

''میرا خیال ہے، کل کی ملاقات بھی یہیں رکھی جائے۔ آپ کو، کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



’’جی نہیں...... میں پوری طرح مطمئن ہوں۔‘‘

’’بس! میری رائے میں اب کاروباری معاملات ختم۔‘‘ ڈونالڈ نے کہا۔ اور ا[illegible] رسمی باتیں شروع ہو گئیں۔ اور پھر میں نے رُخصت کی اِجازت طلب کی۔ م[illegible] رہائش گاہ سے نکل کر میں رات کو گیارہ بجے تک سٹاک ہوم کے مختلف علاقوں میں [illegible] مقصد یہی تھا کہ کسی تعاقب کا اندازہ کرسکوں۔ لیکن پوری کوشش کے بعد میں بھی [illegible] بات نہ تلاش کر سکا۔ تب میں نے ایک تاریک علاقے میں جا کر میک اَپ ختم کیا [illegible] کے ہوٹل چل پڑا۔

فلیکس اپنے کمرے ہی میں تھا اور بے چینی سے میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر اُس [illegible] کی سانس لی اور مسکراتا ہوا بولا۔ ’’انتظار، دنیا کی شدید ترین اذیت ہے۔‘‘

’’ہاں، شاید! ویسے میرا اس سے واسطہ نہیں پڑا۔ اب تم، مجھے عمدہ سی کافی پلواؤ [illegible] بعد میں تمہیں اپنی کارروائی کے بارے میں بتاؤں گا۔‘‘

’’ابھی لو!‘‘ فلیکس نے کہا اور پھر کافی منگوانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ہم [illegible] وقت تک خاموش رہے جب تک کافی نہ آ گئی۔ ویٹر کے جانے کے بعد فلیکس نے [illegible] کیا اور متجسس انداز میں مجھے دیکھتا ہوا، میرے سامنے آ بیٹھا۔

میں نے اپنی کافی کی پیالی سے چند گھونٹ لئے اور پھر فلیکس کو اُن لوگوں سے ملا[illegible] تفصیل بتانے لگا۔ میں نے کوئی بات اُس سے نہیں چھپائی تھی۔ ساری تفصیل سنے[illegible] فلیکس، کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ اور پھر شانے ہلاتا ہوا بولا۔ ’’بظاہر تو مجھے اس معا[illegible] میں کوئی خامی نظر نہیں آتی۔ یوں لگتا ہے، جیسے وہ لوگ واقعی مخلص ہوں۔ لیکن واشنگٹن [illegible] بات ذرا پریشان کن نظر آتی ہے۔‘‘

’’کیوں میرے دوست......؟‘‘ میں نے سوال کیا۔

’’اس لئے کہ واشنگٹن میں ہم بہرصورت! امریکی حکومت کے زیر اثر ہوں گے [illegible] ہم پر ہر طرح کا دباؤ ڈال سکتے ہیں۔‘‘

’’اس کا مسئلہ اس تحریر سے حل ہو جاتا ہے۔‘‘ میں نے کہا۔

’’ہاں...... یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس تحریر کو تم دنیا کی کون سی عدالت میں چیلنج [illegible] امریکہ میں داخل ہونے کے بعد کیا ہم لوگ، اُن کے ہاتھوں قید نہیں ہو جائیں گے؟‘‘

’’اوہ، نہیں میرے دوست فلیکس! ہمیں اس سلسلے میں بھی اپنے پروگرام ترتیب [illegible]



گے۔‘‘

’’کیسے پروگرام؟ میں یہی تو جاننا چاہتا ہوں کہ خود تمہاری کیا رائے ہے؟‘‘

’’میں، اُن کے ساتھ واشنگٹن جانے کو تیار ہوں۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’بہت خوب...... اور میں نے جن خطرات کی نشاندہی کی ہے، اُن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟‘‘ فلیکس نے سوال کیا۔

’’ڈیئر فلیکس! آخر تم کس مرض کی دوا ہو؟‘‘

’’کیا مطلب؟‘‘ فلیکس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

’’یا تمہارے خیال میں ہم دونوں ایک ساتھ، میرا مطلب ہے، ان لوگوں کے ساتھ یکجا ہو کر جائیں گے؟‘‘

’’نہیں...... میں یہی تو سب کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔‘‘ فلیکس نے کہا۔

’’تو سنو، میرے دوست! میں اُن لوگوں سے مکمل تعاون کروں گا۔ یعنی اُن کے ساتھ جاؤں گا۔ میں اپنی تحریر اُنہیں دے دُوں گا اور اُن کی تحریر میں تمہارے حوالے کر دُوں گا۔ اس کے بعد فلیکس! تم در پردہ ہمارا تعاقب کرو گے۔ اوّل تو میں، اُن لوگوں کے کسی فریب میں نہیں آؤں گا۔ اور اُن کے چکر میں نہیں پھنسوں گا۔ لیکن اگر میں نے کبھی حالات خراب دیکھے تو میں تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔ ورنہ تم دُور دُور سے تماشہ دیکھتے رہنا۔ جب سارے معاملات طے ہو جائیں گے، تب میں تمہیں اطلاع دُوں گا۔ اور اُس وقت میں، اُنہیں یہ بھی بتا دُوں گا کہ میں اصلی فلیکس نہیں ہوں۔ یا پھر کیا ضروری ہے کہ ہم، اُن پر یہ بات واضح کریں کہ ہم دو ہم شکل ہیں، اور اس طرح کام کرتے ہیں؟ بہتر یہی ہے کہ اگر ہمارا پروگرام، مکمل طور پر کامیاب ہو جائے تو ہم دونوں، خود کو الگ الگ ظاہر نہیں کریں گے، بلکہ مختلف ضروریات کے لئے ایک کو پوشیدہ رکھا جائے۔‘‘

’’بالکل ٹھیک......!‘‘ فلیکس نے کہا۔

’’تو میں کہہ رہا تھا کہ اگر ہمارے سارے معاملات بخیر و خوبی انجام پا جاتے ہیں تو پھر میں، تم سے رابطہ قائم کر کے یہ راز اُن کے حوالے کر دُوں گا۔‘‘

’’اوہ...... میرا خیال ہے، یہ فلمیں تم اپنے پاس رکھو!‘‘ فلیمس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

’’معصوم آدمی ہو فلیکس! بعض اوقات بہت معصوم باتوں پر اُتر آتے ہو۔ تمہارے خیال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں، میں تمہاری نیت پر شبہ کروں گا؟''

''ہرگز نہیں..... ہمارے دلوں سے شبہ نکل گیا ہے ڈن! اس لفظ کو درمیان میں نہ کرو۔''

''ٹھیک ہے..... بہرحال! اس پروگرام میں کوئی خامی ہو تو مجھے بتاؤ؟''

''قطعی نہیں..... سوائے اِس کے کہ واشنگٹن روانگی کے لئے تم، مجھے کتنا وقت دو گے؟ کوئی خاص چکر چلانا پڑے گا؟ ورنہ روانگی کے انتظامات آسان نہیں ہوں گے۔''

''میں جانتا ہوں۔ بہرحال! میں کم از کم تین چار دن تک اُنہیں ٹالوں گا۔ اس دوران ظاہر ہے، اُن کا ہم سے رابطہ تو رہے گا۔ اگر میں مصروف ہو جاؤں، تب بھی تمہیں اس بارے میں رِنگ کروں گا۔ اور مجھے اس میں دقت بھی نہیں ہوگی۔ ہاں! میں تمہیں مسٹر ایکس کہہ کر مخاطب کروں گا۔''

''میں نہیں سمجھا.....؟''

''میں نے اُن لوگوں کو اپنے بارے میں تو یہی بتایا ہے کہ میں، مسٹر فلیکس کا نمائندہ ہوں۔ گو، وہ اِس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے اگر میں، تمہیں رِنگ کروں گا تو کوئی قابلِ اعتراض کی بات نہیں ہوگی۔''

''ہاں..... یہ تو ٹھیک ہے۔''

''اس کے باوجود فلیکس! اگر اِس پوری کہانی میں تمہیں کوئی جھول نظر آ رہا ہو تو کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔''

''نہیں ڈن! واقعی، خلوص سے کہہ رہا ہوں۔ جتنی آسانی سے تم نے حالات پر قابو پایا ہے، وہ تعجب خیز ہے۔ بہرحال! تم تو ہمیشہ ہی تعجب خیز ثابت ہوئے ہو۔''

فلیکس سے ضروری گفتگو ختم ہوگئی..... اور پھر میں نے اُس کے پاس ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہاں! رات کو اپنے لئے پارٹنر تلاش کرنا نہیں بھولا تھا.....

دوسرے دن فلیکس سے فون پر گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے اُس سے کہا کہ میں پورا دن کسی سے ملاقات نہیں کروں گا۔ وہ اپنی تیاریاں شروع کر دے۔ اور فلیکس نے کہا کہ وہ ہوٹل سے نکل رہا ہے۔ فون بند کر کے میں آج کے پروگرام پر غور کرنے لگا۔

بظاہر اِس پروگرام میں کوئی خامی نہیں تھی۔ اور اگر کچھ غلط حالات پیش بھی آئے تو سے نمٹنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔ زندگی اور موت کا کھیل تو قدم قدم پر موجود



میں، جس لائن میں تھا، اس میں ان ساری چیزوں کا خوف بے معنی تھا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر میں، امریکی سفیر کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ حسبِ معمول، ہائم نے میرا استقبال کیا۔ اُس کے چہرے پر پُرتپاک مسکراہٹ تھی۔

ایک بار پھر مجھے اُسی نشست گاہ میں لے جایا گیا، جس میں، میں پہلے بیٹھا تھا۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ آرسی گینی بھی موجود تھی۔ وہ عورت، بظاہر ایک عام سی عورت لگتی تھی۔ لیکن مجھے اُس کے چہرے پر ایک خاص بات محسوس ہوئی۔ ایک ایسا احساس جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

امریکی سفیر ڈونالڈ نے مجھ سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے یقیناً اِس دوران میں بہت سی باتیں سوچی ہوں گی مسٹر فلیکس! میرا خیال ہے، ایک مناسب وقت، ہم دونوں کو مل گیا ہے۔ کیا آپ، ہماری پیش کردہ تجاویز سے متفق ہیں؟''

''جی ہاں..... مجھے کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔''

''خوب..... گویا آپ، ہمارے ساتھ واشنگٹن چلنے کو تیار ہیں؟''

''جی..... میں نہ کہا نا! کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

''بس! تو پھر آپ، ہماری طرف سے بھی یہی خوشخبری سنیں۔ چند مخصوص ذرائع سے حکومت امریکہ سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ اور آپ کے بارے میں مکمل اطلاع دے کر یہ اجازت لے لی گئی ہے کہ ہم، آپ کے ساتھ وہاں تک پہنچ جائیں۔ وہاں ہمارا استقبال کیا جائے گا۔''

''ٹھیک ہے جناب! میں نے آپ پر مکمل اعتماد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور اس کی اجازت مجھے، مسٹر فلیکس نے دے دی ہے۔'' میں نے کہا اور امریکی سفیر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''یہ تسلیم کر لینے میں کیا حرج ہے کہ آپ ہی مسٹر فلیکس ہیں.....؟'' اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں چند ساعت خاموش رہا۔ پھر میں ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''میں نے دراصل! آپ کے الفاظ کی تردید کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور اس سلسلے میں کسی شدت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ مسٹر فلیکس نے مجھے مکمل اختیارات دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اپنے طور پر میں ہر بات کا فیصلہ بھی کر سکتا ہوں۔ ان حالات میں اگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



آپ، مجھے فلیکس سمجھنے پر مُصر ہیں تو میں دوستانہ انداز میں آپ سے عرض کر دُوں کہ میں فلیکس نہیں ہوں۔''

''اچھا.....!'' امریکی سفیر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بہرصورت! ہمیں اس سے کوئی خاص غرض نہیں ہے۔ البتہ ایک سوال آپ سے ضرور کیا جا سکتا ہے مسٹر..... افسوس! کہ ہم آپ کا نام بھی نہیں لے سکتے۔''

''آپ مجھے کین کے نام سے پکار سکتے ہیں۔''

''خوب..... تو مسٹر کین! جو بات، ہم آپ سے پوچھنا چاہتے تھے، وہ یہ ہے کہ وہ راز جس کی جو بھی شکل ہو، ہمیں فی الوقت اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ یعنی پوچھنا یہ ہے کہ اگر ہمارے معاملات طے ہو جاتے ہیں تو کیا وہ راز آپ ہی کے ذریعے سے ہمیں مل سکتا ہے؟''

''جی ہاں..... یقیناً! اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسٹر فلیکس اور اُن کے ساتھیوں سے ہمارا رابطہ بدستور قائم ہے اور رہے گا۔ چنانچہ جس وقت بھی ہم لوگ، اس معاملے کی تکمیل کر لیں گے، فوری طور پر وہ راز آپ کے حوالے کیا جا سکتا ہے۔''

امریکی چند ساعت تک سوچتا رہا۔ پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''میرا مقصد یہی ہے کہ یہاں بد دیانتی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہم آپ سے بہتر شرائط پر معاملات طے کریں گے اس کے بعد وہ راز آپ سے خرید لیں گے۔ چنانچہ جو بھی صورت حال ہو، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے۔ ہاں! تو چلنے کا پروگرام کب تک ہے؟''

''اس سلسلے میں آپ کا کیا اِرادہ ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''بھئی ہماری طرف سے تو مکمل آزادی ہے۔ میں خود تو جا نہیں سکتا۔ البتہ چند افراد آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اور میرا خیال ہے، جس قدر جلد ہو سکے، یہاں سے روانگی مناسب ہے۔ چونکہ وہاں آپ کا انتظار ہو رہا ہو گا۔''

''مجھے چند روز کی مہلت درکار ہو گی۔''

''ہاں، ہاں..... یقیناً! اس بات سے تو سبھی واقف ہیں۔ ظاہر ہے، آپ کو بھی تیاریاں کرنا ہوں گی۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن ایک درخواست ضرور ہے۔''

''وہ کیا جناب.....؟'' میں نے پوچھا اور امریکی سفیر چند ساعت تک سوچتا رہا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر جھلکنے لگا تھا۔ پھر اُس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا



''بات دراصل یہ ہے مسٹر کین! کہ اب تو میں نے اپنی حکومت کو بھی اس بارے میں اطلاع دے دی ہے۔ اور میری حکومت، شدت سے آپ کی آمد کی منتظر ہے۔ ان حالات میں اگر آپ کسی اور کے ہاتھ لگ گئے تو نہ صرف میری حکومت کو مایوسی ہو گی بلکہ اس سے خود میری پوزیشن بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہم مکمل طور پر صرف آپ کی حفاظت کریں۔''

''ٹھیک ہے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو میں اِس سلسلے میں مسٹر فلیکس سے بھی اظہار کر دُوں گا۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ مجھے اس بات سے منع نہیں کریں گے۔''

''ہمیں بڑی خوشی ہو گی۔'' مسٹر ڈونالڈ نے دوستانہ انداز میں کہا۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ چند ساعت ہم دونوں ہی خاموش رہے۔ دوسرے لوگ بھی ہماری وجہ سے خاموش تھے۔ پھر ڈونالڈ نے ان تحریروں کا ذکر کیا جن کا تبادلہ ہونا تھا۔ پھر اُنہوں نے خود ہی پیشکش کر دی کہ چند ساعت کے بعد مجھے وہ دونوں تحریریں پیش کر دیں گے۔ ایک پر مجھے دستخط کرنا ہوں گے اور دوسری پر اپنے دستخط کرنے کے بعد وہ میرے حوالے کر دیں گے۔ میں نے اِس بات پر خوشی کا اظہار کیا اور مسٹر ڈونالڈ نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے دیں۔ چنانچہ ہم دونوں میں تحریروں کا تبادلہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد ہلکی سی ضیافت ہوئی اور پھر میں نے اجازت چاہی۔

''میں اب جاؤں گا۔ صبح تقریباً گیارہ بجے میں اپنی عمارت میں آپ کا خیر مقدم کروں گا۔'' مسٹر ڈونالڈ نے کہا۔

''بہتر ہے..... میں پہنچ جاؤں گا۔'' میں نے جواب دیا اور امریکی سفیر مطمئن ہو گیا۔ لیکن بہرصورت! وہاں سے روانگی کے وقت میں اس قدر مطمئن نہیں ہوا تھا کہ تعاقب کے خیال کو نظر انداز ہی کر دیتا۔ لیکن کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا اور میں خیریت سے فلیکس تک پہنچ گیا۔

فلیکس بھی شاید ابھی کہیں سے واپس آیا تھا۔ پھر وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ ''تو مسٹر ڈن آج کا دن تو بڑا ہی خوشگوار اور بڑا ہی کارآمد ثابت ہوا ہے۔''

''خوب.....!'' میں نے مسکرا کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''کیا کر لیا تم نے فلیکس؟'' میں نے سوال کیا۔

''پہلے تم بتاؤ.....!'' فلیکس کے انداز میں بچکانہ سی شوخی تھی۔ پھر میں نے وہ تحریر نکال کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اُس کے سامنے رکھ دی جو مجھے ڈونالڈ نے دی تھی۔ وہ تحریر کا مطالعہ کرتا رہا۔ اور پھر اُس کی آنکھوں میں مسرت کے آثار پھیل گئے۔

''یہ تو واقعی بڑی عمدہ تحریر ہے۔'' اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں! اور اب ہم جلد از جلد روانہ ہو جائیں گے۔''

''میں وہی خوشخبری تمہیں سنانے جا رہا تھا ڈیئر کین! بات یہ ہے کہ میں نے اپنے طور پر بھی کچھ کیا ہے۔ آج میں نے خاصا دوڑ دھوپ میں وقت گزارا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک ایسا آدمی تلاش کر لیا جو مجھے واشنگٹن روانہ کر سکتا ہے۔ گو، اُس کے ذرائع غیر قانونی ہیں۔ لیکن کام بالکل قانونی طور پر ہو گا۔''

''واقعی خوشخبری ہے۔ میرا خیال ہے، میں ان لوگوں سے روانگی کے بارے میں بات کر دُوں۔'' میں نے کہا۔

''ابھی کچھ دیر رُک جاؤ۔ میرا خیال ہے، میں کام ہونے کے بعد تمہیں اطلاع دے دُوں گا۔ لیکن ایک بڑی اُلجھن کی بات ہے۔ وہ یہ کہ تم تو مجھے رِنگ کر سکتے ہو۔ لیکن میں تم سے کیسے رابطہ قائم کروں گا؟''

''واہ! اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ میرا خیال ہے، میں امریکی سفیر کی کوٹھی پر قیام کروں گا۔ اگر میرے لئے کسی دوسری رہائش گاہ کا بھی بندوبست کیا گیا تو اُس کا ٹیلی فون نمبر میں تمہیں دے دُوں گا۔ تم مجھے بہ آسانی رِنگ کر سکتے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ میں فلیکس نہیں ہوں۔ اور مسٹر فلیکس بہرصورت! یہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ میں نے اُنہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ مسٹر فلیکس، واشنگٹن تک کا سفر ہمارے ساتھ ہی کریں گے۔ اور جس وقت بھی ہمارے معاملات طے ہو گئے، وہ راز ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔''

دوسرے ہی دن میں فلیکس سے رُخصت ہو کر اپنے ہوٹل آ گیا۔ میں نے اپنا مختصر سامان لیا اور پھر وقت مقررہ پر سفیر کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اس وقت مسٹر ڈونالڈ نے میرا استقبال نہیں کیا تھا اور نہ ہی مسٹر ہائم موجود تھے۔ البتہ آر سی گینی اپنے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ سجائے موجود تھی۔ وہ پُر تپاک انداز میں آگے بڑھی اور گردن خم کرتے ہوئے بولی۔ ''مسٹر کین! پلیز، اندر آ جائیے۔'' اور میں اُس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ ''دونوں حضرات مصروف تھے۔ اُنہوں نے میرے سپرد یہ خدمت کی کہ میں یہاں آپ کے قیام کا بندوبست



کروں۔ اور ہر طرح آپ کا خیال رکھوں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ میں یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دُوں گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ خود اپنے طور پر ایک بے تکلف دوست ہونے کا ثبوت دیں گے۔''

''شکریہ مِس گینی! بہرصورت، مجھے یقین ہے کہ آپ کے ساتھ میرا وقت بہت اچھا گزرے گا۔'' آر سی گینی مجھے اس رہائش گاہ تک لے گئی جو میرے لئے درست کی گئی تھی۔ اور جہاں مجھے چند روز اُن کے ساتھ قیام کرنا تھا۔ بہت ہی پُرسکون اور آرام دہ بیڈ رُوم تھا۔ ہر قسم کی ضروریاتِ زندگی سے آراستہ۔ یہاں ہر چیز موجود تھی۔ میں نے اس بیڈ رُوم کے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا اور آر سی گینی نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر وہ چلی گئی۔ ملازم میرا سامان اندر لے آیا تھا۔ اور اُس نے میرے لباس، الماری میں سجا دیئے۔ یوں لگتا تھا جیسے میں یہاں ایک طویل قیام کے لئے آیا ہوں، ایک معزز مہمان کی حیثیت سے۔ اور یہ سوچ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آر سی گینی تھوڑی دیر بعد واپس آ گئی۔ اُس نے میرے لئے ناشتے کا بندوبست کیا تھا۔ حالانکہ اس وقت اس کی حاجت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن یہ ایک استقبالیہ چائے تھی۔ پھر وہ میرے سامنے ہی بیٹھ گئی اور مجھ سے میرے بارے میں گفتگو کرنے لگی۔ اُس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی، جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ میرے بارے میں کرید یا چھان بین کر رہی ہے۔ بلکہ یہ ایک دوستانہ سی گفتگو تھی۔ تھوڑا بہت اپنے بارے میں بھی بتاتی گئی۔ وہ امریکی محکمہ خارجہ کی ملازمہ تھی اور تھوڑے عرصے کے لئے واشنگٹن سے یہاں آئی ہوئی تھی۔ اُس نے بتایا کہ وہ اب واپس جا رہی ہے۔ اور اپنے وطن ہی میں اپنے فرائض انجام دے گی۔

''اوہ...... تو میرا خیال ہے مِس گینی! کہ آپ شاید میرے ساتھ ہی واپس چلیں گی؟''

''جی ہاں...... مسٹر ڈونالڈ نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں، آپ کے ساتھ ہی واپس چلی جاؤں۔''

''یہ تو اچھی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں بھی آپ سے ملاقات رہے گی۔''

''کیوں نہیں؟ میرا تعلق ہی اس محکمہ سے ہے، جس سے آپ کا واسطہ پڑے گا۔''

''بہت خوب تو گویا، وہاں سب سے قریبی انسان آپ ہی رہیں گی میرے لئے۔''

''ہاں، مسٹر کین! کچھ ایسی ہی بات ہے۔'' اُس نے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔ اس کے بعد رسمی گفتگو ہوتی رہی۔ ویسے گینی کی گفتگو بڑی خوبصورت ہوتی تھی۔ باتیں کرنے میں

وہ بڑی مہارت رکھتی تھی۔ گو، اُس کے چہرے کے تاثرات میں پہلے مجھے ہلکی سی تلخی محسوس ہوئی تھی، جو اُس کی گفتگو کے بعد معدوم ہوتی جا رہی تھی۔

مسٹر ڈونالڈ سے رات کے کھانے پر ملاقات ہوئی۔ ہائم موجود نہیں تھا۔ مسٹر ڈونالڈ نے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے مجھے خوش آمدید کہا اور پھر کہنے لگے کہ کاروباری باتیں تو اور جگہ۔ لیکن بحیثیت ایک مہمان کے وہ میرے یہاں آنے سے بے حد خوش ہیں۔ بظاہر گفتگو میں کوئی کھوٹ وغیرہ نظر نہیں آتی تھی۔ اسی لئے میں نے بھی ایک بے تکلف مہمان کی حیثیت سے یہ بات چیت کی۔ اور پھر دیر تک ہم لوگ مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے جس میں امریکی سیاست بھی زیر بحث رہی۔ میں نے مسٹر ڈونالڈ کو اُس راز کے بارے میں کوئی ہوا نہیں لگنے دی تھی۔ پھر میں بھی کوئی کچا انسان تو نہیں تھا۔ نہ ہی مسٹر ڈونالڈ نے خاص طور سے اس سلسلے میں کچھ پوچھنے کی کوشش کی تھی۔ پھر ہم سونے کے لئے چلے گئے۔ میں اپنی خواب گاہ میں پہنچ کر اس گفتگو پر غور کرنے لگا۔ میں خیالات کی دنیا میں ڈوب گیا اور اس کے بعد گہری نیند سو گیا۔

دوسرے دن صبح کو ناشتہ مسٹر ڈونالڈ کے ساتھ کیا۔ پھر مسٹر ڈونالڈ کہنے لگے۔ ''مسٹر کین میں نہیں جانتا کہ آج آپ کی مصروفیات کیا ہوں گی؟ لیکن بہرصورت! آپ جس طرح بھی دن گزارنا چاہیں، وہ آپ پر منحصر ہوگا۔ میں تو صرف آپ کی روانگی کے بارے میں ارادے کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ جب بھی مجھے اس سلسلے میں اطلاع دیں گے، چند گھنٹوں کے اندر انتظامات ہو جائیں گے۔''

''میں آپ سے عرض کر چکا ہوں مسٹر ڈونالڈ! کہ اس سلسلے میں مجھے ہدایات، مسٹر فلیکس سے ملیں گی۔ مسٹر فلیکس مجھے بتائیں گے کہ وہ کب واشنگٹن جانے کے لئے تیار ہیں؟ اور میرا خیال ہے، اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔''

''ٹھیک ہے..... مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں نے اپنی حکومت کو اطلاع دے دی ہے۔ ہم، کسی بھی وقت واشنگٹن پہنچ جائیں گے۔ بہرصورت! مجھے تو آپ اجازت دیجئے۔ باقی آپ جس طرح گزاریں۔ آر سی گینی کسی دن اگر آپ کی ساتھی بننا چاہیں تو یہ ان کی بھی قسمت ہوگی اور ہماری بھی۔ یا پھر اگر، آپ کی کوئی اور مصروفیت ہو تو یہ ضروری نہیں۔ جیسی سہولت آپ چاہیں، ہم مہیا کر سکتے ہیں۔''

''میں اپنے طور پر آزاد ہوں۔ کوئی خاص مصروفیت تو ہے نہیں۔ مس گینی کے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کوئی تفریحی پروگرام بنایا جا سکتا ہے۔'' میں نے مسکرا کر گینی کی جانب دیکھا اور گینی بھی مسکراتے ہوئے تپاک سے بولی۔

''ضرور، ضرور جناب! یوں بھی آج جون کی تیئیس تاریخ ہے۔ اور موسم گرما کا نصف سفر مکمل ہو چکا ہے۔ نصف گرمیوں کی شب سویڈن کا ثقافتی تہوار ہے۔ جسے اس کے باشندے کرسمس سے بھی زیادہ دُھوم دھام سے مناتے ہیں۔ چنانچہ ہم بھی اس پروگرام سے لطف اندوز ہوں گے۔''

''اوہ، ہاں! بہت عمدہ..... واقعی بہت عمدہ..... اگر مسٹر کین! آپ نے کبھی سویڈن میں مڈسمر نائٹ نہیں دیکھی تو آج دیکھئے۔ دیکھنے کی چیز ہے۔'' مسٹر ڈونالڈ نے کہا۔

''ضرور.....!'' میں نے جواب دیا۔ جن دنوں میں فن لینڈ میں رہتا تھا، تو میں نے سویڈن کی مڈسمر نائٹ کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔

یہ بات طے ہو گئی۔ مسٹر ڈونالڈ تو ہم سے رُخصت ہو گئے۔ لیکن گینی میرے ساتھ رہی اور مجھ سے حسب دستور گفتگو کرتی رہی۔ سویڈن کے بارے میں، یہاں کی ثقافت کے بارے میں۔ اور نہ جانے کہاں کہاں کی باتیں..... باتیں کرنے کے معاملے میں وہ صرف عورت تھی۔ لیکن میں اس کی گفتگو سے محظوظ ہوتا رہا تھا۔

پھر شام ہو گئی اور گینی اُس جھیل کے کنارے جانے کی تیاریاں کرنے لگی جس کے قریب ایک کھلی فضا میں مڈسمر نائٹ منائی جانی تھی۔ وقت مقررہ پر گینی ایک خوبصورت لباس میں میرے ساتھ نکل آئی۔ اور پھر اپنی آسمانی رنگ کی خوبصورت کار میں بیٹھ گئی۔ میں اُس کے نزدیک بیٹھ گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم سٹاک ہوم کی نواحی بستیوں سے گزر رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے خوبصورت قصبے گزرنے لگے۔ اور پھر بڑی شاہراہ سے گزر کر ہم ایک پگڈنڈی پر آ گئے جس کے دونوں جانب صنوبر کے گھنے جنگل تھے۔ جنگل ختم ہوا تو دُور اُفق پر ایک جھیل نظر آنے لگی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اُس جگہ پہنچ گئے جہاں بے شمار لوگ سویڈن کے روایتی لباس میں ملبوس اپنی اپنی تفریحات میں مشغول تھے۔

اُس کے بعد ساری رات لوگ جشن مناتے رہے..... مرد اور عورتیں دائروں میں رقص کرتے رہے۔ میں بھی گینی کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ شراب کے دور چل رہے تھے۔ رات گئے تک یہ ہنگامہ برپا رہا۔ اور اس کے بعد آہستہ آہستہ ہنگامے میں کمی آنے لگی۔ اور لوگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تھک کر وہیں پڑ کر سو رہے۔ گینی میرے ساتھ تھی۔ مجھ پر بھی غنودگی سی طاری ہو رہی تھی چنانچہ میں بھی وہیں گھاس پر لیٹ گیا گینی بھی مجھ سے کچھ فاصلے پر لیٹ گئی تھی۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد مجھے بھی نیند نے آلیا.....

صبح کو جب آنکھ کھلی تو سورج نکل آیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جسم پر ایک بوجھ کا احساس بھی ہوا۔ گینی بڑے ہیجان خیز انداز میں مجھ سے لپٹی سو رہی تھی۔ میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا۔

جھیل کی سطح خوب چمک رہی تھی۔ کچھ لوگ اب بھی رقص کر رہے تھے۔ اور زیادہ تر ایسے لوگوں کی تھی جو گھاس پر سو رہے تھے۔ ہماری مانند..... اپنا بیڈ رُوم سمجھ کر..... چنانچہ فکر کی کوئی بات نہیں تھی۔

میں نے دوبارہ گینی کو دیکھا۔ تکلف کے تمام مراحل طے ہو گئے تھے۔ اب کوئی کمی نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن اُسے بھی تو اس کا یہ انداز دیکھنے دیا جائے۔ چنانچہ میں سونا بن گیا۔ مجھے یقین تھا کہ چمکدار سورج کی تیز کرنیں کسی کو زیادہ دیر نہیں سونے دیں گی۔ اور وہی ہوا..... گینی کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے اس ماحول کو دیکھا، خود کو محسوس کیا اور ایک دم اُٹھ گئی۔ میں نے حرکت نہیں کی تھی۔ اُس نے آہستہ سے خود کو مجھ سے علیحدہ کیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر اُس نے مجھے جگایا۔ ''مسٹر کین..... اُٹھئے! سورج نکل آیا ہے۔''

میں جاگ گیا۔ میں نے چند ساعت اداکاری کی۔ اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔

''اوہ..... کیا میں واقعی سو گیا تھا مس گینی؟''

''گہری نیند.....''

''اور آپ.....؟''

''اتفاق سے میں بھی سو گئی تھی۔ ابھی جاگی ہوں۔'' گینی نے کہا۔ لیکن اُس نے دوسری طرف کر لیا تھا۔ اور میں اُس کی وجہ سمجھ رہا تھا۔ لیکن میں نے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ روک لی تھی۔ میں گینی پر یہ نہیں ظاہر ہونے دینا چاہتا تھا کہ میں اُسے اس عالم میں دیکھ چکا ہوں۔ البتہ گینی کے انداز میں جھینپا جھینپا پن موجود تھا۔ اور نہ جانے کیوں یہ مجھے دلکش محسوس ہوئی تھی۔

''کیا خیال ہے مسٹر کین..... اب چلا جائے؟'' اُس نے پوچھا۔



''ہاں گینی! ویسے کیا مسٹر ڈونالڈ کو یہ بات معلوم ہو گی کہ ہم رات یہاں قیام کریں گے؟''

''ہاں..... مڈسمر نائٹ کے بارے میں مسٹر ڈونالڈ بھی جانتے ہیں۔ اور ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ ممکن ہے، اُنہوں نے بھی جھیل کے کنارے کسی گوشے میں رات گزاری ہو۔'' گینی نے ہنس کر کہا اور میں نے ہونٹ سکوڑ لئے۔

''واقعی..... کیا یہ ممکن ہے؟''

''آپ کیا سمجھتے ہیں مسٹر کین..... مسٹر ڈونالڈ زیادہ بوڑھے آدمی نہیں ہیں۔'' گینی نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور ہم واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔ چند ساعت کے بعد ہماری کار واپس جا رہی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم امریکن سفیر کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔

مسٹر ڈونالڈ موجود نہیں تھے، جا چکے تھے۔ چنانچہ گینی نے مجھے آرام کرنے کے لئے کہا۔ ''یہ تو یقینی بات ہے کہ بیڈ رُوم سے باہر کوئی بھی رات، خواہ کسی بھی انداز میں گزرے، تھکا دینے والی ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کچھ دیر آرام کرنا پسند کریں گے مسٹر کین؟''

''خود آپ کا کیا خیال ہے؟'' میں نے پوچھا اور گینی نے ایک بار پھر مجھ سے نگاہیں چرا لیں۔

''اگر آپ سوئیں گے تو میں بھی سو جاؤں گی۔'' اُس نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے..... تو پھر تھوڑی دیر آرام کر لیا جائے۔'' میں نے کہا اور گینی مجھے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔

اپنے بستر پر لیٹ کر میں گزری ہوئی رات کے بارے میں سوچنے لگا۔ واقعی زوردار رات تھی..... بڑی خوشگوار..... ایسی رات کے بعد تھکن کا احساس نہیں رہتا تھا۔ تب مجھے فلیکس کا خیال آیا۔ میرے کمرے میں ٹیلی فون موجود تھا۔

چند ساعت تو تذبذب میں گزرے۔ یہاں سے بے دھڑک فون کرنا مناسب ہے یا نہیں؟ ممکن ہے، ان لوگوں نے فون ٹیپ کرنے کا بندوبست کر رکھا ہو۔ لیکن پھر میں نے ایک ترکیب سوچی اور فون کے قریب پہنچ گیا۔ پہلے میں نے تقریباً چھ دفعہ مختلف فون نمبر ڈائل کئے اور یہ اندازہ لگاتا رہا کہ کوئی آواز سنائی دے جائے۔ لیکن ایسا کوئی احساس نہیں ہوا۔ تب میں نے فلیکس کے فون نمبر ڈائل کئے۔ اور چند ساعت کے بعد آپریٹر نے اُس سے رابطہ قائم کرا دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کین بول رہا ہے۔''

''فلیکس.....؟''

''کیسے ہیں مسٹر فلیکس.....؟''

''بالکل ٹھیک۔''

''کوئی خاص بات.....؟''

''کل کھیل مکمل ہو جائے گا..... بالکل مکمل..... اس کے بعد باقی تمہاری اط
فلیکس نے جواب دیا۔

''خوب..... واقعی! جلدی کام ہو گیا۔ تم مطمئن ہو؟''

''پوری طرح۔''

''اور کوئی خاص بات.....؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ کون تھی.....؟'' فلیکس کی آواز میں شوخی تھی۔

''کیا مطلب..... کس کی بات کر رہے ہو؟''

''جو مڈسمر نائٹ میں تمہاری ساتھی تھی۔''

''واہ..... خوشی ہوئی فلیکس! تم بھی موجود تھے؟''

''ہاں..... لیکن یہ اُمید نہیں تھی کہ تم بھی وہاں مل جاؤ گے۔''

''تنہا تھے.....؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں..... اپنی ہم رقص کے ساتھ۔ تم سے تھوڑے فاصلے پر۔ لیکن اسی دائر
جس میں تم اُس امریکہ دوشیزہ کے ساتھ رقص کر رہے تھے۔''

''واقعی..... تعجب ہوا'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کون تھی وہ.....؟''

''گینی..... امریکی محکمہ خاص کی ایک رُکن۔ میرے ساتھ ہی جائے گی۔''

''عمدہ تھی..... بہرحال! کوئی اُلجھن؟''

''ابھی تک بالکل نہیں۔''

''فون کہاں سے کر رہے ہو.....؟''

''یہیں سے..... لیکن صورتِ حال ٹھیک ہے۔''

''اس کے علاوہ کوئی خاص بات؟'' فلیکس نے پوچھا۔



''کوئی خاص بات نہیں فلیکس! لیکن بہرصورت! ممکن ہے کہ میں اس کے بعد تم سے
رابطہ قائم نہ کر سکوں۔ یہ ذمہ داری اب تم پر عائد ہوتی ہے کہ مجھے مِس نہ کرنا۔ جیسے بھی ممکن
ہو، پوری ذمہ داری کے ساتھ مجھ سے رابطہ قائم رکھنا۔ ورنہ تمہیں تلاش کرنا میرے لئے
آسان نہ ہوگا۔''

''میں جانتا ہوں۔ لیکن تم، مجھے ایک بات بتاؤ! جب تم نے ان لوگوں پر یہ بات واضح کر
دی ہے کہ تم فلیکس نہیں ہو اور فلیکس اور اس کے ساتھی تمہاری پشت پر ہیں تو پھر تم مجھے ان
سے اتنا کیوں چھپاتے ہو؟ مطلب یہ ہے کہ تم کھلم کھلا مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔''

''بالکل ٹھیک ہے فلیکس! لیکن بس..... میں نہیں چاہتا ہوں کہ اگر اُن کے ذہن میں
بددیانتی آئے تو کسی طور وہ تم تک پہنچ سکیں۔ میں نے جب بھی تم تک آنے کی کوشش کی ہے،
نہ جانے کتنے چکر لگائے ہیں اور نہ جانے کہاں کہاں سے ہوتا ہوا تم تک پہنچا ہوں۔ مقصد
یہی تھا کہ تعاقب کا اندازہ ہو جائے اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ اُن کی نیت خراب تو نہیں
ہے؟''

''خیر! یہ تو بڑی ذہانت کی بات ہے۔ اور یقیناً ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کیا اس
دوران تم نے کوئی ایسی حرکت پائی، میرا مطلب ہے تعاقب وغیرہ ہوا؟''

''نہیں..... قطعی نہیں۔ اس بات سے دو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ہم ان کے
اِرادے کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ یعنی وہ بددیانتی پر آمادہ نہیں ہیں۔ اور دوسری بات
یہ بھی سوچی جا سکتی ہے کہ ممکن ہے، وہ بہت ہی گہرائی میں پہنچنا چاہتے ہوں۔ لیکن کوئی فکر کی
بات نہیں ہے۔ کوئی بھی صورتِ حال پیش آئے، ہم پوری طرح تیار ہیں۔''

''یقیناً.....!'' فلیکس نے جواب دیا۔

''بہرصورت! تمہاری جو ڈیوٹی ہے، وہ میں نے تمہارے سپرد کر دی ہے۔ اور اب ہم کسی
بھی وقت روانہ ہو سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے تم، ہم پر نگاہ رکھو۔ یا پھر روانہ ہونے سے قبل میں
تمہیں فون کر دوں۔''

''بہت بہتر.....!'' فلیکس نے جواب دیا۔ کچھ مزید گفتگو کے بعد میں نے فون بند کر
دیا۔ پھر میں اطمینان سے اپنے بستر پر لیٹ کر ان تمام معاملات کے بارے میں غور کرنے
لگا۔

☆.....☆.....☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اب تک صورتِ حال میں کوئی پریشان کن کیفیت نہیں تھی۔ سارے معاملات بہتر طور پر چل رہے تھے۔ فلیکس نے اپنے انتظام کر ہی لئے تھے اس لئے وقت کی کوئی بات نہیں تھی۔ اور یوں لگتا تھا جیسے یہ معاملات اب پُرسکون طور پر انجام پا جائیں گے۔

دوسرے دن میں نے مسٹر ڈونالڈ سے روانگی کے بارے میں آمادگی کا اظہار کر دیا۔ مسٹر ڈونالڈ بہت خوش ہوئے تھے۔ پھر اُنہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال ہے آپ کی گفتگو مسٹر فلیکس سے ہو چکی ہے۔''

''جی ہاں مسٹر ڈونالڈ! اِس دوران مسٹر فلیکس اور اُن کے ساتھی واشنگٹن روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ میرا خیال ہے، اُن کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ اُنہوں نے اپنے کچھ نمائندے واشنگٹن روانہ کر دیئے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہوں گے، جو ہمارا تعاقب کریں گے۔''

''اوہ...... بہت ہی ذہانت سے کام ہو رہا ہے۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اب، جب آپ نے آمادگی کا اظہار کر دیا ہے تو پرسوں تک میں بھی آپ کی روانگی کی تیاریاں مکمل کر دُوں گا۔ حکومت امریکہ کو آپ کی آمد کی اطلاع پہلے ہی دے دی گئی ہے اور آپ کا وہاں بہترین استقبال ہو گا۔''

میں نے مسٹر ڈونالڈ کا شکریہ ادا کیا۔ اور باقی دن حسب معمول گینی کے ساتھ گزارا۔ اُس رات کے بعد سے زیادہ ہی بے تکلف ہو گئی تھی۔ اور بہرصورت! مجھے اُس کی یہ بے تکلفی گراں نہیں گزرتی تھی۔ بہترین ساتھی تھی۔ عمدہ باتیں کر لیا کرتی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ذہین تھی اور دنیا کے ہر موضوع پر باآسانی بات کر لیا کرتی تھی۔ اُس کی اپنی حیثیت کیا تھی؟ اس کے بارے میں نہ میں نے معلوم کیا، نہ اُس نے مجھے بتانے کی کوشش کی اور نہ ہی میں اس کے لئے بے چین تھا۔

سارے معاملات طے پا گئے اور ہم نے امریکہ کا سفر شروع کر دیا۔ میرے ساتھ



دو مزید آدمی بھی تھے جن کا تعارف، گینی نے مجھ سے کرایا تھا۔ اب تک وہ میرے لئے زیادہ قابلِ توجہ نہیں تھے اور نہ ہی میں نے اُن کی جانب توجہ دی۔ گینی میرے ساتھ تھی اور قدم قدم پر میری راہ نما۔ اُس لئے مجھے کسی اور کی فکر بھی نہیں تھی۔ راستے میں دو جگہ قیام کیا گیا۔ اس دوران گینی نے بڑی اپنائیت کا ثبوت دیا تھا۔ یعنی دوسرے قیام کے دوران ہم لوگوں کو دو دن ٹھہرنا پڑا۔ اور یہ قیام ایک ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ گینی نے ہوٹل میں دو رُوم بُک کرائے۔ جس میں سے ایک میں اُس کے دو ساتھی تھے اور دوسرے میں وہ میرے ساتھ تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ گینی کے اُن ساتھیوں نے گینی کے میرے ساتھ قیام کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن گینی نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ وہ نہایت اپنائیت کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرتی رہی تھی۔ اور ہر لمحے میرے ساتھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ ہم واشنگٹن پہنچ گئے......

اس دوران، میں اپنے مضبوط اعصاب سے کام لے کر ہر قسم کے انتشار سے دُور رہا تھا۔ اور یہ انتشار اگر پیدا ہو سکتا تھا تو صرف فلیکس کے سلسلے میں۔ یعنی اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ انتہائی مہارت سے میرا تعاقب کر رہا تھا تو ذرا سکون ہو جاتا۔ لیکن اس پورے سفر کے دوران مجھے فلیکس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔

واشنگٹن ایئر پورٹ پر جیسا کہ مسٹر ڈونالڈ نے بتایا تھا، ہمارا استقبال ایک پوری ٹیم نے کیا۔ اس ٹیم میں نہایت ہی اہم ترین لوگ تھے۔ اور سب ہی نے پُرتپاک انداز میں میرا خیر مقدم کیا تھا۔ پھر ہمیں ایک لمبی کار میں بٹھا کر سرکاری مہمان خانے میں لے جایا گیا۔ گویا اُنہوں نے مجھے پورے پورے اعزاز کے ساتھ اپنے ملک میں خوش آمدید کہا تھا۔ اور یہاں تک بھی صورتِ حال ٹھیک تھی۔ گینی سے چونکہ میں بہت زیادہ بے تکلف ہو گیا تھا۔ اور شاید ان لوگوں کو بھی اس بات کا علم ہو گیا تھا اس لئے میرے میزبانوں میں گینی کو بھی سرفہرست رکھا گیا تھا۔ اور میری قیام گاہ میں جو کہ ایک انتہائی خوبصورت کمرے پر مشتمل تھی، گینی مسکراتی ہوئی میرے سامنے آ گئی۔

''تو ڈیئر کین......'' اُس نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے اپنی ذہنی حالت کے بارے میں بتاؤ۔''

''کیا مطلب گینی......؟'' میں نے سوال کیا۔

''دیکھو کین! حالانکہ ہم لوگ کاروباری انداز میں ملے تھے۔ لیکن کاروبار میں اتنی بے تکلفی نہیں ہو جاتی، جتنی میرے اور تمہارے درمیان پیدا ہو گئی ہے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



یہاں بھی میں تمہاری میزبان ہوں۔ اور اس کی درخواست میں نے ہی ان سے کی تھی۔ کی مجھے اجازت مل گئی۔ چنانچہ تم میری کسی بات کو مشتبہ مت سمجھنا۔ بلکہ اسے صرف دوستانہ انداز سمجھنا۔''

''ٹھیک ہے گینی! میں جانتا ہوں۔'' میں نے اعتماد کے ساتھ کہا۔

''کیا تم اس سلسلے میں اُلجھے ہوئے نہیں ہو؟ کیا تمہارے ذہن میں یہ خیالات نہیں آ کین! کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ بد دیانتی بھی کر سکتے ہیں۔ اور پھر یہ امریکہ ہے۔ ملک..... ہمارا وطن۔ یہاں ہم ہر طرح سے ہر قسم کی کارروائی کرنے کے لئے آزاد ہیں۔ پھر پلیز! مجھے بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں کوئی ایسا خیال تو نہیں ہے کہ ہم تمہارے ساتھ سازش یا کوئی ایسا سلوک کریں گے، جو بظاہر تمہارے لئے ناپسندیدہ ہو؟''

گینی کے اس سوال پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے نہایت نرم لہجے کہا۔ ''گینی! بلاشبہ، ہر انسان کے ذہن میں یہ احساس ایک فطری حیثیت رکھتا ہے۔ میں خوف زدہ ہوں اور یہ تصور میرے ذہن میں ہے کہ میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہ ہو زیادتی نہ ہو۔ ظاہر ہے، یہ تمہارا وطن ہے۔ میں تمہارے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن جیسے لوگ جب کوئی کارروائی کرنے کے لئے میدان میں آتے ہیں تو پھر اس کے لئے طرح سے اپنے آپ کو تیار کر لیتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم اگر کہیں فیل ہو جائیں تو اس لئے کوئی اور ترکیب نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں تمہارے ہاتھ ایک اہم راز فروخت کرنا ہے۔ ہمارا سودا ہو جاتا ہے اور ان شرائط پر ہو جاتا ہے: جو تمہارے لئے تکلیف دہ نہ ہوں تو ہے، تمہیں بھی اس سے کیا فائدہ ہو گا کہ ہمارے خلاف سازشیں کرو۔ اگر ہمارا سودا نہیں اور سازش ہوتی ہے تب بھی تم ہمیں اتنا کمزور نہ سمجھو! کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ بات ہے کہ کم از کم تم وہ راز نہیں حاصل کر سکتیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ تم مجھے جیل میں دو گی۔ لیکن میرے تمام ساتھیوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہو سکتا۔ تم بہرصورت! اپنی میں ناکام رہو گی۔ دیکھو! میں بے تکلفی سے یہ گفتگو کر رہا ہوں۔ اس سے کوئی برا نتیجہ کرنا۔'' میں نے کہا۔

گینی مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ ''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ظاہر ہے، میں بھی تم سے اچھا سوال کر رہی ہوں؟ اپنے وطن میں لا کر میں تمہیں ایسے دھمکی آمیز الفاظ سنا رہی مگر میں صرف یہی کہنا چاہتی ہوں کہ تم یقین کرو! ایک مخلص دوست کی حیثیت سے



یہ بتا رہی ہوں کہ ہم لوگ کسی قسم کی بد دیانتی کا خیال، ذہن میں نہیں رکھتے۔ ہم نہایت ہی اچھی شرائط پر تم سے سودا کرنے کے خواہش مند ہیں۔ کیونکہ ہم خود بھی اس راز کو خریدنے کے لئے اتنے ہی بے چین ہیں، جتنا تم اسے فروخت کرنے کے لئے۔''

''تو ٹھیک ہے گینی! بہتر یہ ہے کہ تم اس سلسلے میں میری معاونت کرو۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے، سودے کی بات چیت کا اہتمام کر لو۔''

''یقیناً..... یقیناً.....'' گینی نے کہا۔ اور چند ساعت وہ مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ ان نگاہوں کا مفہوم فی الوقت میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے، گینی سنبھل گئی۔ ''ٹھیک ہے کین! میں فوری طور پر اس کے لئے اعلیٰ افسران سے گفتگو کروں گی۔ اب تم یہاں قیام کرو۔ ظاہر ہے، ایک مہمان کی حیثیت سے تمہاری ساری ضروریات کا خیال رکھا جائے گا۔ میں بھی چونکہ تمہاری میزبان ہوں۔ اس لئے تھوڑی دیر کے لئے اگر کہیں چلی جاؤں تو چلی جاؤں۔ ورنہ عام طور پر تمہارے ساتھ رہوں گی۔ اجازت.....؟'' اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

گینی چلی گئی تھی۔ اُس کے جانے کے بعد میں نے اپنی رہائش گاہ کا جائزہ لیا۔ بلاشبہ! ایک حسین ترین جگہ تھی۔ عمارت کا اُوپری حصہ جہاں سے دُور دُور تک کے خوبصورت مناظر صاف نظر آتے تھے۔ میری رہائش گاہ میں ٹیلی فون بھی تھا۔ اور ہر وہ سہولت تھی جو کسی اعلیٰ رہائش گاہ میں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں پُرسکون انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ کر خیالات میں گم ہو گیا۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا، واقعی اس سے بد دیانتی کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ اور اگر کوئی ایسی بات نہیں تھی تو بلاوجہ خدشات میں پڑ کر کیوں ذہن کو خراب کیا جائے؟ چنانچہ میں نے ہر خدشے کو ذہن سے نکال دیا تھا۔

دوپہر کو تقریباً بارہ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے چونک کر ٹیلی فون کی جانب دیکھا۔ ممکن ہے، یہ فون کسی اور کے لئے ہو۔ لیکن دیکھنا تو چاہئے..... میں نے ریسیور اُٹھا لیا۔

''ہیلو.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''جی.....!''

''مسٹر کین بول رہے ہیں.....؟'' آواز مردانہ تھی۔

''جی ہاں..... میں کین بول رہا ہوں۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''براہِ کرم! مسٹر فلیکس سے گفتگو کیجئے۔'' آپریٹر نے کہا اور میرے بدن میں سرسراہٹ دوڑ گئی۔ فلیکس نے نہایت دلیری اور ذہانت سے کام لیا تھا۔ بہرصورت! میں خوش ہوا اور دوسرے لمحے فلیکس کی آواز سنائی دی۔

''ہیلو کین.....!''

''ہیلو فلیکس! میں کین بول رہا ہوں۔ کیسے ہو؟''

''بالکل ٹھیک..... تمہاری آواز سن کر بے حد خوشی ہوئی۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیا خیال تھا تمہارا؟''

''ونڈرفل..... تم واقعی ذہین آدمی ہو فلیکس! کسی قسم کی دقت تو نہیں ہوئی.....؟''

''نہیں..... ظاہر ہے بھئی! میں اس دنیا میں کافی عرصے تک زندگی گزارتا رہا ہوں۔''

''بلاشبہ.....'' میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر ہم لوگ رسمی گفتگو کرتے رہے۔ فلیکس نے مجھ سے پوچھا کہ کام کی باتیں کب شروع ہو رہی ہیں تو میں نے جواب دیا کہ شاید بہت جلد۔ میں خود بھی وقت نہیں ظاہر کروں گا۔

''میں تمہیں آج رات کو نو بجے فون کروں گا۔ تم میرا انتظار کرنا۔''

''ٹھیک ہے فلیکس! باقی باتیں کہنا بے سود ہیں۔''

''بلاشبہ..... بلاشبہ.....'' فلیکس نے ہنستے ہوئے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

میں بھی ریسیور رکھ کر دوبارہ اپنی جگہ آ گیا۔ اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ گینی پھر میرے پاس پہنچ گئی۔ اُس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔

''تمہیں عجیب سا محسوس ہو رہا ہوگا۔ لیکن میں تمہارے لئے بڑی تیزی سے کارروائی کر رہی ہوں۔ میں نے تمہارا مقصد اور تمہارا خیال اُن لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ شاید آج ہی رات اِس سلسلے میں گفتگو ہوگی۔''

''میں تمہارا شکر گزار ہوں گینی! دراصل میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے اس کے بعد سکون سے وقت گزارا جائے۔'' میں نے کہا۔

گینی خاموش ہو گئی۔ پھر چونک کر اُس نے پوچھا۔ ''مسٹر فلیکس کا فون آیا تھا شاید؟''

''ہاں..... تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا۔''

''ہاں..... آپریٹر نے بتایا تھا۔ اور بہرصورت! اس بات کو کافی اہم نگاہوں سے دیکھا



ہے۔ کیونکہ ہمارے لوگوں کا خیال تھا کہ تم خود ہی فلیکس ہو۔'' گینی نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

''تم از کم! میں، تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا گینی! یہ میرا وعدہ ہے۔'' میں نے کہا اور گینی کچھ اجنبی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی جو میں نے ایک بار پہلے بھی محسوس کی تھیں۔ لیکن اُس نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تھا۔

رات کو نو بجے پھر فلیکس کا فون ملا۔ اور میں نے اُسے مختصراً سب کچھ بتا دیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ شاید آج رات گفتگو ہو۔ فلیکس نے مجھ سے دوبارہ فون کا وقت طے کر لیا تھا۔

اور اُس رات ڈنر ٹیبل پر تقریباً آٹھ افراد موجود تھے اور اُنہوں نے میرے اعزاز ہی میں یہ ڈنر دیا تھا۔ سب کے سب مختلف امریکی محکموں سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ محکمے مخصوص تھے۔ اور جو لوگ اس میں شامل تھے، وہ ایسے تھے، جنہیں مجھ سے اس سلسلے میں گفتگو کرنا تھی۔ اور گفتگو کا تعین تو میں فلیکس سے کر ہی چکا تھا۔ چنانچہ ڈنر کے بعد ہم اُس کمرے میں پہنچ گئے، جہاں سودے کی گفتگو کا آغاز ہونا تھا۔ پھر اُن میں سے ایک شخص نے مجھ سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں اِس میٹنگ میں سربراہ کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اور ہم لوگ جو گفتگو کریں گے، میں اپنی آواز میں اپنی حکومت کی پوری نمائندگی کروں گا۔''

''بہتر جناب..... میں آپ کی اِس حیثیت کو تسلیم کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو سب سے پہلے مسٹر کین! میری طرف سے جو سوال ہے، وہ یہ ہے کہ آپ یعنی مسٹر فلیکس کے نمائندے کی حیثیت سے کیا اس راز کی نوعیت اور اہمیت سے واقف ہیں جسے آپ فروخت کرنا چاہتے ہیں.....؟''

''جی ہاں..... مکمل طور پر۔''

''خوب..... تو براہِ کرم! کیا آپ اُن لوگوں کی تعداد بتائیں گے جو اِس راز میں شریک ہیں؟''

''جی نہیں..... ابھی نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مناسب..... لیکن کیا مسٹر کین! آپ اِس ذمہ داری کو تسلیم کریں گے کہ اگر ہمارا اور آپ کا سودا ہو جائے تو اس کے بعد آپ ہمیں ان تمام لوگوں سے روشناس کرا دیں گے جو اس راز کو جانتے ہیں۔ آپ یوں بھی سمجھ لیجئے! کہ اس سوال میں ہماری ایک خاص اُلجھن پوشیدہ ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''میں سمجھ رہا ہوں جناب! اور میرا خیال ہے، سارے معاملات خوش اسلوبی
ہونے کے بعد میں اس سلسلے میں آپ سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔''

''شکریہ...... ہم یہی چاہتے ہیں۔ دراصل! آپ یوں سمجھیں! کہ ہم اس راز کو
قیمت پر خریدیں گے، یعنی ہر وہ قیمت جو آپ طلب کریں گے۔ تو پھر ہم یہ بات ضرور
گے کہ کم از کم! اس وقت تک، جب تک ہم اس سے خود روشناس نہ ہو جائیں، آپ
ہماری نگاہوں سے اوجھل نہ ہوں۔ تاکہ ہم اس خطرے کو ذہن سے ہٹا سکیں کہ یہ راز
دوسرے کو بھی معلوم ہو جائے گا۔''

''میں، آپ کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ ہم لوگ یعنی میں اور میرے ساتھی
طرح آپ سے تعاون کریں گے اور کسی موقع پر یہ احساس آپ کو نہیں ہونے دیں گے
ہماری طرف سے عدم تعاون ہوا۔'' میں نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ مسٹر کین! یہ سب سے پہلا اور اہم سوال تھا۔ اس کے بعد کوئی
ایسی نہیں رہ جاتی، جس میں آپ کے اور ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہو۔'' سربراہ نے
اور پھر ایک دوسرا شخص کہنے لگا۔ ''آپ اِس سلسلے میں قیمت کا کیا تعین رکھتے ہیں؟''

میں نے چند ساعت سوچا۔ اور پھر بھاری لہجے میں کہا۔ ''بات دراصل! یہ ہے
کہ میں، میرے ساتھی اور مسٹر فلیکس اور ہمارے دوسرے ساتھی کسی ایک ملک سے تعلق نہیں
رکھتے۔ یہ راز جو ہم نے حاصل کیا ہے، بے شک ہماری زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت
رکھتا ہے۔ اور ہم یہیں سے اپنے مستقبل کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیا کریں گے، اس
لئے اگر ضرورت پیش آئی اور اگر آپ نے ہم سے تعاون کیا تو ہم، آپ کو لاعلم نہیں رکھیں
گے۔ لیکن اس راز کی قیمت کے طور پر ہم، آپ سے آپ کے ملک میں کوئی ایسی جگہ طلب
کرتے ہیں، جہاں ہماری حیثیت مطلق العنان کی سی ہو۔ اور ہم اپنے طور پر وہاں سب
کرنے کے لئے آزاد ہوں۔ کم از کم اس کے لئے ہمیں ایک طویل رقبہ درکار ہوگا، جو اگر
جزیرے پر مشتمل ہو تو بہتر ہے۔ ہم اس جزیرے پر کوئی ایسی کارروائی نہیں کریں گے
پر آپ کی حکومت کو اعتراض ہو۔ اور اس کے لئے ہم، ہر وقت آپ کی حکومت کو جوابدہ رہیں
گے۔ یعنی اگر کبھی آپ کی حکومت کو احساس ہو کہ ہماری کوئی کارروائی، اُس کے لئے نقصان
دہ ہے تو وہ فوری طور پر اس کارروائی کو ختم کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اور ہم حکومت کے
لوگوں کو کسی بھی وقت داخل ہونے سے نہیں روکیں گے۔ اس کے علاوہ زندگی گزارنے



لئے اور جزیرے پر اپنی کارروائیاں عمل میں لانے کے لئے ہمیں کچھ رقم بھی درکار ہوگی۔ اور
یہ رقم اتنی ہوگی کہ ہم اس جزیرے کو اپنی مرضی کے مطابق تیار کر سکیں۔ ہم جزیرے پر غیر ملکی
لوگوں کو نہیں لائیں گے۔ یا اگر ہم کسی کو یہاں تک لائے تو اس کے لئے آپ کی حکومت کی
باقاعدہ اجازت ضروری ہوگی۔ کسی بھی شخص کو اگر آپ کی حکومت ناپسند کرے گی تو ہم اُس
شخص کو اس جزیرے پر رکھنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ ان ساری باتوں کا لب لباب یہ ہے
کہ یہ جزیرہ کسی طور آپ کی حکومت کے لئے تکلیف دہ نہیں ہوگا۔ اور ہم اپنے طور پر حکومت
سے ہر تعاون کریں گے۔''

میری اس گفتگو پر سناٹا چھا گیا تھا۔ تمام لوگ متحیرانہ نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اتنی بڑی سودے بازی کا اُنہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کسی راز کی اتنی بھی قیمت ہو سکتی ہے۔ ساری آنکھیں تعجب سے سکڑی ہوئی تھیں۔ اور میں مطمئن نگاہوں سے اُنہیں دیکھ رہا تھا۔

''کیا آپ کو احساس ہے جناب! کہ دنیا میں کوئی فوجی یا غیر فوجی راز اتنی عظیم شرائط پر خریدا یا فروخت کیا گیا ہو؟''

''جی ہاں...... مجھے علم ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن یہ راز، جس سے میں واقف ہوں، اتنا ہی قیمتی اور اہم ہے کہ اس کے آگے یہ قیمت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔''

''بہر صورت! ہمیں اجازت دی گئی تو آپ اس سلسلے میں جو بھی طلب کریں، آپ سے وعدہ کر لیا جائے گا۔ اور آپ کو پوری طرح مطمئن کر دیا جائے گا۔ لیکن جو کچھ آپ نے طلب کیا ہے جناب! وہ تو شاید ہمارے حکام کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ چنانچہ اس میٹنگ میں، میں یہ قیمت طے نہ کر سکوں گا۔ میں اس سلسلے میں وزیر داخلہ سے بات چیت کروں گا اور دوسری نشست، آپ کی وزیر داخلہ کے ساتھ ہی رہے گی۔ اس کے لئے ہمیں کل کا دن اور عنایت فرمائیں۔''

''جیسا آپ مناسب سمجھیں۔'' میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی یہ کارروائی ختم ہو گئی۔

نشست برخاست ہونے کے بعد وہ لوگ بھی چلے گئے۔ اور میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔ یہاں گینی ایک کرسی پر بیٹھی کسی کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھی۔ اُس کے جسم پر ایک حسین لباس تھا اور جس انداز میں وہ بیٹھی ہوئی تھی، کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تھی۔ میں دروازے میں ٹھٹھک کر اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے میری آمد کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جب میں آگے بڑھا تو اُس نے شاید میرے قدموں کی چاپ سن لی اور مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

''اوہ..... آیئے مسٹر کین! میں آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے کمرے میں آ گئی۔ آپ کو ناگوار تو نہیں گزرا؟''

''خوب..... اس کا مطلب ہے کہ اتنی بے تکلفی ہونے کے باوجود آپ، اپنے ذہن میں تکلفات رکھتی ہیں۔''

''نہیں..... نہیں..... یہ بات نہیں۔ بس! میں کسی قدر بے چین تھی۔'' گینی نے جواب دیا۔

''کیوں.....؟'' میں نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

''بس..... یونہی مسٹر کین! نہ جانے کیوں، آج طبیعت پر کچھ اضمحلال سا ہے۔ بعض اوقات آدمی عجیب سی کیفیات کا شکار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ میں عملی زندگی میں ہوں اور ایک طویل عرصہ گزار چکی ہوں۔ اس دوران نہ جانے کیا کچھ کرنا پڑا ہے؟ اور کیا کیا کرتی رہی ہوں؟ لیکن پہلی بار میرا ذہن کچھ ایسی اُلجھنوں کا شکار ہوا ہے، جنہوں نے مجھ پر اضمحلال طاری کر دیا ہے۔''

''تشریف رکھئے مس گینی! اگر آپ پسند کریں تو ایک دوست کی حیثیت سے مجھے بتائیں۔ کیا اُلجھن ہے آپ کو؟'' میں نے کہا اور گینی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی، پھر بولی۔ ''مسٹر کین! یہ سودا مکمل ہو جائے گا۔ اور آپ یہاں سے چلے جائیں گے۔ ظاہر ہے، آپ تو اسی مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں۔ اور پھر کون کہہ سکتا ہے کہ زندگی کے کسی حصے میں ہماری اور آپ کی ملاقات ہو یا نہیں؟'' وہ بکھرے بکھرے لہجے میں بولی اور میں اُسے بغور دیکھنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''مس گینی! آپ کیا چاہتی ہیں؟ کیا آپ کو میری رفاقت پسند آئی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بڑا ہلکا سوال کیا ہے آپ نے۔ جہاں دل اُداس ہو جائیں، وہاں صرف اس معمولی سی پسند کی بات کرتے ہیں آپ۔ میں خود اس کیفیت سے شرمندہ ہوں۔ اس سے پہلے میں نے کبھی اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ بہرحال! جانے دیں ان باتوں کو۔ میری حماقت ہے، ان



سے آپ کا کیا تعلق؟ ہاں! یہ بتایئے، کیا گفتگو ہوئی آپ کی؟'' اُس نے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اس دوران اُس نے اپنے چہرے اور انداز میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں اُس کی کیفیت پر غور کر رہا تھا۔

تب میں اُس کے نزدیک پہنچ کر بولا۔ ''آپ بات کو ٹالنے کی کوشش کر رہی ہیں مس گینی!''

گینی کھڑی ہو گئی۔ ''نہیں کین! خود کو ٹال رہی ہوں۔'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ اور پھر میرے ہاتھوں کی ہلکی سی گرفت پر میرے سینے سے آ لگی۔ ''ہر انسان زندگی میں ایک بار ضرور ہار جاتا ہے۔'' وہ میرے سینے سے لگی لگی بولی۔ اور یہ کھلا ہوا اظہارِ عشق تھا۔

لیکن میں عشق کے اس انداز سے متاثر تو نہیں ہو سکتا تھا، جس کی وہ خواہش مند تھی۔ بہرصورت! میں نے اُس کی پذیرائی کی اور اُسے اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ ''اگر یہ بات ہے گینی! تو پھر آپ، میری مدد کریں۔'' میں نے اُس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا۔

''کیسی مدد.....؟'' وہ میرے سینے میں چہرہ چھپائے چھپائے بولی۔

''میں نے اُن لوگوں سے جو کچھ طلب کیا ہے، اس سے کم پر میں ان لوگوں سے سودا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اور اگر اِن لوگوں نے یہ بات قبول نہیں کی تو پھر مجھے یہاں سے فرار ہونا پڑے گا۔''

''کیا مانگا ہے تم نے ان سے؟''

''امریکی شہریت، ایک دُور دراز علاقے میں جزیرہ اور اس جزیرے کو انسانی رہائش اور اپنی ضروریات کے لئے تیار کرنے کے لئے دولت۔ ایک بہت بڑی رقم.....'' میں نے جواب دیا اور گینی نے اپنا سر، میرے سینے سے ہٹا لیا۔ اُس نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر عجیب سے لہجے میں بولی۔

''اوہ..... اتنا بڑا معاوضہ کیا! کیا دنیا کی تاریخ میں کسی چھوٹے سے راز کا اتنا بڑا معاوضہ طلب کیا گیا ہے؟''

''شاید نہیں گینی! لیکن میں اس راز کی قیمت جانتا ہوں۔ اور اگر امریکی شہریت اس راز کو خریدنے پر آمادہ ہو جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر ہمارے اور اُن کے درمیان تعلقات اچھے نہیں رہیں گے۔ ظاہر ہے، وہ مجھ سے ہر قیمت پر یہ راز حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور میں اپنے طور پر اپنا دفاع کروں گا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''خدا کرے، اس کی نوبت نہ آئے۔ لیکن تم...... تم اس جزیرے کا کیا کرو گے؟'' گینی نے پوچھا۔

''بات صرف میری نہیں ہے گینی...... میں نے کہا نا! وہ راز، فلیکس کی ملکیت ہے۔ اُس کی امانت ہے۔ اور اس راز کی اس قیمت کا تعین خود فلیکس نے ہی کیا ہے۔ فلیکس آپ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ کسی بھی صورت اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔''

''میری بات درمیان میں مت کرو کین! میں تو خود اب ایک فریق بن کر رہ گئی ہوں۔ تم یہ بتاؤ! کہ اس جزیرے پر کیا ہوگا؟ تمہارا اس سلسلے میں کیا پروگرام ہے؟'' گینی نے پوچھا۔

''کچھ نہیں گینی! ہم لوگ اپنے انداز میں رہائش اختیار کریں گے۔ اور یہ ساری باتیں تو جزیرہ مل جانے پر ہی طے ہوں گی کہ اس جزیرے کی نوعیت کیا ہوگی؟''

''اوہ...... گینی نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ ''واقعی بڑا ہی عجیب وغریب معاملہ ہے۔ بہرصورت! جہاں تک تم نے مدد کی بات کی ہے، میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ حکومت امریکہ کے سرکردہ لوگوں کو اس بات کے لئے تیار کرسکوں کہ وہ تم سے معاملہ طے کرلیں۔''

''ٹھیک ہے گینی! یہ تو سب بعد کی باتیں ہیں۔ میں نے اپنی تجویز اور طلب اُن کے سامنے پیش کر دی۔ اور اُنہوں نے کل جواب دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ تم بیٹھو! باتیں کریں گے۔''

اور پھر ہم دونوں نہ جانے کہاں کہاں کی باتیں کرتے رہے۔ گینی جس قدر کھل گئی تھی، اس کے بعد یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ ہر لحاظ سے میری قربت کی خواہش مند ہے۔ اور میں نے اُسے کسی طور مایوس نہیں کیا۔ وہ رات گینی نے میرے ساتھ ہی گزاری۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے پر کھل گئے......

گینی کا گداز قرب، رات کا حسن بڑھا رہا تھا...... اور پھر سورج کی پہلی کرن نے اس پیکر کو میرے سامنے نمایاں کر دیا۔ وہ سو رہی تھی اور میں جاگ گیا تھا۔ لیکن سورج کی اسی کرن نے جو چیز میرے سامنے اُجاگر کی، اُسے دیکھ کر میں حیرت سے اُچھل پڑا تھا......

میرے ذہن میں لاتعداد دھماکے ہوئے تھے۔ جو کچھ میں نے دیکھا تھا، وہ ناقابل یقین تھا۔ اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے...... یہ کیسے ممکن ہے......؟''

گینی کے بدن پر سیکرٹ پیلس کی وہ مُہر ثبت تھی، جو سیکرٹ پیلس کے تربیت یافتہ اور



ز ِتحصیل ہو جانے والوں کا شناختی نشان ہوتی تھی۔ یہ لڑکی سیکرٹ پیلس کے عظیم ترین کارکنوں کی نگرانی میں تربیت پا چکی تھی۔ اور ایک ایسی لڑکی کو بلاشبہ! جس قدر اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک کہا جائے، کم ہے۔ لیکن اب میں اُس کی طرف سے مشکوک ہو گیا تھا۔

کیا اس قربت کا اظہار اور یہ گزری ہوئی رات، کسی سازش کا نتیجہ ہے؟ وہ کیا چاہتی ہے؟ یا پھر ایک اور بات بھی سوچی جا سکتی تھی۔ ممکن ہے، وہ ابتداء ہی سے حکومت امریکہ کی طرف سے میرے پیچھے ہو اور فلیکس کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ دوسری بات یہ بھی ہو سکتی تھی کہ وہ دولت، جو اس راز کے بدلے مجھے حاصل ہو گی، ممکن ہے وہ گینی کے لئے باعث دلچسپی ہو۔ میں خود، جو کچھ تھا، گینی کسی بھی طور مجھ سے کم نہیں تھی۔

سیکرٹ پیلس میں تربیت پانے والے کسی بھی شخص کے بارے میں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کی تمام فطرت اور شخصیت سے واقف ہے تو اس سے زیادہ حماقت کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں فوراً محتاط ہو گیا۔ گینی پر بھروسہ کرنا سب سے بڑی بے وقوفی تھی۔ چند ساعت کے بعد میں نے اپنا لباس درست کر لیا۔ اور اس وقت میں نہیں تھا جب گینی کی آنکھ کھلی۔ باتھ رُوم سے باہر آیا تو گینی میرا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں ایک محبت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہیلو کین......!''

''ہیلو گینی......!'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس نے دونوں ہاتھ میرے سینے پر رکھے اور پنجوں کے بل اُچک کر میری پیشانی چوم لی۔ میں نے بھی اُس کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال دیئے...... چند ساعت کے بعد گینی مجھ سے جدا ہو کر باتھ رُوم میں چلی گئی اور لباس پہن کر نکل آئی۔

''میرا خیال ہے کین! میں ناشتہ دیکھ لوں۔ میں ابھی آئی۔'' گینی باہر چلی گئی۔ میں اس عجیب وغریب اتفاق پر حیران تھا۔ بار بار گینی کی شکل، میری نگاہوں میں آ جاتی۔ وہ ایک معصوم لڑکی ہی ثابت ہوئی تھی۔ مگر اُس کے چہرے پر وہ مخصوص انداز موجود تھا، جس کی بناء پر ابتداء ہی میں، میں نے اُسے ایک تیز اور چالاک لڑکی سمجھا تھا۔ لیکن بعد میں اُس کی شخصیت میں ایک دم تبدیلی سی پیدا ہو گئی تھی۔ اور اس کے تحت میں نے سوچا تھا کہ عورت خواہ کتنی ہی ذہین کیوں نہ ہو، عورت ہی رہتی ہے۔ لیکن اب یہ عورت جو اس قدر معصوم نظر آئی تھی، جو کچھ ثابت ہوئی تھی، اس پر میں حیران رہ گیا تھا۔ دیر تک میں ایک صوفے پر دراز

اُس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اور پھر گینی واپس آ گئی۔

''اگر تم چاہو کین! تو اپنے طور پر سیر و تفریح کے لئے جا سکتے ہو۔ میں دوپہر تک مصروف رہوں گی۔ اور شاید دوپہر کا کھانا بھی تمہارے ساتھ نہ کھا سکوں۔ بہرصورت! دوپہر کے بعد آ کر تمہیں اطلاع دُوں گی کہ ان لوگوں نے اِس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا؟'' میں نے گردن ہلا دی تھی۔

گینی چلی گئی تو میں بھی تیار ہو کر باہر نکل گیا۔ میرے استعمال کے لئے ایک کار پیش کر دی گئی۔ باہر کچھ لوگ موجود تھے۔ لیکن میں نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور کہا۔ ''میں پیدل قدمی کروں گا۔ اگر گاڑی کی ضرورت پیش آئی تو ٹیکسی لے لوں گا۔'' پھر میں باہر نکل آیا۔ میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اُنہی خیالات میں ڈوبا ہوا میں واشنگٹن کے حسین ترین مقامات کی سیر کرتا رہا۔ اس دوران میں نے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ یہاں آ کر کوئی تعاقب کا سلسلہ شروع تو نہیں ہو گیا؟ لیکن یہاں بھی ایسی کوئی بات نہیں نظر آ رہی تھی۔ نہ جانے کب تک میں مارا مارا پھرتا رہا۔ دوپہر کا کھانا بھی میں نے باہر کے ہی ایک ریسٹورنٹ میں کھایا تھا۔ اس کے بعد میں ٹیکسی لے کر واپس اس جگہ پہنچ گیا جس کے بارے میں، میں نے چلتے وقت ہی اندازہ لگا لیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں واپس اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو گیا تھا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد میری ملاقات، مسٹر ہائم سے ہوئی۔ مسٹر ہائم اچانک ہی نظر آئے تھے۔ اور میں ٹھٹھک پڑا تھا۔ لیکن مسٹر ہائم، مسکراتے ہوئے میری جانب بڑھے اور قریب آ کر بولے۔

''ہیلو کین! مجھے تمہاری وجہ سے اتنی جلد آنا پڑا۔''

''اوہ، مسٹر ہائم.....! کوئی خاص بات ہے؟''

''نہیں..... کوئی خاص بات نہیں ہے۔ مسٹر ڈونالڈ کا خیال تھا کہ کہیں کسی بنا پر سودے بازی میں دقت پیدا نہ ہو۔ چنانچہ اُنہوں نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر یہاں بھیجا۔ اور میرے ہاتھ حکومت کے لئے یہ پیغام بھی بھیجا کہ حکومت ہر قیمت پر مجھ سے یہ سودا کرے۔''

''میں مسٹر ڈونالڈ کا شکر گزار ہوں۔ لیکن یہ خیال، اُن کے ذہن میں کیسے آیا؟''

''ایک عجیب اتفاق کی وجہ سے مسٹر کین!'' ہائم نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پُرخیال انداز میں کہا۔

''میں سمجھا نہیں.....؟'' میں نے کہا۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

''آپ کے آنے کے دوسرے ہی دن مسٹر ڈونالڈ کو کچھ دھمکی آمیز فون موصول ہوئے۔ اور اُن سے کہا گیا کہ وہ فوری طور پر مسٹر فلیکس کے بارے میں تمام تفصیلات مہیا کریں۔ ورنہ انہیں سخت اذیتوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پہلی بار تو مسٹر ڈونالڈ نے کوئی توجہ نہیں دی۔ لیکن دوسرے دن اُن کی رہائش گاہ پر دستی بم پھینکے گئے۔ اور دوبارہ ٹیلی فون پر وہی دھمکیاں دی گئیں کہ مسٹر ڈونالڈ کے تمام اہل خاندان کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا، اگر مسٹر فلیکس کا پتہ نہ بتایا گیا۔ اور مسٹر کین، مسٹر ڈونالڈ کے اندازے کے مطابق دھمکیاں دینے والے رُوسی معلوم ہوتے تھے۔''

''اوہ.....'' میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ یہ اطلاع بہرحال! دلچسپ تھی۔

''تو مسٹر ہائم! آپ نے اپنے اعلیٰ حکام سے ملاقات کی.....؟'' میں نے پوچھا۔

''جی ہاں..... آج، آپ سے آخری گفتگو کرنے کی تیاریاں جاری ہیں۔ اور یہ کام بہت جلد ہی انجام دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔'' مسٹر ہائم نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے مسٹر ہائم! کہ آپ، آنے کے بعد کافی کارروائی کر چکے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''ہاں مسٹر کین! جو معاملات اچانک پیش آئے ہیں، اُن کے تحت یہ کارروائی ضروری تھی۔ مجھے علم ہو گیا ہے کہ آپ نے حکومت امریکہ سے کیا طلب کیا ہے؟ بہرصورت! یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے۔ میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا۔ لیکن میری خواہش ہے کہ آپ بھی کچھ کم یا زیادہ پر یہ سودا مکمل کر لیں۔ کیونکہ خطرات بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔'' ہائم نے کہا اور ہم، دیر تک اس مسئلے پر بات چیت کرتے رہے۔

گینی دوپہر کے بعد بھی واپس نہیں آئی تھی۔ شام کی چائے بھی میں نے مسٹر ہائم کے ساتھ ہی پی۔ اس دوران کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ پھر رات کو مجھے میٹنگ کے لئے طلب کیا گیا۔ میٹنگ اُسی کمرے میں تھی۔ لیکن آج وزیر داخلہ بھی اس میٹنگ میں شریک تھے اور اُن لوگوں کی تعداد بھی کم تھی جو کل موجود تھے۔ چند افراد اُن میں سے ضرور تھے، لیکن باقی غائب تھے۔ میرا تعارف، امریکی وزیر خارجہ سے کرایا گیا۔ اور اس کے بعد وزیر خارجہ نے مجھ سے گفتگو کا آغاز کر دیا۔ اُنہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں اس جزیرے پر کیا کرنا چاہتا ہوں؟ چنانچہ میں نے وہی گھسا پٹا جواب دیا۔ اور اُنہیں بتایا کہ میں وہاں صرف ایک

پُرسکون انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کا خواہش مند ہوں۔ تب وزیر داخلہ نے کہا۔

''مسٹر کین! امریکی حکومت نے خصوصی طور پر آپ کو یہ آسانیاں فراہم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ہم انتہائی جلد بازی میں اور ہنگامی بنیادوں پر اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو ایک جزیرہ دے دیا جائے۔ لیکن چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے، جن کی بنیادوں پر آخری فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''آپ اس جزیرے پر اپنے طور پر قیام کریں گے۔ جس طرح چاہیں گے، آپ اسے بنا سکتے ہیں اور اس سلسلے میں حکومت آپ کو ساری آسانیاں مہیا کرے گی۔ لیکن وہاں ایسا کوئی غیر قانونی کام نہیں ہوگا، جس پر حکومت کو کوئی اعتراض ہو۔ کسی بھی شبہے پر وہاں فوج اُتاری جا سکتی ہے اور جزیرے کی تلاشی لی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جزیرے پر کوئی سائنسی لیبارٹری قائم نہیں ہوگی۔ آپ جو کچھ کریں گے، اس کے بارے میں سالانہ رپورٹ آپ کو حکومت امریکہ کو دینا ہوگی۔ اس کے علاوہ آپ جزیرہ لینے کے بعد جو ذرائع آمدنی اختیار کریں گے، اس سے بھی آپ حکومت کو مطلع کرتے رہیں گے۔ خصوصی بات یہ ہے مسٹر کین! کہ اگر آپ نے حکومت سے تعاون کیا تو حکومت ضروری معاملات میں آپ سے مدد طلب کر سکتی ہے۔ اور اس کے لئے آپ کو بہتر شہریت کے وسائل فراہم کئے جائیں گے۔ آپ کے لئے باقاعدہ حکومت کی طرف سے وظیفہ بھی جاری کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ صرف آپ کے رویئے کے بعد طے کیا جا سکتا ہے۔ کیا آپ ان شرائط پر متفق ہیں؟''

میں نے چند ساعت سوچا۔ جو کچھ کیا جا رہا تھا، میرے خیال میں نامناسب نہیں تھا۔ ظاہر ہے، ہم اپنے طور پر تو اس جزیرے پر زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ جو جزیرہ کسی ملک کی سرحد میں ہو اور باقاعدہ ہماری ضروریات اسی ملک سے پوری ہوتی ہوں تو پھر کم از کم اتنی ذمہ داریاں تو قبول کرنا ہی ہوں گی۔ چنانچہ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے.....'' وزیر داخلہ نے کہا۔ ''آپ یہ جزیرہ کون سے علاقے میں لینا پسند کریں گے؟ اس سلسلے میں آپ کی کوئی پسند ہوگی یا ہماری مرضی کے مطابق.....؟''

''میرے خیال میں جناب! یہ بعد کی بات ہے۔ بہرحال! ہم لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں گے۔ اور یہ مسئلہ، میرے نزدیک مسئلہ نہیں رہے گا۔''

''بالکل ٹھیک.....!''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''باقی ساری تفصیلات میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ میرا خیال ہے، ان پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔''

''جی ہاں..... جی ہاں..... ویسے مجھے حکومت کی طرف سے اجازت دی گئی ہے کہ اس سلسلے کو ختم کر دیا جائے اور آخری گفتگو کرنے کے بعد آپ سے وہ راز حاصل کر لیا جائے۔''

''بہت بہتر..... میں تیار ہوں۔'' میں نے کہا۔

وزیر داخلہ نے اپنے ماتحت کو اشارہ کیا۔ ساری کارروائیاں مکمل کر کے وزیر داخلہ یہاں آئے تھے۔ اس لئے وہ کاغذات اور ساری چیزیں میرے سامنے رکھ دی گئیں، جو میری رہائی کی تکمیل کے لئے تھیں۔ بالآخر ہم نے متفق ہو کر اس معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ فائل واپس حوالے کر دیا گیا اور پھر وزیر داخلہ نے مجھے مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

''امریکی شہری کی حیثیت سے میں، آپ کو اور آپ کے دوستوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آپ، اپنے دوستوں کو بھی حکومت کے سامنے لے آئیں۔ اور اُن سے کہیں کہ وہ ایک امریکی وفادار شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر لیں۔'' اس کے بعد وزیر داخلہ نے میرے ساتھ ایک پرائیویٹ میٹنگ کی۔ اس میٹنگ میں، میں اور صرف وزیر داخلہ تھے۔

''ہاں تو مسٹر کین! اب آپ اس راز کے بارے میں مختصراً مجھے بتائیں کہ اس سلسلے میں کیا جانتے ہیں؟''

''جناب! جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ یہ راز جرمنی سے تعلق رکھتا ہے۔ نازی جرمنی نے اپنے ملک کو آہنی پردے کے پیچھے چھپا لیا ہے۔ لیکن دنیا بھر میں ہونے والی چند کارروائیوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہٹلر اپنے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ رکھتا ہے، اس لئے کچھ تیاریوں میں مصروف ہے۔ اُس کا منصوبہ کیا ہے؟ ہمارے پاس موجود فلمیں اور دستاویز اسی بات کی وضاحت کرتی ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور امریکی وزیر داخلہ کے چہرے پر سرخی پھیل گئی۔

''آپ کا خیال درست ہے مسٹر کین! یہ بات طویل عرصے سے حکومت امریکہ کے لئے پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اور ہمارے لوگ اس سلسلے میں بہت کچھ کر رہے ہیں۔ اب ہمارے اور آپ کے درمیان معاملات طے ہو چکے ہیں، میں آپ سے دوستانہ طور پر بھی گفتگو کرنے کا خواہش مند ہوں۔'' وزیر داخلہ نے کہا۔

''جناب!'' میں نے مؤدبانہ انداز اختیار کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''مسٹر کین! ہماری ایک نمائندہ ہے، جس کا نام آرسی گینی ہے۔ آرسی گینی کا تعلق سے نہیں ہے۔ لیکن امریکہ میں وہ انتہائی معتبر اور قابل اعتماد شخصیت سمجھی جاتی ہے عہدہ بہت بڑا ہے۔ اور امریکہ کے لئے اہم ترین کام اُس کے سپرد کئے جاتے ہیں کی وجہ آپ جانتے ہیں، کیا ہے؟''

''جی نہیں......!'' میں نے جواب دیا۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

''اس کی بے پناہ صلاحیتیں...... اور خاص بات یہ ہے کہ وہ ایک انتہائی اہم ادارے تربیت یافتہ لڑکی ہے۔ اس ادارے کا نام سیکرٹ پیلس ہے۔ اور اُس کے نمائندے کہاں کہاں اور کون کون سی جگہوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی ذہانت بے مثال ہے کی کارکردگی ناقابل یقین...... میں بذاتِ خود بھی اس ادارے کے چند لوگوں سے چکا ہوں۔ اور میں نے ان کا بھرپور تجزیہ کیا ہے۔ جس شخص کے جسم پر اس ادارے ہو، اُس کی حیثیت کو تسلیم نہ کرنا بہت بڑی حماقت ہوتی ہے۔ اور اب میں آپ سے کو زیادہ اُلجھے ہوئے انداز میں نہیں کروں گا۔ آرسی گینی نے مجھے رپورٹ دی ہے تعلق بھی اسی ادارے سے ہے۔'' وزیر داخلہ نے کہا اور میرے ذہن میں پھلجھڑیاں چھوٹنے لگیں...... گویا آرسی گینی نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ چند ساعت تو میں خاموش کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وزیر داخلہ، میری شکل دیکھ رہے تھے اُنہوں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ''کیا آپ اس بات سے انکار کریں گے مسٹر کین؟''

''جی نہیں...... جب آپ کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے تو میں انکار نہیں کروں گا۔''

''آپ یقین کریں مسٹر کین! کہ ہماری حکومت کو اس سلسلے میں یعنی جو کچھ آپ راز کی قیمت کے طور پر طلب کیا ہے، اعتراض ہو سکتا تھا۔ اور ممکن تھا کہ اس سلسلے میں سے کچھ گفت و شنید کی جاتی۔ لیکن جس وقت مس گینی نے اس حقیقت کا انکشاف کیا بھی سیکرٹ پیلس کے تربیت یافتہ ہیں تو ہماری پوری سوچ میں تبدیلی پیدا ہو گئی بنیادوں پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ آپ کے مطالبات مان لئے جائیں۔ اور اس فیصلے حکومت کی ایک غرض چھپی ہوئی ہے جس کا اظہار میں، آپ سے مناسب سمجھتا ہوں

''جی......؟'' میں نے سوالیہ انداز میں کہا اور پہلو بدل کر بیٹھ گیا۔ یہ گفتگو انتہائی تھی۔ جو کچھ ہو گیا تھا، اس کے بارے میں درحقیقت! میں خود بھی نہیں سوچ سکا تھا

''حکومت کی غرض یہ ہے مسٹر کین! اور حکومت کی خواہش یہ ہے کہ آپ کو حکومت کی



طرف سے مکمل اعتماد دیا جائے۔ اور آپ کو وہ سب کچھ مہیا کیا جائے، جس کے آپ خواہشمند ہیں۔ صرف ان بنیادوں پر آپ سے بات کر لی جائے کہ جو کچھ یہاں کریں گے، حکومت کے مفادات کے خلاف نہیں ہو گا۔ بے شک حکومت ہر معاملے میں ٹانگ نہیں اڑائے گی۔ لیکن حکومت کے مفادات بھی زخمی نہیں ہونے چاہئیں۔ باقی آپ جو کچھ کریں ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہو گا۔ البتہ ایک امریکی شہری کی حیثیت سے آپ کو حکومت امریکہ کا وفادار بھی رہنا ہو گا۔ یعنی اگر ہمیں کبھی آپ کی ضرورت پیش آئے تو ہمارے لئے آپ ہر وہ کام انجام دینے کے لئے تیار ہوں گے، جو آپ انجام دے سکتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں آپ کو انتہائی معقول معاوضہ دیا جائے گا۔ یہ ہماری خواہش ہے۔''

''جناب والا! کیا یہ خواہش ایک شرط کی حیثیت رکھتی ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''جی ہاں...... اسے شرط ہی سمجھ لیا جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ دوسری صورت میں آپ جیسا انسان، امریکہ میں خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے اور ہمیں نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں۔'' وزیر داخلہ نے صاف لہجے میں کہا۔ میں سوچ میں ڈوب گیا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے جناب! جب میں اس ملک میں رہائش اختیار کرنا چاہتا ہوں تو ایک شہری کی حیثیت سے اور اپنے لئے آسانیاں فراہم کرنے کے لئے میں آپ کی یہ شرط مان لوں گا۔ لیکن کوئی بھی کام ہو، اسے انجام دینے سے پہلے میں خود اس کے بارے میں سوچوں گا۔ اور کسی کام کی انجام دہی کے لئے میری مصروفیات اگر اجازت دیں گی، تب میں تیار رہوں گا۔ ہاں! یہ دوسری بات ہے کہ معاوضہ معقول اور میری مرضی کے مطابق ہو تو پھر مجھے اعتراض نہ ہو گا۔ کیونکہ میری مصروفیات اپنے آپ کو بہتر بنانے کے لئے ہوں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ اس پر حکومت کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔'' وزیر داخلہ نے جواب دیا۔ میرے اور وزیر داخلہ کے درمیان گفتگو، انتہائی صاف اور دوستانہ ماحول میں ہوئی تھی۔ ہم نے بے شمار معاملات طے کئے اور کافی رات گئے تک وزیر داخلہ میرے ساتھ رہے۔ بہت سے کاغذات پر دستخط وغیرہ ہوئے اور وزیر داخلہ نے مجھے ایک امریکی شہری ہونے کی مبارکباد دی۔ وہ کاغذات جو میرے حوالے کئے گئے تھے، انتہائی اہم تھے اور مجھے ان میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی تھی، جو مشکوک ہو۔ رُخصت ہونے سے قبل میں نے وزیر داخلہ سے درخواست کی تھی کہ راز اُن کے حوالے کرنے کے لئے مجھے اڑتالیس گھنٹے درکار ہوں گے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تاکہ میں اپنے ساتھیوں سے مزید مشورہ کرلوں۔ اور جہاں تک اس راز کی فروخت
ہے، وہ تو مکمل ہو چکا ہے اور اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو گی۔ وزیر داخلہ نے اس
اتفاق کیا۔ اور اس کے بعد چلے گئے۔

اس کے بعد آرسی گینی، میرے پاس نہیں آئی تھی۔ لیکن دیر تک میں اُس کے
سوچتا رہا تھا۔ آرسی گینی نے حکومت کو میرے بارے میں مطلع کر دیا تھا۔ اس سے
ہوتا تھا، اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا مجھے دُشوار ہو رہا تھا۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا
میرے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی ہے۔ البتہ اُس نے اظہارِ محبت کا جو انداز اختیا
اس میں تھوڑی سی چالاکی ضرور پوشیدہ تھی۔ اگر وہ مجھ سے مخلص ہوتی تو پہلے مجھ
سے آگاہ کرتی کہ وہ مجھے پہچان چکی ہے۔ اس کے بعد اگر وہ حکومت کو میرا حوال
مشورے سے دیتی تو زیادہ بہتر ہوتا۔ لیکن پہلے اُس نے اپنے فرائض کی ادائیگی کی
اس کے بعد یہ سوچنا کہ وہ پورے طور پر مجھ سے متاثر ہے، حماقت کے علاوہ اور کچھ
بہرحال! میں یہ بات بھی جانتا تھا کہ آرسی گینی کا یہ انکشاف میرے لئے نقصان
ثابت ہوا۔ اور اس سلسلے میں کوئی قباحت نہیں ہوئی کہ اگر اس ملک میں رہا جا رہا
اس کے مفادات کے لئے کام نہیں کیا جائے۔ دنیا کے کسی بھی حصے میں یہ نہیں ہو
جس ملک کے سینے پر رہوں، اُس کے مفادات کا خیال نہ رکھوں۔ بہت دیر تک
معاملات کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر سونے کی تیاریاں کرنے لگا۔ مجھے انتہائی
اطمینان سے نیند آ گئی۔

دوسرے دن بھی صبح کو ناشتے کی میز پر گینی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ تقریباً دس
فلیکس کا فون موصول ہوا۔ آپریٹر نے مجھے اس ٹیلی فون کی اطلاع دی اور میں
اُٹھا لیا۔

''ہیلو..... میں کین بول رہا ہوں۔''

''ڈیئر کین..... میں فلیکس بول رہا ہوں۔''

''کیسے ہو فلیکس.....؟''

''بالکل ٹھیک..... تم اپنی مصروفیات کے بارے میں بتاؤ!'' فلیکس کی آواز

''جو کام، تم نے میرے سپرد کیا ہے، اس کی ادائیگی میں مصروف ہوں۔''

''اب کیا پوزیشن ہے؟''



''کھیل ختم ہونے کے قریب ہے۔''

''اوہ..... کیا مطلب.....؟'' فلیکس کی آواز میں اضطراب تھا۔

''تمام بات چیت مکمل ہو چکی ہے مسٹر فلیکس! امریکی حکام نے مجھے یقین دلایا ہے کہ
ہماری خواہشات، ہماری مرضی کے مطابق پوری کی جائیں گی۔''

''جزیرے کے بارے میں بات چیت ہوئی.....؟''

''ہاں..... اس کے لئے مقامی وزارتِ اعلیٰ نے سارے کاغذات مکمل کر کے میرے
حوالے کر دیئے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''یہ کارروائی کب ہوئی تھی.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''پچھلی رات..... اور جو کاغذ، میرے حوالے کئے گئے ہیں، ان کے تحت حکومت امریکہ
ہمیں ضمانت دے چکی ہے۔''

''بہت خوب..... تم پوری طرح مطمئن ہو کین.....؟''

''ہاں، ڈیئر فلیکس! اب تم یہاں آ جاؤ۔''

''ہاں..... میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔'' فلیکس نے کہا اور پھر میں نے اُسے ضروری
ہدایات دے کر ٹیلی فون بند کر دیا۔ میں واقعی مطمئن تھا۔ وزیر داخلہ کی شخصیت معمولی نہیں
تھی۔ ایک راز کی خریداری کے لئے اتنا بڑا آدمی سامنے آیا تھا۔ حکومت امریکہ اتنے اعلیٰ
پیمانے پر اتنی سی بات کے لئے فریب نہیں کر سکتی تھی۔ اور پھر میری شخصیت اُن کی نگاہ میں آ
چکی تھی۔

مسائل تو تھے۔ لیکن اُن سے نمٹا جا سکتا تھا۔ یہی زندگی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد
فلیکس، میرے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہلکے سے میک اَپ میں تھا۔ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوا۔

''یار! زندگی پھیکی سی ہو گئی تھی، تم سے دُور رہ کر۔'' اُس نے میرے سینے سے لپٹتے ہوئے
کہا۔ میں نے پُرجوش انداز میں اُسے اپنا لیا تھا۔ عمدہ دوست تھا۔

اس کے بعد میں نے اُسے وہ تمام کاغذات دکھائے اور فلیکس کی آنکھیں مسرت سے
چمکنے لگیں۔ ''اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو.....؟'' اُس نے کہا۔

''تم مطمئن ہو فلیکس.....؟''

''ہاں یار.....! مطمئن نہ ہوں گے تو اور کیا کریں گے؟ میرا خیال ہے، اب ہمیں خود کو
حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہئے۔ بہتر یہی ہو گا۔'' بہت دیر تک ہم گفتگو کرتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



رہے۔ پھر مسٹر ہائم آ گئے۔ اطلاع ملنے پر میں نے اُنہیں بلوا لیا۔

''مجھے آپ کے کسی دوست کے آنے کی اطلاع ملی تھی۔'' ہائم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مسٹر فلیکس سے ملاقات کریں مسٹر ہائم!'' میں نے ان دونوں کا تعارف کرایا۔ مسٹر ہائم نے پُرجوش انداز میں فلیکس سے مصافحہ کیا۔

''سچ بات تو یہ ہے کہ آپ سے ملاقات سے قبل نہ صرف میں بلکہ میرے تمام ساتھی مسٹر کین ہی کو فلیکس سمجھتے تھے۔'' ہائم نے ہنستے ہوئے کہا۔

''حالانکہ میں ابتداء ہی سے کہہ رہا تھا کہ میں فلیکس نہیں ہوں۔'' میں نے کہا۔

''بہرحال! غلط فہمی دُور ہوگئی۔'' مسٹر ہائم کے ساتھ ہلکی شراب کا ایک دور چلا۔ اور پھر مسٹر ہائم نے ہمیں سیر کی پیشکش کی۔ پورا دن بے حد خوشگوار گزرا تھا۔ رات کو پھر ملاقات کی تیاریاں کی گئیں۔

اس خفیہ میٹنگ میں امریکی حکومت کے اہم ترین لوگ شامل تھے۔ گو، افراد بہت مختصر تھے۔ لیکن میٹنگ بے حد اہم تھی۔ سارے معاملات طے ہونے کے بعد بالآخر فلیکس سے درخواست کی گئی کہ وہ راز، حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔ اور فلیکس نے میری طرف اجازت پا کر اپنی ناک اُکھاڑ لی.....

یہاں موجود تمام لوگ ششدر رہ گئے تھے..... فلیکس کی صورت انتہائی بھیانک نظر آنے لگی تھی۔ اُس نے فلمیں وزیر داخلہ کے سپرد کر دیں اور وزیر داخلہ نے اُنہیں وزارت دفاع کے فرسٹ سیکرٹری کو پیش کر دیا۔

''ایک بار پھر ایک پُرخلوص دوستی کی پیشکش کی جاتی ہے مسٹر فلیکس اور مسٹر کین! اگر آپ حکومت امریکہ سے وفادار رہے تو ایک بہترین زندگی کے مالک بنیں گے۔ ہماری طرف سے دوستی کی مبارکباد قبول فرمائیں۔ آپ کے کیس کی فائل متعلقہ محکمے کو دے دی گئی ہے جلد ہی آپ کی پسند کی جگہ کے انتخاب کی تیاریاں کر لی جائیں گی۔ اور اس وقت تک آپ حکومت امریکہ کے ایک معزز دوست کی حیثیت سے قیام کریں گے۔''

''بہت خوب.....'' میں نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد میٹنگ ختم ہوگئی۔ رات کو فلیکس نے میرے کمرے میں سونا پسند کیا تھا۔ اور کافی رات گئے، ہم دونوں اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ فلیکس، عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ ہو گیا۔



''کیا یہ سب کچھ اس طرح ہو جائے گا، جس طرح ہم نے کہا ہے؟'' وہ تعجب کے لہجے میں بولا۔

''تمہیں اس میں کوئی شک ہے فلیکس.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں..... بس! میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہوں۔ اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے ڈان! کہ جو کچھ تم نے کہا ہے، وہ میری سوچ سے باہر تھا۔ بلاشبہ! میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے اس راز کی قیمت اتنی بڑی وصول ہو گی۔ بس! میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ ڈان! تم سے یہ بات کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ تمہاری سوچ مجھ سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ اور تمہاری کارکردگی کا انداز بے حد ذہانت لئے ہوئے ہوتا ہے۔ میں تو سخت حیران ہوں۔ آخر تم کن بنیادوں پر کام کرتے ہو؟ اور تمہاری ذہنی وسعت کہاں تک ہے.....؟''

''بس، بس فلیکس! اب ان ساری باتوں کو چھوڑو! میں تو پوری طرح یقین رکھتا ہوں کہ حکومت امریکہ، ہم سے کئے ہوئے وعدے پورے کرے گی۔ چنانچہ تم اس بارے میں سوچو! کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟''

''جزیرے کا تصور تمہارے ذہن میں کیوں اُبھرا تھا ڈان.....؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''مختصراً میں تمہیں بتا چکا ہوں فلیکس! امریکی حکومت نے ہم پر کچھ شرائط عائد کی ہیں۔ میرا خیال ہے، ان شرائط پر عمل کرنا کوئی بہت زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ یوں بھی ہم، جس گروہ میں رہتے ہیں، وہاں کی حکومت سے تو دشمنی مول لے کر نہیں رہ سکتے۔ باقی رہا جہاں تک اس بات کا تعلق کہ حکومت ہم پر نگاہ رکھے گی تو رکھے۔ یہ بات تو وہ بھی جانتی ہو گی کہ اگر ہم نے ایک راز فروخت کیا ہے تو اُسے حاصل کرنے کے لئے کچھ تگ و دو بھی کی ہو گی۔ ایسی حالت میں حکومت اگر یہ تصور کرے کہ ہم انتہائی نیک نفس لوگ ہیں اور جزیرے پر صرف عبادت کرنے جا رہے ہیں تو یہ تو حماقت ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ حکومت کے سربرآوردہ افراد اتنے احمق نہیں ہیں۔ اس کے باوجود فلیکس! ہم خود پر عائد شدہ پابندیوں کو قبول نہیں کریں گے۔ جو کچھ کرنا ہو گا، اس کے لئے تو ہمارے پاس ابھی وسیع تر میدان ہے۔ ہاں! اگر حکومت امریکہ، ہمیں کسی کام کے لئے استعمال کرنا چاہے گی تو میرے خیال میں یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ ہمیں اس کا معقول معاوضہ ملے گا، جس کی بناء پر ہم یہ کام انجام دیں گے۔''

''اچھا ڈان..... ایک بات بتاؤ! زندگی گزارنے کا کوئی ایسا مقصد تمہارے سامنے ہے،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


جس کی تم تکمیل چاہتے ہو.....؟''

''ڈیئر فلیکس! اپنے بارے میں، میں تمہیں خاصی تفصیل بتا چکا ہوں۔ جو مقصد میں نے پورا کرلیا ہے۔ اب تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ پوری زندگی جدوجہد اور ترجیحات کے مطابق ہنگامہ خیزی میں بسر ہو۔ بس! اس سے زیادہ اور کوئی خواہش ذہن میں نہیں ہے۔ ہاں! سوال تمہارا خاصا دلچسپ تھا۔ اور یہی سوال میں، تم سے پوچھ رہا ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھ سے.....؟'' فلیکس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ہاں فلیکس! تمہارا سینہ ابھی تک کھل نہیں سکا ہے۔'' میں نے کہا اور فلیکس، میں ڈوب گیا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''نہیں ڈن! تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ میں نے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے، اپنی کھول کر تمہارے سامنے رکھ دیا ہے۔ بدبختی سے اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ لیکن خواہش ضرور ہے دل میں۔''

''کیا.....؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''بس! یہ کہ لوگوں کے لئے کچھ کروں۔ میں اپنی حیثیت دنیا سے منواؤں۔ اور احساس اس وقت سے پیدا ہوا ہے، جب سے میں معذور ہوا ہوں۔ میں نہیں چاہتا مجھ پر رحم کھائیں۔ میری خواہش ہے کہ میری برتری تسلیم کر لی جائے اور میں ہاتھ والے انسانوں سے زیادہ چست و چالاک نظر آؤں۔''

میں نے گہری سانس لی۔ فلیکس کی خواہش معلوم تھی۔ انسان کیسی کیسی عجیب خصوصیات کا مالک ہوتا ہے؟ خود میری زندگی تھی، بظاہر بے مقصد تھی۔ اپنے خاندان کو اس کا مقام دلانے کے بعد میری زندگی کا کوئی مقصد نہیں رہ گیا تھا۔ پھر زندگی کے لئے اس قدر جدوجہد کیوں ہے؟ میں کہیں گوشہ نشین کیوں نہیں ہو جاتا؟

لیکن گوشہ نشینی کے جراثیم، میرے ذہن میں نہیں تھے۔ میں تو سیماب تھا۔ ہر لمحہ اور رواں دواں رہنے کا خواہش مند۔

حسب معمول سوئے۔ صبح ہوئی اور زندگی جاگ اُٹھی۔ جس طرح ہم نے وہ راز اعتماد کے ساتھ امریکی حکومت کے حوالے کر دیا تھا، اسی طرح اور اسی جذبے کے تحت دوسری طرف بھی کام ہو رہا تھا۔ اسی دن، دوپہر کو ہمیں وزارتِ داخلہ میں طلب کیا گیا اور شہریت کے کاغذات پیش کر دیئے گئے۔ ان کاغذات کے علاوہ ایک خطیر رقم کا چیک بھی پیش کیا گیا اور وزیر داخلہ نے انتہائی دوستانہ انداز میں کہا تھا۔

''امریکہ اب آپ کا وطن ہے مسٹر کین اور مسٹر فلیکس! حکومت آپ سے ہر طرح تعاون کرے گی۔ متعلقہ محکمے کو آپ کے لئے آپ کی پسند کے جزیرے کا انتخاب کر کے رپورٹ پیش کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔ اس دوران آپ اپنی پسند کی رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔ آپ امریکہ کے کسی بھی حصے میں جا سکتے ہیں۔ اور یہ ہمارا اعتماد ہے۔''

''ہم دونوں حکومت کے شکر گزار ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ اور پھر ہم وہاں سے باہر نکل آئے۔ واشنگٹن کا حسین شہر، ہمیں استقبال کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ ویسے ہم اس عمارت میں رہنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ سرکاری نوعیت کی عمارت تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے ایک بینک سے رابطہ قائم کیا گیا اور اتنا بڑا اکاؤنٹ کھلوانے کی وجہ سے بینک کے سارے افسران ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔ ہمیں یہ سہولت فراہم کرنے کی پیشکش کی گئی۔ یوں ڈن کین، کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گیا.....

لیکن زندگی ابھی تک بہت سست رفتار تھی۔ اور اس کی وجہ تنہائیوں میں پرورش پانے والے وہ خیالات تھے جو کہ سکون نہ پا سکے تھے۔ آئندہ زندگی کیا ہو گی؟ شہر کی تفریحات سے بے پناہ محبت گو، ابھی ہم نے ان تفریحات کو محدود کر لیا تھا۔ وقتی طور پر ہم نے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کیا تھا اور وزارتِ داخلہ کو ہوٹل کی اس رہائش گاہ سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔

تین دن تک کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ لیکن چوتھے دن ہمیں اطلاع دی گئی کہ ہم سفر کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہمیں، ہماری پسند کی جگہ کے انتخاب کے لئے لے جایا جائے گا۔ ہم نے محکمے کو اپنی تیاریوں سے آگاہ کر دیا تھا۔

چنانچہ پانچویں دن ایک ہیلی کاپٹر ہمیں لے کر روانہ ہو گیا۔ اور تقریباً دس دن کی دوڑ دھوپ کے بعد بالآخر میں اور فلیکس خلیج الاسکا میں جزائر کوئین شارلٹ کے ایک دُور دراز جزیرے کے انتخاب پر متفق ہو گئے۔

ہمیں جو، جزائر دکھائے گئے تھے، یہ وہ تھے جنہیں امریکی حکومت ہمارے حوالے کرنے پر تیار تھی۔ یہ جزیرہ طویل سفر کے ذریعے ہمیں کینیڈا تک بھی پہنچا سکتا تھا۔ اور جزیرہ نیکودو بھی یہاں سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ جس تک ہوتے ہوئے پھر لاس اینجلز، سالٹ میک سٹی اور،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اورینٹ لوئس تک پہنچ سکتے تھے۔

ہیلی کاپٹر، جزیرے پر اُتر گیا۔ اور قدرتی حسن سے مالا مال یہ جزیرہ ہمیں اپ
محسوس ہو رہا تھا۔ اور بالآخر ضروری کارروائیوں کے بعد یہ جزیرہ ہماری تحویل میں آ
ہم اس کے مالک قرار دے دیئے گئے.....

☆.....☆.....☆



امریکی حکومت کے بھرپور تعاون سے ہمارے سارے کام بخیر وخوبی انجام پا رہے تھے۔ فلیکس نے اپنی محبت اور عقیدت کا ثبوت یوں دیا تھا کہ اُس نے جزیرے کا نام ''کین سٹون'' رکھ دیا تھا۔ بہرحال! ہماری مصروفیات بے پناہ تھیں۔ حکومت امریکہ نے ہمیں ہر طرح نوازا تھا۔ جزیرے کی تعمیرات زور وشور سے جاری تھیں۔ سارے نقشے ہمارے فراہم کردہ تھے۔ اور اُن پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ''کین سٹون'' کی وہ صورت نکل آئی جو ہم چاہتے تھے۔ اب یہ ایک مطلق العنان جزیرہ تھا۔ جہاں حکومت امریکہ براہِ راست کوئی دخل اندازی نہیں کرتی تھی۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جزیرے پر امریکہ کے خلاف کوئی کام نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے حکومت کو اپنے اقدامات کے سلسلے میں تفصیلات مہیا کر دی تھیں۔ اور اعلیٰ حکام نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے مجھے اس کی اجازت دے دی تھی ابھی تک میرے ذہن میں کوئی واضح بات نہیں تھی۔ بس! کچھ خاکے تھے، جن کے بارے میں، میں نے فلیکس سے بات کی۔

''فلیکس! کیا تم موجودہ صورتِ حال سے مطمئن ہو.....؟''

''میں..... میں نہیں سمجھا مسٹر کین.....؟'' فلیکس نے کہا۔

''میرا مطلب ہے فلیکس! اِس جزیرے کو ہم جو شکل دینا چاہتے تھے، وہ تو دے دی گئی۔ اب اس سلسلے میں یہ سوچنا ہے کہ آئندہ کیا، کیا جائے؟''

''کیا مطلب.....؟ میں اب بھی نہیں سمجھا۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''میرا مطلب ہے کہ ہم نے جس مقصد کے لئے اس جزیرے کو حاصل کیا ہے۔ اس میں.....''

''اس پروگرام میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں آپ؟'' فلیکس نے سوال کیا۔

''نہیں..... یہ بات نہیں۔ کوئی تبدیلی نہیں چاہتا۔ لیکن اب کوئی ایسا سلسلہ ہونا چاہئے، جو ہمارے لئے آئندہ راہیں متعین کرے۔ ورنہ اس تنہا جزیرے پر رہ کر ہم کیا حاصل کریں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



گے؟''

''اوہ..... مسٹر کین! آپ کا خیال تو درست ہے۔ لیکن میں اس سلسلے میں آپ ہی کی بہتر رائے چاہتا ہوں۔'' فلیکس نے کہا۔

''دراصل فلیکس! مقصد تو ایک ہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کی جائے..... متحد رہا جائے۔'' میں نے جواب دیا۔

''مسٹر کین! میں، آپ سے کچھ صاف صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔'' فلیکس نے کہا۔

''ہاں..... کہو! کوئی خاص بات ہے؟''

''جی ہاں..... آپ کے اِس سوال کی روشنی میں، میرے ذہن میں بھی کچھ سوالات ہیں۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''مثلاً.....؟'' میں نے پوچھا۔

''مثلاً یہ مسٹر کین! کہ ہمارے پاس اب اتنی دولت ہے کہ اگر ہم تنہا ایک پُر آسائش زندگی گزارنا چاہیں تو با آسانی گزار سکتے ہیں۔ لیکن آخر ہماری زندگی کا کوئی مقصد تو ہونا چاہئے۔''

''میرے سامنے کوئی ایسا مقصد نہیں ہے فلیکس!'' میں نے جواب دیا۔

''تب پھر دولت کمانے کی خواہش میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' فلیکس بولا۔ اور واقعی میں اُلجھ گیا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''اگر میں تم سے یہ کہوں فلیکس! کہ میں کین فیملی کو پھیلانا چاہتا ہوں تو کیا تم اِس بات پر مطمئن ہو جاؤ گے؟''

''کیوں نہیں..... بات وہی مقصد کی آ جاتی ہے۔ خود، میرے سامنے بھی کوئی مقصد نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے..... ابھی تو ہمیں اتنی دولت اکٹھی کرنی چاہئے کہ ہم دنیا بھر میں اپنے لئے کوئی مقام حاصل کر سکیں۔'' میں نے کہا۔

''اس سلسلے میں، میں آپ کا ساتھی ہوں مسٹر کین!'' فلیکس نے جواب دیا اور میں اُلجھے ہوئے انداز میں سوچتا رہ گیا۔ لیکن میری اس مشکل کا ایک حل حکومت امریکہ نے بھی دریافت کر لیا۔

ایک چمکدار دوپہر کو ایک بڑی لانچ، جزیرے کے نزدیک نظر آئی۔ اُس پر حکومت کا



جھنڈا لہرا رہا تھا۔ میں نے اور فلیکس نے دلچسپی سے اُس لانچ کو دیکھا تھا۔

''غالباً یہ لوگ، ہم سے ملاقات کے لئے آئے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''غالباً نہیں، یقیناً..... آؤ! اُن کا استقبال کریں۔'' میں نے جواب دیا اور ہم دونوں ساحل کی جانب بڑھ گئے، جہاں لانچ لنگر انداز ہو گئی تھی۔

لانچ سے اُترنے والے چار افراد تھے اور چاروں عمدہ شخصیت کے مالک نظر آتے تھے۔ ہم نے پُر جوش انداز میں اُن کا استقبال کیا۔ تب اُن میں سے درمیانی عمر کے ایک شخص نے جو فوجی لباس میں تھا، اپنا کارڈ نکال کر مجھے پیش کرتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر کین! حکومت امریکہ کی جانب سے ہم، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔''

''تشریف لائیے! آپ سے مل کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔'' میں نے پُر جوش انداز میں جواب دیا۔

''میرا نام ڈیوڈ نیلسن ہے۔ اور میں حکومت کے خفیہ محکمے کا سربراہ ہوں۔'' ڈیوڈ نیلسن نے کہا۔ اور پھر اُس نے بقیہ ساتھیوں کا بھی تعارف کرایا۔ میں نے اور فلیکس نے اُن سے بھی ہاتھ ملائے۔ اور پھر ہم، اُنہیں لئے ہوئے اپنی رہائشی عمارت میں پہنچ گئے، جہاں ایک وسیع اور خوبصورت ڈرائنگ رُوم میں اُنہیں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی۔ میں اُن کے لئے کچھ خاطر مدارت کا انتظام کر کے خود بھی اُن کے سامنے آ بیٹھا۔

''فرمائیے مسٹر ڈیوڈ! کیسے تکلیف کی؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں جانتا ہوں مسٹر کین! کہ آپ سے گفتگو کرنے کے لئے کوئی خصوصی احتیاط مدنظر نہیں رکھی جاتی۔ اور آپ کے دوست مسٹر فلیکس کے بارے میں بھی مجھے مکمل معلومات حاصل ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ میں اپنی گفتگو کا آغاز کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہتا۔''

''یقیناً، یقیناً..... اس جزیرے پر فی الحال ہم دو ہی آدمی ہیں۔ لیکن بہت جلد ہم چند افراد کا اضافہ کرنے والے ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بلاشبہ! آپ دونوں تنہا یہاں نہیں رہ سکتے۔ مجھے تو تعجب ہے کہ اتنا وقت، آپ نے کیسے گزارا؟'' ڈیوڈ نے جواب دیا اور ہم دونوں مسکرانے لگے۔

پھر مسٹر ڈیوڈ اصل موضوع پر آ گئے۔ ''دراصل! آپ نے جو معلومات، حکومت امریکہ کو مہیا کی تھیں، ان کے تحت حکومت میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ میرے علم میں یہ بات لائی گئی ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کہ آپ خود بھی ان معلومات سے آگاہ تھے۔ چنانچہ میں نہیں سمجھتا کہ مجھے اس سلسلے میں
سے کچھ کہنے کے لئے اُلجھن محسوس کرنی چاہئے۔

''جو، راز آپ نے حکومت کو پیش کیا، وہ جرمنوں کا فوجی راز تھا۔ اور اُس سے ہمیں یہ
ہوا کہ نازی جرمنی، ایک عالمگیر جنگ چھیڑنے کا خواہشمند ہے۔ ہٹلر کے خوفناک منصوبے
ایک ملک کے لئے نہیں، بلکہ بے شمار ممالک کے خلاف ہیں۔ اور وہ عالمی پیمانے پر
تیاریاں کر رہا ہے۔ یہ راز جس وقت ہم تک پہنچا، میرا خیال ہے، کافی دیر ہو چکی تھی۔ اگر
پہلے ہی ہمیں مل جاتا تو ہم اس سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ لیکن اندازے کے مطابق
ہمیں بہت کم وقت ملا ہے۔ اور اس مختصر وقت میں ہمیں ہٹلر کے خلاف تیاریاں مکمل کرنی
ہیں۔''

''مسٹر کین! خود حکومت امریکہ کو اس بارے میں شبہ تھا۔ نازی جرمنی نے اپنے آپ کو
ایک آہنی خول میں چھپا لیا تھا۔ اور اس خول کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ یہ معلوم کرنا آسان کام
نہیں تھا۔ لیکن ہمارے خفیہ ایجنٹ بہرصورت! کام کر رہے تھے۔ وہ تفصیل سے تو یہ بات
نہیں معلوم کر سکے۔ لیکن جو بھی معلومات اُنہوں نے ہمیں بھیجیں، اُن سے آپ کی مہیا کردہ
ہوئی تفصیلات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہماری نگاہوں میں آپ کی پوزیشن مستحکم ہو
گئی ہے۔ اور ہم، آپ کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ بہرحال، مسٹر کین! امریکی مشینری حرکت میں
آ چکی ہے۔ ہٹلر نے ابھی جنگ نہیں شروع کی۔ لیکن اندازہ ہے کہ وہ تھوڑے ہی عرصے میں
اپنا کام شروع کر دے گا۔ اور اُس کی تیاریوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے ایک
سنگین خطرہ ثابت ہوگا۔ حکومت اپنے بہترین ذرائع، اس کام میں استعمال کرنا چاہتی ہے کہ
پوری دنیا میں حکومت امریکہ کے مفادات کی نگرانی کی جائے۔ اور انہی ذرائع میں آپ کو بھی
شمار کیا گیا ہے۔''

''میں، امریکی حکام کا شکر گزار ہوں۔''

''جنرل آئزن ہاور نے بہ نفس نفیس آپ کا فائل طلب کیا تھا، اور سفارش کی گئی ہے کہ
آپ کو ہر قیمت پر حکومت کے لئے کام کرنے پر آمادہ کیا جائے۔''

''کیا اس کام کی ابتداء کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کیا گیا ہے؟''

''ہاں..... اس کی تفصیل ہمیں فوجی ہیڈ کوارٹرز سے موصول ہوگی۔''

''پھر..... اب مجھے کیا کرنا ہے؟''



''پہلے اپنی آمادگی کا اظہار..... اس کے بعد اپنی شرائط۔''

''مسٹر ڈیوڈ! حکومت امریکہ نے جس طرح ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے، اس کے تحت
ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ چنانچہ شرائط اور معاوضے کے تعین میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہو
سکتا۔ اور اب رہا آمادگی کا اظہار، تو حکومت امریکہ کے لئے کام کر کے مجھے خوشی ہوگی۔''

''اوہ..... بہت بہت شکریہ مسٹر کین! ہمارے حکام کا خیال تھا کہ آپ آسانی سے اس
کام پر آمادہ نہ ہوں گے۔ لیکن آپ کے اس پُرخلوص رویئے کو ریکارڈ میں رکھا جائے گا۔''
مسٹر ڈیوڈ نے کہا۔

پھر اس کے بعد کی گفتگو انتہائی دوستانہ فضا میں ہوئی۔ ہم نے مسٹر ڈیوڈ کی خاطر مدارت
کی اور پھر اُنہیں لانچ تک رُخصت کرنے آئے۔

''میں، آپ کو بہت جلد فون پر اطلاع دُوں گا کہ کس وقت، آپ کو فوجی حکام کے سامنے
جانا ہے۔''

''میں انتظار کروں گا۔'' میں نے جواب دیا اور وہ لوگ چلے گئے۔

فلیکس، میرے ساتھ تھا۔ اور دفعتہً مجھے احساس ہوا کہ اس دوران فلیکس کی حیثیت متاثر
ہوئی ہے۔ اُسے کوئی اہمیت نہیں مل سکی۔ چنانچہ عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے
پوچھا۔

''آپ کا اس گفتگو کے بارے میں کیا خیال ہے مسٹر فلیکس.....؟''

''نہایت مناسب اور قابل فخر۔'' فلیکس کی پُرخلوص آواز اُبھری۔ بلاشبہ! وہ ایک مخلص
دوست اور بہترین ساتھی تھا۔

اچانک ہی ایک خیال میرے ذہن میں اُبھرا۔ ''فلیکس! میں نے سوچا تھا کہ کہیں تمہیں
میری اس گفتگو سے اختلاف نہ ہو۔''

''پوری گفتگو میں اگر اختلاف کی کوئی بات ہوتی تو میں بے تکلفی سے بول پڑتا۔ حکومت
امریکہ نے ہمیں جو اعزاز بخشا ہے، وہ قابل فخر ہے۔ اور پھر اس سلسلے میں میرا ایک اور خیال
تھا مسٹر کین!'' آخر میں فلیکس مسکرانے لگا۔

''کیا.....؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''آپ محسوس تو نہیں کریں گے.....؟'' فلیکس بولا۔

''قطعی نہیں.....''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''اس پروگرام کی فوری منظوری دے دینے میں آپ کی اپنی فطرت کو بھی دخل ہے مر
کین! فطری طور پر آپ مہم جو ہیں۔ اور اسی جزیرے پر محدود نہیں رہ سکتے۔ آپ کو کچھ نہ کچ
کرنا تھا۔ اس لئے آپ نے جلدی سے یہ پروگرام منظور کرلیا۔''

''اوہ..... میرے دوست! شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' میں نے اعترافاً گردن ہلا
ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں عمارت میں داخل ہو گئے۔ فلیکس نے جام میں شراب اُنڈیل کر
میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میں بھی آپ کو جمود کا شکار نہیں دیکھ سکتا مسٹر کین! آپ کی ہنگامی زندگی اور ہنگامی
فطرت مجھے بھی پسند ہے۔''

''شکریہ فلیکس! مجھے تمہاری دوستی پر پورا اعتماد ہے۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہ
اور فلیکس مسکرا دیا۔

تھوڑی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر میں نے شراب کی ایک چسکی لیتے ہوئے
کہا۔ ''بہرصورت، فلیکس! تمہاری طرف سے بھی منظوری مل گئی۔ اب ہمیں کچھ اور چیزوں کا
تعین کرنا ہے۔''

''مثلاً.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''دراصل میرا خیال ہے کہ جزیرے پر ابتدائی طور پر ہم جو کچھ کرنا چاہتے تھے، وہ کر چکے
ہیں۔ اس کے بعد کسی باقاعدہ کام کا آغاز تو ذرا تفصیل سے ہی ہوگا۔''

''یقیناً.....!'' فلیکس نے جواب دیا۔

''میں، یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میرے اور حکومت امریکہ کے درمیان معاملات
طے ہو گئے، جس میں بظاہر کسی رخنہ اندازی کا کوئی امکان نہیں ہے تو تم اِس سلسلے میں کیا کرو
گے؟''

''آپ کی ہدایت کے مطابق مسٹر کین!''

''میرا مطلب نہیں سمجھے فلیکس! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم بذاتِ خود اس کام کی
انجام دہی میں میرے ساتھ حصہ لو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے کہا نا! کہ آپ کی ہدایت کے مطابق۔''

''تب، پھر میری ایک رائے ہے۔ وہ یہ کہ جزیرے پر جو منصوبے نامکمل رہ گئے ہیں
انہیں آپ یہاں رہ کر تکمیل تک پہنچائیں۔ میں اس سلسلے میں کام کروں گا۔''



فلیکس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''براہِ کرم! مجھے ان منصوبوں کی تفصیلات سے
ضرور آگاہ کر دیں۔''

''ہاں، ہاں..... کیوں نہیں؟ میرا خیال ہے، آپ یہاں پُرسکون رہ کر اپنا کام انجام
دے سکیں گے۔ اور میں حکومت امریکہ کے لئے وفاداری کا ثبوت دُوں۔''

''میں مکمل طور پر تیار ہوں۔ اب آپ دوسری بات سوچیں۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''بس! مجھے اُن کے ٹیلی فون کا انتظار ہے۔ جس وقت بھی وہ مجھے طلب کریں گے، روانہ
ہو جاؤں گا۔'' میں نے کہا۔

یہ فون کال مجھے دوسرے دن گیارہ بجے ملی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ میں نیو یارک پہنچ
جاؤں۔ مجھے نیو یارک میں اس جگہ سے بھی آگاہ کر دیا گیا، جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ کہا گیا تھا کہ
چند افراد، میرا استقبال کریں گے، جن میں مسٹر ڈیوڈ بھی ہوں گے۔ لہٰذا مجھے اس سلسلے میں
کوئی دقت نہیں ہوگی۔

دوسرے دن صبح میں اپنے سٹیمر سے ساحل تک پہنچ گیا۔ فلیکس مجھے چھوڑنے آیا تھا۔ اور
پھر اُس نے مجھے نیک خواہشات کے ساتھ الوداع کرتے ہوئے پوچھا۔ ''مسٹر کین! کیا
روانہ ہونے سے پہلے آپ اس جزیرے پر آئیں گے یا وہیں سے ہی چلے جائیں گے؟''

''اس سلسلے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا ڈیئر! ممکن ہے، مجھے وہیں سے چلا جانا پڑے۔ لیکن
اگر کوئی بات آپ کے لئے پریشانی کا باعث بنے تو آپ مجھے رنگ کر سکتے ہیں۔
بہرصورت! آپ کو جانے کی اطلاع ضرور دُوں گا۔'' میں نے کہا۔

''بہتر ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا اور میں خشکی پر اُتر کر آگے بڑھ گیا۔

نیو یارک میں اس مقام پر، جہاں مجھے چند لوگوں سے ملاقات کرنی تھی، مسٹر ڈیوڈ کے
علاوہ چار افراد اور نظر آئے۔ اُنہوں نے بڑی گرم جوشی سے مجھے خوش آمدید کہا۔ پھر میں ایک
کار میں اُن کے ساتھ بیٹھ کر چل پڑا۔ جس عمارت میں مجھے لے جایا گیا تھا، وہ نیو یارک
کے نواحی علاقے میں تھی۔ اور کافی خوبصورت عمارت تھی، جس میں تا حدِ نگاہ خاردار تاروں
کی باڑ لگی ہوئی تھی۔ اور ایک طویل حصے کا احاطہ کیا گیا تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر
مسلح فوجیوں نے ایڑیاں بجائیں۔ کار اُن کے درمیان سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر
بعد ہم، اصل عمارت میں داخل ہو گئے۔ یہاں پر بڑے اعلیٰ فوجی افسروں نے میرا
استقبال کیا۔ مسٹر ڈیوڈ نے اُن سے میرا تعارف کرایا اور پھر مجھ سے نیک خواہشات کا اظہار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کر کے وہاں سے چلے گئے۔ جس شخص سے میری ملاقات ہوئی تھی، اُس کا نام ہیڈلک تھا۔ مسٹر ہیڈ مجھے ایک کمرے میں لے گئے۔ جو شاید کانفرنس رُوم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ یہاں چند افراد دوسرے افراد بھی موجود تھے۔ جنہوں نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا۔

''میں خاص طور سے آپ کا تعارف مسٹر اینٹ فرینک سے کراؤں گا مسٹر کین!'' ہیڈلک نے کہا اور ایک شخص نے آگے بڑھ کر گردن جھکا دی۔

یہ طویل القامت اور انتہائی تیز آنکھوں والا ایک نوجوان شخص تھا۔ اُس نے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا اور میں نے بھی اُس سے پُرتکلف کلمات کہے۔

اس کے بعد چند دوسرے افراد سے میرا تعارف کرایا گیا۔ اور پھر میں کانفرنس ٹیبل کے گرد پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تب ہیڈلک نے کہنا شروع کیا۔

''جیسا کہ ہمیں اطلاع ملی تھی مسٹر کین! اور جیسا کہ مسٹر ڈیوڈ نے بتایا تھا کہ آپ بڑے خلوص کے ساتھ حکومت امریکہ کے لئے کام کرنے پر تیار ہو گئے ہیں، ہم نے آپ کے اس خلوص کو اپنے سینے میں محسوس کیا ہے۔ اور اس بات پر یقین کر لیا ہے کہ آپ بلاشبہ! حکومت امریکہ کے وفادار اور اس کے لئے خلوص سے کام کرنے پر تیار ہیں۔ چنانچہ اب آپ کے اور ہمارے درمیان تکلف کی کوئی دیوار باقی نہیں ہے۔ آپ کے فراہم کردہ نقشوں سے ہٹلر کے منصوبوں کا پتہ چلتا ہے۔ گو، ابھی اُس نے اس جنگ کا آغاز نہیں کیا ہے جو اُس کے ذہن میں پرورش پا رہی ہے۔ لیکن ہٹلر جیسی شخصیت کے بارے میں اس بات کا اندازہ کر لینا مشکل نہیں ہے کہ وہ جنگ شروع کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرے گا۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت امریکہ نے کسی ایسے شخص کے انتخاب کا فیصلہ کیا جو ہٹلر کے تمام منصوبوں کو ہم تک پہنچائے۔ اور ایسے ذہین شخص ہماری نگاہ میں صرف آپ تھے۔''

''میں اس اعتماد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''ہم نے بھی اسی اعتماد سے آپ کو طلب کیا ہے کہ آپ یقیناً وہ کام کر لیں گے، جو ہماری ضرورت ہے۔''

''میرے لئے کیا حکم ہے.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہم چاہتے ہیں کہ آپ، نازی جرمنی کے آہنی پردے کو توڑ دیں۔''

''وہ کس طرح.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''اس طرح کہ آپ، برلن میں داخل ہو جائیں اور جرمنوں کی تیاریوں کو آنکھوں سے دیکھ



کر ہمیں اُن کے احوال سے آگاہ کریں۔'' ہیڈلک نے کہا۔

چند ساعت میں سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ''امریکہ کے لئے کام کرنے میں مجھے ذرا بھی عار نہیں ہے۔ لیکن میں اس سلسلے میں مزید تفصیلات کا خواہش مند ہوں۔''

''ٹھیک ہے مسٹر کین! برلن میں داخلے تک ہم، آپ کی بھرپور مدد کریں گے۔''

''اوہ..... اگر یہ بات ہے تو باقی کوئی مشکل ہی نہیں رہ جاتی۔ برلن میں داخل ہو کر میں مناسب اقدامات کر سکوں گا۔'' میں نے جواب دیا اور ہیڈلک نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔

پھر وہ اینٹ فرینک کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''میں نے مسٹر اینٹ سے آپ کا تعارف کرایا ہے۔ اینٹ ہمارے محکمہ خصوصی کے خاص لوگوں میں شامل ہیں۔ ان کی ذات سے حکومت امریکہ نے بڑی اُمیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ اور اس سلسلے میں طے یہ کیا گیا ہے کہ مسٹر اینٹ، آپ کو اسسٹ کریں گے۔''

''اتنے بڑے شخص کو آپ نے میرے تحت دے کر میرا خیال ہے کہ مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔''

''جی نہیں..... یہ کام اتنا ہی اہم ہے کہ اس کے لئے آپ کا انتخاب کیا گیا..... اور جس کام کے لئے جس شخص کا انتخاب کیا جاتا ہے، اس کی صلاحیتوں کا پہلے اعتراف کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ کام اُس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسٹر اینٹ بخوشی آپ کو اسسٹ کرنے پر تیار ہیں۔''

''ٹھیک ہے جناب! اگر یہ بات ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟'' میں نے جواب دیا۔

''اس سلسلے میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے حکومت کو اپنی شرائط سے آگاہ نہیں کیا ہے۔'' ہیڈلک بولا۔

''کیا مسٹر اینٹ نے آگاہ کر دیا ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

ہیڈلک کے چہرے پر پُرمحبت مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''جی نہیں.....'' اُس نے جواب دیا۔

''تب براہِ کرم! مجھے اس بات کا احساس نہ دلائیں کہ میں اس ملک میں نو وارد ہوں یا نیا نیا شہری ہوں۔''

''ہم، آپ کے جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ تو طے یہ کیا گیا ہے مسٹر کین! کہ آپ کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باقاعدگی کے ساتھ ایک اتنی بڑی رقم ہر ماہ ادا کی جائے، جسے آپ کی کاوشوں کا بدل سکے۔ اور اس سلسلے میں تعین کا مسئلہ حکومت پر چھوڑ دیجئے۔ باقی رہا آپ کا مسئلہ کہ برلن تک کیسے پہنچایا جائے، تو اس سلسلے میں ساری ذمہ داریاں مسٹر اینٹ فرینک پر آپ کی روانگی اگر کسی وجہ سے لیٹ ہو جائے تو ہم تعرض نہیں کریں گے۔ لیکن ہماری سے ساری تیاریاں مکمل ہیں۔''

''ٹھیک ہے..... میں بھی روانگی کے لئے تیار ہوں۔ لیکن مجھے کس راستے سے ہا ہوگا؟'' میں نے سوال کیا۔

''یہاں سے پہلے آپ ہالینڈ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ کا سفر سویڈن کے لئے اور سویڈن میں مسٹر اینٹ، آپ کو آخری کارروائی سے آگاہ کر دیں گے۔'' اُس نے دیا۔

''ٹھیک ہے..... تو روانگی کے انتظامات کب تک مکمل ہو جائیں گے؟'' میں نے کیا۔

''اگر آپ چاہیں تو فوری طور پر۔'' مسٹر ہیڈلک نے جواب دیا اور میں نے انداز میں گردن ہلا دی۔

''ٹھیک ہے۔ اگر زیادہ جلدی ہو تو میں جزیرے پر واپس جانا بھی ضروری نہیں سمجھ

''اس سے عمدہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی مسٹر کین! میرا خیال ہے، آپ کے اور درمیان سارے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ فوری طور پر آپ کی رہائش کا بندوبست ایک فلیٹ میں کیا جا رہا ہے۔'' ہیڈلک نے کہا اور میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔

دو دن میں نیویارک رہا۔ اور اس کے بعد ایک پوری ٹیم کے ساتھ خصوصی طیارے ہالینڈ روانہ ہو گیا۔ اینٹ فرینک میرے ساتھ تھا۔ ہالینڈ میں تین روزہ قیام کے بعد ہم سویڈن روانہ ہو گئے۔

امریکی حکومت کے اثر و رسوخ کے بارے میں کچھ کہنا فضول ہے۔ سویڈن میں لئے ایک خوبصورت رہائش گاہ کا بندوبست کر دیا گیا۔ اینٹ اور دوسرے ساتھی، اس میں نہیں ٹھہرے تھے۔ یہاں میرے لئے ہر شے فراہم کر دی گئی تھی۔ اور ہر جگہ پھرنے کی آزادی تھی۔

اسی دوران میں نے جرمنی کے حالات معلوم کئے۔ لیکن اس وقت کوئی نہیں کہہ سکتا



جرمنی میں کیا ہو رہا ہے؟ جرمنوں نے واقعی اپنے گرد ایک آہنی دیوار قائم کر لی تھی۔ ان خوفناک حالات میں برلن میں داخلے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن امریکن محکمہ خفیہ کی کارکردگی قابل تعریف تھی۔ اُنہوں نے کوئی ترکیب سوچ لی تھی۔

ایک شب، جب میں اپنی رہائش گاہ میں آرام کرسی پر دراز، اخبار پڑھ رہا تھا تو اینٹ فرینک، اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اُسے دیکھ کر اخبار رکھ دیا۔

''انتظامات مکمل ہو چکے ہیں مسٹر کین.....!'' اُس نے مسکراتے ہوئے اطلاع دی۔

''خوب..... تو تم نے کوئی ذریعہ تلاش کر ہی لیا.....''

''انتہائی محنت کرنی پڑی ہے۔'' اینٹ فرینک نے جواب دیا اور بے تکلفی سے میرے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ بقیہ دو افراد نے بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ ہم سے کچھ فاصلے پر کھڑے رہے۔

''کیا انتظام کیا گیا ہے؟''

''جرمنی کی خفیہ تنظیم کا ایک افسر ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ وہ اِن دنوں روسیوں کی قید میں ہے۔ اور ہم نے شدید محنت کر کے اس کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔''

''خوب..... کیا نام ہے اس کا؟''

''شائیلاک.....''

''میں نے یہ نام اس سے قبل نہیں سنا۔ بہرحال! اس شخص سے تم کیا فائدہ اُٹھانا چاہتے ہو؟''

''ہم اُسے رُوسیوں کی قید سے فرار کرانے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔'' اینٹ فرینک مسکرا کر بولا۔

''وہ کس طرح.....؟''

''یہ ہمارا کام ہوگا..... اور یقین کرو مسٹر کین! یہ کام زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔''

''لیکن اُس کے فرار سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟'' میں نے پوچھا اور اینٹ فرینک نے اداکاروں کے سے انداز میں آنکھیں بھینچیں اور مسکرا دیا۔

''درحقیقت شائیلاک، رُوسیوں کی قید سے فرار نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اُس کی جگہ تم شائیلاک بن کر برلن جاؤ گے۔'' اینٹ فرینک نے کہا اور میں چونک کر سیدھا ہو گیا۔ پلان بہت عمدہ تھا اور سنسنی خیز بھی..... میں اس پر غور کرتا رہا۔ اور اینٹ، میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



مسکرا کر بولا۔ ''مجھے یقین ہے کہ تم اس پروگرام کو پسند کرو گے مسٹر کین!''

''ہاں..... پروگرام واقعی شاندار ہے۔'' میں نے اعتراف کیا۔

''تو پھر طے.....؟'' اُس نے پوچھا۔

''بلاشبہ..... لیکن دیگر کوائف؟''

''میں پوری تیاریاں کر کے ہی تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور اُن کی تفصیل یوں ہے۔ نمبر ایک، شائیلاک کے بارے میں ایک تفصیلی فلم رپورٹ موجود ہے جس میں اُس کی آواز، اُس کے چلنے کا انداز، اُس کی مخصوص عادت وغیرہ شامل ہے۔ نمبر دو، ایک فائل، جس میں اُس کے حالاتِ زندگی ہیں۔ اُس کے عزیز و اقارب کے بارے میں تفصیل ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے طور پر اُس کی ایک محبوبہ کا پتہ چلایا ہے جو اس وقت فرانس میں ہے۔ اور وہاں جرمنی کے لئے جاسوسی کر رہی ہے۔'' اینٹ فرینک نے کہا اور میں ششدر رہ گیا۔

''گویا آپ میری کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں؟'' اُس نے پوچھا۔

''حیرت کا بھی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ کیوں.....؟''

''اس لئے ڈیئر اینٹ! کہ اتنی شاندار صلاحیتوں کا مالک ہوتے ہوئے بھی اس مہم جوئی کے لئے تمہارا انتخاب کیوں نہیں کیا گیا؟''

''اوہ..... میں، آپ کو اپنی حکومت کی توہین کی اجازت نہیں دُوں گا مسٹر کین!'' اینٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیسی توہین؟''

''ظاہر ہے، میری حکومت کا انتخاب غلط نہیں ہوسکتا۔ اُس نے یقیناً کچھ سوچ کر ہی تمہیں اس اہم کام کے لئے منتخب کیا ہوگا۔'' اینٹ فرینک نے جواب دیا۔

''پھر میری ابتدائی تربیت کب شروع ہو رہی ہے؟''

''آپ تیار ہوں تو چلیں.....؟'' اینٹ فرینک نے کہا اور میں کھڑا ہو گیا۔

اینٹ، مجھے جس عمارت میں لایا تھا، وہ بھی بہت خوبصورت تھی۔ اسی عمارت کے ایک پروجیکشن ہال میں مجھے شائیلاک کے بارے میں فلم دکھائی گئی۔ انتخاب، لاجواب تھا۔ شائیلاک کی جسامت اور خدوخال مجھ سے بہت ملتے جلتے تھے۔ گویا معمولی تبدیلیوں کے ساتھ میرا تیسرا ہم شکل موجود تھا، جس پر میں نے حیرت کا اظہار کیا۔



''حیرت نہ کریں مسٹر کین! بڑی جستجو کے بعد اس شخص کو تلاش کیا گیا ہے۔ اس کے خدوخال، آپ سے ملتے جلتے ہیں اور معمولی میک اَپ، آپ کو اس کی شکل میں تبدیل کر سکتا ہے۔'' اینٹ نے جواب دیا۔

اس کے بعد میں، وہ فائل دیکھتا رہا۔ پھر مطمئن ہو کر کہا۔ ''ٹھیک ہے مسٹر فرینک! میرا خیال ہے، میں اس شخص کا رول آسانی سے کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہوگا۔''

''ظاہر ہے، آپ کو آپ کی ضرورت کے مطابق وقت دیا جائے گا۔''

''یہ فلمیں اور فائلیں میں رکھوں گا۔''

''یہ آپ کی ملکیت ہیں۔'' فرینک نے کہا اور ساری چیزیں میرے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد، میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا۔ پروجیکٹر اور فلمیں میں نے کمرے میں رکھ لیں۔ اور پھر یہ میرا محبوب مشغلہ بن گیا کہ میں، شائیلاک کی فلم دیکھتا رہوں۔

میں نے اُس کے انداز کی نقل کرنے میں بڑی محنت کی اور اپنے طور پر مطمئن ہو گیا۔ اس کے علاوہ میں نے ایک اور کوشش بھی کی تھی۔ سیکرٹ پلیس کی تربیت معمولی نہیں تھی۔ میں نے چند خاص نکات نوٹ کئے تھے اور اُن پر عمل بھی شروع کر دیا۔ اس عمارت کے ایک ملازم کو میں نے ایک کام کے لئے تیار کر لیا۔ لیکن کام کی نوعیت نے ملازم کو حیران کر دیا۔ دیر تک وہ سر کھجاتا رہا، اور پھر تیار ہو گیا۔ لیکن عمل کے وقت اُس کی حالت قابل دید تھی۔

میں نیم برہنہ کھڑا تھا اور ملازم کے ہاتھ میں کوڑا تھا۔ ''مارو.....!'' میں نے اُس سے کہا۔

''صاحب..... وہ..... وہ.....'' ملازم ڈری ڈری سی آواز میں بولا۔

''مارو.....!'' میں دھاڑا اور میں نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔

ملازم نے ڈرتے ڈرتے کوڑا، میری پیٹھ پر مارا اور میں نے اُس کے منہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ ''یہ کوڑا مارا ہے تم نے..... اِدھر لاؤ!'' میں نے ہاتھ بڑھایا اور اُس نے چمڑے کا چابک میرے حوالے کر دیا۔ دوسرے لمحے اُس کی دھاڑ، کمرے میں گونج اُٹھی..... میں نے چابک اُس کے رسید کر دیا تھا۔

''اس طرح مارا جاتا ہے..... اگر اب تمہارا کوئی ہاتھ، ہلکا پڑا تو میں تمہارے بدن کی کھال اُتار دُوں گا۔'' میں نے کہا۔ ملازم کی گھگھی بندھی ہوئی تھی۔ لیکن اب وہ پوری قوت سے میرے بدن پر کوڑے برسا رہا تھا اور میری پشت کی کھال اُدھڑ رہی تھی۔ کئی کوڑے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کھانے کے بعد، میں نے اُسے روک دیا۔ پھر اُسے لے جا کر ایک کمرے میں بند کر دیا۔

''اگر تم نے چیخنے یا یہاں سے نکلنے کی کوشش کی تو میں تمہاری گردن دبا دُوں گا۔'' میں نے اُسے وارننگ دی۔

ملازم کی بری حالت تھی۔ اگر چند روز مزید وہ میرے ساتھ رہتا تو شاید اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتا۔ اُسے کام ہی ایسے کرنے پڑتے تھے۔ اُس کی خدمت میں یہ ڈیوٹی شامل تھی کوڑے لگانا، سگریٹ سے جگہ جگہ میرا بدن جلانا۔ کئی چھوٹے چھوٹے زخم بھی لگائے تھے.....اور پھر جب اُس کا کام ختم ہوا تو وہ نڈھال تھا۔

اُس شام اینٹ فرینک، چائے پر موجود تھا۔ میں نے اعلان کیا۔ ''میں فرانس جانے کے لئے تیار ہوں۔''

''ویری گڈ.....تو پھر کب روانگی ہو گی.....؟''

''یہ تم پر منحصر ہے۔''

''میری بات نہ کرو! آج رات ہی خصوصی طیارہ تمہیں لے کر فرانس روانہ ہو سکتا ہے۔''

''تو پھر ہم آج ہی چلیں گے۔''

''ویری گڈ.....تب مجھے اجازت دو! آخری تیاریاں مکمل کر لوں۔ تھوڑی دیر کے بعد میک اَپ مین تمہارے پاس آئے گا۔''

''میرا خیال ہے کہ اس کی ضرورت نہیں فرینک!''

''کیوں؟ میرا مطلب ہے، تھوڑی سی تبدیلی تو ضروری ہے۔''

''وہ میں خود کر لوں گا۔''

''اوہ.....تو کیا تم میک اَپ کے فن سے واقف ہو.....؟''

''پوری طرح.....میں نے اپنے جسم پر میک اَپ کیا ہے۔''

''کیا واقعی.....؟'' اُس نے سوال کیا اور میں نے اپنی قمیص اُتار دی۔ فرینک مجھے دیکھ کر اُچھل پڑا۔ ''میرے خدا.....! یہ میک اَپ ہے؟''

''ہاں.....کیسا ہے؟''

''بے مثال.....لیکن یہ.....نن.....نہیں.....یہ میک اَپ نہیں ہے۔'' اُس کے چہرے پر تاسف کے آثار نظر آنے لگے۔

''آؤ! میں تمہیں میک اَپ مین سے ملواؤں۔'' میں نے کہا اور اُسے اُس کمرے



لے گیا جہاں ملازم موجود تھا۔ خوف کا شکار شخص.....یہ میک اَپ اس نے کیا ہے۔'' میں نے کہا اور ملازم چیخ پڑا۔

''میرا کوئی قصور نہیں ہے.....اِنہوں نے مجھے مجبور کیا تھا.....مجھے جانے دو.....مجھے آزاد کر دو! میں مر جاؤں گا.....''

''فکر مت کرو! تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔'' فرینک نے حالات کو سمجھتے ہوئے اُسے تسلی دی اور میرے ساتھ باہر آ گیا۔

''کین.....یہ کیوں.....؟ یہ کیوں مسٹر کین.....؟ اوہ! تم نے تو اپنے پورے جسم کو داغدار کر لیا ہے۔''

''میک اَپ سے کام نہیں چل سکتا تھا فرینک! میرا خیال ہے کہ اس پوزیشن میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہے گی۔ میں نے چہرے کے میک اَپ کے لئے بھی تمہیں اس لئے منع کیا ہے کہ میں اپنے چہرے پر بھی چند زخم لگاؤں گا۔ کچھ میرے خدوخال، میری مدد کریں گے۔ جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔''

اینٹ فرینک کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ وہ بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا۔ پھر اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔ ''اور یہ سب کچھ تم نے حکومت امریکہ کے مفاد میں کیا ہے؟''

''بے شک.....کیا یہ بہتر نہیں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''تم نے ہماری پلاننگ کو حقیقی شکل دے دی ہے۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔''

''خیر.....اب تم چلو فرینک! ہمیں آج رات روانہ ہو جانا چاہئے۔ اور ہاں! اُس ملازم کو ساتھ لیتے جاؤ۔ لیکن اس کی زبان بند رہنی چاہئے۔''

''ٹھیک ہے.....'' اُس نے کہا اور ملازم کو ساتھ لے کر چلا گیا۔

☆

طیارہ، پیرس ایئر پورٹ پر اُتر گیا۔ اینٹ فرینک اور دوسرے لوگ باہر آ گئے۔ ایئر پورٹ کی عمارت سے باہر آ کر اینٹ فرینک نے مجھ سے آخری ملاقات کی۔ ''بس میرے دوست! اب میں چلتا ہوں۔ اور ظاہر ہے، اب میں تمہارے قریب نہیں رہ سکوں گا۔''

''مجھے اندازہ ہے فرینک! بہر حال، تم نے میری کافی مدد کی ہے۔ میں اس کے لئے تمہارا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



شکر گزار ہوں۔'' میں نے اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہم رُخصت ہو گئے۔

اب تک میں نے اپنے طور پر آرام کیا تھا۔ جو کچھ کر رہا تھا، اینٹ فرینک ہی کر رہا تھا۔ لیکن اب میرا کام شروع ہو چکا تھا۔ میرے جسم کے مختلف حصوں میں درد کی ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ اور بعض اوقات میں اُن کی وجہ سے پریشان ہو جاتا تھا۔ لیکن ابتدائی طور پر یہ ضروری تھا۔

ایئر پورٹ سے میں نے ٹیکسی لی اور ایک ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ آرام دہ اور خوبصورت ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر میں نے ایک پُرسکون رات گزاری۔ اور دوسری صبح اپنے کام سے نکل پڑا۔

پیشا، ایک سٹور میں سیلز گرل تھی۔ اور میرے پاس اس سٹور کے بارے میں پوری معلومات موجود تھیں۔

دن کو تقریباً پونے بارہ بجے، میں اُس سٹور کے سامنے سے گزرا۔ میں نے پہلی ہی نگاہ میں پیشا کو پہچان لیا تھا۔ اور پھر میں اس طرح سٹور کی طرف بڑھا جیسے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہوں۔

سٹور میں داخل ہو کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس طرح پیشا کی طرف بڑھا جیسے اُس سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

''خاتون! میں کسی کم قیمت.....'' اور پھر میں نے پیشا کی طرف دیکھ کر بہت عمدہ اداکاری کی۔ پیشا پہلی نگاہ میں مجھے نہ پہچان سکی تھی۔ لیکن دوسرے لمحے اُس پر بھی حیرت کا شدید دورہ پڑا اور وہ ساکت ہو گئی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات اسی طرح گزرے۔ پھر پیشا، کی سرسراتی ہوئی آواز اُبھری۔

''آپ کو کیا چاہئے جناب.....؟''

''میں کوئی انتہائی کم قیمت لباس چاہتا ہوں مِس پیشا!'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اوہ.....تو یہ میرا شبہ نہیں تھا..... یہ تم ہو شائیلاک؟'' پیشا، کے جسم کی کپکپاہٹ نمایاں تھی۔ وہ فرطِ مسرت و حیرت سے کپکپا رہی تھی۔

''پہچان لیا تم نے مجھے پیشا؟'' میں نے اُداس مسکراہٹ سے کہا۔

''تمہیں نہیں پہچانوں گی شائیلاک! اپنی زندگی کو، اپنی رُوح کو.....'' وہ بولی۔ ''تمہارا



قیام کہاں ہے شائی؟''

''البران میں.....رُوم نمبر گیارہ۔''

''اوہ.....وہ نفرت انگیز ہوٹل، جو کسی عربی کا ہے۔'' پیشا، نے کہا۔

''میری حالت بہت خراب ہے پیشا! تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔''

''سب ٹھیک ہو جائے گا ڈارلنگ.....سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم، یہاں سے اپنے ہوٹل جاؤ۔ میں تھوڑی دیر میں پہنچ رہی ہوں۔ اس کے بعد باقی گفتگو ہو گی۔''

''ٹھیک ہے پیشا! تمہارا فرانس میں مل جانا، میرے لئے واقعی حیرت انگیز بات ہے۔ اس وقت مجھے کسی سہارے کی شدید ضرورت تھی۔ میری جو حالت ہے پیشا! جب تم ہوٹل آؤ گی، تب ہی معلوم ہو سکے گی۔''

''مجھے اور آزمائش میں مت ڈالو شائیلاک..... بس! میں پہنچ رہی ہوں۔'' پیشا، نے غمگین لہجے میں کہا اور میں پلٹ پڑا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ عقب سے مجھے دیکھ رہی ہو گی۔

تھوڑی دیر بعد میں اپنے ہوٹل میں تھا۔ ہوٹل البران کے بارے میں پیشا، نے جس نفرت کا اظہار کیا تھا، درحقیقت! وہ اتنا نفرت انگیز بھی نہیں تھا۔ صاف ستھرے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ اور اُس کے اخراجات شاید فرانس میں سب سے کم تھے۔ ورنہ پیرس جیسے شہر میں ہوٹلوں کا کرایہ اتنا ہوتا ہے کہ عام آدمی، ان میں قیام کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

میں نے باقاعدہ پروگرام کے تحت ہی اس ہوٹل میں قیام کیا تھا تاکہ میری حیثیت برقرار رہے.....اور اب میں پیشا کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً پون گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔ پھر دروازے پر دستک سنائی دی۔

''آ جاؤ پیشا!'' میں نے پورے وثوق سے کہا۔ ظاہر ہے، پیرس میں میرے پاس اور کون آ سکتا تھا؟ دروازہ کھول کر پیشا اندر آ گئی اور پھر اُس نے بڑے جذباتی انداز میں دروازہ بند کیا تھا.....اس کے بعد دوڑتی ہوئی آئی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اُس کی سسکیاں گونج رہی تھیں اور اُس کا انداز بڑا ہیجان خیز تھا۔ مگر میرے حلق سے کئی بار سی، سی کی آواز نکل گئی۔

پیشا اِس آواز سے بے خبر مجھ سے لپٹی ہوئی مجھے بھینچتی رہی۔ وہ مجھے بری طرح چوم رہی تھی۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ تب میں نے اُس کے دونوں رُخسار اپنے ہاتھوں میں لئے اور اُس کا چہرہ اپنے چہرے سے قریب کر لیا۔ میں بھی اُسے بڑی محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



پیشا کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا۔ میں نے ہاتھوں سے اُس کے آنسو پونچھے۔ پہلی بار اُس کی نگاہ میری ہتھیلیوں پر پڑی۔ اُس نے جلدی سے میرے ہاتھ، اپنی آنکھوں کے سامنے کئے اور اُس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

''یہ..... یہ کیا ہے شائی..... یہ کیا ہے؟''

''تمہیں معلوم ہے پیشا! کہ میں رُوسیوں کی قید میں تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں..... مجھے معلوم ہے۔''

'تو پھر تم کیا سمجھتی ہو..... کیا رُوسیوں نے مجھے ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا ہوگا؟ نہیں پیشا! اُنہوں نے مجھے جاسوس سمجھ کر پکڑا تھا اور ایک جاسوس سے راز اُگلوانے کے لئے جو کچھ کوششیں کی جاسکتی ہیں، یقیناً اُنہوں نے کی ہوں گی۔ میرا پورا بدن زخموں سے چور ہے پیشا! میں نے تم سے کہا تھا نا! کہ میری حالت خراب ہے۔'' میں کراہتی ہوئی آواز میں بولا۔

اُس نے مضطربانہ انداز میں میری قمیض کے بٹن کھول دیئے اور پھر میری قمیض کو اُتار کر دیکھا تو جسم واقعی زخموں سے چور تھا۔ وہ اُنہیں دیکھ کر رونے لگی۔ پھر اُس نے عجیب سے انداز میں کہا۔ ''آہ..... شائی! تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا..... تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''اتنی مختصر سی ملاقات میں تمہیں کیا بتاتا پیشا.....؟''

'آہ..... میں کیا کروں؟ کسی ڈاکٹر سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔ اُس کے ذہن میں تجسّس پیدا ہوگا۔ میں زیرِ زمین ڈیپارٹمنٹ کے کسی ڈاکٹر کو طلب کرتی ہوں۔''

''زیرِ زمین ڈیپارٹمنٹ کے.....؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا۔

''ہاں..... ہمارا یونٹ یہاں کام کر رہا ہے۔'' پیشا، نے بتایا۔

''اوہ..... تو تم اسی سلسلے میں یہاں نظر آرہی ہو؟''

''ہاں..... تو اور کیا؟ ٹھہرو! میں فون کرتی ہوں۔'' وہ اُٹھنے لگی۔ لیکن میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''نہیں پیشا! یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اگر تم اتنی ہی مضطرب ہو تو پھر ایسا کرو! کہ بازار سے کر ایک فرسٹ ایڈ بکس لے آؤ۔ میں تو اب ان زخموں کا عادی ہو گیا ہوں۔ تمہیں کیا معلوم میری پشت پر کتنے زخم خشک ہوئے ہیں؟ اور ان خشک زخموں پر کتنے نئے زخم لگائے گئے؟ مناسب یہی ہے کہ تم خود ہی ان زخموں کا علاج کرو۔ کسی ڈاکٹر کو بلانا خطرناک ہو سکتا ہے۔''



فاص طور سے اس صورت میں جب کہ تمہارا یونٹ یہاں کام کر رہا ہے۔''

''آہ..... کاش! تم اسی وقت مجھے کوئی اِشارہ کر دیتے۔ میں وہیں سے کوئی بندوبست کر کے آتی۔ دیکھو! اس بنڈل میں تمہارے لئے کچھ کپڑے ہیں۔ میں نے تمہارے لباس سے اندازہ کیا تھا کہ تمہیں ان کی ضرورت ہے۔ لیکن باقی باتیں، بعد میں ہوں گی۔ پہلے میں تھوڑی دیر کے لئے تم سے اِجازت چاہوں گی۔ تاکہ میں تمہارے ان زخموں کے لئے کوئی بندوبست کرلوں، جو مجھے اپنے سینے پر لگے ہوئے معلوم ہو رہے ہیں۔'' پیشا، نے کہا۔

ظاہر ہے، میں اس محبت بھری لڑکی کو کیسے روک سکتا تھا؟ چنانچہ وہ باہر چلی گئی۔ اب تک میں نے جو اداکاری کی تھی، اُس سے مطمئن تھا۔ اور محسوس کر رہا تھا کہ آئندہ اس اداکاری کو کچھ اور جاندار بنا دُوں گا تو یقیناً اس سلسلے میں بھی مجھے کامیابی نصیب ہوگی۔

تھوڑی دیر کے بعد پیشا واپس آ گئی۔ دروازہ بند کر کے اُس نے میرا پورا لباس اُتروا دیا۔ وہ مجھ سے جس قدر بے تکلف تھی، اس کے بارے میں تو مجھے معلومات پہلے سے تھیں۔ بہرصورت! اُس نے میرے زخموں پر دوائیں لگائیں، چند ٹیپ میرے چہرے پر بھی چپکائے۔ ان تمام زخموں کی ڈریسنگ سے فارغ ہو کر اُس نے بلیک کافی منگوائی۔ ایک پیالی بنا کر مجھے پیش کی اور دوسری خود لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

''ہاں شائیلاک..... میری جان! اب مجھے بتاؤ، تم رُوسیوں کی قید سے کس طرح آزاد ہوئے؟'' اُس نے پوچھا۔

''رُوسی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ جرمنی کے اندرونی حالات کیا ہیں؟ لیکن میں نے خود کو جرمن تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ جرمن زبان سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کرتے ہوئے میں نے اُنہیں بتایا کہ میں ڈنمارک کا باشندہ ہوں۔ جرمنی سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بس! وہ بیوقوف اسی سلسلے میں کوشش کرتے رہے اور میرے جسم کو مختلف طریقوں سے داغدار بناتے رہے۔ پھر مجھے ایک موقع مل گیا اور شدید جدوجہد کے بعد رُوس کی سرحدیں پار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے یہ جدوجہد زندگی کی بازی لگا کر کی تھی۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر مزید چند روز میں رُوسیوں کے ہاتھوں میں رہا تو وہ لوگ مجھے قتل ہی کر دیں گے۔ میں نے زندگی اور موت کی بازی لگائی تھی پیشا! اور بالآخر زندگی جیت گئی۔''

''آہ..... شائیلاک! تمہارے پیچھے، میری جو ذہنی حالت تھی، اُسے میں بیان نہیں کر سکتی۔ بس! یوں سمجھو، کہ زندہ تھی لیکن مُردوں کی مانند۔ اپنے وطن کے لئے کام کرنے کی لگن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نہ ہوتی تو شاید میں خودکشی ہی کر لیتی۔ کافی عرصے سے فرانس میں ہوں اور یہاں زیرِ زمین ڈیپارٹمنٹ کی ایک اہم رُکن ہوں۔ ہم لوگ یہاں سے بہت ساری معلومات حاصل کر کے جرمنی روانہ کر چکے ہیں۔ اور ابھی چند روز پہلے ہی اطلاع ملی ہے کہ مجھے واپس جرمنی بلایا جا رہا ہے۔ لیکن شائیلاک! میرا خیال ہے، بلکہ مجھے یقین ہے کہ ابھی ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو تمہاری رہائی کی خبر نہیں ملی ہوگی۔ ورنہ اس سلسلے میں کوئی بات ضرور ہوتی۔''

''ہاں..... ظاہر ہے پیشا! ابھی تو اطلاع ملنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے بہت ہی عجیب خبریں سنی ہیں۔ مختلف ممالک کا خیال ہے کہ جرمنی نے اپنی سرحدوں پر آہنی پردے ڈال رکھے ہیں۔ اُن کے پیچھے کوئی خاص کام ہو رہا ہے؟''

''ہاں..... ظاہر ہے۔ دوسرے ممالک بھی تو اتنے احمق نہیں ہیں کہ بالکل ہی لاعلم ہوں گے۔ لیکن وہ خاص کام کیا ہے؟ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا۔ اور ابھی تک میں نے اس کے بارے میں کوئی افواہ بھی نہیں سنی ہے۔ بہرصورت! تم آ گئے ہو۔ میں یہاں سے واپسی پر سب سے پہلے انڈر گراؤنڈ ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کر کے تمہاری آمد کی اطلاع دُوں گی۔ تاکہ وہ تمہارے لئے ہدایات وصول کر لے۔''

''میری خوش قسمتی ہے پیشا! کہ میری عزیز ترین محبوبہ مجھے اس طرح مل گئی۔ اگر تم نہ ملتیں تو بلاشبہ! مجھے بے شمار پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا۔ نہ تو میرے پاس کرنسی تھی اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ کہ میں اپنے آپ کو کسی مخصوص راستے پر لے جاتا۔ اب میں تھکن محسوس کر رہا ہوں پیشا! شدید تھکن.....''

''میں تمہارا سہارا ہوں ڈیئر! فکر کیوں کرتے ہو؟'' پیشا، نے بھرپور لہجے میں کہا۔ ''اگر تم پسند کرو تو میں فوری طور پر تمہارے لئے کسی اچھے ہوٹل کا بندوبست کر دُوں؟ یہ چند لباس بھی موجود ہیں۔ لیکن اگر تم تھوڑا سا وقت یہاں گزار لو تو میں انڈر گراؤنڈ ہیڈ کوارٹرز کو تمہارے لئے سب سے پہلے روانگی کا بندوبست کرنے کے لئے کہہ دُوں؟''

''جیسا تم مناسب سمجھو! میرا خیال ہے کہ فی الحال! مجھے یہیں رہنے دو۔''

''چند گھنٹوں کی بات ہے ڈیئر! میرا خیال ہے، میں شام تک یہ بندوبست کر لوں گی۔''

''ٹھیک ہے..... تم لنچ کرنے کے بعد یہاں سے چلی جانا۔''

''یقیناً..... آہ! ایک طویل عرصے کے بعد تمہارے ساتھ لنچ کروں گی۔ جانتے ہو، ہم لوگ ایک دوسرے کے بغیر کھانا بھی نہیں کھاتے تھے؟''



''ہاں.....!'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''اور وہ وقت پھر لوٹ آیا ہے۔ میں نے ان خوفناک لوگوں کے درمیان یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دوبارہ مجھے تمہارا قرب حاصل ہو پائے گا۔''

میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور پیشا، میرے بازوؤں میں سما گئی۔ وہ کافی دیر تک میرے سینے پر اپنے رُخسار رگڑتی رہی۔ گویا وہ پوری طرح مطمئن ہو گئی تھی۔ اور اس کا یہ اطمینان میرے لئے بھی بہتر تھا۔ پھر ہم دونوں نے دوپہر کا کھانا کھایا اور اس کے بعد پیشا نے مجھ سے اجازت چاہی۔

''ارے ہاں..... اُس سٹور میں تم کس حیثیت سے ملازم ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''سیلز گرل ہوں۔'' پیشا، نے جواب دیا۔

''کیا وہ سٹور بھی.....؟''

''نہیں..... وہ خالصتاً مقامی لوگوں کا ہے۔''

''ٹھیک ہے..... ویسے یہاں انڈر گراؤنڈ ڈیپارٹمنٹ بہتر طور پر کام کر رہا ہے..... میرا مطلب ہے کسی اُلجھن یا پریشانی کا شکار تو نہیں ہے؟''

''نہیں..... فرانس میں یہ ڈیپارٹمنٹ بہت مضبوط ہے۔ بلکہ یوں سمجھو! کہ گستاپو کا یہ ڈیپارٹمنٹ، جرمنی کے لئے بہترین اطلاعات فراہم کر رہا ہے اور ہم نے فرانس کے ایک ایک چپے پر نشان لگا دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جب ہماری فوجیں فرانس کی جانب بڑھیں گی تو ہمیں زیادہ دِقتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔''

''بہت خوب..... اچھا! پھر ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ۔'' میں نے کہا اور پیشا میرے کئی بوسے لے کر چلی گئی۔

شام کو تقریباً پانچ بجے پیشا، تین افراد کے ساتھ آئی۔ ''چلو شائیلاک! ساری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ مسٹر ہیگ نیچے ہوٹل کا بل ادا کر دیں گے۔ تم ہمارے ساتھ آؤ!''

پیشا، نے اُن لوگوں سے میرا کوئی تعارف نہیں کرایا تھا۔ غالباً وہ اُنہیں میرے بارے میں تفصیل بتا چکی تھی اور وہ لوگ یقینی طور پر شائیلاک سے ناواقف نہیں تھے۔ چنانچہ ایک لمبی کار میں لے کر چل پڑی۔ کار کی منزل ایک انتہائی خوبصورت اور کشادہ عمارت تھی۔

اس عمارت میں جس طرح میری پذیرائی کی گئی، اس سے مجھے شائیلاک کی حیثیت کا اندازہ ہوا تھا۔ دس بارہ افراد میری تیمارداری میں لگ گئے تھے۔ فوری طور پر ایک ڈاکٹر آیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اور اُس نے پوری طرح میرے زخموں کا معائنہ کیا اور پھر ان زخموں کا علاج شروع کر دیا
اور مجھے مکمل آرام کا مشورہ دیا گیا۔

"مجھے آرام کی قطعی ضرورت نہیں ڈاکٹر!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یقین کرو!
پوری طرح تندرست ہوں۔ یہ زخم اتنے معمولی ہیں کہ مجھے ان کا احساس بھی نہیں ہے۔
تو ایک طرح سے ان زخموں کا عادی ہو چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

ڈاکٹر تاثر بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "تو
ہے مسٹر شائیلاک! رُوسیوں نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا ہے، اس کا پورا پورا انتقام لیا جا
گا۔"

"اوہ، شکریہ میرے دوست! بہرصورت، میں تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا۔ یوں
اب مجھے کوئی خاص کام نہیں ہے۔ میں اپنوں میں ہوں۔" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد تمام لوگ وہاں سے چلے گئے۔ صرف پیشا میرے پاس رہ گئی تھی۔ وہ
تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ میں ان سارے معاملات کے بارے میں اس قدر سٹڈی
چکا تھا کہ مجھے کوئی دُشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ اتنے سکون سے میں پیشا، سے اپنے وطن
بات چیت کر رہا تھا جیسے میں اپنے بچپن سے اب تک کا حصہ جرمنی ہی میں گزارتا آیا ہوں
پھر پیشا، سے کچھ اہم گفتگو بھی ہوئی جو ہٹلر کے منصوبے سے متعلق تھی۔

میں نے ان پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور کافی دیر تک پیشا مجھے اس بارے
تفصیلات بتاتی رہی۔ رات کو بھی وہ میرے ساتھ ہی رہی۔ البتہ صبح ناشتے کے بعد اُس
مسکراتے ہوئے کہا۔ "شائیلاک ڈارلنگ! مجھے اب اپنی ڈیوٹی پر جانا ہے۔ گو، جتنی تنخواہ
اُس سٹور سے ملتی ہے، اتنی میں یہاں کے بھکاریوں کو دے دیتی ہوں۔ اس کے باوجود
ملازمت میرے لئے بے حد قیمتی ہے۔ کیا تم مجھے شام پانچ بجے تک اجازت دے سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں پیشا! ظاہر ہے، تمہاری یہ ذمہ داری بھی اہم ہے۔"

"حالانکہ تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ لیکن زندہ رہنے
لئے بھی بہت سی باتیں ضروری ہیں۔ ویسے انڈر گراؤنڈ ہیڈ کوارٹرز یہاں کام کر رہا ہے
اور ہم دونوں برلن پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس وقت کا انتظار کروں گا۔ اور ہاں! کیا میرے بارے
اطلاعات، جرمنی بھجوا دی گئی ہیں؟"



"میں نے انڈر گراؤنڈ ہیڈ کوارٹرز کے سربراہ کو تفصیلات مہیا کر دی ہیں۔ میرا خیال ہے
تم اتنی معمولی شخصیت نہیں ہو کہ تمہاری آمد کے سلسلے میں کسی لاپرواہی کا ثبوت دیا
ے۔" پیشا، نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی۔

شام پانچ بجے تک کا وقت میں نے تنہا گزارا۔ البتہ اس دوران میری ضروریات کا پورا
را خیال رکھا گیا۔ اس دوران ڈاکٹر بھی مجھے چیک کر کے جا چکا تھا اور اُس نے میری حالت
تسلی بخش قرار دیا تھا۔ میرے خدوخال پر اُن لوگوں کو حیرت نہیں ہوئی تھی اور اس کی وجہ وہ
م تھے جن پر شبہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ اس طرح میں اپنے کام کا بہترین آغاز
ر چکا تھا۔

جزیرے پر قیام کے بعد امریکی حکومت کی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے میں نے اپنے
لے کام کا آغاز کیا تھا اور اس میں مکمل طور پر مجھے کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ گو، ابھی کچھ
راحل باقی تھے۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ میں ان مراحل سے بھی کامیابی سے گزر جاؤں گا۔

پانچ بجے پیشا واپس آ گئی۔ اور پھر وہی تفریحات شروع ہو گئیں۔ اس طرح پیرس میں
ھے پانچ روز گزارنے پڑے۔ ان پانچ روز میں میری حالت کافی بہتر ہو گئی تھی۔ زخم بھی
کافی حد تک ٹھیک ہو گئے تھے۔ چھٹی رات کو اچانک پیشا کو ایک پیغام ملا اور وہ مسکراتی ہوئی
یرے پاس پہنچ گئی۔

"مبارک ہو شائیلاک! ہم وطن چل رہے ہیں۔ تمہیں فوری طور پر طلب کیا گیا ہے۔"
س نے کہا اور میں نے اپنے جسم میں ہلکی سی سنسنی محسوس کی۔ بہرحال! پیشا سے میں نے
سرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد پیشا، نے مجھ سے اِجازت مانگی۔

"میرا خیال ہے ہمیں آج رات ہی کسی وقت روانہ ہونا پڑے گا۔ اس لئے میں ضروری
انتظامات کر لوں۔"

"ٹھیک ہے پیشا!" میں نے جواب دیا۔ پیشا چلی گئی اور میرے جسم میں پھر وہی کیفیتیں
اُبھر آئیں۔ میں جرمنی کے آہنی پردے کے پیچھے جا رہا تھا۔ جس کا علم پوری دنیا میں کسی کو
ہیں تھا کہ اس پردے کے پیچھے کیا ہو رہا ہے؟ اور مجھے اس پردے کے پیچھے کی باتیں
حکومت امریکہ کو پہنچانا تھیں۔

پیشا کے ساتھ میرا سفر بڑا پراسرار اور عجیب و غریب تھا۔ سب سے پہلے ہمیں ایک جہاز
سے سفر کرنا پڑا تھا۔ جہاز خصوصی قسم کا تھا اور اس میں صرف سولہ افراد سفر کر رہے تھے جو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



دورانِ سفر ایک دوسرے سے قطعی لاتعلق رہے۔ جس ایئر پورٹ پر ہمیں اُتارا گیا، اس کے بارے میں بھی میری معلومات محدود رہیں۔ وہاں سے ایک فوجی ٹرک ہمیں لے کر چلا اور اس فوجی ٹرک کا سفر انتہائی تکلیف دہ تھا۔ وہ ان علاقوں میں سفر کر رہا تھا جو سفر کے لئے نہیں تھے۔ پھر ایک مخصوص جگہ ہمیں ایک ہیلی کاپٹر ملا۔ اُس ہیلی کاپٹر میں صرف میں، پیشا، ہی تھے۔ اور تیسرا فرد ہیلی کاپٹر کا ہوا باز تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر ایک خوبصورت علاقے ایک عمارت کے صحن میں اُترا اور پیشا، نے مجھے بتایا کہ ہم برلن میں داخل ہو چکے ہیں۔ "ہمارے ہی وطن کی ایک عمارت ہے۔" پیشا نے کہا۔ عمارت کے صدر دروازے پر جو فوجیوں نے میرا استقبال کیا۔ مجھے انتہائی پُر تپاک انداز میں خوش آمدید کہا گیا۔ ان میں ہر شخص نے مجھے گلے لگایا اور مجھے میری سلامتی کی مبارکباد دی۔

ابتدائی ایک ہفتہ میں نے ایک اعلیٰ ہسپتال میں گزارا۔ اس عمارت سے مجھے ہسپتال جایا گیا تھا۔ میرے نگران چند فوجی ڈاکٹر تھے اور میرا دوست کرنل کاربٹ عموماً میرے پاس رہتا تھا۔ کاربٹ میرا جگری دوست تھا..... خوش مزاج اور اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک..... اُس کا تعلق بھی گستاپو ہی سے تھا۔ مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں، ان میں گستاپو کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں تھیں۔ لیکن کرنل کاربٹ سے گفتگو کے دوران میں نے اپنی ذہانت استعمال زیادہ کیا تھا اور باتوں ہی باتوں میں اُس سے گستاپو کے متعلق اتنی معلومات حاصل کر لی تھیں کہ مجھے مزید معلومات کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ دورانِ گفتگو میں نے کرنل کاربٹ سے موجودہ حالت کے متعلق کافی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ جن کی تفصیلات یوں تھیں کہ ہٹلر اپنی تمام جنگی تیاریاں مکمل کر چکا تھا اور زیادہ سے زیادہ ستمبر تک وہ جنگ آغاز کر دینا چاہتا تھا..... یہ اگست کا مہینہ تھا اور ستمبر شروع ہونے میں صرف دس یا گیارہ دن باقی تھے۔ گویا جو کچھ بھی کرنا تھا، جلد از جلد کرنا تھا۔ ورنہ اس کے بعد میری سرگرمیوں کا مقصد نہ ہوتا۔ چنانچہ ابتدائی کوشش کے طور پر میں نے چشم دید باتوں کی تفصیل میں جانے بجائے یہی بہتر سمجھا کہ کاربٹ سے حاصل کردہ معلومات فوری طور پر اپنے دوستوں کے حوالے کر دُوں۔ لیکن اس کے لئے بھی انتظامات کی ضرورت تھی۔ میرے زخم ٹھیک ہو رہے تھے اور کسی کو یہ شبہ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ یہ زخم، خود ساختہ ہیں۔ گویا آہنی پردے پیچھے آنے کے بعد سے ابھی تک مجھے کسی دُشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

☆.....☆.....☆



ساتویں روز میں نے اپنے دوست کاربٹ سے کہا کہ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ لہٰذا میری رہائش گاہ پر جانے دیا جائے۔ تب کاربٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ وقت انتہائی قیمتی ہے۔ میں اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر تمہارے پاس آتا ہوں، یوں سمجھو! کہ اس وقت بھی مجھے بے شمار کام کرنے ہیں۔ لیکن میرے دوست! تمہاری رفاقت مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں، باقی کام بعد میں دیکھوں۔" کرنل کاربٹ نے کہا۔

"یہ تو ٹھیک کہہ رہے ہو کاربٹ! لیکن اس وقت ہمیں مصروف ہونا چاہئے۔ ورنہ ہمارے منصوبے کسی طور نامکمل بھی رہ سکتے ہیں۔ اگر انفرادی طور پر ہر شخص ہٹلر کے منصوبوں میں سے آپ کو ایک اہم کارکن نہ سمجھے تو میرا خیال ہے یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"حیرت کی بات ہے ڈیئر شائیلاک! یہی الفاظ ہٹلر کے ہیں۔ حالانکہ یہ تمہارے کانوں تک نہ پہنچے ہوں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ جو بات ہٹلر کے ذہن میں ہو، وہ بات اُس کے ہر فوجی کے ذہن میں ہونی چاہئے۔"

"یقیناً..... یقیناً!" کاربٹ مسکرایا۔ "تو اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ مجھے اب ایک صحت مند انسان قرار دیا جائے۔ تاکہ میں اپنی کارروائیاں شروع کر سکوں۔ اگر میں کسی قسم کی کمزوری محسوس کرتا تو شاید یہ بات کبھی نہیں کہتا۔"

"بہت مناسب.....!" کاربٹ نے کہا۔ پھر چند ساعت کے بعد اُٹھتا ہوا بولا۔ "ٹھیک ہے میں تمہارے لئے یہ ساری سفارشات کئے دیتا ہوں۔" کاربٹ چلا گیا اور میں گہری نیند میں ڈوب گیا۔ مجھے جتنی تیزی سے اپنی کارروائیاں کرنی تھیں، اس کا مجھے پورا پورا احساس تھا اور میں اس کے لئے پروگرام ترتیب دے رہا تھا۔ ویسے میری جو حیثیت تھی، اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کے مطابق مجھے یہ سب کچھ کرنے میں دقت نہ ہوتی۔ کیونکہ میں ان لوگوں کو اپنی ذات پر ہمیشہ مطمئن رکھتا۔ بلکہ بہتر تو یہی تھا کہ دورانِ جنگ بھی میں امریکی حکومت کے لئے کارآمد مہرہ بنا رہتا اور اُسے ہٹلر کے جنگی منصوبوں سے آگاہ کرتا رہتا۔ اور میں اسی پوزیشن پر رہنا چاہتا تھا۔

اُسی روز شام کو پیشا مسکراتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی۔ اُس نے مجھے صحت کی مبارکباد دی تھی۔

"شکریہ پیشا! لیکن اب میں اس ہسپتال سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے، ڈاکٹر نے تمہیں ابھی تک چھٹی نہیں دی۔" پیشا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"بڑا معصومانہ سوال ہے۔ اگر چھٹی مل جاتی تو ظاہر ہے میں یہاں نہ ہوتا۔"

"نہیں، نہیں..... میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ بلکہ مجھے ہدایت ملی ہے کہ ہسپتال سے تمہارے ساتھ گھر پہنچوں اور وہاں تمہاری مدد کروں۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ میرا تم سے رابطہ ہے۔" پیشا، نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو یہ بات ہے..... اس لئے آئی ہو تم؟"

"ہاں....." پیشا نے کہا۔ اور اسی وقت ڈاکٹروں کا ایک یونٹ میرے پاس پہنچ گیا۔ آخری معائنہ کیا گیا اور پھر ڈاکٹر نے میرا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں مسٹر شائیلاک! اب آپ بالکل تندرست ہیں۔ اور اپنے کام کا آغاز کر سکتے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر!" میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ اور پھر ڈاکٹروں سے مصافحہ کر کے پیشا، کے ساتھ باہر آ گیا۔

پیشا، کی خوبصورت کار مجھے لے کر چل پڑی اور میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ خوبصورت رہائش گاہ میری اپنی تھی۔ جہاں میرے ملازمین اس کی نگرانی کرتے تھے۔ بات تو مجھے پہلے ہی معلوم تھی کہ میں ایک تنہا انسان ہوں اور میرے ساتھ کوئی بھی منسلک نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں میرے مفاد میں تھیں۔ اس سے کم از کم مجھے یہ آسانی ہو گئی تھی کہ میں لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو پوز کرنے سے بچ گیا۔ پیشا البتہ میرے ساتھ تھی۔ میری گھر واپسی پر بڑی جذباتی نظر آ رہی تھی۔

"اوہ، ڈارلنگ شائیلاک! کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ دوبارہ تم سے اسی جگہ ملاقات ہو گی۔



یقین کرو! کہ اگر مجھے وطن سے محبت نہ ہوتی تو تمہاری جدائی مجھے خودکشی پر مجبور کر دیتی۔"

"میں جانتا ہوں پیشا! لیکن ہمارا مشن، ہماری محبت سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہٹلر نے جو منصوبے بنائے ہیں، اُن میں ہمیں شامل رکھا ہے۔ اور جرمن قوم کو ساری دنیا پر فوقیت حاصل ہے۔ ہم اپنا مقام حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں..... اور ہمیں اس کے لئے ایک طویل جدوجہد کرنا پڑے گی۔ تم غور کرو! جس وقت جرمن قوم پوری دنیا پر حکمران ہو گی..... نازی ازم کا پرچار ہو رہا ہو گا۔ اُس وقت اگر ہم زندہ نہ بھی ہوں گے تو ہمارا نام زندہ ہو گا۔ اور آئندہ نسلیں ہمیں برتری دلانے پر مبارکباد پیش کریں گی۔"

پیشا کی آنکھیں فرطِ جذبات سے بھیگ گئیں۔ اُس نے کہا۔ "بے شک ہمیں اپنی محبت اُس وقت تک ترک کرنا ہو گی جب تک ہم اپنا مشن نہ پورا کر لیں۔ تو اب تمہارا کیا ارادہ ہے شائیلاک؟"

"بس، پیشا! میں نہیں جانتا کہ میرے سپرد کیا خدمت کی جائے گی؟ میں صرف انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ پیشا میرے ساتھ ہی رہی۔ پھر وہ دوسرے دن چلی گئی۔ تقریباً دس بجے مجھے گسٹاپو ہیڈ کوارٹرز سے بلاوا آ گیا

گسٹاپو کے سربراہ نے مجھ سے ملاقات کر کے مجھے میری صحت اور تندرستی پر مبارکباد دی اور کہا کہ وہ شدید ترین مصروفیات کے باعث مجھ سے ملنے نہ آ سکا۔ پھر اُس نے مجھ سے سوال کیا کہ آیا اب میں اپنے فرائض انجام دینے کے لئے تیار ہوں؟ میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ میں ایک اعلیٰ پائے کا مکینک بھی ہوں اور باریک سے باریک مشینری میں نمایاں تبدیلی پیدا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ اس فریکوئنسی پر میں نے ایک ایسی اَبرق کی پلیٹ چڑھائی جس کے تحت اس کا رابطہ مقامی فریکوئنسیز سے منقطع ہو جاتا تھا۔ یہ پلیٹ ضرورت نکالی بھی جا سکتی تھی۔ سلسلہ منقطع کرنے کے بعد اب میں اس کارروائی پر عمل کر سکتا تھا جو امریکی حکومت نے میرے سپرد کی تھی۔

چنانچہ ایک شام دھڑکتے دل کے ساتھ میں نے عمارت کے کشادہ اور کھلے حصے میں بیٹھ کر اپنی فریکوئنسیز کو ٹیسٹ کیا۔ امریکی حکام کی جانب سے میرے لئے تین برانچ ہیڈ کوارٹرز بنائے گئے تھے جن میں سے ایک ہالینڈ میں تھا، دوسرا بیلجیئم میں اور تیسرا فرانس میں۔ یہ تینوں ہیڈ کوارٹرز بنانے کے بعد مجھے اُن کے نمبروں کے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اور کہا گیا تھا کہ یکے بعد دیگرے ان سب سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں۔ جس سے رابطہ قائم ہو جائے، وہاں میں اپنا پہلا میسج دے دُوں۔

ہالینڈ فریکوئنسی کو پکڑنے میں میرا یہ ٹرانسمیٹر کامیاب نہیں ہو سکا۔ دوسری کوشش میں فرانس کے لئے کی تھی..... اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے جواب مل گیا۔ تمام کوڈ ورڈز تبادلے کے بعد میں نے اُن کے سامنے اپنا نام پیش کر دیا۔

''میں شائیلاک بول رہا ہوں.....!'' میں نے کہا اور دوسری طرف تھوڑی دیر کے سناٹا چھا گیا۔

''براہِ کرم! اپنے کوڈز پھر دُہرائیے!'' دوسری طرف شاید اس بات پر یقین نہیں کیا گیا کہ میں اتنی آسانی سے اُن لوگوں سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔ میں اس بات پر کسی برہمی کا اظہار کئے بغیر اپنے کوڈ ورڈز دُہرا دیئے جس پر مجھے میری کامیابی مبارکباد پیش کی گئی۔ دوسری طرف بولنے والا شخص مسٹر ڈیکر تھا۔ مسٹر ڈیکر نے مجھ سے بہ خیریت پوچھی اور سوال کیا کہ میں کسی اُلجھن کا شکار تو نہیں ہوا؟

''شکریہ مسٹر ڈیکر! میری حکومت کو میرے اس پیغام سے آگاہ کر دیں کہ میں نے اب تک اپنے تمام معاملات نمایاں کامیابی سے انجام دیئے ہیں۔

''میں مسٹر فرینک کو اطلاع دے دُوں گا۔ وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔''

''ٹھیک ہے..... تو اب آپ مقامی حالات نوٹ کر لیجئے۔ ممکن ہے، مجھے دوبارہ موقع نہ ملے۔''

''ہمارا پورا محکمہ تیار ہے۔'' دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور میں نے جرمنی کی اندرونی حالات، جو ساری دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ تھے، لکھوانا شروع کر دیئے۔ میں انتہائی برق رفتاری سے مختصر ترین لفظوں کا سہارا لیتے ہوئے اُن لوگوں کو یہاں کی کارروائیوں سے آگاہ کر دیا۔

تب مجھ سے گفتگو کرنے والے نے انتہائی سنسنی خیز لہجے میں پوچھا۔ ''کیا آپ کو یقین ہے مسٹر شائیلاک! کہ آپ کی اطلاعات بالکل درست ہیں؟''

''براہِ کرم! آپ اس قسم کے سوالات کر کے میرا وقت ضائع نہ کریں۔ میں آپ کو اطلاعات فراہم کر رہا ہوں، اُن میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں ہے۔''

''اوہ..... سوری! ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ.....؟''



''بس! مزید ضرورت ہوئی تو دوبارہ آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔''

''میں ایک بار پھر اس کامیابی پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مسٹر شائیلاک! دوبارہ جب آپ ہم سے رابطہ قائم کریں گے تو ممکن ہے، مسٹر فرینک سے آپ کی ملاقات ہو جائے۔ اس کے لئے کسی وقت کا تعین کر لیجئے۔''

''نہیں..... میں دوبارہ رابطے کے لئے کسی وقت کا تعین نہیں کر سکتا۔ مجھے کام کرنے دیا جائے۔ اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں خود ہی آپ سے رابطہ قائم کر لوں گا۔ رہی بات مسٹر اینٹ فرینک کی، تو ضروری نہیں ہے کہ اُن سے ملاقات ہو۔ البتہ اُنہیں میرا اسلام ضرور پہنچا دیا جائے۔''

''بہت بہتر.....! ویسے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اندازاً آپ کب تک دوبارہ رابطہ قائم کریں گے؟ وقت کا تعین نہ سہی، لیکن.....''

''سوری مسٹر! میں یہ بھی نہیں بتا سکتا۔'' میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ میں اس پہلی کامیاب کوشش پر بہت خوش تھا اور بڑا سکون محسوس کر رہا تھا۔

پھر میری سرگرمیاں شدید سے شدید تر ہوتی گئیں۔ میں باریک بینی سے تمام معلومات حاصل کر رہا تھا اور امریکہ پہنچا رہا تھا۔

جرمنی میں میری کارکردگی کی قدر کی جا رہی تھی۔ مجھے ایک ذمہ دار شخص کی حیثیت سے جنگی کارروائیوں سے آگاہ رکھا جاتا تھا اور اس بات کا تعین کر لیا گیا تھا کہ دورانِ جنگ گسٹاپو کو کون سے اہم کام انجام دینے ہیں؟

بالآخر میری فراہم کردہ اطلاعات کے مطابق ستمبر 1939ء کو ہٹلر نے حملے کا آغاز کر دیا..... اور وہ خوفناک جدوجہد شروع ہو گئی جو چھ سال تک جاری رہی تھی.....

ہٹلر کی ابتدائی جنگی کارروائیاں جس انداز میں شروع ہوئی تھیں، اُسے دیکھتے ہوئے اس بات کا پورا پورا امکان پیدا ہو گیا تھا کہ اس کے یہ خوفناک منصوبے اتحادی دنیا کے لئے انتہائی تباہ کن ثابت ہوں گے۔

اُس نے بیک وقت کئی ممالک پر حملہ کیا تھا جس میں بہت سے ممالک شامل تھے۔ اُس کے انوکھے ہتھیار اور طریقہ جنگ سے بیلجیئم، ہالینڈ، فرانس، ناروے اور سویڈن جیسی حکومتوں کو شدید ترین نقصان پہنچ چکا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ہٹلر اپنی جنگی کوششوں میں شدید تر کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے اُس کی طوفانی فوجوں کے سامنے یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



حکومتیں ذرا بھی نہ جم سکی ہوں۔ ہٹلر نے اُن کے شہروں اور فوجوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔

ابھی تک حکومت امریکہ نے اِس جنگ سے خود کو لاتعلق رکھا تھا۔ لیکن صحیح معنوں میں میرا تعلق تو حکومت امریکہ ہی سے تھا۔

پھر ایک شام مجھے گسٹاپو ہیڈ کوارٹرز میں طلب کر لیا گیا۔ میرا عہدہ کرنل کا تھا۔ ہیڈ کوارٹرز میں میری ملاقات جنرل لائی بوس سے ہوئی۔ جنرل لائی بوس نے پُر تپاک انداز میں میرا استقبال کیا۔ اُس نے کہا۔ ''مسٹر شائیلاک! میں ایک اہم منصوبہ بنا چکا ہوں۔ اس کے لئے مجھے گسٹاپو کا ایک یونٹ درکار ہے۔''

''میرے لئے کیا خدمت ہے جناب؟''

''وہ یونٹ، جو میں نے ترتیب دیا ہے، وہ بارہ افراد پر مشتمل ہے اور کرنل! میں نے تمہیں اِس کا سربراہ بنایا ہے۔''

''میں، آپ کا شکر گزار ہوں جناب!''

''آپ کے یونٹ کی کارکردگی، ہمارے پیش نظر ہے۔ چنانچہ میں ابتدائی طور پر آپ کو فرانس بھیجنا چاہتا ہوں۔ فرانس کے ایک مخصوص علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد ہم لندن کی جانب پیش قدمی کر سکتے ہیں جو ہمارے منصوبوں میں ایک اہم منصوبہ ہے۔''

''جی..... میں تیار ہوں۔''

''آپ اس یونٹ کے ساتھ فرانس روانہ ہو جایئے۔ راستہ کھول دیا جائے گا..... اور آپ کو روانگی میں دِقت نہیں ہو گی۔ البتہ اس کے بعد آپ کو فرانس کے اُن علاقوں میں جانا پڑے گا جو مضبوط ترین فوجی مرکز ہوں گے۔ وہاں سے آپ ہمیں فرانس کی فوجی قوت کے بارے میں تفصیلات مہیا کریں گے تاکہ ہم، اُن پر کاری ضرب لگا سکیں۔''

''بہت بہتر جنرل!'' میں نے جواب دیا۔

پھر مجھے اس سلسلے میں طریقہ کار بتایا جانے لگا۔ بڑی دلچسپ صورتحال تھی۔ میں امریکہ کے لئے جاسوسی کر رہا تھا اور اب مجھے جرمنی کی طرف سے فرانس کے خلاف جاسوسی کے لئے بھیجا جا رہا تھا۔

اس سلسلے میں بھی مجھے کوئی نہ کوئی کارکردگی تو دِکھانا ہی تھی۔ ورنہ میں اپنی حیثیت برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ ابھی تک تو حالات میرے موافق تھے اور کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔



بہرحال! میں نے اپنی آمادگی کا پورا پورا اظہار کر دیا تھا۔ جنرل لائی بوس مجھے اس بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔ اس کے بعد بارہ افراد کے یونٹ کے ساتھ میں نے برلن چھوڑ دیا۔

ایک خصوصی ٹرانسپورٹ طیارہ ہمیں لے کر مقبوضہ علاقے کی جانب روانہ ہو گیا، جہاں کئی جرمن فوجیں پہنچی تھیں۔ محاذِ جنگ سے تھوڑے فاصلے پر ایک عارضی رن وے پر ہمیں اتار دیا گیا۔ وہاں سے فوجی گاڑیاں ہمیں لے کر محاذِ جنگ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ہم سب ہر اقدام کے لئے تیار تھے۔

گسٹاپو کا یہ خصوصی یونٹ وہاں پر جنرل ٹیرس سے ملا اور جنرل ٹیرس نے ہمیں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ جرمن طیارے پوری شدت سے فرانس کے کچھ علاقوں پر بمباری کر رہے ہیں۔ لیکن عقبی علاقے ابھی تک خالی ہیں۔ اگر ہم جزائر کارسیکا تک پہنچ جائیں اور وہاں سے فرانس کا سفر کریں تو وہ زیادہ بہتر طریقہ ہو گا۔

میں نے جنرل ٹیرس سے اس سلسلے میں خاصی طویل گفتگو کی اور وہ مجھے تفصیلات بتاتا رہا۔ ''جزائر کارسیکا تک پہنچنے کے لئے ہمیں ایک ایسے طیارے سے کام لینا تھا جو ہمیں پیرا شوٹس کے ذریعے وہاں اُتار دے۔ جنرل نے بتایا کہ اتحادیوں کو اس بات کا گمان بھی نہیں ہو گا کہ کوئی جرمن طیارہ، جزائر کارسیکا تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ چونکہ اس طرف کا علاقہ قطعی طور پر محفوظ ہے۔ خصوصی مشن کے لئے ہم اپنے ایک طیارے کو فوری طور پر حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے ذہنوں میں یہ خیال قطعی نہیں تھا کہ ہم سمندری علاقوں کو عبور کر کے کارسیکا تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ چونکہ اس دوران ہمیں ہیوٹرز اور ویانا سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر ہم کامیابی سے کارسیکا تک پہنچ گئے تو پھر وہاں سے آپ لوگوں کا فرانس میں داخلہ مشکل نہیں ہو گا۔''

''مجھے یقین ہے جنرل! کہ آپ نے جو پروگرام ترتیب دیا ہے، وہ بھرپور ہو گا۔ خطرہ صرف یہ ہے کہ ویانا اور ہیوٹرز سے گزرتے ہوئے ہمارے طیارے کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔''

''دراصل! یہ مشن انتہائی خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اگر آپ جیسا ذہین شخص فرانس میں داخل ہو گیا تو ہمارے لئے بے شمار آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔''

''ٹھیک ہے جنرل! ہم تیار ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ اس خطرناک سفر کا جو پروگرام ترتیب دیا گیا تھا، بلاشبہ! اس میں جگہ جگہ موت سے ہمکنار ہونے کے امکانات موجود تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اس کے علاوہ میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ اپنے برانچ ہیڈ کوارٹرز کو اس نئے پروگرام کے بارے میں آگاہ کروں۔ یوں بھی برلن میں رہنا اب زیادہ سود مند نہیں تھا۔ ہٹلر کے منصوبے اب اس جگہ سے شروع ہوتے تھے جہاں وہ پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ کسی نہ کسی طرح جرمنی سے نکل ہی بہتر تھا۔ مجھے یہ عمدہ موقع ملا تھا۔ اس میں دُہرا فائدہ تھا۔ جرمنی کا اعتماد بھی بحال رہتا اور مجھے آزادانہ کام کرنے کا بھی موقع ملتا۔

طیارے کا خوفناک سفر شروع ہو گیا۔ یہ انتہائی جدید قسم کا طیارہ تھا جو بلند ترین پرواز کر سکتا تھا۔ ویانا، ہیوٹرز.....اور اس کے بعد کارسیکا..... گو، یہ سارا سفر سمندر کے راستے طے ہونا تھا۔ سمندر کے اس طویل حصے کو طے کرتے ہوئے ہم آخر جزائر کارسیکا تک پہنچ گئے۔ اس سلسلے میں جو نقشہ ترتیب دیا گیا تھا، ہوا باز اس سے پوری طرح واقف تھا۔ جزائر کارسیکا کے عظیم الشان صحرا میں اُس نے طیارے کو نیچے جھکایا اور بولا۔ ''کیا تمام افراد تیار ہیں.....؟''

''ہاں.....میرا یونٹ پوری طرح تیار ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب میں طیارے کو نیچے لے جا رہا ہوں۔'' اُس نے کہا اور پھر وہ طیارے کو اتنی بلندی پر لے آیا، جہاں سے پیراشوٹ آسانی سے نیچے اُتر سکیں۔ اس کے بعد ہم نے طیارہ چھوڑ دیا.....

نیچے کے جغرافیے کے بارے میں ہمیں زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ جو معلومات ہمیں فراہم کی گئی تھیں، اُن کے تحت ہمیں سرسبز میدانوں میں اُترنا تھا۔ اور اس کے بعد تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے بالآخر ہم کارسیکا تک پہنچ سکتے تھے۔ پیراشوٹ نیچے جا رہے تھے اور میرے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی.....

میری زندگی کا یہ انداز کافی دلچسپ تھا۔ امریکہ میں ایک مطلق العنان جزیرے کا مالک ہونا، معمولی بات نہیں تھی۔ اپنے وسائل سے میں کوئی صنعت کار یا اور کوئی شخصیت اختیار کر سکتا تھا اور اس میں مجھے کوئی دِقت نہ ہوتی۔ میں بھی ہنری فورڈ، اوناسس یا کسی اور بڑے آدمی کی حیثیت سے دنیا بھر میں مشہور ہو سکتا تھا۔ لیکن جو زندگی میرے والدین نے دی تھی اب وہ میری عادت بن گئی تھی۔

ان ساری چیزوں کے باوجود مجھے اپنے بے وقعت ہونے کا احساس تھا۔ میں نے اپنی فیملی کو زندہ کر دیا تھا۔ لیکن اب خود کو اس کا کوئی رُکن نہیں کہہ سکتا تھا۔

بہرحال! مجھے یہی سب کچھ پسند تھا، جو کچھ میں کر رہا تھا۔ میری شخصیت اُلجھ گئی تھی۔



ن کو سلجھانا خود میرے بس میں بھی نہیں تھا۔

پیراشوٹ ہمیں زمین تک لے آئے۔ بلاشبہ! یہ زمین سبزہ زار سے مالا مال تھی۔ میرے ہر ساتھی بھی بخیریت زمین تک پہنچ گئے اور پھر ہم نے اپنے پیراشوٹ جمع کرنے شروع ر دیئے۔ پھر میری ہدایت کے مطابق سارے پیراشوٹ ایک جگہ جمع کر کے نذرِ آتش کر ئے گئے۔ اس کے بعد ہم ایک راستہ منتخب کر کے چل پڑے۔ رات بھر کے سفر کے بعد آخر ہم ایک آبادی تک پہنچ گئے۔ اور یہاں پہنچ کر ہم منتشر ہو گئے۔

اب ہم سب کو بندرگاہ پر اکٹھا ہونا تھا۔ کارسیکا ایک عام جزیرہ تھا۔ یہاں کے رہنے لے زیادہ تر نمک کی صنعت سے منسلک تھے اور اس سلسلے میں نمک کے سوداگر یہاں آتے تے تھے۔

ہیری فانکو نامی نمک کی ایک فرم کے مالک مسٹر ہینس سے میں نے نمک کے ایک تاجر کی یثیت سے ملاقات کی اور خالص فرانسیسی لہجے میں کہا۔ ''میں، آپ کو مشورہ دیتا ہوں مسٹر ینس! کہ بڑی سپلائی روک دیں۔ کیونکہ جنگ طویل معلوم ہوتی ہے۔ اور خریداری بڑھ ائے گی۔ صنعتوں پر گہرا اثر پڑے گا۔ ان حالات میں آپ نمک کو سونا بنا سکتے ہیں۔''

''وہ کیسے.....؟'' یہودی نژاد ہینس نے سرخ چہرے اور چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ پوچھا۔

''مجھ سے معاہدہ کر لیں.....آپ کی فرم جس قدر نمک تیار کرے، آپ کسی اور کو فروخت نہ کریں۔ فوری طور پر میں، آپ سے ایک ہزار ٹن نمک خریدنے کو تیار ہوں۔ اور اس شرط پر آپ کو ایک عمدہ پیشکش کرتا ہوں کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو اپنا مال سپلائی نہ کریں۔ یہ وعدہ ہے کہ آپ جتنا مال تیار کریں گے، میں خریدوں گا۔ اور آپ کو منڈی کے بڑھتے ہوئے بھاؤ کی قیمت پیش کروں گا۔ فی الحال میں آپ کو پچیس فیصد زیادہ پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

یہودی کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ اُس کے خیال میں تو نمک کی مارکیٹ بالکل ڈاؤن ہو چکی تھی۔ فوراً معاہدہ ہو گیا۔ اور اُس کی ساری محبت اور ہمدردیاں میرے ساتھ ہو گئیں۔ اُس نے مجھے دنیا بھر کی سہولتیں فراہم کر دی تھیں۔ ادائیگی نقد کی گئی تھی اس لئے اُس بے چارے کو کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ اور پھر نمک کو فرانس کے ساحل تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی اُس نے قبول کی اور سارے انتظامات مکمل کر لئے گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



یوں فرانسیسی تاجر مسٹر ایڈیلر، نمک کا ایک ذخیرہ لے کر ایک بڑی سٹیمر لانچ کے ذریعے اپنے بارہ ساتھیوں کے ساتھ فرانس میں داخل ہو گئے۔ جس حیثیت سے ہم فرانس میں داخل ہوئے تھے، اُس پر کوئی شبہ نہیں کیا گیا۔ البتہ ایک بات ضرور اُنہوں نے نظر انداز کر دی تھی وہ یہ کہ نمک جیسی بے حقیقت چیز کے لئے اتنی بڑی رقم ضائع کی گئی تھی۔

کئی ٹرک نمک کا یہ ذخیرہ لے کر ہم پیرس میں داخل ہو گئے۔ اور اس ذخیرے کو کرلے کے ایک گودام میں منتقل کر دیا گیا اور یہاں سارے کاموں سے فراغت ہو گئی تھی۔

مقامی طور پر گسٹاپو کے انڈر گراؤنڈ ہیڈ کوارٹرز تک پہنچنے کے لئے ہمیں کافی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔ کیونکہ اب حالات سنگین ہو چکے تھے اور ہیڈ کوارٹرز اب زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ لیکن یہاں وہ تمام لوگ موجود تھے جو مجھے پیشا کے ساتھ دیکھ چکے تھے اور میری حیثیت سے واقف تھے۔ چنانچہ مسٹر ڈیلاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''رُوسیوں کی قید میں پھنسے ہوئے شائیلاک کو ہم لوگ بھول تو نہیں سکتے تھے۔ لیکن مر ضرور کر چکے تھے۔ حالانکہ ہم سب جانتے تھے کہ وہ ہمارا بہترین دماغ ہے۔ اور آج آپ کو پھر جرمنی کے لئے کام کرتے دیکھ کر جس قدر مسرت ہو رہی ہے مسٹر شائیلاک! میں اُسے بیان نہیں کر سکتا۔''

''شکریہ مسٹر ڈیلاس! اب آپ کی کارکردگی کیا ہے؟''

''حملہ شروع ہونے کے بعد مقامی انتظامیہ خاص طور سے مستعد ہو گئی ہے۔ اُنہوں نے اس شبے کو نظر انداز نہیں کیا ہے کہ جرمن جاسوس، فرانس میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جگہ جگہ کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ گو، وہ لوگ ابھی ہم تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ لیکن ہمیں محتاط ہونا پڑ گیا ہے۔''

''بالکل ٹھیک..... ہونا بھی چاہئے۔ میرے ساتھ بارہ افراد کا یونٹ ہے۔ اور کچھ خصوصی کام میرے سپرد کئے گئے ہیں۔ چند روز کے بعد میں اس علاقے کی طرف روانہ ہو جاؤں گا؟ جہاں ہماری فوجیں کارروائیاں کر رہی ہیں۔ چنانچہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بہت سا تفصیلات مہیا کرنی ہیں۔''

''ہمارے لئے جو بھی احکامات ہوں، آپ بے تکلفی سے فرما دیں۔''

''نہیں..... فی الوقت کچھ نہیں۔ لیکن میں ایک مقامی تاجر کی حیثیت سے بازاروں میں جاؤں گا۔ مجھے بہت سے ایسے کام کرنے ہیں، جنہیں میں آپ کو نہیں بتا سکتا مسٹر ڈیلاس!''



اس نے کہا اور ڈیلاس مسکرانے لگا۔

''میں، آپ کی حیثیت سے واقف ہوں مسٹر شائیلاک! چنانچہ کبھی آپ سے یہ سوال نہیں کروں گا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟''

''شکریہ.....!'' میں نے جواب دیا اور پھر میں اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مجھے جس انداز میں یہ ساری کامیابیاں نصیب ہوئی تھیں، بعض اوقات تو یہ احساس ہوتا تھا کہ ان ساری کامیابیوں میں کوئی اور قوت کارفرما ہے۔ لیکن بہرصورت! حکومت امریکہ کے لئے میں نے جس کام کا آغاز کیا تھا، میں خود بھی اس میں غیر مخلص نہیں تھا۔ اور چونکہ یہ لوگ میری بہترین پذیرائی کر رہے تھے۔ اس لئے میں یہ کام کرنے میں اُن کے ساتھ مخلص تھا۔

سب سے پہلے چند روز تک میں نے پیرس کے مختلف حصوں میں گھوم پھر کر یہ اندازہ لگایا کہ کہیں میرا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا..... اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ مجھ سے مطمئن ہیں اور گسٹاپو کے مقامی لوگ بھی میرے بارے میں کسی شک و شبے کا شکار نہیں۔ تو میں نے اپنے ہیڈ کوارٹرز سے رابطہ قائم کیا۔ اس بار میں نے پیرس ہی میں ان لوگوں سے رابطہ قائم کیا تھا، جہاں میری ملاقات ایک ذمہ دار شخص سے ہوئی تھی۔

''اوہ..... اس سے پہلے بھی آپ کا ایک پیغام ہمارے ایک کارکن کو مل چکا ہے جسے ڈی کوڈ کر دیا گیا ہے۔ حکومت امریکہ کی جانب سے آپ کے لئے بہترین خواہشات کے پیغامات ہیں مسٹر کین!'' اُس نے کہا۔ ''فرمائیے! کوئی خاص بات.....؟''

''ہاں..... خاص بات ہے۔'' میں نے کہا۔

''جی فرمائیے.....!''

''مسٹر اینٹ فرینک کہاں ہیں؟''

''فرانس میں موجود ہیں۔'' اُس شخص نے جواب دیا۔

''کیا اس وقت اُن سے ملاقات ہو سکتی ہے.....؟''

''جی اس وقت تو نہیں۔ لیکن آپ جب بھی دوبارہ رابطہ قائم کریں گے تو میں اُنہیں آگاہ رکھوں گا۔ کیا آپ مجھے وقت دے سکتے ہیں؟''

''ہاں..... اُن سے کہہ دو کہ ہیڈ کوارٹرز کی عمارت میں آج شام ٹھیک سات بجے موجود رہیں۔''

''آج شام سات بجے.....؟'' اُس شخص نے دُہرایا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں نے تائید کر دی۔

''بہت بہتر..... اُنہیں آپ کے حکم سے آگاہ کر دیا جائے گا۔'' اُس نے کہا اور میں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں ٹھیک سات بجے امریکی محکمہ خفیہ کی عمارت میں داخل ہوا۔ اور وہاں پر موجود ایک رُکن سے مسٹر اینٹ فرینک سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

اُس شخص نے متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ ''آپ کون صاحب ہیں؟ اور مسٹر اینٹ فرینک سے آپ کو کیا کام ہے؟''

''وہ میرے دیرینہ دوست ہیں۔ تم اُن سے کہو کہ ڈن کین آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔'' میں نے کہا۔ اُس نے اِنٹر کام پر یہ اطلاع فرینک کو دی اور فرینک کی آواز میں نے بھی سنی۔

اُس نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ ''اوہ..... کیا مسٹر کین، تمہارے پاس موجود ہیں.....؟''

''جی ہاں جناب.....!''

''اُن سے کہو، میں آ رہا ہوں۔''

''او کے سر.....!'' اُس نے جواب دیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے اینٹ فرینک نظر آیا۔ اُس کے ساتھ چار افراد اور بھی تھے۔

''اوہ..... میرے دوست کین! کیسے ہو تم؟'' اُس نے پُر جوش انداز میں کہا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر میری جانب بڑھا۔ میں نے بھی اُس سے مصافحہ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے، فرینک نے انتہائی پھرتی کے ساتھ میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور گھوم کر میری پشت پر پہنچ گیا..... ''ہری اَپ.....!'' اُس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور اُس کے چاروں ساتھی مجھ پر ٹوٹ پڑے۔

میری جیب سے ایک ایک چیز نکال لی گئی۔ اُنہوں نے اس احتیاط کے تحت میرا کوٹ بھی اُتار لیا تھا کہ کہیں اس میں کوئی ہتھیار پوشیدہ نہ ہو۔

تب فرینک نے میرے ہاتھ چھوڑ دیئے اور خونخوار انداز میں مجھے دیکھتا ہوا میرے سامنے آ گیا۔ میں، اس کارروائی کا مقصد بخوبی سمجھ رہا تھا۔ فرینک کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ ہو گی کہ جرمنی سے گفتگو کرنے والا، سات بجے اُس کے پاس بھی پہنچ سکتا ہے۔ یقیناً وہ مجھے کوئی فرانسیسی جاسوس ہی سمجھ رہا تھا۔



''اب بتاؤ میرے دوست! تم کون ہو؟'' وہ سانپ کی طرح پھنکارا۔

''کین..... ڈن کین۔''

''اصل بات بتاؤ.....!''

''وہ تم خود معلوم کر لو۔''

''نیک اَپ.....'' فرینک نے کہا اور اُس کے ساتھیوں نے کارروائی شروع کر دی۔ میرے چہرے پر جھلی تلاش کی گئی۔ میری گردن اور بال نوچے گئے۔ اس کے بعد طرح طرح کے ایسڈ میرے چہرے پر آزمائے گئے۔ تب فرینک کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش اُبھر آئے۔ ''تم فلیکس تو نہیں ہو.....؟''

''بس ڈیئر! اب میرے لئے کافی کا بندوبست کرو۔ میری خاطر مدارت تو اچھی طرح ہو گئی۔''

فرینک کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ پھر وہ ہیجان خیز لہجے میں بولا۔ ''لیکن..... لیکن یہ کیسے ممکن ہے.....؟''

''کیا ساری گفتگو یہیں کر لو گے؟'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''ایک منٹ.....!'' فرینک بولا۔ پھر اُس نے میری قمیص اُتروا دی۔ وہ زخم اُس کے سامنے ہی لگائے گئے تھے اس لئے وہ اُنہیں پہچان گیا۔ ''خدا کی پناہ! تو یہ تم ہی ہو کین.....''

''ہاں بھائی! یہ میں ہی ہوں۔''

''اُٹھو! تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ سوری کین! میں نے تو تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔ لیکن میں قابل معافی ہوں۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ تم ہو سکتے ہو..... آہ! تم کب آئے؟ اُٹھو..... آؤ میرے ساتھ!'' وہ مجھے لے کر عمارت کے اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔ ''تم خاموش کیوں رہے؟ اُف! مجھے کتنی شرمندگی ہو رہی ہے؟''

''کوئی بات نہیں ہے فرینک! میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ تم کسی قسم کا شبہ اپنے دل میں نہ چھوڑو۔ میرے بارے میں تمہاری تصدیق ایک لازمی چیز تھی، جو تمہیں کرنی ہی چاہئے تھی۔'' میں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور وہ جھینپے ہوئے انداز میں مسکرانے لگا۔

''اس کے باوجود مجھے شرمندگی ہے۔'' اُس نے کہا اور مجھے لئے ہوئے اپنی مخصوص رہائش گاہ میں داخل ہو گیا، جہاں اُس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی اور میرے لئے کافی وغیرہ کا بندوبست کرنے کے بعد خود بھی میرے سامنے آ بیٹھا۔ اُس کی نگاہیں بار بار میرا جائزہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



لینے لگتی تھیں۔ اور پھر اُس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ ''لیکن میرے دوست! کیا یہ ا
قابل یقین بات نہیں ہے کہ تم میرے سامنے موجود ہو.....؟''

''ہاں..... ایک طرح سے تم اسے ناقابل یقین کہہ سکتے ہو۔''

''مجھے بتاؤ! میرے ذہن میں بڑا تجسّس ہے۔ مجھے بتاؤ! کہ تم جرمنی سے کب وا
آئے؟''

''ایک دن قبل۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن کیسے..... کس طرح.....؟'' فرینک نے پوچھا۔

''میں، تمہیں اِس بارے میں پوری تفصیل بتاؤں گا فرینک! پہلے کافی پلوا دو!'' میں
کہا۔

تھوڑی دیر تک میں اُس کی حیرت سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر کافی آ گئی۔ اور کافی پ
ہوئے میں نے اُسے اپنی داستان سنائی۔ ''تمہارے پاس سے رُخصت ہو کر میں اپنی مخبر
پیشا کے پاس پہنچ گیا اور اُس سے اس انداز میں ملاقات کی کہ وہ مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئی
اُس نے مجھے واپس بھیجا اور تھوڑی دیر بعد وہ خود ہوٹل پہنچ گئی۔ اس کے بعد اپنے انڈر گراؤ
ڈیپارٹمنٹ لے گئی۔ جہاں جرمن جاسوس، فرانس کے خلاف جاسوسی کر رہے ہیں۔ سچی با
تو یہ ہے فرینک! کہ میرے جسم پر لگے ہوئے زخموں نے اُنہیں سوچنے سمجھنے سے معذور کر
دیا۔ اگر یہ زخم حقیقی نہ ہوتے تو وہ میرے جال میں آسانی سے نہ پھنستے۔''

''ہاں..... میں نے ان زخموں کو دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ بلاشبہ! یہ تمہارے بہترین
معاون ثابت ہوں گے۔''

''بہرصورت! پیشا نے میرے زخموں کا علاج کرایا اور پھر ایک خصوصی سفر کے ذریعے
میں برلن پہنچ گیا۔ وہاں مکمل طور پر صحت مند ہونے کے بعد رُوسی قید کے بارے میں اپنی
گچھ کی گئی اور چند روز بعد میں نے اپنا عہدہ سنبھال لیا تو تمہیں پہلی بار برلن کے اندرونی
رازوں سے آگاہ کیا۔ کیا میرا یہ پیغام بروقت نہیں تھا؟'' میں نے سوال کیا۔

''بلاشبہ! تم نے انتہائی مناسب وقت پر ہمیں آگاہ کیا تھا۔'' فرینک نے اعتراف کیا۔

''اس کے بعد میں نے باقاعدگی سے اپنا کام شروع کر دیا اور بہت جلد شائیلاک
اصل حیثیت سے پوری طرح مضبوط ہو گیا۔ تب نازی جرمن افسر نے ایک منصوبہ میرے
سامنے پیش کیا۔ یہ منصوبہ فرانس کے بارے میں جاسوسی کا تھا۔'' میں نے بتایا۔



فرینک کے چہرے پر سنسنی کے آثار پیدا ہونے لگے۔ ''اچھا..... پھر؟'' اُس نے بے
سے پوچھا۔

''مجھے فرانس کے خلاف جاسوسی کے لئے بارہ افراد کے یونٹ کے ساتھ یہاں بھیجا گیا
جس کا انچارج میں ہوں۔ یہ یونٹ یہاں پہنچ گیا ہے اور اس نے بڑی خاموشی کے
اپنا کام شروع کر دیا ہے۔''

''خدا کی پناہ! تم نے واقعی جس انداز میں کام کیا ہے، وہ قابل تحسین ہے ڈیئر کین! کیا
یں پورا اطمینان ہے کہ یہاں آتے ہوئے تمہارا تعاقب نہیں کیا گیا؟''

''تم اِن باتوں کی پرواہ نہ کرو فرینک! یہ ساری ذمہ داری میری ہے۔ میری حیثیت اتنی
ور نہیں ہے کہ وہ لوگ مجھ پر کسی قسم کا شبہ کریں۔ یعنی جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ مجھ
م عہدے کے ہیں اور میرا عہدہ کرنل کا ہے'' میں نے کہا اور فرینک مسکرانے لگا۔

''کیوں نہ میں ایک جرمن کرنل کو رنگے ہاتھوں پکڑ لوں.....؟'' اُس نے پُر مزاح انداز
کہا اور میں ہنسنے لگا۔

''میرا خیال ہے، فرانسیسیوں کے لئے میری گرفتاری خاصا مشکل کام ہو گا۔'' میں نے
ب دیا۔ اور پھر سنجیدہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ ''حکومت کی کیا پوزیشن ہے؟''

''کس بارے میں.....؟''

''میرا مطلب ہے، ابھی امریکہ براہِ راست اس جنگ میں ملوث نہیں ہوا ہے۔''

''اور نہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔''

''کیوں.....؟''

''ابھی جائزہ لیا جا رہا تھا۔ اور جس وقت امریکی مفادات کو خطرہ ہو گا، امریکہ بھی میدانِ
میں کود پڑے گا۔ ویسے جس پیمانے پر تیاریاں کی جا رہی ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے
ریکہ بھی اس جنگ میں پورا پورا حصہ لے گا۔''

''لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہئے فرینک؟'' میں نے سوال کیا۔

''یہ بات تو تم بہتر سمجھتے ہو میرے دوست! لیکن میرا ایک مشورہ ہے۔''

''وہ کیا.....؟''

''جرمنوں پر پوری طرح اپنا اعتماد قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اُن کے مفاد
ہی کام کرو۔ اور اُنہیں وہ معلومات بہم پہنچاؤ، جو وہ تم سے چاہتے ہیں۔'' فرینک نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں فرانسیسیوں کے خلاف کام کروں......؟''

''ہاں......امریکی مفاد کی خاطر تمہیں یہ کام کرنا ہی ہوگا۔''

''تمہارا خیال درست ہے دوست! بہرصورت، میں نے تمہیں اپنی آمد کی اطلاع دے دی۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اب ہماری ملاقات کہاں ہو؟ لیکن آپ میری طرف سے حکومت امریکہ کو یقین دلا دیں کہ میں اُس کے مفادات کے لئے جو کچھ کر سکتا ہوں، کرتا رہوں گا۔ یہ ہیڈ کوارٹرز قائم رہنے دیئے جائیں۔ میں وقتاً فوقتاً اپنی اطلاعات اُنہیں پہنچاتا رہوں گا۔''

یہ بات طے ہوگئی تھی کہ اب مجھے جرمنی کے مفاد میں بھی کام کرنا تھا۔ فرانسیسی حکومت بھی پوری طرح مستعد تھی اور جاسوسوں کی تلاش تیزی سے جاری تھی۔ لیکن مجھے بہرحال یہ کام سرانجام دینا تھا۔ البتہ فرینک نے ایک بات کہی تھی کہ اگر میں کبھی فرانسیسی حکومت کے ہتھے چڑھ گیا تو مجھے با آسانی آزاد کرا لیا جائے گا۔ میں زیادہ تردّد نہ کروں۔ خاص طور سے اس وقت، جب تک میں فرانس میں ہوں۔

ایبٹ فرینک سے رُخصت ہو کر میں چل پڑا۔ اب میرا ذہن کافی مطمئن تھا۔ فرانسیسی فوجی تیاریوں کے بارے میں اُس کے مضبوط فوجی ٹھکانوں کی نشاندہی کرتے ہوئے میرا دل دُکھتا تھا۔ لیکن عظیم امریکی مفاد کے لئے تو مجھے یہ کام بہرحال! کرنا پڑ رہا تھا۔ میں نے کئی ایسے کارنامے سرانجام دیئے جو میری ذات یعنی شائیلاک سے متوقع کئے جا سکتے تھے۔

فرانس میں چار ماہ گزارنے کے بعد مجھے پولینڈ بھیج دیا گیا۔ وہاں سے ناروے...... اور پھر بہت سی جگہوں پر میں نے جرمنوں کے لئے اہم ترین کارنامے انجام دیئے۔ جنگ کی آگ بھڑکتی ہی جا رہی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد امریکہ بھی اس جنگ میں براہِ راست شامل ہو گیا......

اس دوران میں نے جرمنوں کے لئے جو خدمات انجام دی تھیں، اُن سے حکومت امریکہ پوری طرح باخبر تھی۔ لیکن پھر میری ذمہ داریوں کا انداز بدل گیا۔ میں اب کئی یونٹوں کا سربراہ تھا اور میرے یونٹ جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن امریکہ جب اس جنگ میں کودا تو اُس نے گویا اتحادی ملکوں کی کمان سنبھال لی تھی۔

اب گسٹاپو کی کارروائیوں کو محدود کرنا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ میں ان یونٹوں کی نشاندہی کر دیتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے اپنی پوزیشن بھی برقرار رکھنی تھی۔ چنانچہ



بڑی کارروائیوں کا انداز بدل گیا تھا۔ ایک طرف میں جرمنی کے مفاد میں کوئی کام کرتا اور اُس کی اطلاع ہیڈ کوارٹر کو مل جاتی۔ لیکن اس سے فائدہ اُٹھانے سے قبل ہی میں حکومت امریکہ کو آگاہ کر دیتا اور امریکی فوجیں، جرمن منصوبوں کو خاک میں ملا دیتیں۔ میری اس دوغلی پالیسی سے جرمن فوجوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا تھا۔ لیکن وہ حقیقت حال سے بے خبر تھے اور سخت پریشان تھے۔ میری پوزیشن اُسی طرح مستحکم تھی اور ابھی تک میری ذات پر کوئی آنچ نہیں آئی تھی۔

میری زندگی اس وقت شدید ہنگاموں سے دوچار تھی۔ قدم قدم پر موت سامنے آتی تھی اور زندگی کی حفاظت کے لئے شدید جدوجہد کرنا ہوتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ کسی وقت اس جدوجہد میں زندگی ہی کو شکست ہو جاتی۔

البتہ اس دوران امریکہ کے لئے میں نے ناقابل یقین خدمات انجام دی تھیں۔ ان دنوں میں مشرقِ وسطیٰ میں جنرل رومیل کے پاس تھا۔ جنگ کے کئی رُخ بدلے تھے۔ ابتداء میں جرمنوں کا پلہ بھاری رہا تھا۔ لیکن اتحادی آہستہ آہستہ سنبھل رہے تھے۔ جنگ میں امریکہ کی شمولیت نے اتحادیوں کی رگوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دی تھی۔ اور اب وہ کئی جگہ جم گئے تھے۔ چنانچہ مختلف علاقوں میں مختلف پوزیشنیں تھیں۔ کہیں جرمن بھاری پڑ رہے تھے تو کہیں اتحادیوں نے اُنہیں ناقابل یقین نقصان پہنچایا تھا۔

بہرحال! میں اس وقت میری بونز میں مقیم تھا کہ ایک شام گسٹاپو کے افسر اعلیٰ کا پیغام ملا۔ اس پیغام میں مجھے اٹلی میں طلب کیا گیا تھا۔ ایسے پیغامات میرے لئے کوئی تعجب خیز حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ مجھے مختلف ممالک میں طلب کیا جاتا رہا تھا۔ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور میجر ڈونیک کے ساتھ اٹلی روانہ ہو گیا۔ خلیج سلاتو پر جنگ ہو رہی تھی۔ جنرل منٹگمری نے فینا کے اندر خاموشی سے اپنے دو ڈویژن داخل کر دیئے تھے۔ یہ اٹلی کے دامن کو پھاڑنے کے لئے پہلا قدم تھا۔ وہ نیپلز پر قدم جمانا چاہتے تھے۔ لیکن اُن کا یہ منصوبہ کسی طرح سے پوشیدہ نہ رہ سکا اور جنرل کیرلنگ اٹھارہ ڈویژنوں کے ساتھ وہاں آ موجود ہوا۔ اٹلی کی فوجیں پہلے ہی ہتھیار ڈال چکی تھیں۔

بہرحال! ان معاملات سے میرا کوئی ذاتی تعلق نہیں تھا۔ میں فوراً اٹلی پہنچ گیا اور میرے بارے میں اُوپر اطلاع دے دی گئی۔

جنگ کے ماحول میں دن اور رات کا تو کوئی خاص تصور نہیں تھا۔ چاروں طرف تاریکی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



پھیلی ہوئی تھی۔ میری قیام گاہ ایک عارضی عمارت میں بنائی گئی تھی۔ یہ عمارت مقبوضہ اٹلی کا کوئی گرجا گھر تھا۔ لیکن اب یہاں فوجی پڑاؤ تھا اور گرجا کے مختلف کمروں کو مختلف مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا تھا۔

اس وقت رات کے تقریباً پونے گیارہ بجے تھے جب ایک میجر، دو فوجی افسروں کے ساتھ میرے پاس آیا۔ اُس نے مجھے بریگیڈیئر ہینڈرک کا پیغام دیا اور کہا کہ بریگیڈیئر مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔

بریگیڈیئر ہینڈرک کے بارے میں مجھے کچھ معلومات نہیں تھیں۔ مجھے ایک وسیع کمرے میں لے جایا گیا، جسے خاص طور پر ساؤنڈ پروف بنایا گیا تھا اور اس قسم کے انتظامات کئے گئے تھے کہ روشنی، کمرے سے باہر نہ جا سکے۔ اسی لئے اس وقت وہ کمرہ خاصا روشن تھا۔

اندر بڑا صاف ستھرا ماحول تھا۔ وسیع و عریض کمرے کے درمیان ایک میز پڑی ہوئی تھی۔ اُس میز کے پیچھے ایک چست و چالاک بدن کا مالک شخص بیٹھا ہوا تھا، جس کے سر کے بال سفید تھے۔ اُس کے جسم پر بریگیڈیئر کی وردی تھی۔ لیکن اُس کے نزدیک جو شخصیت بیٹھی ہوئی تھی، اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ یہ پیپشا تھی۔

پیپشا مجھے دیکھ کر بڑے جاندار انداز میں مسکرائی۔ لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس نے میرے ذہن پر ضربیں لگانا شروع کر دیں...... پیپشا کی اس جاندار مسکراہٹ کے باوجود اُس کے انداز میں وہ اپنائیت نہیں تھی جو اس سے پہلے میں نے شائیلاک کے لئے محسوس کی تھی۔

بہرصورت! چند ساعت کے بعد اُس نے پُر تپاک لہجے میں کہا۔ ''ڈیئر شائیلاک! آؤ! میں تمہیں ایک عظیم دوست سے ملواؤں۔ میں تمہیں اِن کا نام نہیں بتاؤں گی۔ کیونکہ یہ اپنا تعارف خود ہی کرائیں گے۔ لیکن تم یہ سمجھو! کہ گستاپو کی ایسی شخصیت، جو طویل عرصے سے رُوپوش تھی، تمہارے سامنے موجود ہے۔''

''بہت خوب پیپشا! مجھے واقعی حیرت ہوئی ہے۔ کیونکہ گستاپو کی جتنی مقتدر شخصیتیں ہیں اُن کے بارے میں بخوبی جانتا ہوں۔ مجھے کسی ایسی شخصیت کا تو آج تک علم نہیں ہو سکا جو میری نگاہ سے رُوپوش ہو۔''

''اس لحاظ سے میرے دوست کیا ایک دلچسپ شخصیت کے مالک نہیں ہیں؟'' پیپشا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔



''یقیناً ہیں......!'' میں نے جواب دیا۔

پیپشا اُس شخص کی جانب متوجہ ہو کر بولی۔ ''تو میرے پیارے ساتھی! یہ ہیں مسٹر شائیلاک، جنہوں نے بلا مبالغہ نازی جرمنی کے لئے ایسے ایسے بیش بہا کارنامے انجام دیئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ ان سے ملاقات اب آپ خود کر لیں۔''

میز کے پیچھے بیٹھا ہوا شخص گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ اُس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور اُس کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آپ کیا سوچ رہے ہیں جناب؟'' پیپشا نے اُس شخص کی جانب دیکھ کر سوال کیا۔

''میں، مسٹر شائیلاک کے خدوخال دیکھ رہا ہوں۔ کیا یہ میک اَپ میں ہیں؟''

''ہرگز نہیں...... یہ ان کی اصلی شکل ہے۔'' پیپشا بول پڑی۔

''تب تو واقعی حیرت انگیز بات ہے۔'' اُس نے معنی خیز انداز میں کہا۔ اور ایک بار پھر چھٹی حس مجھے شدید خطرے کا احساس دلانے لگی۔ لیکن میں اس خطرے کو تلاش نہیں کر سکا کیونکہ میرا ذہن اُس شخص کی جانب متوجہ تھا۔

تب میں نے پُر وقار لہجے میں کہا۔ ''بڑی عجیب بات ہے جناب! کہ میری اور آپ کی ملاقات کے درمیان ایک ڈرامائی کیفیت موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم مصروف لوگوں کو باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ آپ اپنا تعارف کرائیں۔ بلاشبہ! آپ کا عہدہ مجھ سے بڑا ہے لیکن ضروری ہے کہ پہلے ہم ایک دوسرے سے متعارف ہو جائیں۔''

اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''میں نے آپ سے میک اَپ کے بارے میں سوال کیا تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ میں خود بھی میک اَپ کا بہت بڑا ماہر ہوں۔ اپنے چہروں کی تبدیلی کر لینا آسان سی بات ہے۔ لیکن بعض چہرے ایسے سامنے آ جاتے ہیں، جن پر میک اَپ کا شبہ کرنے کے باوجود اس شبے کی تصدیق نہیں ہوتی۔ جیسے آپ......''

''میں نہیں سمجھا......؟'' میں نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔ میرا ذہن چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ اس بار مجھے کسی مہم پر نہیں بھیجا جا رہا۔ بلکہ شاید...... شاید......

''میں، آپ کو بتا رہا تھا کہ میں خود بھی میک اَپ میں ہوں۔ آپ یہ دیکھئے! اس میک اَپ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' اُس نے کہا اور اپنے کانوں کے نزدیک ٹٹول کر ایک باریک جھلی چہرے پر سے کھینچ لی۔ اُسے دیکھ کر میرا خون، رگوں میں تیزی سے گردش کرنے لگا۔ چند ساعت کے لئے مجھ پر ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی...... لیکن میں اپنی کیفیات پر قابو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



پانے میں ماہر تھا اور اُس شخص کا چہرہ دیکھ کر مرعوب نہیں ہوا تھا..... یہ اصلی شائیلاک تو
اُس کے خدوخال، مجھ سے پوری طرح ملتے جلتے تھے۔ البتہ معمولی سی تبدیلی تھی، ا
نے اپنے زخمی ہونے کے سلسلے میں چھپا رکھی تھی۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک کامران مسکر
تھی۔

''کیا خیال ہے آپ کا اِس میک اَپ کے بارے میں.....؟''

''بہت عمدہ.....!'' میں نے جواب دیا۔ میرا ذہن، تیزی سے سوچ رہا تھا کہ صو
حال پر کیسے قابو پایا جائے؟

''ویسے میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے اور آپ کے خدوخال میں کافی مماثلت
ایسا کیوں ہے مسٹر شائیلاک.....؟''

''میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن بہرصورت! میرے لئے بڑی سودمند ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''میں وہ سب کچھ کرنے میں کامیاب ہو گیا، جو میری دلی خواہش تھی۔'' میرے
ذہن نے فوری طور پر ایک کہانی سوچ لی تھی۔ اب اُس کی کامیابی یا ناکامی کے بارے
کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ معلوم نہیں، اِن لوگوں کا رویہ کیا ہو؟

بہرصورت! میرے ان الفاظ سے اصلی شائیلاک کی پیشانی پر ایک شکن اُبھر آئی۔

''آپ کا شوق؟'' اُس نے سوال کیا۔

''جی ہاں..... میری دیرینہ خواہش..... میری آرزو..... میرا شوق.....'' میں نے
انبساط سے کہا۔

''کیا خواہش تھی آپ کی.....؟''

''یہ کہ کسی نمایاں مقام پر اپنے آپ کو جرمنی کا وفادار ثابت کر سکوں اور اپنی حیثیت
سکوں مسٹر شائیلاک!'' میں نے اس بار اُسے اُس کے نام سے ہی مخاطب کیا اور پیشا
مسکراہٹ کافور ہو گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شاید میں اُسے شائیلاک تسلیم نہیں کروں گا اور
آپ کو ہی شائیلاک منوانے کی کوشش کروں گا۔ میرے اس اعتراف سے وہ دنگ رہ
اور اُس کی ذہنی کیفیت بھی کسی حد تک بدل گئی تھی۔ لیکن شائیلاک کے لہجے میں اب ترش
گئی تھی۔ اُس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کا اصلی نام کیا ہے؟''



''مونیٹر.....'' میں نے جواب دیا۔

''کہاں کے باشندے ہیں؟''

''ہیمبرگ سے تعلق رکھتا ہوں اور شروع ہی سے ہٹلر کے پرستاروں میں رہا ہوں۔''

''لیکن آپ نے میری حیثیت کیوں اختیار کی.....؟'' شائیلاک نے سوال کیا۔

''یہ ایک طویل داستان ہے مسٹر شائیلاک! اگر آپ کے پاس کچھ وقت ہو تو سن لیں!
رہ باقی معاملات آپ کے ہاتھ میں ہیں.....'' میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ پیشا کی
نکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے اور اب میں اپنے آپ پر پوری طرح قابو پا
کا تھا۔

''میں سننا پسند کروں گا۔'' شائیلاک نے جواب دیا اور میں اطمینان سے کرسی کی پشت
ے ٹیک گیا۔ تب میں نے پُرخیال انداز میں کہنا شروع کیا۔

''ہیمبرگ کے ایک چھوٹے سے قصبے میں، میں نے جنم لیا۔ شروع ہی سے مجھے فوجی
ندگی پسند تھی۔ لیکن جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا، میرے ذہن میں کچھ تبدیلیاں رُونما ہوئیں۔
ں اپنے آپ کو اعلیٰ کارکردگی کا مالک ایک شخص سمجھتا تھا۔ لیکن میرے وسائل محدود تھے۔
برے اپنے قرب و جوار کے لوگ، جن سے میں نے فوج میں داخل ہونے کا مشورہ مانگا، وہ
جھے یہی مشورہ دیتے تھے کہ میں فوج میں بھرتی ہو جاؤں اور ترقی کر کے اپنا مقام پیدا
کروں۔ لیکن میں پہلی سیڑھی سے چڑھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ پہلی سیڑھی
سے لے کر اُس بلندی تک کا سفر بہت عرصے میں طے کروں گا۔ چنانچہ مسٹر شائیلاک! میں
وچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ چھان بین کے نتیجے میں مجھے آپ کے بارے میں معلوم
وا۔ مجھے پتہ چلا کہ آپ رُوسیوں کی قید میں ہیں اور بظاہر آپ کی واپسی کا کوئی امکان نہیں
ہے۔ چنانچہ مسٹر شائیلاک! میں ایک پروگرام کے تحت فرانس میں مِس پیشا سے ملا۔ مِس
پیشا کے بارے میں مجھے مکمل معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ اور اس کے بعد وہی ہوا، جو میری
خواہش تھی۔ لیکن اب آپ واپس آ گئے ہیں تو میں آپ کے نام کو استعمال کرنا ترک کر دیتا
ہوں۔''

شائیلاک، اُلجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اُس کا تو خیال تھا کہ اصلیت کھلتے
ہی میں بوکھلا جاؤں گا، پریشان ہو جاؤں گا اور اُلٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگوں گا۔

دیر تک دونوں ہی خاموش رہے۔ پھر شائیلاک نے بھاری آواز میں کہا۔ ''آپ نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



جرمنی کے لئے جو کارنامے انجام دیئے ہیں، وہ میرے علم میں ہیں۔ میں آپ کو ایک زیرک انسان کہہ سکتا ہوں۔ لیکن آپ کے پیچھے کیا ہے؟ یہ بات تو ہمیں دیکھنا ہی ہوگی۔''

''اپنے بارے میں مکمل تحقیقات کا اختیار میں، آپ کو دیتا ہوں مسٹر شائیلاک! اس کے بعد اگر میری نیت پر کوئی شبہ ہو تو آپ میری سفارش کریں۔'' میں نے نرم اور دوستانہ لہجے میں کہا۔

''جب تک میں آپ کے بارے میں مطمئن نہ ہو جاؤں، تب تک آپ کو نظر بند رہنا پڑے گا۔''

''میں حاضر ہوں.....'' میں نے جواب دیا اور شائیلاک گردن ہلانے لگا۔ پھر اُس نے چند افسروں کو بلا کر مجھے اُن کے حوالے کر دیا اور بالآخر مجھے ایک عمارت میں قید کر دیا گیا۔

یہ انوکھے واقعات جس طرح اچانک پیش آئے تھے، اُن کے تحت میں تھوڑا سا بوکھلا گیا تھا۔ شائیلاک کو دیکھ کر اپنے اعصاب پر قابو رکھنا میرے جیسے ہی کسی انسان کا کام تھا۔ لیکن اس کے بعد، میں فوری طور پر ایسی کوئی ترکیب نہیں سوچ سکا تھا جس سے میری اپنی حیثیت برقرار رہتی اور شائیلاک فنا ہو جاتا۔ چنانچہ جو کچھ ذہن میں آیا، کر گزرا تھا۔ اور اب حالات کا منتظر تھا۔

چنانچہ اپنے اس قید خانے میں، میں نے خود کو پُرسکون کر لیا۔ موجودہ حالات کی بناء پر میں جانتا تھا کہ یہ لوگ فوری طور پر تو فیصلے نہیں کر پائیں گے۔ ممکن ہے، اس قید خانے میں مجھے کچھ زیادہ ہی وقت لگ جائے۔ اور میرا یہ خیال غلط نکلا۔ مجھے صرف دو دن یہاں گزارنے پڑے۔ اور ان دو دنوں میں مجھے وہ تمام مراعات حاصل تھیں جو کسی فوجی افسر کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ گویا ابھی مجھے جرمن فوج کا باغی نہیں قرار دیا گیا تھا اور میرے خلاف تحقیقات مکمل نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن تیسری رات مجھے طلب کر لیا گیا۔ فوجی افسران مجھے ایک جیپ میں بٹھا کر اس عمارت سے دُور لے گئے۔ ایک اور عمارت ہماری منزل تھی۔ جس کے ایک بڑے کمرے میں چند افراد سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ سب کے سب جرمن وردیوں میں ملبوس تھے اور خاصے بڑے بڑے عہدوں کے مالک تھے۔

مجھے تیز روشنیوں میں کھڑا کر دیا گیا۔ بہت ساری روشنیاں میرے چہرے پر پڑ رہی تھیں اور میری آنکھیں کسی حد تک بند ہو گئی تھیں۔ گویا میں اُن لوگوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ تب ایک آواز اُبھری۔



''تمہارا اصلی نام کیا ہے.....؟''

''مونیٹر.....!'' میں نے جواب دیا۔

''کہاں سے تعلق رکھتے ہو.....؟''

''ہیمبرگ سے.....'' میں نے جواب دیا۔

''ہیمبرگ میں تمہاری فیملی کے بارے میں کوئی تفصیلات نہیں معلوم ہو سکیں۔ تم نے جو حوالے دیئے تھے، ان کے مطابق وہاں کوئی ایسی فیملی نہیں رہتی جسے تم اپنی فیملی قرار دے سکو۔''

''میں نے یہ بھی بتایا تھا جناب! کہ یہ پرانی بات ہے۔ اور پھر میری فیملی معروف بھی نہیں تھی۔ میرے جو خیالات تھے، وہ میری بساط سے کہیں آگے کے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میری فیملی مجھے ان بلندیوں تک نہیں پہنچا سکتی تھی جس کا میں خواہشمند تھا۔ میرا باپ کارپینٹر تھا۔ اور اتنی معمولی سی زندگی گزار رہا تھا جس کا تذکرہ بھی حماقت ہے۔ اُس کی موت کے بعد میری ماں کا بھی انتقال ہو گیا اور میں تنہا رہ گیا۔ ہم لوگ اتنے غیر معروف تھے کہ ہمارے بارے میں عام لوگوں کا جاننا بھی ناممکن سا ہے۔''

''اس کے باوجود ہیمبرگ آبادی کے کاغذات میں تمہارے نشانات نہیں ملتے۔''

''اس میں میرا کیا قصور ہے.....؟''

''نہیں مسٹر مونیٹر! یا جو کوئی بھی تم ہو۔ تمہاری یہ بات ہمیں مطمئن نہیں کر سکتی۔ تمہارے بارے میں اگر تھوڑی سی تفصیلات بھی مل جاتیں تو ہم اس تصور کے ساتھ انہیں قبول کر لیتے کہ تم نے گسٹاپو کے لئے بہترین خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن مسٹر مونیٹر! کچھ اور باتیں بھی ہمارے علم میں آئی ہیں۔ ہم ابھی انہیں تصدیق شدہ نہیں کہیں گے۔ لیکن شبہے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

''وہ کیا باتیں ہیں جناب.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''ایک مخصوص وقت تک تمہاری کارروائیاں جرمنی حکومت کے لئے بہت ہی منافع بخش رہی ہیں۔ لیکن اس کے بعد اس وقت جب امریکہ اس جنگ میں شریک ہوا، کچھ تبدیلیاں ہمارے علم میں آئیں۔ مثلاً یہ کہ جو کام، تم نے انجام دیا، وہ بظاہر تو انجام تک پہنچ گیا۔ لیکن اس میں کوئی ایسی رخنہ اندازی ہو گئی جس کی وجہ سے ہمارا وہ مشن فیل ہو گیا۔ گویا تمہاری حیثیت بھی محفوظ رہی اور ہم نے وہاں نقصان اُٹھایا۔ اس نکتے پر خاص طور سے غور کیا جا رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہے۔ ہم یہ الزام نہیں لگاتے کہ تم نے درپردہ کوئی ایسی کارروائی شروع کر دی تھی جس کے تحت یہ نقصانات ہمیں اُٹھانا پڑے۔ لیکن اس کے باوجود ہم اِس نکتہ کو اس صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے کہ تم شائیلاک نہیں ہو۔"

"اگر جرمنی کے لئے خدمات انجام دینے والے کے ساتھ یہی سلوک بہتر ہے جناب! تو میں اس پر کوئی احتجاج نہیں کروں گا....." میں نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا۔

"بہرصورت! تمہیں ایک مخصوص وقت قیدیوں کی حیثیت سے گزارنا ہو گا۔ ہم کوشش کریں گے کہ تمہارے بارے میں جو شبہ ہے، اس کی تصدیق یا تردید ہو جائے۔ اس کے بعد ہی تمہارے لئے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا مجھے جنگی کارروائیوں میں حصہ لینے کی اجازت بھی نہیں ملے گی.....؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں..... ہم کوئی رِسک نہیں لے سکتے۔"

"تب مجھے افسوس ہے کہ میں نے جن بلندیوں پر اپنی محنت سے قدم رکھے تھے، آپ لوگوں نے وہ مجھ سے چھین لیں۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا اور میرے ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں ملا۔

تھوڑی دیر تک مجھے وہاں رکھا گیا، طرح طرح کے سوالات کئے جاتے رہے، جن میں اب میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ اس کے بعد میرے لئے حکم نافذ کر دیا گیا کہ مجھے کیمپ نمبر بائیس میں پہنچا دیا جائے۔

کیمپ نمبر بائیس کے بارے میں میری معلومات محدود تھیں۔ گسٹاپو کے جتنے اپنے معاملات تھے، ان کے سلسلے میں تو میں نے تفصیلات معلوم کر لی تھیں۔ لیکن بہت سارے معاملات ایسے تھے جن کے بارے میں مجھے علم نہیں ہوا تھا اور نہ ہی ان معاملات میں حکومت امریکہ کے لئے کوئی خاص دلچسپی کا سامان تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے وہاں سے واپس لے آیا گیا۔ مجھے جس عمارت میں قید کیا گیا تھا، وہ خاصی تنگ و تاریک تھی۔ قید کے دوران جو مراعات مجھے پہلے دی گئی تھیں، اب وہ واپس لے لی گئی تھیں۔ گویا جس کوٹھری میں، میں تھا اس میں ضرورت کے سارے سامان مہیا نہیں تھے۔ زمین پر ایک کمبل بچھا ہوا تھا۔ ایک کمبل اوڑھنے کے لئے تھا۔ اس کے علاوہ ساری دیواریں ننگی تھیں۔ اور روشنی کا بھی مناسب بندوبست نہیں تھا۔ گویا میرے لئے خطرناک لمحات کی ابتداء ہو چکی تھی.....



افسوس کی بات یہ تھی کہ میں اینٹ فرینک سے بھی رابطہ نہیں قائم کر سکتا تھا۔ اگر کسی طرح انہیں میری اس کیفیت کا علم ہو جاتا تو میں جانتا تھا کہ حکومت امریکہ کے لئے اب میں اتنی بڑی حیثیت اختیار کر چکا ہوں کہ وہ لوگ انتہائی قوت صرف کر کے بھی میری آزادی پسند کریں گے۔ لیکن افسوس! میں اُن سے اتنی دُور اٹلی میں تھا کہ وہ اس بات کو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مجھ پر کوئی ایسا برا وقت آ پڑا ہے۔ بہرصورت! سیکرٹ پلیس کی تربیت میں سہاروں کا کوئی وجود نہیں تھا۔ جو کچھ کرنا ہوتا، اپنے طور پر ہی کرنا ہوتا تھا۔ چنانچہ یہاں بھی مجھے اپنے لئے سب کچھ خود ہی کرنا تھا۔

اب جو کچھ بھی کرنا ہے، اپنے ہی بل بوتے پر کرنا ہے۔ اور اس کے لئے تھوڑا سا انتظار مناسب ہے۔ یہ انتظار مجھے مزید تین روز تک کرنا پڑا۔ اس کے بعد ایک دن مجھے اُس قید خانے سے بھی نکال لیا گیا اور ایک بند گاڑی میں کہیں لے جایا گیا۔ جس جگہ میں اُترا، وہ ایک تاریک ایئر پورٹ تھا۔ روشنیوں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اور یقیناً ہونا بھی نہیں چاہئے تھا۔ کیونکہ جنگی حالات تھے۔ اندھیرے ہی میں مجھے ایک طیارے تک لے جایا گیا اور یہ ٹرانسپورٹ طیارہ مجھے لے کر ایک نامعلوم سمت چل پڑا۔ طیارے میں میرے ساتھ سفر کرنے والے بیس بائیس آدمی تھے جو سب کے سب سنجیدہ چہروں اور ایک طرح سے منحوس فطرت کے مالک تھے۔ کسی نے دورانِ سفر مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ البتہ میرے ہاتھ پشت کی طرف کر کے ان میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں جس کا مطلب یہی تھا کہ بہرصورت، میری بات پر غور نہیں کیا گیا۔ یا غور کیا گیا ہے تو مجھے مجرم ہی قرار دیا گیا ہے۔ کافی دیر تک ہم سفر کرتے رہے۔ اور اس کے بعد طیارہ شاید کہیں اُترنے کے لئے تیار ہو گیا۔ ایک فوجی نے میرے بدن سے بھی بیلٹ باندھ دی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد طیارے نے رن وے کو چھو لیا۔ اسی خاموشی کے ساتھ مجھے نیچے اُتارا گیا۔ اور جب وہ لوگ مجھے ایئر پورٹ کے ایک مخصوص حصے کی سمت لے جانے لگے تو میں نے اُن سے سوال کیا۔

"آخر مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ معلومات بھی تو ہونی چاہئیں۔" لیکن میرے سامنے چلنے والے گویا پتھر کے آدمی تھے۔ میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ یہاں سے پھر مجھے ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور کسی ایسے راستے پر لے جایا جانے لگا جو کچا اور ناہموار تھا۔ چھ گھنٹے کا مسلسل سفر خاصا تکلیف دہ تھا۔ اور اس کے بعد گاڑی رُک گئی۔ مجھے نیچے اُتارا گیا اور لانے والوں نے مجھے چند افراد کے حوالے کر دیا۔ یہاں میرے ساتھ کچھ اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انصاف کیا گیا۔ یعنی میرے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں بھی ڈال دی گئیں اور اُن کے اس اقدام سے اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ میرے بارے میں ہدایات کافی سخت ہیں۔ اب کچھ پوچھنا فضول تھا۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

چاروں طرف گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ جنگی حالات کی وجہ سے روشنیوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کے بعد پھر مجھے ایک قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ اُس قید خانے میں، میں تنہا نہیں تھا، دس بارہ افراد اور بھی نظر آ رہے تھے۔ یہ سب کے سب کمبل بچھائے زمین پر موجود تھے۔ مجھے بھی ایک کمبل بچھانے کے لئے اور ایک اوڑھنے کے لئے دیا گیا اور جو لوگ مجھے لائے تھے، اُن میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

''خاموشی سے یہاں آرام کرو! تم جانتے ہو، کوئی بھی حرکت تمہارے لئے موت کا پیغام بن سکتی ہے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ زبان جرمن استعمال کی گئی تھی جسے میں بخوبی سمجھتا تھا۔ بہرصورت! قید خانے کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ چلے گئے۔

وہ مجھے امریکی جاسوس ہی قرار دے رہے تھے۔ اور یہ بہت بڑی بات تھی۔ کسی ایسے شخص کے بارے میں، جو ایک اہم عہدے پر ایک طویل عرصے تک کام کر چکا ہو اور آسانیاں فراہم کر چکا ہو، یہ فیصلہ کر لینا کہ بالآخر وہ کسی اور ملک کا ایجنٹ ہے، بڑی ذہانت کی بات تھی۔ گویا اُنہوں نے حقیقت تلاش کر لی تھی۔ لیکن اب اس کے بعد میرے ساتھ کیا ہو گا؟ میں سوچتا رہا۔ کمبل پر لیٹے لیٹے نہ جانے مجھے کب نیند آ گئی؟ لیکن جب آنکھ کھلی تو سورج خاصا تیز ہو چکا تھا۔ چاروں طرف روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں میرے اس قید خانے کے دوسرے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کوئی، سوئی سے اپنا پھٹا ہوا لباس سی رہا تھا، کوئی شیو بنا رہا تھا۔ شاید ان لوگوں کو شیو بنانے کا سامان مہیا کر دیا جاتا تھا ویسے یہاں، جتنے افراد بھی موجود تھے، اُن میں سے بیڑیاں کسی کے پیروں میں نہیں تھیں۔ ہاتھ بھی کھلے ہوئے تھے۔ صرف میں تھا، جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں تھیں۔ اور شاید میں ان لوگوں کے لئے باعث حیرت بھی تھا۔ چنانچہ ایک قیدی میرے نزدیک آ گیا۔ یہ صورت سے خاصا شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اُس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی شاید اُس نے شیو بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''میرا نام ایرو ہے۔ اور میں بھی تمہاری طرح ایک قیدی ہوں۔ کیا میں تم سے تمہارے



بارے میں معلوم کر سکتا ہوں.....؟''

''کیا مسٹر ایرو.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟ ویسے یہ سب کچھ تعارف کے طور پر ہو رہا ہے۔''

''مونیٹر.....!'' میں نے جواب دیا۔

''خوب..... اپنا نام تو میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں۔ لیکن ڈیئر مونیٹر! تم یہاں جس انداز میں موجود ہو، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ تمہاری جانب سے خاصے خوفزدہ ہیں۔''

''ممکن ہے..... ویسے تمہارا تعلق کہاں سے ہے مسٹر ایرو؟''

''میں گرین لینڈ کا باشندہ ہوں۔''

''اوہو.....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور تم.....؟''

''بس! میرا تعلق ہیمبرگ سے ہے۔'' میں یہاں بھی محتاط رہا۔

''گویا تم جرمن ہو.....'' ایرو کے انداز میں ایک ہلکی سی نفرت پیدا ہو گئی۔

''ہاں مسٹر ایرو.....!''

''لیکن تعجب کی بات ہے ڈیئر مونیٹر! کہ جرمن ہونے کے باوجود تم جرمن قید میں ہو۔''

''ہاں..... بعض اوقات ایسے اتفاقات ہو جاتے ہیں۔ لیکن تمہاری کیا پوزیشن ہے؟'' میں نے ایرو سے سوال کیا

''میں تو جنگی قیدی ہوں۔ مجھے فرانس سے گرفتار کیا گیا تھا اور اس کیمپ میں رکھا گیا ہے۔''

''تو گویا یہ کوئی فوجی کیمپ ہے.....؟''

''ہاں..... یہ ایک فوجی کیمپ ہے۔'' ایرو نے جواب دیا اور مجھے یہ سن کر تعجب ہوا۔ میں نے سوچا کہ شاید یہ لوگ اب میری قومیت کے بارے میں بھی مشکوک ہیں اور اس کیمپ میں رکھنے کا کوئی خاص مقصد بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ یہاں ممکن ہے، کوئی میرا اہم وطن موجود ہو اور میں اُس سے کھل جاؤں۔ پھر یہ لوگ اُس سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ تب میں نے اس تصور کے ساتھ ایرو سے پوچھا۔

''لیکن کیا تم ان باقی لوگوں سے متعارف ہو مسٹر ایرو.....؟''

''تمہاری مراد ان قیدیوں سے ہے.....؟''

''ہاں.....!''

''یہ سب میرے ساتھ ہی گرفتار ہوئے ہیں۔ اور میرے ہی وطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ میری مراد اتحادی فوجوں سے.....''

''کیا اِن میں کوئی امریکن بھی ہے.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں..... وہ مسٹر گریٹ۔ جو اُس کونے میں بیٹھے شیو بنا رہے ہیں، اُن کا تعلق امریکہ سے ہے۔''

''خوب، خوب.....'' میں نے دلچسپی سے سوچا۔ اور پھر فیصلہ کیا کہ صرف اُس شخص سے دشمنی رکھی جائے تاکہ وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہو۔ اگر میں نے اُس سے دوستی قائم کی تو یقینی طور پر جرمن اُس سے میرے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور وہ بیچارہ مفت میں مارا جائے گا۔ چنانچہ بہتر یہ ہے کہ اُس سے دوستی کی بجائے دشمنی کا آغاز کیا جائے۔ تاکہ اُس کی زندگی بچ سکے۔

بہرحال! اب تو ایک تکلیف دہ زندگی کا آغاز ہو گیا تھا۔ نہ جانے اس آغاز کا انجام کیا ہو.....؟

☆.....☆.....☆



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جرمن فوجی کیمپ کے قید خانے میں میرا پہلا دن کسی خاص واقعے کا حامل نہیں تھا۔ یہاں دو دیدیوں سے میری جان پہچان ہو گئی تھی۔ لیکن امریکی قیدی گریٹ کو میں نے جان بوجھ کر لفٹ نہیں دی، بلکہ اُس کی توہین کی۔ جس کی وجہ سے وہ مجھ سے بدظن ہو گیا۔ بات دراصل یہ تھی کہ میں اُس کی قربت نہیں چاہتا تھا۔ ممکن ہے، کوئی ایسی بات زبان سے نکل جائے جو میرے اور اُس کے لئے مصیبت بن جاتی۔ اس لئے اُس سے دُوری ہی بہتر تھی۔ اگرچہ دل چاہتا تھا کہ اُس سے بہت سی باتیں کی جائیں۔ نہ جانے کیوں میں ذہنی طور پر خود کو امریکی مفادات سے نزدیک تر سمجھنے لگا تھا۔ حکومت امریکہ کا جو رویہ میرے ساتھ تھا، اس کے پیش نظر یہ بات میرے لئے فطری تھی۔ اُنہوں نے مجھے ہر سہولت فراہم کی تھی۔ اور اب قید یہ قید بھی بری نہیں لگتی تھی۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ میں خود کو حکومت امریکہ کا وفادار سمجھتا تھا اور اس قید سے یہ احساس ذہن میں اُبھرتا تھا کہ یہ سب کچھ میں نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے کیا ہے۔

لیکن صورتِ حال وہی تھی۔ یہاں صرف چند لوگ تھے جن سے تبادلہ خیال ہوتا تھا۔ ابھی تک ہمارے سپرد کوئی ایسا کام نہیں کیا گیا تھا جو ہمارے لئے پریشانی کا باعث بنتا۔ میں اکثر امریکی قیدی گریٹ کا مذاق اُڑاتا رہتا تھا۔ وہ بے چارہ بس! خونخوار نظروں سے مجھے گھورنے پر اکتفا کرتا۔

لیکن ایک دن وہ میرے مقابل آ ہی گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ شائیلاک نے میری حقیقت جاننے کے لئے کیا کچھ کیا ہے؟ ویسے مجھے یہاں موجود ایک قیدی پر شبہ تھا کہ وہ قیدی نہیں بلکہ شاید جرمن جاسوس ہے جو کسی خاص بنیاد پر یہاں قید کیا گیا ہے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ صرف میری ہی وجہ سے۔ اس شبہ کی وجہ یہ تھی کہ یہاں موجود سیاسی قیدیوں کے ساتھ نگرانی زیادتی بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن وہ ایک آزاد فطرت اور ایک آزاد انسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا تھا۔

''میر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں خاص طور سے اُس سے محتاط رہتا تھا۔ ویسے میں نے اُس سے دوستی بھی کر لی تھی۔ تب ایک دن اُس نے میرے سامنے ایک منصوبہ پیش کیا۔ امریکی قیدی گریٹ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی اور گریٹ ہم سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ میں نے امریکیوں کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا کہ امریکیوں کو دوسری جنگ میں حصہ نہیں لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہیں۔ اور گریٹ میرے سامنے آ گیا۔

''کیا سمجھتے ہو تم خود...... کیا بگاڑ لو گے؟ تم لکھ لینا اس بات کو کہ ایک دن امریکہ ہی جرمنوں کا قبرستان ترتیب دے گا۔''

''بکواس مت کرو!'' میں خونخوار انداز میں کھڑا ہو گیا۔ گریٹ بھی شدید غصے میں تھا۔ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ جاتی۔ لیکن دوسرے لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ لیکن گریٹ قابو سے باہر ہو گیا تھا۔

''اس سے کہو! اپنی زبان بند رکھا کرے۔'' گریٹ نے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں اپنی زبان کیوں بند رکھوں؟ میں تو فاتح قوم کا فرد ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہنہ، فاتح قوم......'' گریٹ نے کہا اور میں گھونسہ تان کر اُس کی طرف لپکا۔ لیکن لوگ پھر درمیان میں آ گئے۔

''دیکھو! اگر تم نے لڑنے کی کوشش کی تو سب کو سزا ملے گی۔ ہم تمہیں کسی قیمت پر نہیں لڑنے دیں گے۔'' چند قیدیوں نے مجھے اور گریٹ دونوں کو سمجھایا اور گریٹ ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا۔

''تم جرمن قوم...... یعنی فاتح قوم کے فرد ہو۔ اور اس کے باوجود اس قید خانے میں پڑے ہوئے ہو۔'' اُس نے تلخ لہجے میں کہا اور میں خاموشی اختیار کر گیا۔ ویسے میں نے اس قسم کا اظہار کیا تھا جیسے اس بات سے مجھے تکلیف پہنچی ہو۔ اور اُسی رات اُس شخص نے مجھ سے گفتگو کی، جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ جرمن جاسوس ہے۔

رات کا وقت تھا، وہ میرے نزدیک ہی زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ نہ وہ سو سکا تھا، نہ میں۔ تب اُس نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر پکارا۔

''کیا سو گئے مسٹر مونیٹر......؟''

''نہیں...... کیا بات ہے؟''



''نیند نہ آ رہی ہو تو آؤ! گفتگو کریں۔''

''ہاں...... مجھے نیند نہیں آ رہی۔''

''میرے ذہن میں بار بار ایک خیال مچلتا ہے۔'' اُس نے کہا اور میں تاریکی میں اُس کی ...دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

''کیا خیال......؟'' میں نے پوچھا۔

''تمہاری قید واقعی عجیب و غریب ہے۔ اس قید خانے میں عام لوگوں کو نہیں رکھا جاتا۔ ...جاننا چاہتا ہوں کہ جرمن ہونے کے باوجود جرمن افسر، تم سے بدظن کیوں ہیں......؟''

...میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے شبے کی کسی حد تک تصدیق ہو رہی تھی۔ ...ورت! بھلا میں اس شخص کے چکر میں آ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری ...کہنے لگا۔ ''بدقسمتی ہی کی بات ہے میرے دوست!''

''کیوں......؟''

''میں نے اُونچی اُڑان کی کوشش کی تھی اور جرمن افواج میں ایسے کارنامے انجام دینا ...چاہتا تھا جن سے میرا نام روشن ہو جائے۔ لیکن بدبختی سے ایک غلطی کر گیا۔''

''کیسی غلطی......؟''

''میں نے ایک ایسے کردار کا انتخاب کیا جو رُوسیوں کی قید میں تھا۔ میرا مطلب ہے، مسٹر ...لاک۔'' میں نے کہا اور وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگا۔

''میں نہیں سمجھا۔'' اُس نے بھاری لہجے میں کہا اور میں نے اُسے پوری کہانی سنا دی۔ وہ ...تک میری کہانی پر غور کرتا رہا، پھر بولا۔ ''لیکن تعجب کی بات ہے مسٹر مونیٹر! جرمن ...گورنمنٹ کو تمہارے بارے میں تفصیلات معلوم کرنی چاہئے تھیں۔ اور تمہیں تمہارا صحیح مقام ...ملنا چاہئے تھا۔''

''ہاں...... لیکن افسوس! میں کس سے کہوں؟ میرے ہم وطن ہی میرے دشمن ہو گئے ...''

''کاش! میں تمہارے لئے کچھ کر سکتا۔'' اُس نے ہمدردی سے کہا اور میں مسکرا کر ...خاموش ہو گیا۔

...رات کے تیسرے پہر تک جاگتا رہا اور یہ سوچنے کی کوشش کرتا رہا کہ کیا یہ شخص ...میری مدد کرے گا؟ ممکن ہے، یہ اطلاع دے کہ میں واقعی درست آدمی ہوں۔ چنانچہ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


سے دوستی ہی مناسب ہے۔

دوسری صبح ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا۔ اور بعد میں یہ واقعہ خاصی سنگین نوعیت اختیار کر گیا۔

ایک جرمن افسر قید خانے کا جائزہ لینے آیا تھا۔ اُس نے تمام قیدیوں سے طرح طرح کے سوال کئے اور پھر میرے سامنے پہنچ گیا۔ ''تمہارا کیا نام ہے......؟''

''مونیٹر۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ......تم وہ شخص ہو، جو جرمن ہونے کے باوجود جرمنوں سے غداری کرتا رہا ہے۔'' جرمن افسر نے کہا۔

''کیا بکواس ہے......؟'' میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور افسر غصے سے سرخ ہو گیا۔

''میں افسر ہوں۔ سمجھے؟ تمیز سے بات کرو! ورنہ زبان باہر نکلوا لوں گا۔'' اُس نے غصے سے بل کھاتے ہوئے کہا۔

''میں بھی اپنی اصل حیثیت سے کم تر، بہت سے لوگوں کی زبانیں باہر نکلوا سکتا ہوں۔ لیکن افسوس! اس جرمن قوم نے میرے لئے کچھ نہیں کیا......اور اب......اب مجھے اس سے نفرت ہے۔''

دوسرے لمحے افسر کا تھپڑ میرے منہ پر پڑا تھا۔ اور بھلا میں اس تھپڑ کو کیسے برداشت کر جاتا؟ میں نے جرمن افسر کی گردن دبوچ لی اور دوسرے ہی لمحے اُسے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔

ایک ہنگامہ ہو گیا...... بہت سے سپاہیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ اور پھر وہ مجھے قید خانے سے باہر لے گئے۔ اس بار مجھے تنہا کوٹھڑی میں رکھا گیا تھا۔ شاید وہ مجھے یہاں رکھ کر کوئی سزا دینا چاہتے تھے۔

میں انتظار کرتا رہا۔ دو دن اور دو راتیں مجھے اس کوٹھڑی میں رکھا گیا اور اس دوران مجھے بھوک اور پیاس کی سزا دی گئی۔ اس کے علاوہ وہ شاید کوئی اور سزا میرے لئے تجویز نہیں کر سکے تھے۔ بلاشبہ! ایک تنہا قید خانے میں دو دن اور دو راتیں بھوکے پیاسے گزارنا سخت کام تھا۔ لیکن میں اس کٹھن مرحلے سے بھی گزر گیا۔ البتہ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر ان لوگوں نے مجھے بھوکا پیاسا رکھ کر ہی مارنے پر کمر باندھ لی تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟

کوٹھڑی کے دروازے کی مضبوطی کا میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا۔ اُسے توڑنا خاصا



...کام تھا۔ لیکن میں یہ کام اس وقت کرنا چاہتا تھا، جب میں بالکل ہی تنگ آ جاتا۔

لیکن تیسری صبح جب سورج کی کرنیں کوٹھڑی کے رخنوں سے اندر آ گئیں تو دروازہ کھلا ...سپاہی میرے لئے کھانا وغیرہ لے کر اندر آ گئے۔

''خوب......!'' میں نے اُنہیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری قوتِ برداشت ...دے گئی یا پھر میری قوتِ برداشت کا اندازہ لگانے کے لئے آئے ہو؟''

''ہمیں کچھ نہیں معلوم۔'' اُن میں سے ایک سپاہی نے سادگی سے کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''مطلب یہ کہ تم نے جو کچھ کہا، اس کے بارے میں ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم۔ کھانا کھا ...اور اس کے بعد تیار ہو جاؤ۔''

''کیوں...... کیا مجھے گولی ماری جائے گی؟''

''ہم تو یہ بھی نہیں جانتے۔'' سپاہیوں نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ تم کچھ بھی نہیں جانتے تو جاؤ! میں کھانا کھا لوں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد آ کر برتن لے جانا۔'' میں نے کہا اور وہ دونوں سپاہی بڑی سعادت مندی سے باہر نکل ...

...ان کی سعادت مندی پر مجھے ہنسی بھی آئی تھی۔ بہرصورت! دو دن کا بھوکا تھا۔ لیکن اس ...جود اتنا کھایا کہ بالکل ہی ڈل نہ ہو جاؤں۔ اُنہوں نے مجھے کہیں لے جانے کی بات ...۔ نہ جانے کہاں......؟

لیکن اس کا جواب ملنے میں بھی زیادہ دیر نہ لگی۔ ایک بار پھر میرے قید خانے کا دروازہ ...اور اس بار سپاہیوں کا پورا دستہ اندر گھس آیا۔ مجھے پھر سے کس دیا گیا۔ میرے ہاتھ، ...ے باندھ دیئے گئے۔ پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ اور وہ لوگ میری آنکھوں پر ...ے کی ایک پٹی باندھ کر باہر لے آئے۔ سہارا دے کر مجھے شاید کسی ٹرک پر سوار کیا ...ک کے عقبی حصے میں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے جو یقیناً قیدی تھے۔ شاید اُن سب کی ...پر بھی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ وہ سب اِس سلسلے میں گفتگو کر رہے تھے اور اُن کی ...ے کانوں میں اُبھر رہی تھی۔ سب ایک دوسرے سے ناواقف تھے۔

...صورت! ٹرک کا سفر شروع ہو گیا۔ بڑا ہی تکلیف دہ سفر تھا۔ ہم لوگ کسی ایسے ناہموار ...جا رہے تھے جو یقینی طور پر کسی باقاعدہ سڑک کی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ ٹرک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں بڑے جھٹکے لگ رہے تھے۔ ہم ایک دوسرے پر گر پڑتے اور پھر سنبھل جاتے۔ اکثر تو ایک دوسرے کو گالیاں بھی دینے لگتے تھے۔ لیکن دوسرے قیدی بڑی بے چارگی سے معذ کا اظہار کرتے اور یہ سمجھاتے کہ وہ بھی تو اُن کی مانند دیکھ نہیں سکتے۔

ہمت ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی۔ مگر سفر ابھی جاری تھا۔ حواس جواب دیتے جا رہے بہت سارے قیدی تو چیخنے چلانے لگے تھے۔ اور کہنے لگے تھے کہ اُن کی پٹیاں کھول جائیں لیکن سننے والا کون تھا؟

بالآخر کئی گھنٹوں کے بعد یہ خوفناک سفر ختم ہوا اور ٹرک رُک گیا۔ ہمیں نیچے اُتارا گیا۔ جب ہماری آنکھوں سے پٹیاں کھولی گئیں تو ہم سب اندھوں کی طرح آنکھیں پھاڑ رہے تھے۔ بینائی جیسے جاتی رہی ہو۔ یوں بھی چمکدار سورج، سر پر تھا اور آنکھوں کے نیچے تاریکی پھیل گئی تھی۔

بہت دیر تک ہم سر پکڑے دُھوپ میں بیٹھے رہے۔ صرف میری ہی نہیں، سب کی حالت تھی۔ بمشکل تمام ہماری آنکھوں میں بینائی آ سکی تھی۔ بینائی آنے کے بعد میں اِردگرد کے ماحول کو دیکھا۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ بیگار کیمپ تھا۔ شاید کوئی سڑک تعمیر رہی تھی۔ یا پھر ممکن ہے، کوئی اور کام کیا جا رہا ہو۔ بہرصورت! سامنے ہی چھوٹے چھ خاردار تاروں سے گھرے ہوئے چند خیمے لگے تھے، جن کے سامنے ایک احاطہ تھا۔ ایک احاطہ جس میں عام طور سے قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔ اور اس احاطے کے اُوپر کوئی سایا تھا۔ گویا قیدیوں کے لئے سردی، گرمی، دُھوپ، بارش سب یعنی ہر موسم برداشت کرنے لئے یہی کھلی ہوئی جگہ تھی۔

میں اُس جگہ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اب مجھے بھی ان مشقت کرنے والے قیدیوں میں کر دیا گیا ہے، جن سے ہر وہ کام لیا جاتا ہے، جس میں کسی بھی لمحے اُن کی موت کا لاحق ہو۔

ویسے یوں لگتا تھا جیسے اُن لوگوں نے میرے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا ہو کہ بہر میں ایک غلط انسان ہوں۔ اور میری زندگی یا موت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس حد تک کے بعد صورتِ حال کے بگڑنے کا احساس کر لینا زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ میں بھی قیدیوں کے ساتھ اُسی احاطے میں پہنچ گیا جس کے چاروں طرف جرمن سپاہیوں کا تھا۔ اب کسی سے کوئی فریاد کرنا حماقت کی بات تھی۔ اپنی حیثیت بتانا اور جرمن



...کار ثابت ہو سکتا تھا۔ اس لئے میں نے اس قسم کی ہر کوشش ترک کر دی اور یہی سوچا کہ ...ہوتی ہے کچھ عرصہ یہاں رہوں۔ اور اس کے بعد پھر وہی مسئلہ یعنی فرار کی کوشش...... اس ...تو میں کبھی بھی باز نہیں رہ سکتا تھا۔

دوسرے دن سے ہمیں کام پر لگا دیا گیا۔ کام وہی تھا، یعنی چٹانیں توڑنا۔ بارُودی سرنگیں ...بچھائی جاتی تھیں اور دھماکے کئے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ قیدیوں کو بڑے بڑے ہتھوڑے ...دیے گئے تھے جن سے اُنہیں اپنا کام انجام دینا تھا۔

میرے ہاتھ میں بھی ایک ہتھوڑا تھما دیا گیا اور ڈن کین...... فن لینڈ کی ایک عظیم فیملی کا ...بھی اس کام میں مصروف ہو گیا۔ سیکرٹ پیلس کی تربیت ان دنوں بیکار ہو گئی تھی۔ کیونکہ ...صورتِ حال ہی ایسی تھی۔ میں کسی بھی ایک انسان یا گروہ سے نبرد آزما نہیں تھا۔ بلکہ اس بار ...پوری فوجی حکومت تھی جس کے اور بھی بہت سے قیدی تھے۔ اور ان قیدیوں کو کتے کی موت ...مار ڈالنا ان سب کے لئے عام سی بات تھی۔ چنانچہ انفرادی کوشش بے مقصد ہی ہو سکتی تھی۔ ...میری نگاہوں نے کسی ایسے شخص کی تلاش شروع کر دی تھی جو اس بار بھاگنے میں میرا ...معاون ثابت ہو سکے۔ اور اس کے لئے میں نے جوڈی ہارپن کا انتخاب کیا۔

جوڈی ہارپن بھی ایک امریکی فوجی تھا۔ اُس کا عہدہ میجر کا تھا۔ لیکن اُسے جنگ کے ...ابتدائی دنوں میں ہی گرفتار کر لیا گیا تھا اور وہ اب تک جرمنوں کی قید میں کافی صعوبتیں ...برداشت کر چکا تھا۔ میں اُس کے قریب ہو گیا۔ ہم دونوں پتھر کوٹ رہے تھے۔ میں نے اُس ...سے کہا۔ ”میرا خیال ہے، تم امریکن ہو۔“

جوڈی ہارپن نے ایک لمحے کے لئے اپنا ہتھوڑے والا ہاتھ روک کر میری طرف دیکھا ...پھر بولا۔ ”ہاں...... میں امریکی ہوں۔ اور تم؟“ اُس نے سوال کیا۔

”میں بھی امریکی ہوں۔“

”اوہ......“ جوڈی کے پھٹے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ دھیمی آواز میں ”لیکن میرے دوست! افسوس، میں کھڑے ہو کر تم سے مصافحہ نہیں کر سکتا۔ جنگی قیدی

”ہاں، ہارپن! یہی سمجھ لو۔“

”...کس محاذ پر تھے......؟“

”...جس محاذ پر تھا، اس کے بارے میں تمہیں تفصیل بتانا بے مقصد ہو گا۔“ میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کہا۔

''کیا مطلب.....؟''

''امریکی محکمہ جاسوسی کے لئے کام کر رہا تھا۔''

''اوہ.....گڈ! تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ کیا نام ہے تمہارا؟''

''یہاں تو مجھے مونیٹر کے نام سے پکارتے ہیں۔ ویسے میرا اصل نام کین ہے۔''

''خوب، خوب.....تم سے مل کر واقعی خوشی ہوئی ہے مسٹر کین! لیکن براہِ کرم، اپنے ہا
حرکت دیتے رہو۔ ورنہ محافظ کتے فوراً ہی سر پر پہنچ جائیں گے اور ہماری کھال اُتار د
گے۔'' اُس نے گردن سے ایک طرف اشارہ کیا اور میں نے تیزی سے ہتھوڑا چلانا شروع
دیا۔ ظاہر ہے، اس سلسلے میں کوتاہی کر کے فضول سے لوگوں سے کوڑے کھانا میرے
شان نہیں تھا۔ اُن لوگوں سے اُلجھنا تو بالکل ہی بے مقصد سی بات تھی۔ چنانچہ ہم دونوں
کوٹتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔

''کیا تم نے کبھی یہاں سے فرار کی کوشش نہیں کی جوڈی.....؟'' میں نے پوچھا۔

''فرار.....؟'' جوڈی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''دراصل دوست! یہ لوگ
ہے، فرار کے امکانات سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔ چنانچہ پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔
''اس کے باوجود جوڈی! یہ تو کسی طور مناسب نہیں کہ ہم زندگی کی تحریکوں سے منہ
سنجیدگی سے کسی کام میں مصروف ہو جائیں۔ فرار کی کوشش تو جاری رکھنی چاہئے۔''

''تم کتنے عرصے سے اِن کے قیدی ہو؟'' جوڈی نے پوچھا۔

''زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔''

''تو اِس دوران تم نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی؟''

''کئی بار.....!''

''کیا مطلب.....؟'' جوڈی ایک لمحے کے لئے رُکا اور پھر ہتھوڑے سے پتھر کوٹنے

''میں نے کئی بار کوشش کی ہے جوڈی! اور ناکام رہا ہوں۔''

''اوہو.....ہو.....ناکام کوشش۔'' وہ پھر مسکرا پڑا اور بولا۔ ''رات کو کیمپ میں
ہو گی۔ اس وقت تک تم اپنے کام میں مشغول رہو۔ میرے بدن پر اتنے زخم ہیں کہ مزید
کھانے کی تاب نہیں رکھتا۔'' اُس نے کہا اور میں نے بھی گردن ہلا دی۔
سورج ہمارے سروں پر سے گزر کر مغرب میں غروب ہو گیا۔ ہر قیدی سے کئی



جاتی تھی۔ جس کے بعد اُن کے جسموں میں اتنی سکت نہ رہتی تھی کہ وہ کسی اور مشغلے میں
دلچسپی لے سکیں۔ سوائے اس کے کہ کھانا کھائیں اور سو جائیں۔

لیکن میں نے اور جوڈی نے قریب قریب جگہوں کا انتخاب کیا تھا۔ سونے کے لئے کوئی
بستر تو تھا نہیں۔ وہی کھردری زمین، جسے چھوٹے چھوٹے کنکروں سے پاک کر دیا گیا تھا۔
تاکہ قیدیوں کو لیٹنے میں دُشواری نہ ہو۔ اور اسی کھردری زمین پر ہم دونوں نزدیک نزدیک
لیٹ گئے۔ تب جوڈی آہستہ سے بولا۔

''ہاں ڈیئر کین! اب سناؤ۔ کیا، کیا تم نے محکمہ جاسوسی کے لئے؟''

''بہت کچھ جوڈی! تفصیل بیکار ہے۔ اگر کبھی امریکہ میں ملاقات ہوئی تو ہم ایک
دوسرے کو اپنے کارنامے سنائیں گے۔'' میں نے کہا اور جوڈی تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

''بڑے پُر اُمید ہو.....'' اُس نے کہا۔

''ہاں.....کیا خیال ہے، کیا ہمیں اس قید میں دم توڑنا ہو گا؟''

''نہیں.....میں یہ تو نہیں کہتا۔ میں خود بھی اتنا مایوس نہیں ہوں۔ ممکن ہے، اُونٹ کسی
کروٹ بیٹھ جائے۔ لیکن اگر فرار کے اِرادے سے یہ ساری باتیں سوچ رہے ہو میرے
دوست! تو میرا خیال ہے، کہیں تمہیں مایوسی نہ ہو۔''

''اوہ.....جوڈی! میں کتنی بار ناکام ہو چکا ہوں۔ لیکن مایوسی، میرے قریب بھی نہیں
پھٹکی۔ میرا خیال ہے، اس بار تم میرا ساتھ دو۔''

''میں.....؟'' جوڈی کے چہرے پر ہلکے سے خوف کے تاثرات اُبھرے۔

''ہاں.....تم تندرست و توانا آدمی ہو۔ ویسے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ ہاں! اگر تم
مناسب سمجھو تو ٹھیک ہے۔'' جوڈی میرے کہنے پر کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اُس نے
گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''دل تو میرا بھی چاہتا ہے دوست! لیکن سوچ لو۔ ہم تو اس علاقے کے بارے میں کچھ
بھی نہیں جانتے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں کس جگہ ہوں؟ ان حالات میں سمت کا تعین
بے حد مشکل کام ہو گا۔ اور پھر یہ لوگ اتنے معصوم بھی نہیں ہیں کہ ہمیں آسانی سے فرار ہونے
دیں گے۔ یہاں کے محافظوں کے دائرۂ اختیار بے حد وسیع ہیں۔ وہ کسی کو مارنے میں دیر نہیں
کرتے۔''

''جوڈی.....میرے دوست! کوئی کام اتنی آسانی سے تو نہیں ہوتا۔ یقیناً، ہمیں کچھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



مشکلات کا سامنا تو کرنا ہی پڑے گا۔ ان مشکلات کے عوض اگر ہمیں آزادی مل جائے تو کیا وہ مشکلات کوئی اہمیت رکھتی ہیں؟''

''تمہارا کہنا بالکل درست ہے۔ لیکن میرے دوست! بہرصورت، میں آمادہ ہوں۔ جو کچھ ہوگا، دیکھا جائے گا۔'' جوڈی نے کہا اور مجھے تھوڑی سی خوشی ہوئی۔

اس بار فرار کے لئے میں نے کچھ تبدیلیاں کی تھیں اور کسی مناسب موقع کا منتظر تھا۔ جوڈی سے بات مکمل ہو چکی تھی اور یہ بات طے پا چکی تھی کہ میں جس وقت بھی اُس سے چلنے کے لئے کہوں گا، وہ تیار ہو جائے گا۔

عموماً ایسے کسی کام کے لئے رات کے وقت کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ لیکن خاردار تاروں کے اس کیمپ میں رات کو بڑی سخت نگرانی کی جاتی ہے۔ اور رات کو ایسی کوئی کوشش، حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی۔ یوں بھی سرچ لائٹ اور پر ہر وقت روشنیاں رہتی تھیں۔ اور مستعد محافظ چاروں طرف نگاہ رکھتے تھے۔

میں نے اور جوڈی نے اس مسئلہ پر بھی سوچا تھا۔ اور یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ رات کو فرار ہونے کی کوشش بالکل بے مقصد ہوگی۔ ظاہر ہے اس کے بعد دن کا انتخاب ہی مناسب تھا۔ اور کیمپ میں کام کرتے ہوئے ایسے کسی وقت کی تلاش زیادہ مشکل نہیں تھی۔ چنانچہ ایک دوپہر کو جب میں اور جوڈی قریب قریب ہی اپنے ہاتھوں میں دبے ہوئے ہتھوڑوں سے پتھر توڑ رہے تھے، اچانک شور وغُل کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک دھماکہ ہوا اور ہم دونوں چونک گئے۔

پتہ یہ چلا کہ کسی چٹان کے نیچے بارود کا ذخیرہ پھٹ گیا ہے۔ اور دلچسپ بات یہ تھی کہ اس حادثے میں چار قیدیوں کے علاوہ دو محافظ بھی دب کر ہلاک ہو گئے تھے۔ چنانچہ چاروں طرف سے محافظ اکٹھے ہو کر اس جگہ پہنچ گئے۔

میں نے جوڈی کی جانب دیکھا اور جوڈی نے میری طرف..... ہم نے زبان سے کوئی بات نہیں کہی تھی۔ لیکن نگاہوں سے ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کیا۔

''اس طرف.....'' میں نے جوڈی کو اِشارہ کیا۔

''ٹھیک ہے.....'' وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ اور ہم دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جائے حادثہ پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے تھے اور طرح طرح کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ ہم دونوں ایک طرف دوڑ پڑے۔



دن کی روشنی میں گو، یہ بے حد مشکل تھا۔ لیکن میرے عزم کے آگے مشکل کا کیا سوال تھا؟ حالانکہ عقب سے محافظوں کی گولیوں کی باڑھ ہمیں ڈھیر کر سکتی تھی۔ لیکن اس کی کون پرواہ کرتا؟ کافی فاصلے پر ایک پہاڑی نالہ شور مچاتا ہوا گزرتا تھا اور ہماری کوشش یہی تھی کہ ہم کسی نہ کسی طرح اُس نالے تک پہنچ جائیں۔ اس سلسلے میں بھی میں نے جوڈی سے بات کی تھی اور طے کر لیا تھا کہ جب بھی فرار ہونے کا موقع ملے، اس نالے سے مدد لیں گے۔ بات بس! نالے تک پہنچنے کی تھی۔

میں اور جوڈی جان توڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اور ایک بار بھی ہم نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جوں جوں نالہ قریب آتا جا رہا تھا، ہمارے دلوں کی دھڑکن بڑھتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ ہم نالے کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہاں ہم نے رُک کر پہلی بار پیچھے دیکھا اور چونک پڑے..... چند محافظ ہمارے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا.....

''جوڈی.....!'' میں نے اپنے ساتھی کو پکارا۔

''مسٹر کین.....''

''اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے کہ ہم خود کو اِس نالے کے حوالے کر دیں۔''

''ارے مسٹر کین! لیکن اس کا بہاؤ بہت تیز ہے۔'' جوڈی بولا۔

''کچھ بھی ہو جوڈی..... بس! اب جلدی کرو۔ نہ جانے اُن گدھوں نے اب تک گولیاں کیوں نہیں چلائیں.....؟''

''خدا حافظ مسٹر کین!'' جوڈی نے کہا اور ہم دونوں نے بیک وقت نالے میں چھلانگ لگا دی۔ نالہ کافی گہرا تھا اور اُس کی چوڑائی پندرہ بیس فٹ سے کم نہیں تھی۔ لیکن اُس کے بہنے کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ پانی دُھواں ہی دُھواں نظر آتا تھا۔

ایک لمحے کے لئے تو ہمارے حواس، ساتھ چھوڑ گئے۔ پھر بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی مانند آگے بڑھے تھے۔

میں نے دانت بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں اور خود کو بہاؤ پر چھوڑ دیا..... صرف ایک خطرہ تھا کہ کہیں چٹانوں کا سامنا نہ ہو جائے۔ ورنہ ہمارے چیتھڑے اُڑ سکتے تھے۔ برق رفتار پانی نے نہ جانے کتنی جلدی ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟ پانی کے تھپیڑے اتنے زوردار تھے کہ کئی بار تو یوں لگا جیسے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے ہوں۔ اس عالم میں بھی مجھے کئی بار جوڈی کا خیال آیا۔ لیکن آنکھیں کھولنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور ہم بہاؤ میں بہتے رہے۔ خدا کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



پناہ! نہ جانے اس سفر کو کیا کہا جائے؟ پانی کی دھار پر اتنا تیز رفتار سفر کسی ذی رُوح نے نہ
ہوگا۔ وقت کا تو کوئی تعین بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

بہرحال! ایک وقت ایسا بھی آیا جب مجھے اپنی رفتار ہلکی ہوتی معلوم ہوئی۔ یہاں نالے
پاٹ چوڑا ہونے لگا تھا۔ اور پھر یہ رفتار لمحہ بہ لمحہ سست ہونے لگی اور اس کے ساتھ ہی احسا
ہوا کہ اب نالے کی گہرائی بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔ پھر میں بالکل سست ہو گیا۔ اور اب وقت
آ گیا تھا کہ اپنا جائزہ لوں..... تب میں نے قدم جمانے کی کوشش کی، لیکن کیسے قدم؟ ہا
پاؤں تو اس طرح شل تھے جیسے اُن کا وجود ہی ختم ہو گیا ہو۔ میں نے اُنہیں جمانے کی کوشش
کی لیکن ناکام رہا۔ اور پھر میری رفتار بالکل ختم ہو گئی..... اب میں پانی میں کسی مُردہ مچھلی
طرح پڑا تھا۔ کوئی تیز ریلا آ کر مجھے میری جگہ سے چند قدم آگے کھسکا دیتا تھا اور اس کے
پانی ٹھہر جاتا تھا۔ یہاں بڑے بڑے پتھر بھی تھے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ نوک دار پتھر نہیں تھے۔

بالآخر میں ایک پتھر سے جا لگا اور اِس انداز میں بے سدھ لیٹ گیا جیسے بدن میں جا
ہی نہ ہو۔ اتنی ہمت بھی نہیں پڑ رہی تھی کہ گردن اُٹھا کر جوڈی کو دیکھنے کی ہی کوشش کروں
نہ جانے کتنی دیر تک میں اسی طرح پڑا رہا؟ ذہن میں سینکڑوں خیالات تھے۔ یہ اندازہ کر
مشکل تھا کہ کتنی دُور نکل آیا ہوں؟ بہرصورت! اتنا تو یقینی طور پر سوچ سکتا تھا کہ فاصلہ کم نہیں
ہے۔ اور اس تیز رفتاری کا مقابلہ کرنے کے لئے اُنہیں صرف ہیلی کاپٹر استعمال کرنا پڑے گا
جو میرے خیال میں اس کیمپ میں موجود نہیں تھا۔

دیر تک میں اسی طرح پڑا، ٹھنڈے پانی سے لطف اندوز ہوتا ہوا سوچتا رہا۔ جسم پر کسی ز
وغیرہ کا تو کوئی احساس نہیں تھا۔ کافی دیر گزر گئی تو میں نے گردن ہلانے کی کوشش کی۔ ا
اب ہاتھ پاؤں کی وہ سنسنی ختم ہو گئی تھی جس کی وجہ سے میں انہیں ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ چنا
میں نے ہاتھ ٹکا کر خود کو اُٹھانے کی کوشش کی اور اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گیا۔ ا
پھر یہ دیکھ کر مجھے انتہا سے زیادہ خوشی ہوئی کہ جوڈی، مجھ سے بہت زیادہ دُور نہیں تھا۔ اُ
بھی میری ہی مانند پتھر کا سہارا لیا ہوا تھا۔ مجھے اس وقت جوڈی کی موجودگی سے بے حد خو
ہوئی۔

''مسٹر جوڈی..... کیا تم زندہ ہو؟'' میں نے چلا کر کہا۔

''اوہ، تم..... تم موجود ہو؟'' جوڈی نے بچوں کی طرح قلقاری لگائی۔

''ہاں..... میں زندہ ہوں۔ تم کیا سوچ رہے تھے جوڈی! کیا میں مر گیا.....؟'' میں



سوال کیا۔

''ابھی تو میں اپنے بارے میں سوچ رہا ہوں ڈیئر کین! کہ میں زندہ ہوں یا مر گیا ہوں۔''

''ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے متعلق سوچ رہے تھے جوڈی! لیکن دلچسپ بات یہ ہے
کہ ہم دونوں زندہ ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن میرے دوست! مجھے حیرت ہے کہ تم اپنے پیروں پر اتنی آسانی سے کھڑے
ہوئے ہو۔''

''کیوں..... تمہاری کیا کیفیت ہے؟''

''مجھے یقین ہے مسٹر کین! کہ اب میں ساری زندگی اپنے طور پیروں پر کھڑا نہ ہو سکوں
گا۔''

''نہیں جوڈی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تمہارے ہاتھ پاؤں کی
سنسناہٹ بھی دُور ہو جائے گی۔ یہ برق رفتار پانی کے تھپیڑوں کا نتیجہ ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو،
پانی میں کتنی قوت ہوتی ہے۔''

''بے پناہ.....!'' جوڈی نے جواب دیا۔ پھر میں جھک کر اُسے سہارا دینے لگا۔ میں نے
محسوس کیا کہ جوڈی واقعی ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا۔ تب میں نے اِدھر اُدھر نگاہیں
دوڑائیں۔ نالے کا چوڑا پاٹ جو اَب ایک ہلکی گنگناتی ندی میں تبدیل ہو گیا تھا، کافی وسیع
تھا۔ اور اس پاٹ کے دونوں کناروں پر خاصا گھنا جنگل نظر آ رہا تھا۔ یہ ہمارے لئے نیک
شگون تھا۔ اس جنگل میں ہم محفوظ رہ سکتے تھے۔ کم از کم اس وقت تک، جب تک کہ وہ کسی
اعلیٰ پیمانے پر ہماری گرفتاری کے لئے کوشش نہ کریں۔ میں نے انتہائی قوت اور خود ارادی
سے کام لیتے ہوئے جوڈی کو اُٹھا کر اپنے کندھوں پر ڈال لیا..... اور ایک سمت کا انتخاب کر
کے اُس طرف چل پڑا۔ گو، میرے قدم خود بھی بوجھل تھے۔ مجھ سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔
لیکن بہرصورت! جوڈی کو اُٹھا کر لے جانا بہت ضروری تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں نرم بھوری ریت ہماری منتظر
تھی۔ میں نے جوڈی کو اُس نرم ریت پر لٹا دیا۔ اور خود بھی اُس کے نزدیک ہی لیٹ گیا۔ اور
پھر نہ جانے کتنی دیر تک ہم اسی طرح چت لیٹے رہے۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ہم دونوں نرم ریت پر لیٹے اپنے حواس بحال کرنے کی کوشش کرتے
رہے۔ جوڈی اپنے ہاتھ پاؤں ہلا ہلا کر دیکھ رہا تھا۔ اور جب اُس نے اپنے ہاتھ اور پیروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں توانائی محسوس کی تو وہ خوشی سے چلانے لگا۔

''اوہ..... ڈیئر کین! تمہارا خیال درست تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں ہمیشہ کے لئے مفلو نہیں ہوئے تھے۔'' میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔ پھر جوڈی بھی بیٹھ گیا۔ تب یہ نے پُر خیال انداز میں جوڈی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیا خیال ہے جوڈی! کیا تم خود کو بہتر محسوس کر رہے ہو؟''

''بہت زیادہ مسٹر کین!''

''تو پھر میرا خیال ہے، ہمیں اِن جنگلوں میں آگے بڑھنا چاہئے۔ نالے کے کنار ہمارے لئے بہت خطرناک ہیں۔ ممکن ہے، وہ اس کے سہارے کسی نہ کسی طور سفر کریں۔ ا طرح ہم کسی بھی مشکل کا شکار ہو سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے مسٹر کین! میں تیار ہوں۔ ویسے بھی ہمیں ان جنگلوں میں تلاش کرنا آسا کام نہ ہوگا۔''

''تم ایک بات بھول رہے ہو جوڈی!'' میں نے کہا۔

''کیا.....؟'' جوڈی نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''کیمپ میں چند محافظ کے پاس خطرناک کتے موجود ہیں۔ اگر وہ کتے لے کر جنگلو میں گھس آئے تو کتے ہمیں نہ چھوڑیں گے۔''

''اوہ..... ہاں! تمہارا خیال درست ہے۔''

''چنانچہ جتنی جلد ممکن ہو سکے، ہم جنگلوں میں دُور تک نکل جائیں۔''

''چلو.....!'' جوڈی نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ جنگل کافی گھنے تھے۔ یوں لگتا جیسے وہ کسی بلند پہاڑی سلسلے پر ہوں۔ میں نے فوراً ہی یہ بات محسوس کر لی تھی۔ لیکن جوڈ اس معاملے میں زیادہ تجربہ نہیں رکھتا تھا۔

دفعتہً ہمارے اُوپر پانی کے چند قطرے پڑے اور میں نے چونک کر اُوپر دیکھا۔ جوڈ بھی رُک گیا تھا۔ ''اوہ..... شاید بارش شروع ہوگئی ہے۔''

''ہاں..... یہی لگتا ہے۔''

''یہ بارش ہمارے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہے۔''

''وہ کس طرح.....؟''

''محافظوں کو جنگلوں میں داخل ہونے میں دُشواری پیش آئے گی۔ اور وہ ہماری تلاش



زیادہ سرگرمی نہیں دکھائیں گے۔''

''اوہ..... تم بہت دُور کی بات سوچتے ہو کین!'' جوڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہم وں آگے بڑھتے رہے۔ جنگل میں بے پناہ سکوت تھا۔ پرندے بھی بارش کی وجہ سے یلوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔

بارش تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس کا اندازہ ہمیں بھی بخوبی ہو گیا تھا۔ حالانکہ نے درختوں کی وجہ سے بارش کی شدت نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن بہرحال! پھر بھی کافی ں نیچے آ گیا تھا۔

ہم آگے بڑھتے رہے۔ اور پھر نہ جانے کتنی دیر کے بعد ہم نے وہ جنگل عبور کر لیا۔ جنگل ے آخری سرے سے چکنی ڈھلوان شروع ہو جاتی تھی۔ عجیب علاقہ تھا۔ حالانکہ ہم نے ہموار ستوں پر سفر کیا تھا۔ لیکن یہاں آ کر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب تک ہم کسی بلند و بالا پہاڑ چلتے رہے ہوں۔ بارش کی خوفناک رفتار کا اندازہ درختوں کے دوسری طرف نکلنے کے بعد ا تھا۔ جوڈی کی ہمت جواب دے گئی اور وہ رُک گیا۔

''کین!'' اُس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''ہوں.....!''

''کیا تم سفر جاری رکھو گے.....؟''

''تم بتاؤ جوڈی!''

''میرا خیال ہے، اب رُک جاؤ!''

''سوچ لو!'' میں نے کہا۔

''بارش ہو رہی ہے کین! اور یہ ڈھلان..... خدا کی پناہ! کیا اس سے اُترنا انسانی کام ہو ؟''

''انسانی تو نہیں ہے۔''

''پھر.....؟''

''جو تمہاری مرضی ہو۔''

''میرا خیال ہے، ہمیں یہاں قیام کرنا چاہئے۔ کھلے علاقوں میں بارش کی رفتار، یکساں گی۔ وہ اب ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔''

''ٹھیک ہے..... ہم جنگلوں میں رُک کر بارش ختم ہونے کا انتظار کریں گے۔ اور پھر کل

صبح ان ڈھلوانوں کو عبور کریں گے۔'' میں نے کہا اور جوڈی نے گردن ہلا دی۔ وہ میرے ساتھ نکل تو آیا تھا لیکن ان صعوبتوں سے کافی خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ ہم دونوں نے ایک سرے پر ہی ایک گھنا درخت تلاش کر لیا اور اُس کے نیچے گھاس پھونس بچھا کر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ گو، نا ہموار جگہ تھی۔ لیکن اتنے تھک چکے تھے کہ چبھنے والی چیزوں کا کوئی احساس نہیں تھا۔ دیر تک ہم گہری گہری سانسیں لیتے رہے۔ پھر جوڈی نے لیٹے لیٹے ہی کہا۔

''مسٹر کین! کیا آپ کو بھوک نہیں لگ رہی؟'' میں ہنس پڑا۔ ''کیوں..... اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟'' جوڈی پھر بولا۔

''جوڈی! تم دلچسپ آدمی ہو۔ بھوک، پیاس، تکلیف، تھکن اور اس قسم کی چیزوں کا ہمارے پاس کیا کام ہے؟ ہم نے جو کچھ کیا ہے، اس کے نتیجے میں ہمیں صرف تکالیف کا منتظر ہونا چاہئے۔ آسائشوں کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مسٹر کین! لیکن کیا ہم اِس حالت میں آگے بڑھ سکیں گے؟''

''ہاں..... بڑھنا ہوگا۔ ظاہر ہے، ہمیں یہاں سہولتیں مہیا کرنے والا تو کوئی نہیں ہے۔''

''لیکن مسٹر کین! مجھے ان مشکلات کا اندازہ نہیں تھا۔ میں نے تو یہ سوچا تھا کہ شاید کیمپ سے نکلنے کے بعد ہم با آسانی اپنے علاقے تک پہنچ سکیں گے۔''

''واہ..... کیا خوب بات سوچی آپ نے مسٹر جوڈی! ذرا غور تو کریں۔ کیا ہم اپنے علاقے میں ہیں؟ اور کیا ہم بے شمار دشمن نہیں رکھتے؟ ہمیں اپنی جان بچانے کے لئے جان کی بازی لگانا ہوگی مسٹر جوڈی! ورنہ آپ کو اُسی کیمپ میں دم توڑنا پڑتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے..... لیکن کیمپ میں کم از کم! یہ آسانی تو تھی کہ اگر انسان امن و امان سے رہے تو اُسے زندگی کا خطرہ نہیں رہتا۔ جبکہ یہاں قدم قدم پر موت ہمارے سامنے کھڑی ہے۔ میں تو ان ڈھلوانوں سے اُترنے کے تصور سے ہی خوفزدہ ہوں۔''

''افسوس مسٹر جوڈی! میں اِس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے فرار سے میرا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں تھا۔ اور اگر آپ نے اس فرار کے بعد آسانیوں کے بارے میں سوچا تھا تو اس سلسلے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ سوائے اس کے کہ یہ آپ کی حماقت تھی۔ کاش! پہلے ہی آپ سے اس مسئلے پر گفتگو ہو جاتی تو زیادہ بہتر تھا۔ حالانکہ مسٹر جوڈی! میں فرار کی کئی کوششیں کر چکا ہوں اور ان کوششوں میں ناکام رہا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ مسٹر جوڈی! آپ ایک فوجی ہیں اور کسی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ی کو مصائب و آلام کی زیادہ پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ مسٹر جوڈی! آپ ہمت رکھیں۔ ہم یہ ن آسانی سے طے کر لیں گے۔ اور ڈھلان طے کرنے کے بعد ہمیں کم از کم! یہ یقین ہو ئے گا کہ ہم دشمنوں کے نرغے سے نکل آئے ہیں۔'' جوڈی خاموش ہو گیا۔ میں اُس شخص ہنی کیفیت کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔

جوڈی ایک عام آدمی تھا۔ اُس کے اندر سوائے ایک مضبوط جسم کے اور کوئی خوبی نہیں مضبوط دل اور مضبوط ذہن کا انسان ہوتا تو کم از کم اتنی جلدی ہمت نہ ہارتا۔ جب اُس ہلے میں میرے ساتھ سفر کیا تھا تو اُسے دیکھ کر میں نے یہ سوچا تھا کہ بہرصورت! وہ مضبوط انسان ہے۔ لیکن یہاں آ کر مجھے اُس کے ان الفاظ سے بڑی مایوسی ہوئی تھی۔

دیر تک ہم اسی طرح پڑے رہے۔ شام جھک آئی تھی اور درختوں کے درمیان اندھیرا ا جا رہا تھا۔ لیکن بارش تھی کہ رُکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اور ہم دونوں پانی میں ور ہو چکے تھے۔ پھر یخ بستہ ہواؤں کے تھپیڑوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ ی ہوائیں، بدن میں برچھیوں کی طرح اُتر رہی تھیں۔ جوڈی کے دانت بج رہے تھے۔ کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ کہیں وہ مر ہی نہ جائے۔ چنانچہ میں نے بدن کا لباس اُتار کر اُسے دے دیا۔ جوڈی نے احسان مند نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پریشان لہجے میں بولا۔ ''لیکن تم.....؟''

''میرا اُوپری بدن سٹیل سے بنا ہوا ہے۔ اور ٹانگیں ربڑ کی ہیں۔ مجھ پر موسم زیادہ اثر نہیں ہوتا۔'' میں نے ہنس کر کہا۔

''کاش! میں بھی تمہاری طرح مضبوط اعصاب کا مالک ہوتا۔'' اُس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

پھر رات گہری ہو گئی۔ اور رات ہی کے کسی حصے میں بارش رُک گئی۔ میں نے محسوس کیا جوڈی کی آنکھ لگ گئی ہے۔ لیکن بارش کا رُکنا اور خطرناک ثابت ہوا۔ جنگل میں زندگی آ گئی تھی۔ جنگلی درندوں کی آوازیں ایک دم اُبھری تھیں۔ یقیناً وہ بھوکے ہوں گے..... ب صورتحال تشویش ناک تھی۔ میں نے اپنا ہتھیار یعنی ہتھوڑا سنبھال لیا تھا۔ کسی بھی ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ ان آوازوں سے جوڈی بھی جاگ گیا۔ پھر قریب ہی کسی ے کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی اور اُس کے ساتھ ہی جوڈی گھگھیائے ہوئے انداز یا پڑا۔ وہ مسلسل چیخ رہا تھا۔ میں نے لپک کر اُسے دبوچ لیا۔ وہ خطرے کو آواز دے رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تھا۔

''جوڈی..... جوڈی! ہوش میں آؤ۔''

''وہ..... وہ..... جنگلی جانور.....'' وہ رُکا۔ اسی وقت تیندوے کی آواز پھر سنائی دی۔ اس بار میں نے اُس کے منہ پر مضبوطی سے ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جوڈی باقاعدہ قوت آزمائی کرنے لگا۔ لیکن میری گرفت سے نکلنا اُس کے لئے آسان کام نہیں تھا۔ میں اُسے دبوچے ہوئے تھا اور کسی خطرے کا منتظر بھی تھا۔ لیکن تقدیر اچھی تھی کہ تیندوے کی آواز پھر نہ سنائی دی۔ ورنہ اس بار نہ جانے کیا ہوتا؟ بڑی مشکل سے جوڈی کو قرار آیا۔

''کیا حال ہے تمہارا..... اب تو موت نہیں آ رہی؟''

''نہیں کین! میں اس قابل نہیں ہوں..... میں اس قابل نہیں ہوں کہ تمہارا ساتھ دے سکوں..... یقین کرو کین! میں خوف سے مر جاؤں گا۔''

''تم پاگل ہو جوڈی! تم نے موت کو خود پر مسلط کر لیا ہے۔ کہاں کہاں جان بچاؤ گے جوڈی؟ موت تو ہر قدم پر موجود ہے۔ حوصلہ رکھو!''

''کاش..... کاش! میں بھی تمہاری طرح مضبوط ہوتا۔''

''تم نہیں مرو گے جوڈی! بے فکر رہو۔ مصائب کے بعد ہی آرام ملتا ہے۔ ہم آسانی سے نکل جائیں گے۔''

''لیکن..... میں.....''

''کچھ نہیں..... سو جاؤ!''

''آہ..... اب تو نیند بھی نہیں آئے گی۔''

''پھر کیا چاہتے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''بس..... میں آگے نہیں جاؤں گا۔''

''پھر کیا کرو گے..... واپس کیمپ میں جاؤ گے؟''

''ہاں..... بس! آگے نہیں جاؤں گا۔ کسی قیمت پر بھی نہیں۔ ان ڈھلوانوں پر اترنے کے تصور ہی سے میری رُوح فنا ہو رہی ہے۔ بارش کی وجہ سے ان پر پھسلن ہو رہی ہوگی۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا جوڈی..... سوچو! واپس کس طرح جاؤ گے؟ جنگل خطرناک ہے۔ اور پھر اس بار تم نالے میں سفر بھی نہ کر سکو گے۔''

''وہ ہماری تلاش میں ضرور آئیں گے۔ اور میں خود کو اُن کے حوالے کر دُوں گا۔''



''اور میری نشاندہی کر دو گے۔ کیوں.....؟'' میں نے غرا کر کہا۔ اب مجھے غصہ آ گیا تھا۔

''ہاں! کر دُوں گا..... کر دُوں گا۔ بس! مجھے جانے دو۔''

''دن کی روشنی میں جاؤ گے یا اسی وقت..... جب کہ جنگلی جانور بے فکری سے پھر رہے ہیں۔'' میں نے کہا اور میری اِس بات پر جوڈی سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس کا چہرہ خوف و دہشت کی تصویر نظر آ رہا تھا۔ اور میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ ذہنی توازن کھوتا جا رہا ہے۔ اُس نے کہا تھا کہ وہ ڈھلانوں پر اُترنے سے خوفزدہ ہے۔ حالانکہ اگر ذرا سی احتیاط اور توجہ سے کام لیا جاتا تو زیادہ مشکل نہیں تھا۔ بے شک ڈھلان بہت زیادہ خطرناک تھی اور گہرائیاں بے پناہ تھیں۔ لیکن بہرصورت! موت دونوں طرف تھی۔ چنانچہ ایک طرف کا انتخاب زیادہ مناسب تھا۔ کم از کم اپنی مرضی کی موت تو نصیب ہو۔

لیکن میرے اور جوڈی کے سوچنے میں بڑا فرق تھا۔ وہ متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مجھے اُس کی بزدلی پر بے حد غصہ آ رہا تھا۔ کیسا فوجی جوان تھا؟ جسامت اور توانائی میں کوئی کمی نہیں تھی۔ لیکن سینے میں دل زیادہ مضبوط نہیں تھا۔ نہ جانے کون کون سے مصائب نے اُسے اس حد تک پہنچا دیا تھا؟

میں، جوڈی کو تسلیاں دیتا رہا۔ لیکن میری ہر تسلی اُس کے لئے بیکار ثابت ہوئی، جس کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا تھا۔ مجھے یہ فکر لگ گئی تھی کہ اب کہاں قدم قدم پر اُسے سنبھالتا پھروں گا؟ لیکن وہ امریکن تھا..... اور مجھے اُس سے تھوڑی سی ہمدردی بھی ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں اُسے سلانے کی کوشش کرتا رہا۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد جوڈی، سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر سو گیا۔ میں بھی درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا اور اونگھنے لگا۔

دفعتہً تیندوے کی دھاڑ مجھے اتنی نزدیک سنائی دی کہ میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جوڈی پھر اُسی انداز میں چیخا تھا جیسے کسی نے اُس کی گردن پر چھری پھیر دی ہو..... اور اسی وقت تیندوے نے چھلانگ لگا دی..... خاصی لمبی چھلانگ تھی۔ وہ ہم سے کئی فٹ کے فاصلے پر گرا تھا۔ میں ہتھوڑا، ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ جوڈی بے تحاشہ چیخ رہا تھا۔ وہ درخت سے چمٹ گیا تھا۔ دوسرے لمحے تیندوے نے غرا کر ہم پر حملہ کیا۔ لیکن میں ہوشیار تھا۔ میں نے اُس کا وار خالی دیا اور تیندوا درخت سے ٹکرا گیا۔ اس کے بعد جب وہ پلٹا تو میں نے ہتھوڑے کا بھرپور وار اُس کے سر پر کیا اور تیندوے کی کھوپڑی کی ہڈی چیخ گئی۔ لیکن بے حد مضبوط جانور تھا۔ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



زمین پر گرا لیکن فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ گو، اُس کا حملہ اب کسی نتیجے کا حامل نہیں تھا۔ کیونکہ اُر کی کھوپڑی کی ضرب نے اُس کے حواس خراب کر دیئے تھے۔ بہرحال! میں نے پلٹ کر دوسرا حملہ اُس کے شانے پر کیا اور تیندوے کے حلق سے ایک خوفناک دھاڑ نکلی...... جوڑ چیختا ہوا ایک طرف بھاگ نکلا۔

''جوڈی...... جوڈی......!'' میں نے اُسے آوازیں دیں۔ لیکن جواب میں جوڈی کی دلخراش چیخ میری سماعت سے ٹکرائی۔ یقیناً وہ ڈھلانوں تک پہنچ گیا تھا اور وہ وہاں اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا تھا۔ دُہری مصیبت تھی۔ تیندوا اَب بھی غرا غرا کر کروٹیں بدل رہا تھا۔ زمیں پر پنجے مار رہا تھا۔ لیکن میں یہ اندازہ کر چکا تھا کہ میری پہلی ضرب ہی اُس پر اتنی کاری پڑ ہے کہ اب اُس کا جانبر ہونا مشکل ہے۔

تیندوا کوشش کے باوجود دوبارہ نہ اُٹھ سکا۔ لیکن جوڈی کی چیخ اب تک میرے کانو میں گونج رہی تھی۔ دوسرے لمحے میں ڈھلوانوں کی طرف بھاگا۔ لیکن بے سود...... سب بے سود تھا۔ بالآخر اُس کو موت نے اپنا لیا تھا...... موت کے بھیانک سائے، جوڈی کو نگل چکے تھے۔

میں چند ساعت ڈھلانوں پر کھڑا، تاریک گہرائیوں میں نگاہیں دوڑاتا رہا۔ اور پھر ایک گہری سانس لے کر واپس چل پڑا۔ تیندوا، تڑپ تڑپ کر دم توڑ چکا تھا۔ لیکن میں بے خوف تھا۔ جوڈی کی موت کا افسوس ضرور ہوا تھا۔ لیکن اُس نے خود اپنی موت کو آواز دی تھی، کوئی کیا کرتا؟ اور اچھا ہی ہوا۔ وہ میرے لئے مصیبت بنا ہوا تھا۔

ہونہہ...... بزدل کہیں کا...... میں نے نفرت سے ہونٹ سکیڑے۔ میں نے غلط آدمی کا انتخاب کیا تھا۔ بہرحال! بقیہ رات میں نے سو کر گزاری۔ مجھے کیا پڑی تھی کہ جاگتا؟ صبح اُس وقت جاگا، جب سورج سر پر چمک رہا تھا۔ بھوک، پیاس اور تھکن بے معنی سی چیزیں تھیں۔ نالے کے سفر نے جو حالت کی تھی، وہی ناقابل برداشت تھی۔ پورا جسم جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا اور اس سے خون رِس رہا تھا۔ لیکن مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔

پھر میں نے ڈھلانوں کا سفر شروع کر دیا۔ جوڈی کی لاش، تلاش کے باوجود نظر نہیں آئی تھی۔ نہ جانے کس طرف گرا تھا؟ بہرحال! ڈھلانوں کا سفر میں نے خواب کی سی حالت میں طے کیا تھا۔ میں نے یہ کام اپنے اعضاء کے سپرد کر دیا تھا اور خود ذہنی طور پر سو گیا تھا۔ ہاں! اُس وقت جاگا، جب نیچے پہنچ گیا۔ اور میں نے ان میدانوں میں جو سب سے پہلی چیز



...، وہ بڑی بڑی چٹانوں کی آڑ میں کھڑے ہوئے جرمن فوجی تھے...... جن کی گنوں کی ...میری طرف اُٹھی ہوئی تھیں۔

...میرے حلق سے بے اختیار ایک قہقہہ اُبل پڑا۔ ''پہنچ گئے تم لوگ......؟ چلو! ٹھیک ہے۔ ...پھر کوشش کروں گا۔'' میں نے خاموشی سے خود کو اُن کے حوالے کر دیا۔ پھر بعد میں معلوم ...ہمارے فرار کی خبر، قرب و جوار کی ساری چھاؤنیوں کو دے دی گئی تھی۔ اور ہر ممکن جگہ ...تلاش شروع کر دی گئی تھی۔ اگر اس وقت وہ لوگ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور ...میں بیڑیاں نہ بھی ڈالتے تو میں فرار ہونے کی کوشش نہ کرتا۔

بہرحال! مجھے واپس اُسی کیمپ میں نہیں پہنچایا گیا تھا۔ بلکہ ایک ٹرک مجھے لے کر چل پڑا ...بڑی دیر کے بعد مجھے چھاؤنی کی ایک بیرک میں قید کر دیا گیا تھا اور میرے گرد سخت پہرہ ...گیا تھا۔ لیکن تعجب کی بات تھی کہ اس چھاؤنی میں میرے ساتھ برا سلوک نہیں کیا گیا ...کھانے کو بھی دیا گیا تھا اور آرام کرنے کے لئے بھی عمدہ بستر مہیا کیا گیا تھا۔

...تین دن اسی عالم میں گزر گئے۔ میری حالت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ بالآخر ایک دن میں ...ایک لیفٹیننٹ سے گفتگو کی۔

''کیا تم لوگ مجھے یہاں رکھ کر بھول گئے ہو......؟''

''کیوں......؟'' لیفٹیننٹ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بس...... مجھے محسوس ہو رہا ہے۔''

''تمہارا یہ احساس آج ہی ختم کر دیا جائے گا۔''

''آج......؟''

''ہاں...... تمہارے لئے ایک خصوصی عدالت ترتیب دی گئی ہے۔'' لیفٹیننٹ ہنسا۔ ''جو تمہارے سارے دُکھوں کا مداوا کر دے گی۔ شاید تمہیں گولی ہی مار دی جائے۔ کیونکہ تم ...جرمن افسروں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔''

''خوب...... میرے بارے میں کافی معلومات حاصل ہیں تمہیں۔'' میں نے کہا اور افسر ...سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس اطلاع کے بعد شاید اُس کا خیال تھا کہ میں خوف سے سوکھ ...گا اور میرے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلے گا۔ اس کے بعد جرمن لیفٹیننٹ نے مجھ سے ...گفتگو نہیں کی اور چلا گیا۔

...شام کو چند افراد مجھے لے کر چل پڑے۔ مجھے اطلاع دی گئی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں پیش کیا جائے گا۔ کمرۂ عدالت میں چند کرخت چہروں والے فوجی افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں کہیں بھی رحم کی جھلک نہیں تھی۔ میری حالت ایسی نہیں تھی کہ مجھ پر رحم نہ کیا جاتا۔ پے در پے مصائب نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ میرا جسم جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور خون کے دھبے میرے لباس پر نمایاں تھے۔ زخموں سے خون رس رہا تھا۔ لیکن میں اپنی اس حالت سے بالکل متاثر نہیں تھا۔ اگر اب بھی مجھے موقع مل جاتا تو میں اُن سب کو قتل کر کے یہاں سے نکل جاتا...... لیکن میں اپنی حالت سے یہ ظاہر کر رہا تھا کہ میرے سارے کس بل نکل گئے ہیں اور میں اپنی ٹانگوں پر سیدھا کھڑا بھی نہیں رہ سکتا۔

کمرۂ عدالت میں بیٹھے ہوئے فوجی افسروں نے کرخت نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر مجھے لانے والوں میں سے ایک نے میری فائل اُس بڑے افسر کے حوالے کر دیا جسے میری تقدیر کا فیصلہ کرنا تھا۔ افسر نے خاموشی سے فائل کھول لی اور اُس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پھر وہ خشک اور بے رحم نگاہوں سے مجھے گھورتا ہوا بولا۔ ''تو تم ہو مونیٹر! ایک بدنام ترین آدمی۔ جس نے نازی کیمپوں کے استحکام کا مذاق اُڑایا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ہماری بندشیں بے جان ہیں۔ کیا تم نے ان بندشوں کو واقعی بے جان پایا؟''

''نہیں جناب!'' میرے پھٹے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھری اور سمٹ گئی۔ کیونکہ ہونٹوں کے زخم اس مسکراہٹ کو پھیلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

''اس کے باوجود تم فرار ہونے کی مسلسل کوشش کرتے رہے۔'' فوجی افسر نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔

''بلاشبہ......'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔

''اور اسی سلسلے میں تم نے کچھ قتل بھی کئے ہیں......؟''

''ہاں...... میں نے اُن لوگوں کو قتل کر دیا جو میری راہ میں رُکاوٹ تھے۔ اور پھر یہ کہ مجھے نازی ازم سے نفرت ہو گئی۔'' میں نے جواب دیا۔

''اس کی وجہ......؟'' جرمن افسر نے پوچھا۔

''وجہ اِس فائل میں درج ہو گی۔''

''میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔'' جرمن افسر نے کرخت لہجے میں کہا۔ اُس کی بھنویں تن گئیں۔

''بہتر ہے......'' میں نے کہا۔ ''ممکن ہے، میرے بارے میں تفصیلات اس فائل میں



...نہ ہوں۔ اس لئے میں بتا دُوں کہ ہٹلر کے فوجی منصوبوں کی تکمیل کے لئے میرے بھی ...جذبات تھے جو تمہارے۔ تم فوج میں باقاعدہ داخل ہوئے لیکن میں نے دوسرا راستہ ...کیا۔ یہاں تک پہنچنے کے لئے مجھے ایک طویل عرصہ درکار تھا۔ بس! یہی میرا جرم ہے۔ ...میں نے نازی منصوبوں کے لئے کیا، اس کی تفصیل فوجی ہیڈکوارٹرز سے معلوم کی جا ...ہے۔ اس کے بعد اُسی شخص کے جذبات کو روندا جائے جس نے ہمیشہ اپنے وطن سے ...کی ہے۔ اسی وجہ سے میں جھنجھلاہٹ کا شکار ہوا ہوں۔ میرے کارناموں کو سراہنے کی ...مجھے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ اور جو کچھ میرے ساتھ ہوا، وہ تمہارے سامنے ہے۔ ...ے تو بہتر ہے کہ مجھے گولی مار دی جائے۔''

...رے الفاظ نے جرمن افسر کو کسی قدر متاثر کر دیا۔ کیونکہ اُس کی پیشانی سے وہ لکیریں ...ہو گئی تھیں جو اُس کی فطری تندی کا پتہ دیتی تھیں۔ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے وہ اپنے ...طرف براجمان ایک جرمن افسر کی طرف جھکا اور دھیمی آواز میں اُس سے کچھ گفتگو ...لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ میری طرف متوجہ ہوا۔

...تمہیں اس لئے یہاں تک لایا گیا تھا کہ تمہیں سزائے موت دی جائے۔ لیکن فائل میں ...ے کارناموں کی جو تفصیل ہے، وہ مجھے اس بات سے روک رہی ہے۔ حیرت کی بات ...یہ ہے کہ ہمیں، تمہارا ماضی نہیں مل سکا۔ اور جو کچھ تم نے مجھے بتایا تھا، اس کی تصدیق ...ہو گی۔ چنانچہ مجھے افسوس ہے مسٹر مونیٹر! کہ میں، تمہیں آزادی تو نہیں دے سکتا۔ البتہ ...اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر چند روز کی زندگی ضرور دُوں گا۔ تاکہ میں خود ...ارے بارے میں تحقیقات کر سکوں۔''

...نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش کھڑا رہا۔

...ن افسر نے مجھے قید خانے میں واپس جانے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ جب تک فیصلہ ...جائے، مجھے وہ تمام سہولتیں فراہم کی جائیں، جن کی ایک آدمی کو ضرورت ہوتی ہے۔

''شکریہ جناب!'' میں نے چلتے چلتے کہا۔ ''مجھے برے سلوک نے بغاوت پر آمادہ کیا ...ئے ان کیمپوں میں رکھا گیا، جہاں اتحادی قیدی رکھے جاتے تھے۔ اور یہ بات ایک ...ن کے لئے جس قدر تکلیف دہ ہو سکتی ہے، اس کا اندازہ آپ خود لگا لیجئے۔''

...میں حکم دیتا ہوں کہ مسٹر مونیٹر کو اتحادی کیمپ سے دُور فوجی بیرک میں رکھا جائے۔ اِن ...نہ کیا جائے۔ پندرہ دن کے بعد جب میں انہیں دیکھوں تو یہ مجھے تندرست حالت میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نظر آنے چاہئیں۔ اور مسٹر مونیٹر! آپ سے بھی درخواست ہے کہ ہر بدسلوکی کو بھول کر
سے تعاون کریں اور فرار کی کوئی کوشش نہ کریں۔''

''آپ مطمئن رہیں جناب!'' میں نے اُسے اطمینان دلایا۔

افسر نے مجھے واپس لے جانے کی اِجازت دے دی۔ میرے جرمن محافظ، مجھے لے کر
اتحادی قیدیوں کے کیمپ کے مخالف سمت اُن بیرکوں کی طرف لے چلے جہاں اب مجھے
رہنا تھا۔ اور یہ میرے لئے ایک نیک فال تھی۔ گویا بہت جلد مجھے فرار کا ایک اور موقع مل
تھا۔

☆.....☆.....☆



جس بیرک میں مجھے رکھا گیا تھا، وہ خاصی طویل اور کشادہ تھی۔ میرے دونوں طرف
فوجیوں کی رہائش گاہیں تھیں، جہاں سے اُن کے باتیں کرنے کی آوازیں اور قہقہے
سنائی دیتے تھے۔ بیرک کا دروازہ مضبوط لکڑی کا بنا ہوا تھا اور فرش پختہ تھا۔ عقب میں
بڑی کھڑکی تھی۔ لیکن اُس کھڑکی میں لوہے کی اتنی موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں،
ن کاٹنے یا توڑنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں فرار کے کام میں اتنا ماہر ہو گیا تھا
یری باریک نگاہیں اپنے مطلب کے مقامات کا جائزہ لے چکی تھیں۔ آتش دان کے اُوپر
ئی چمنی، مجھے اپنے مقصد کے لئے کارآمد معلوم ہوئی۔ میں اطمینان سے اُس آرام دہ
پر لیٹ گیا جو مجھے فراہم کیا گیا تھا۔

میں چند لمحوں تک لیٹا ذہن کو پُرسکون کرتا رہا۔ پھر میں اپنے قید خانے کا تفصیلی جائزہ
کے اِرادے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ رائٹنگ ٹیبل پر پیڈ اور قلم موجود تھا۔ غسل کے لئے ہر چیز
تھی۔ اور ایک الماری کے نچلے خانے میں شیو کا سامان بھی موجود تھا۔ اس سامان میں
ایک اُسترا، میرے لئے پُرکشش تھا۔ میں نے یہ اُسترا لیا اور اُسے آہنی پائپ میں ڈال
اکہ کسی کی نگاہ اُس پر نہ پڑ سکے۔ اور کوئی چیز قابل ذکر نہیں تھی۔ اس لئے میں دوبارہ بیڈ
ٹ گیا اور سونے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

ٹھ جگانے والا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ ''چائے حاضر ہے مسٹر مونیٹر..... اور کچھ دیر
بعد ڈاکٹر، معائنے کے لئے آنے والا ہے۔''

''شکریہ.....'' میں نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

''ناشتہ ایک چھوٹی میز پر رکھ کر چلا گیا۔ اور میں اطمینان سے پلیٹیں صاف کرنے میں
ف ہو گیا۔ اور اس کے بعد کیتلی میں جتنی چائے تھی، سب پی گیا۔ تقریباً نصف گھنٹے کے
بعد ہی بیرک میں آئے اور مجھے ڈاکٹری معائنے کے لئے ساتھ لے گئے۔ ڈاکٹر کا کمرہ
ت کی ہر چیز سے لیس تھا۔ ڈاکٹر بوڑھا تھا اور خاصا تجربہ کار نظر آ رہا تھا۔ اُس نے گہری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نگاہ سے مجھے دیکھا اور بھاری آواز میں بولا۔ ''کپڑے اُتار دو نوجوان!''

میں نے قدرے ہچکچاہٹ سے خود کو بے لباس کیا اور ڈاکٹر میرے جسم پر موجود زخموں کا معائنہ کرنے لگا۔ ''تمہارے جسم پر جا بجا زخم ہیں۔ لیکن کوئی خطرناک زخم نہیں ہے۔ بہرحال! میں مرہم پٹی کر دیتا ہوں۔ ساتھ میں یہ دوا بھی استعمال کرتے رہنا۔ جلد ہی زخم بھر جائیں گے۔''

مرہم پٹی کے بعد میں جرمن فوجیوں کی نگرانی میں واپس آ گیا۔ جو شخص میری ضروریات کی دیکھ بھال کے لئے متعین تھا، میں نے اُس سے شیو کا سامان طلب کیا۔

''سامان تو موجود ہے۔'' اُس نے کہا۔

''کہاں ہے.....؟'' میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

وہ، الماری کی طرف بڑھ گیا، اور اُس کے نچلے خانے سے اُس نے شیونگ کریم، برش اور پانی کا برتن نکالا۔ پھر شاید اُسترا تلاش کرنے لگا۔ اوہ..... معاف کرنا! اُسترا موجود نہیں ہے۔ میں ابھی لاتا ہوں۔'' چند ساعت کے بعد اُس نے مجھے نیا اُسترا لا دیا اور میں شیو کرنے کے اِرادے سے بیٹھ گیا۔ اب میرے پاس ایک اُسترا محفوظ ہو گیا تھا۔

پانچ دن میں نے انتہائی سکون سے گزارے۔ اور پھر چھٹی رات مجھے موقع مل گیا..... ان پانچ دنوں میں اتحادیوں کی طرف سے کوئی حملہ نہیں ہوا تھا۔ فضا، پُرسکون تھی۔ لیکن اُس رات خطرے کے سائرن بج اُٹھے..... اور مجھے اسی بات کا انتظار تھا۔

چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر نیچے سے شیلنگ شروع ہو گئی اور فضا میں ارتعاش پیدا ہو گیا..... میرے قید خانے کے دروازے سختی سے بند تھے اور بظاہر فرار کی کوئی صورت نہیں تھی۔ لیکن فوجی افسر نے مجھے جو مراعات دی تھیں، میں اُن سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ لوہے کے پائپ سے اُسترا نکال کر جیب میں رکھ لیا اور پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق اُس کارنس پر چڑھ گیا جس کی مدد سے چمنی تک پہنچا جا سکتا تھا۔ اور میں اس کی مشق بھی کر چکا تھا۔ چمنی کے اُوپری حصے سے چند کھپریل ہٹا کر با آسانی نکلا جا سکتا تھا۔ اور میں نے یہی کیا۔

اب میں بیرک کی چھت پر تھا۔ اور اُس سے اس طرح چپکا ہوا تھا کہ کوئی مجھے دیکھ نہ سکے۔ میں چھتوں ہی چھتوں پر زیادہ سفر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا، کیونکہ اس میں خطرہ تھا۔ اس وقت کیمپ کے تمام فوجی یا تو مورچوں پر تھے یا خندقوں میں۔ اتحادی بمباروں نے



تباہی مچا دی تھی۔ اور میں اِسی وقت کا منتظر تھا۔ چنانچہ میں بیرک کی چھت سے اُتر آیا اور تیزی سے ایک طرف دوڑنے لگا۔ مجھے علم تھا کہ بیرکوں کے اطراف میں خاردار تاروں کی باڑ لگی ہوئی ہے۔ اور اس باڑ سے نکلنا سب سے پہلا اور اہم کام تھا۔

چنانچہ میں باڑ کے قریب پہنچ کر رُک گیا۔ اس باڑ کے درمیان اتنی جگہ نہیں تھی کہ ایک آدمی اُس میں سے گزر سکے۔ میں اُس باڑ کو کاٹ تو نہیں سکتا تھا۔ لیکن انتہائی احتیاط سے میں نے سب سے نچلی تار، اتنی اُونچی کر لی کہ زمین سے چپک کر اُس کے نیچے سے گزر سکوں۔ بہرحال! اندھیرے اور جلدی میں میرے جسم پر چند خراشیں بھی آئیں۔ لیکن میں تاروں کے دوسری طرف نکل گیا۔ اس نئے کیمپ کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ لیکن مجھے اس کی ذرّہ بھر پرواہ نہیں تھی۔ کیونکہ میں تو فرار کا عادی ہو چکا تھا۔ اور دوسری کوششوں کی طرح یہ بھی ایک بھرپور کوشش تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ میں کس حد تک کامیاب ہوتا تھا؟ چنانچہ میں نے ایک طرف دوڑ لگا دی.....

اینٹی ایئر کرافٹ گنوں کے شیل، ناکارہ ہو کر نیچے گر رہے تھے اور کسی بھی لمحے کوئی ناکارہ شیل مجھ پر گر سکتا تھا، جس سے میں شدید زخمی ہو سکتا تھا۔ لیکن یوں بھی کون سا زندگی کی طرف جا رہا تھا جو مجھے اس خطرے کی پرواہ ہوتی؟ میں دوڑتا ہوا بھی تو اِس احساس سے بے نیاز تھا کہ کس طرف جا رہا ہوں؟

تھوڑی دیر کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں اب کسی ڈھلان پر ہوں۔ چنانچہ میں نے دوڑنے کی رفتار سست کر دی۔ سب سے پریشان کن بات یہ تھی کہ میں اُس نئے کیمپ کے جائے وقوع سے ناواقف تھا۔ اور یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ ڈھلان کتنے گہرے ہیں۔ رات کی گہری تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

میں نے اتحادی بمباروں کا شکریہ ادا کیا۔ کیونکہ اُنہوں نے ہی مجھے اس معرکے میں مدد دی تھی اور اتنی دیر تک ان لوگوں کو اُلجھائے رکھا تھا کہ مجھے کافی دُور نکل آنے کا وقت مل گیا۔ ڈھلان ختم ہو گئے اور اب کسی قدر ہموار زمین تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک آواز بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھی..... اور یہ پانی گرنے کی آواز تھی۔ یقیناً میں کسی آبشار کے نزدیک تھا۔ چنانچہ میں تیزی سے آبشار کی سمت چل پڑا۔ پانی کی آواز میری معاون تھی۔ اور چند لمحوں کے بعد تاریکی میں پانی کی سفید موٹی دھار، نظر آنے لگی۔ پانی کے قریب پہنچ کر میں نے ندی کو دیکھا اور نہ جانے کیوں ٹھنڈے پانی میں دوڑنے کو دل چاہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں نیچے اُتر گیا۔ ندی زیادہ گہری نہیں تھی۔ لیکن پانی کی رفتار خاصی تیز تھی۔ بڑی مشکل سے قدم جمائے تھے۔ میں پانی کی گہرائی کا اندازہ کرتا رہا اور آہستہ آہستہ آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔ پھر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اس ندی کے کنارے کنارے چلتا رہوں۔ دیکھنا یہ تھا کہ صبح کی روشنی کہاں پہنچاتی ہے؟

خوش قسمتی تھی کہ جرمن فوجی، بمباری میں اُلجھ کر باقی ساری باتوں کو بھول چکے تھے۔ ممکن ہے، صبح تک میرے فرار کا علم کسی کو نہ ہو سکے۔ حالانکہ ان لوگوں کو یہ اندازہ ہونا چاہئے تھا کہ میں فرار ہونے کا ماہر ہوں اور یقینی طور پر پہلی ہی فرصت میں فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ اس سلسلے میں وہ لوگ مجھے مفرور کے نام سے پکارنے لگے تھے۔ اور مضحکہ اُڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ میں جہاں کہیں بھی ہوں، فرار ہونے کی کوشش تو ضرور کروں گا۔

رات کے آخری حصے تک میں چلتا رہا۔ تھکن سے بدن چور چور ہو گیا تھا۔ جسم پر زخم تو تھے ہی، تکلیف بھی ہونا لازمی امر تھا۔ وہ تو میں اپنی انتہائی قوتوں سے کام لے کر آگے بڑھتا رہا تھا۔ لیکن بہرصورت! ایک نہ ایک وقت تو ایسا آنا ہی تھا جب یہ زخم مجھے آگے بڑھنے سے روک دیتے۔

میں ندی کے کنارے ایک طرف رُک گیا۔ لیکن جس جگہ میں رُکا تھا، وہاں پانی میں ایک خاص چیز دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی..... یہ ایک ڈونگی تھی..... ایک چھوٹی سی کشتی۔ جو عام طور سے ماہی گیری کے کام آتی ہے۔ میں حیرت سے اُچھل پڑا تھا۔

یہ کشتی ممکن ہے، مجھے کچھ مدد دے سکے۔ چنانچہ میں نے یہاں رُکنے کی بجائے کشتی کو کناروں کی جھاڑیوں سے کھولا اور اُس میں لیٹ گیا۔ کشتی میں پتوار رکھے ہوئے تھے۔ لیکن میں نے اس وقت پتواروں پر قوت صرف کرنے کی کوشش نہیں کی اور کشتی کو پانی کے رُخ پر بہنے دیا۔ اب میں کسی حد تک مطمئن تھا۔ بس! ضرورت اس بات کی تھی کہ یہ کشتی کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ کیونکہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ چھوٹی سی ندی آگے جا کر کیا رُخ اختیار کر لیتی ہے؟ بہرصورت! کشتی، پانی کے بہاؤ پر بہتی رہی اور میں پانی کے چھینٹے مار مار کر جاگنے کی کوشش کرتا رہا۔

پھر اچانک کشتی رُک گئی۔ غالباً یہ کوئی کھاڑی تھی۔ لیکن رات بھی تاریک تھی اور میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ اس لئے کشتی کو کسی اور رُخ پر موڑنا میرے لئے سخت مشکل کام تھا۔ میں نے وہیں اُترنا مناسب سمجھا اور کشتی سے زمین پر کود گیا۔



یہ کافی بلند جگہ تھی۔ اور حیرت کی بات یہ تھی کہ ندی اس بلند جگہ سے گزرتی تھی۔ میں آگے بڑھا تو تھوڑے فاصلے پر ڈھلان میں مجھے کوئی سفیدی سی شے نظر آئی۔ روشنی نہیں تھی۔ لیکن اس کے بارے میں، میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ کوئی عمارت ہے۔ چند لمحات تک تو میں سوچتا رہا، پھر میں نے عمارت کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں عمارت کے قریب تھا۔ عمارت کا آہنی گیٹ خالی پڑا تھا۔ ایک چھلانگ، مجھے اندر لے گئی۔ اس بار میرے پاس اس اُسترے کے علاوہ اور کوئی شے موجود نہیں تھی۔ اس لئے میں نے سوچا کہ ممکن ہے، اس خالی عمارت میں کوئی کام کی چیز مل جائے۔ اور اسی خیال کے تحت میں اندر گیا تھا۔ لیکن تاریک اور انجان عمارت کی ایک راہداری مُڑنے کے بعد مجھے ٹھٹھک جانا پڑا۔ مجھے اندازہ ہوا تھا کہ عمارت خالی نہیں ہے۔ ایک کمرے کے دروازے کے نیچے سے روشنی جھانک رہی تھی۔ کوئی اندر موجود تھا۔ میں بلی کی طرح دبے پاؤں کمرے کے قریب پہنچ گیا اور پھر میں نے دروازے سے کان لگا دیئے۔ کیونکہ اندر سے باتوں کی آواز آتی محسوس ہو رہی تھی۔

''تم ایک خطرناک آدمی کی دشمنی مول لو گے.....؟''

''تمہارے لئے تو ساری دنیا سے دشمنی مول لی جا سکتی ہے۔''

''سوچ لو.....!''

''سوچ لیا.....''

''کیا تم اس کا انتظار کر رہی تھیں.....؟''

''ہاں..... بس! وہ پہنچنے والا ہوگا۔'' یہ آواز، عورت کی تھی۔

''ہونا تو یہ چاہئے تھا ڈارلنگ! کہ پہلے میں اس کا انتظار کرتا۔ اور اُسے تمہاری آنکھوں کے سامنے قتل کر کے پھر عیش کرتا۔ لیکن تم اتنی خوبصورت ہو کہ میں انتظار نہیں کر سکتا۔''

''ذلیل..... چھوڑ دے مجھے..... چھوڑ.....'' عورت کی آواز اُبھری اور پھر کوئی دروازے سے ٹکرایا۔ میں اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا اور خاصی تیز روشنی باہر رینگ آئی۔

عورت، باہر نکلی تھی۔ لیکن عقب سے کسی نے اُس کے بال پکڑ لئے اور عورت کی چیخ اُبھری۔ اُسے پھر اندر گھسیٹ لیا گیا تھا۔ لیکن اس سے قبل کہ دروازہ بند ہوتا، میں اندر داخل ہو گیا۔ میری موجودگی فوراً محسوس کر لی گئی تھی۔ جو شخص، عورت کے ساتھ دست درازی کر رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تھا، وہ جرمنی وردی میں ملبوس کوئی فوجی تھا۔ روشنی میں ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔ اچانک میرے ذہن کے بے شمار اوراق اُلٹ گئے..... میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتی تھیں۔

سیکرٹ پیلس میں دورانِ تربیت ایک جرمن نوجوان میرا دوست بن گیا تھا اور اتفاق سے میں نے اُس کی شکل دیکھ لی تھی۔ آج وہی نوجوان بدلی ہوئی شکل میں میرے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن وہ مجھے نہیں پہچان سکا۔

''تو تم آ گئے.....'' اُس نے کہا۔

''ہاں.....'' میں نے جواب دیا۔

''یہ لڑکی تمہاری کون ہے.....؟''

''یہ.....'' میں نے مسکرا کر لڑکی کی طرف دیکھا۔ لڑکی آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ''کیوں..... تم میری کون ہو؟''

''مذاق کر رہے ہو..... مجھے نہیں جانتے؟'' جرمن دھاڑا۔

''اتنا جانتا ہوں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن جرمن افسر نشے میں تھا اور غصے میں بھی۔ اس لئے اُس نے میری بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور بدستور غراتے ہوئے بولا۔ ''تو پھر بھاگ جاؤ! یہ مجھے پسند آئی ہے۔''

''پسند تو یہ مجھے بھی ہے آفیسر!'' میں نے اُس کے قریب ہوتے ہوئے کہا اور آفیسر نے جھلا کر اپنے پستول پر ہاتھ ڈال لیا۔

لیکن میں اُس کے قریب اس لئے ہوا تھا کہ مجھے یقین تھا کہ اب اُس کا دوسرا قدم یہی ہوگا۔ چنانچہ جونہی اُس کا پستول، ہولسٹر سے باہر آیا، میں نے چھلانگ لگائی اور میری ٹھوکر اُس کے پستول والے ہاتھ پر پڑی۔ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل کر دُور جا گرا۔ اور میں نے اس پر ایک مزید ٹھوکر ماری۔

جرمن ہکا بکا رہ گیا تھا۔ اور پھر اُس نے خونخوار انداز میں اپنا کوٹ اُتار دیا۔ غالباً اُسے بھی طیش آ گیا تھا۔ پھر وہ سر، جھٹک کر کھڑا ہو گیا۔

''باٹک.....!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ جلدی سے سیدھا کھڑا ہو گیا۔

''کیا مطلب.....؟''

''بدقسمتی سے ہمارے درمیان ایک رشتہ بھی ہے۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔



''تم کون ہو.....؟''

''یاد کرو..... کیونکہ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔''

''کیا بکواس ہے.....؟''

''سیکرٹ پیلس کا یہ نشان میرے ہاتھ پر بھی موجود ہے مسٹر جرکن!'' میں نے کلائی کھول اُس کے سامنے کر دی اور جرمن افسر کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ وہ غور سے مجھے دیکھ رہا اور ایک بار پھر اُچھل پڑا۔

''تم..... کین.....؟''

''شکر ہے..... پہچان تو گئے۔''

''اچھی طرح..... لیکن تم یہاں.....؟''

''ہاں.....!''

''تم تو فن لینڈ سے تعلق رکھتے ہو۔''

''اس سے میں انحراف نہیں کروں گا۔''

''اوہ..... میں سمجھ گیا۔ اتحادی جاسوس..... یقیناً تم اتحادی جاسوس کی حیثیت سے یہاں ئے ہو گے۔ کیسی دلچسپ بات ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''ہاں..... اور تم.....؟''

''جرمن گسٹاپو کا ایک افسر۔''

''خوب..... تو پھر کیا، کیا جائے.....؟''

''میں اپنے وطن کے مفادات سے انحراف نہیں کر سکتا۔ اس وقت میں صرف تمہاری وجہ سے اس لڑکی کو چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن تم خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دو۔''

''واہ..... کیا یہ دوستانہ مشورہ ہے؟''

''ہاں..... ورنہ میں تمہیں قتل کر دُوں گا۔'' جرمن نے کہا۔

''آؤ..... یہ فیصلہ کر لیتے ہیں۔ میرے خیال میں تمہاری مشق زیادہ نہیں ہے۔ جبکہ میں کر رہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے.....'' جرمن افسر نے کوٹ ایک طرف ڈال دیا اور ہم دونوں سامنے آ گئے۔ لڑکی ایک کونے میں سمٹ گئی۔ اُس کے لئے یہ رات تقریباً حیرتوں کی رات ہو گی۔ اور پھر انہوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



سیکرٹ پیلس کی تربیت میں اس بات کی بھی سخت ہدایت تھی کہ نشے کے عالم میں جنگ سے گریز کرو۔ اور اس وقت اگر جنگ اس کے اصولوں پر ہو رہی ہوتی تو یقیناً جرکن کو یہ جھگڑا کسی دوسرے مرحلے پر ختم کر لینا چاہئے تھا۔

لیکن وہ مقابلہ پر آمادہ تھا اور مار کھانا ضروری تھا۔ پہلے ہی مرحلے پر میں نے اُسے زمین چٹا دی۔ لیکن وہ پھر ہمت سے کھڑا ہو گیا۔ البتہ اُس کی ٹانگوں میں وہ جان نہیں تھی جو متوقع تھی۔ میں نے اُسے پٹخنی دی اور وہ پھر چت ہو گیا۔ لیکن اُس نے اُلٹ کر میری گردن میں قینچی ڈال دی۔ خطرناک داؤ تھا۔ اس طرح وہ میری گردن توڑ سکتا تھا۔ اب مروّت کا کیا سوال تھا؟ بس! میں بیٹھ گیا اور پھر میں نے ایک دستی قلابازی کھائی۔ ایسے موقع پر وہ خود کو ہاتھوں کی مدد سے بچا سکتا تھا۔ لیکن وہی نشہ۔ اُس کی آخری چیخ بھی نہیں نکل سکی تھی۔

پھر میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ لڑکی آگے بڑھ آئی تھی۔ ''مر گیا.....؟'' اُس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''آپ کا کیا خیال ہے محترمہ.....؟'' میں نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

''میرا خیال ہے، مر گیا۔'' لڑکی بے وقوفی سے بولی۔

''ہاں..... اگر کسی آدمی کا سر، کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے تو میرے خیال سے پھر اُسے مر ہی جانا چاہئے۔''

''اوہ..... تمہارا شکریہ!'' لڑکی بولی۔

''کوئی بات نہیں۔ یہ تو میرا فرض تھا۔'' میں نے مسخرے پن سے کہا۔ لڑکی، متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ چونک کر بولی۔

''لیکن تم.....؟''

''وہ نہیں ہوں، جس کا تمہیں انتظار تھا۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں..... میرا ساتھی آتا ہو گا۔ لیکن تم.....''

''بس! اتفاق سے اِدھر آ نکلا۔''

''لیکن کیسے.....؟ یہاں تو کوئی نہیں آ سکتا۔''

''میں یہ بات نہیں مانتا۔'' میں نے اطمینان سے ایک کرسی سے ٹیکتے ہوئے کہا اور لڑکی کا چہرہ خشک ہو گیا۔

''کیوں.....؟'' چند ساعت کے بعد اُس نے سوال کیا۔



''دیکھو نا! تم یہاں موجود ہو۔ یہ افسر یہاں آ گیا تھا۔ بس! پھر میں پہنچ گیا۔ اور تمہارا ساتھی یہاں آنے والا ہے۔ پھر تم کس طرح یہ بات کہہ سکتی ہو کہ یہاں کوئی نہیں آ سکتا؟'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن اب تم کیا چاہتے ہو؟''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''مم..... میرا مطلب ہے کیا تم بھی..... تم بھی اب مجھے پریشان کرو گے..... میری مراد ہے کہ.....''

''ہاں..... وہ تو ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں..... براہِ کرم! نہیں۔'' وہ پریشان لہجے میں بولی۔

''بڑی سنگدل معلوم ہوتی ہیں آپ محترمہ.....''

''دیکھو..... وہ میرا محبوب ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے شادی کرنے والے ہیں۔ درمیں..... میں کسی طور پر.....''

''تو محترمہ! اپنی شادی کی خوشی میں پلا دیجئے۔''

''کک..... کیا.....؟''

''کافی..... صرف ایک کپ کافی۔ بس! اس سے زیادہ تم کو کوئی اور تکلیف نہیں دُوں گا نیک دل خاتون!'' میں نے کہا اور وہ بری طرح چونک پڑی۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''اوہ..... تمہارا شکریہ! اگر تم مجھے پریشان نہ کرو تو میں تمہاری بے حد شکر گزار رہوں گی۔''

''یعنی تمہیں ابھی تک یقین نہیں آیا؟ اچھا، ٹھیک ہے۔'' میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں، نہیں..... بیٹھو! پلیز..... میں تمہیں کافی پلا دُوں گی۔ لیکن تم کہیں مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے؟''

''بھئی کمال کی بات ہے۔ اب تک جو کچھ کرتا رہا ہوں، مذاق کرتا رہا ہوں۔ اب اتنی سی سنگدلی کا اظہار مت کریں! اگر وہ نشے میں نہ ہوتا تو مقابلہ خاصا سخت ہو جاتا۔ اور آپ ان ساری باتوں کو مذاق کہہ رہی ہیں۔''

''بیٹھو! میں تمہارے لئے کافی بناتی ہوں۔'' لڑکی نے کہا۔ لیکن اُسی وقت دروازہ کھول کر ایک تندرست و توانا آدمی اندر گھس آیا۔ وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اندر کے ماحول کو دیکھ

رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔

''میں نے تمہاری گفتگو سن لی ہے جین!''

''اوہ..... ڈیئر برٹی! تم آ گئے۔ بڑی دیر سے آئے ہو۔ تم نے مجھے جن مصیبتوں کا شکار کر دیا تھا، تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''تم دونوں کی تھوڑی بہت گفتگو سن چکا ہوں۔ لیکن سمجھنے سے قاصر ہوں۔'' برٹی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میری طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ''میرا خیال ہے میرے دوست! تم نے جین کی مدد کی ہے۔ اور ہاں! یہ کون ہے..... شاید کوئی جرمن افسر۔ یہ جرمن ہوتے ہی کتے ہیں۔ مگر جین! یہ جرمن یہاں گھس کیسے آیا؟''

''اتنے سارے سوالات ایک ساتھ کر دیئے تم نے۔ کہاں سے گھس آیا کیا؟ کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ میں کس مصیبت سے دوچار ہوئی ہوں؟ اگر یہ شخص میری مدد نہ کرتا تو پھر..... تو پھر تمہارا آنا بے کار تھا برٹی!'' لڑکی نے سرد لہجے میں کہا۔

''بہت افسوس ہے مجھے ڈارلنگ..... بس! کیا کروں، کام میں کچھ دیر ہو گئی۔ لیکن اس کے بعد جس حد تک ہو سکا، جلد سے جلد پہنچا ہوں۔ ہاں! تم کب سے میرا انتظار کر رہی تھیں؟'' برٹی نے پوچھا۔

''بس، بس..... مجھ سے بات نہ کرو۔''

''بھئی مسٹر! کیا نام ہے آپ کا؟ آپ ہی میری مدد کریں۔ رُوٹھی ہوئی محبوبہ کو منانا بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ کیا آپ کو اس سلسلے میں کوئی تجربہ ہے؟''

''نہیں مسٹر برٹی! مجھے جس قدر تجربہ ہے، وہ آپ کے سامنے موجود ہے۔'' میں نے کہا۔

''ارے ہاں..... کیا یہ بالکل ہی مر گیا؟'' برٹی اس انداز میں جرمن افسر کی طرف متوجہ ہوا، جیسے اُس کی موت، اُس کے لئے کوئی حیثیت نہ رکھتی ہو۔ میں گہری نگاہوں سے اُس کا جائزہ لے رہا تھا۔ خاصا تندرست و توانا آدمی تھا۔ لیکن شکل وصورت سے جرمن معلوم نہیں ہوتا تھا۔ بڑی حیرت کی بات تھی اِن دونوں کی یہاں موجودگی۔ نہ جانے کیا قصہ تھا؟

''اچھا..... تم رُکو! میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔ میرے مہمان بلکہ میرے محسن نے مجھ سے کافی طلب کی ہے۔''

''ہاں، ہاں..... میں سن چکا ہوں۔ لیکن جب تک تم کافی نہیں بناؤ گی، میری تسلی نہیں ہو گی۔''



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم مسٹر..... ان کا نام مجھے نہیں معلوم۔ شاید اسی شخص نے کین کہا تھا۔ ہاں! تو مسٹر گفتگو کرو۔'' جین نے کہا اور باہر نکل گئی۔

طویل القامت آدمی مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا۔ تھوڑی بہت صورتِ حال میں سمجھ مسٹر کین! یہ جرمن کتے انتہائی بد اخلاق اور ناقابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ بہرحال! یہ۔ قصہ کیا تھا؟''

فاق سے ادھر نکل آیا تھا مسٹر برٹی! اور پھر یہ عمارت نظر آ گئی۔ یہاں یہ ڈرامہ

رامہ کیا تھا؟''

شخص، آپ کی دوست کو پریشان کر رہا تھا۔ حالانکہ اُس نے کہا بھی کہ اس کا محبوب ا ہے۔ لیکن اُس نے تسلیم نہ کیا۔''

خوب..... پھر؟''

پھر میں نے سوچا کہ تمہیں دیر نہ ہو جائے۔ چنانچہ تمہارا کام میں نے انجام دے میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

بہت شکریہ..... کین! کیا تم جرمن نہیں ہو؟''

نہیں..... اور یہی سوال میں تم سے کرنا چاہتا ہوں۔''

ہاں..... میں بھی جرمن نہیں ہوں۔''

پھر کون ہو.....؟''

نسلاً آسٹریلیا کا باشندہ ہوں۔ لیکن پیدا یہیں ہوا۔ اور یہیں پرورش پائی۔ میرا باپ کے پھانسی گھر میں جلاد تھا۔ یہی کام میرے سپرد کیا گیا۔ اور پھر ان جرمن کتوں نے نفرت انگیز کام میرے سپرد کیا ہے۔ اب اسے انجام دیتا ہوں۔''

خوب..... کیا کام ہے؟''

اتحادی کیمپوں کی صفائی..... صفائی سے مراد جھاڑو دینا نہیں ہے۔'' برٹی نے بتایا۔

پھر.....؟''

اتحادی قیدیوں کی موت کے بعد اُن کی لاشیں اُٹھا کر پھینکتی ہوتی ہیں۔ میں اس شعبے کا ں ہوں۔'' برٹی نے جواب دیا۔

ہوں.....'' میں نے تعجب سے اُسے دیکھا۔ اُس نے پھر معمولی انداز میں اس خطرناک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کام کے بارے میں بتایا تھا، جیسے اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔

''ہاں یار! بڑی بوریت ہوتی ہے۔ اگر کوئی اور کام کرسکتا تو یقیناً اسے انجام نہ دیتا، بڑ
مجبوری ہے۔ مگر اب تم اپنے بارے میں تو بتاؤ۔''

''کیا بتاؤں ڈیئر برٹی؟''

''تم کون ہو؟ اگر جرمن نہیں ہو تو اِن کے درمیان کس طرح ہو؟ اوہ......! میں سمجھ گ
یقیناً وہی ہو۔''

''کون......؟'' میں نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

''اتحادی جاسوس۔ جاسوسی کر رہے ہو گے۔'' اُس نے پھر اسی انداز میں کہا جیسے
کے نزدیک اس بات کی بھی کوئی اہمیت نہ ہو۔''

''نہیں برٹی! میں جاسوس نہیں ہوں۔''

''پھر کون ہو بھائی!'' برٹی نے بازو پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

''میں قیدی ہوں۔''

''فرار ہوئے ہو......؟''

''ہاں......!''

''چلو ٹھیک ہے...... بھاگ جاؤ! ایسے کسی کی قید میں رہنا بھی کوئی زندگی ہے؟ ہونہہ......''
اُس نے اس انداز میں کہا جیسے سارے قیدی اپنی مرضی سے قید ہونے آئے ہوں۔

عجیب آدمی تھا۔ میں نے اُس کی شخصیت کا تجزیہ کیا۔ ہر چیز سے بیزار بیزار۔ یوں لگتا
جیسے دنیا کے اس ماحول کے بارے میں وہ کچھ بھی نہ جانتا ہو اور صرف بکواس کرنے کا عا
ہو۔ باہر جانے کے لئے اُس نے اس طرح کہا تھا جیسے باہر جانا بہت ہی آسان ہو۔ بہر حا
وہ کافی دیر تک بولتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس کی دوست کافی لے کر آ گئی۔ اُس نے دو پیالیاں ہم دونوں
سپرد کیں اور تیسری خود لے کر بیٹھ گئی۔

''ہاں بھئی...... کین نے ہمارے اُوپر احسان کیا ہے۔ لیکن جین! تم وقت سے پہلے
گئی تھیں۔ بہر صورت! چھوڑو ان باتوں کو۔ جو ہونا تھا، وہ تو ہو گیا۔'' برٹی نے کہا۔

''نہیں برٹی! اب میں تمہارے طلب کرنے پر اس طرح یہاں نہیں آؤں گی۔'' جین
نے کہا۔



ہاں، ہاں...... میں تمہیں طلب ہی نہیں کروں گا۔ میرا خیال تھا کہ جرمن افسر ہمارے
ہیں اس انداز سے نہیں سوچیں گے۔ لیکن ان کتوں کا کیا بھروسہ؟ اور ہاں مسٹر کین!
اپنی۔ تمہارے اس احسان کے صلے میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں؟'' برٹی نے

میں اپنے احسان کا صلہ تو نہیں طلب کرتا مسٹر برٹی! لیکن صرف اس تصور کے ساتھ کہ
جرمن باشندے نہیں ہو، مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔''

ہاں، ہاں...... فوراً کہو! کوئی حرج نہیں ہے۔''

کسی اتحادی قیدی کا کیمپ سے فرار ہونا معمولی کام تو نہیں ہے۔ اتحادی طیاروں نے
کی اور اس کے نتیجے میں مجھے نکلنے کا موقع مل گیا۔ میں نجانے کس طرح سے یہاں
ں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جرمنوں کو میرے فرار کا علم ہو جائے گا اور جرمن
ری تلاش میں دوڑیں گے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ تم، میری مدد کرو۔''

بولو! کیا مدد چاہتے ہو......؟''

مجھے کسی ایسے مقام پر پہنچا دو! جہاں سے میں بآسانی فرار ہوسکوں۔'' میں نے کہا۔

دیکھو بھائی! یہ کام میرے لئے بڑا مشکل ہے۔ خاص طور سے اس لئے کہ مجھے دن
رہنا ہوتا ہے۔ عام طور سے جرمن آفیسر میری نگرانی بھی کرتے ہیں، صرف اس
کے ساتھ کہ میں جرمن نہیں ہوں۔ حالانکہ آج تک نہ صرف میں نے بلکہ میرے باپ
نہایت دیانت داری سے ہر وہ کام انجام دیا ہے جو ہمارے سپرد کیا گیا۔ لیکن اس
جرمن کتے کسی پر بھروسہ نہیں کرتے۔ چنانچہ میں تمہاری کوئی ایسی مدد تو نہیں کر
ہاں! اس علاقے سے نکالنے کی ذمہ داری میں لے سکتا ہوں۔''

ٹھیک ہے برٹی! یہی کر دو۔ مگر کس طرح؟ ظاہر ہے، جرمن چوکی سے گزرنا کوئی آسان
نہیں ہو گا۔''

میرے لئے آسان ہے۔'' برٹی نے جواب دیا اور گرم گرم کافی حلق میں اُنڈیلنے لگا۔

اور کس طرح......؟''

بڑی معمولی سی بات ہے۔ تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں اس جرمن افسر کا کیا کروں گا؟''
اُس کی طرف اشارہ کیا۔ واقعی وہ دونوں ضرورت سے زیادہ لاپرواہ تھے۔ جرمن
سامنے ہی پڑی ہوئی تھی۔ خون بہہ بہہ کر صاف فرش کو داغدار کر رہا تھا اور اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



جمنے لگا تھا۔ لیکن وہ اس طرح لاپرواہ تھے جیسے یہ بات کوئی حیثیت ہی نہ رکھتی ہو۔

''ہاں..... بس! تمہاری اس لاپرواہی سے حیران ہوں۔''

''حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں لاشیں ڈھوتا ہوں۔ صبح بھی بہت سی لاشیں ٹرک پر ڈال کر لے جانی ہیں۔ اس کی صورت تو پہلے ہی بگڑ چکی ہے۔ بس! کچھ اور خراب دُوں گا۔ کسی اتحادی قیدی کی وردی پہنا دُوں گا اور اس کے بعد ٹرک میں..... کیا سمجھے؟''

''واہ.....'' میں نے خوشی سے کہا۔

''تمہیں بھی اسی انداز میں سفر کرنا ہوگا۔''

''ہاں..... میں سمجھ رہا ہوں۔''

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں لاشیں پھینکی جاتی ہیں، وہ جگہ بالکل سنسان ہے۔ تم تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے جنگلوں میں رُوپوش ہو سکتے ہو۔ اور اس کے بعد سب کچھ تمہیں خود کرنا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے..... تم مجھے وہاں تک تو پہنچاؤ مسٹر برٹی!'' میں نے گہری سانس لے کر اور برٹی گردن ہلانے لگا۔

کافی دیر تک میں اُس کے ساتھ بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے خود ہی کہا۔ ''اس وقت بارہ بجے ہیں۔ تم چار بجے تک آرام کرو۔ اس دوران میں اپنی محبوبہ کے ساتھ رہوں گا۔ چار بجے تک تمہاری وجہ سے اُٹھوں گا۔ کیونکہ تمہیں لاش کی شکل میں ترتیب دینا ہے۔ پانچ بجے تک لاشیں، لوڈ ہو جائیں گی۔ اور اسی وقت میں تمہیں بھی..... کیا سمجھے؟ لاشوں میں تم اُوپر ہو گے۔ اگر دب گئے تو مصیبت کا شکار ہو جاؤ گے۔''

''او کے برٹی.....'' میں نے کہا اور برٹی مجھے عمارت کے ایک کمرے میں چھوڑ گیا۔ تجربہ بھی زندگی کا بھیانک تجربہ ہوگا۔ صبح کو مجھے لاشوں کے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔

رات بھر نیند نہیں آئی۔ چار بجے برٹی نے دروازے پر دستک دی۔ ''جاگ جاؤ مسٹر کین!''

''میں جاگ رہا ہوں مسٹر برٹی!'' میں نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔

برٹی نے قہقہہ لگایا تھا۔ ''میں جانتا تھا۔''

''کیا جانتے تھے.....؟''

''یہی کہ تم جاگ رہے ہو گے۔''



''کیوں.....؟''

''سڑی ہوئی لاشوں کے ساتھ سفر کرنا انسان کا کام تو نہیں ہے کین! یقین کرو میرے دوست، اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہے۔''

''اوہ..... ٹھیک ہے مسٹر برٹی! لیکن تمہیں ایک اور احسان کرنا ہوگا۔''

''ہاں، ہاں..... کہو!''

''جرمن افسر کا پستول تمہاری کمر میں موجود ہے۔ اس کا ایمونیشن اور پستول مجھے دے دو۔ مجھے اس کی ضرورت پیش آئے گی۔''

''خلوصِ دل سے۔ مجھے اس کا کیا کرنا ہے؟'' برٹی نے کہا اور پھر اُس گندے اور سنگدل انسان نے جرمن افسر کا خون میرے لباس پر جگہ جگہ لگا دیا۔ میری شکل، بھیانک ہوگئی۔ میری آنکھ پر اُس نے ایک جھلی سی چپکا تھی۔ غرض مجھے ایک مضروب انسان بنانے میں اُس نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ پھر جرمن افسر کا پستول اور ایمونیشن اُس نے نہایت احتیاط سے میرے بدن پر سجا دیئے۔ جرمن افسر کو پھر اُس نے ایک بوسیدہ وردی پہنا دی تھی۔ پھر اُس نے اپنی محبوبہ کو الوداع کہا اور میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ جرمن افسر کی لاش اُس نے کندھے پر ڈال لی تھی۔ باہر اُس کی جیپ کھڑی ہوئی تھی۔

''کین! تم اسی وقت سے خود کو مُردہ تصور کر لو۔'' اُس نے کہا اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب.....؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''اس جرمن کے ساتھ تمہیں بھی ایک مُردہ انسان کی حیثیت سے سفر کرنا ہوگا۔ میں کسی کو شبے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔''

''ٹھیک ہے.....'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور پھر میں جیپ کے پچھلے حصے میں لیٹ گیا۔ یہ بھی ایک خوفناک تجربہ تھا۔ جیپ چل پڑی اور ناہموار راستوں پر اُچھلتی ہوئی بالآخر ایک جگہ آ کر رُک گئی۔

ناقابلِ برداشت بو کی ایک لہر، میری ناک سے ٹکرائی اور میں پریشان ہو کر رہ گیا۔ اب کچھ اسی بدبو کے ساتھ سفر کرنا ہوگا..... میں نے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا، ایک جدید ساخت کا ٹرک کھڑا ہوا تھا جس میں بے شمار انسانی اجسام نظر آ رہے تھے۔

''ان دونوں کو بھی ڈال دو!'' برٹی کی آواز اُبھری۔ اور پھر جس طرح ہمیں ٹرک میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ڈالا گیا، وہ بھی ایک عبرت ناک منظر تھا۔ ٹانگیں اور ہاتھ جھلا کر پہلے جرمن افسر کی لاش کو اور پھر مجھے دوسری لاشوں پر پھینک دیا گیا۔

اور پھر ٹرک چل پڑا۔ ناقابل برداشت بدبو تھی۔ دنیا کی تمام اذیتوں سے زیادہ اذیت ناک..... مجھے انسانی بدن چھو رہے تھے۔ میں نے اُن کی جانب دیکھنے کی ہمت نہیں کی اور جہاں پڑا تھا، پڑا رہا۔ سفر، میرے اندازے کے مطابق ایک گھنٹے تک جاری رہا۔ اس دوران چیک پوسٹ پر چیکنگ بھی ہوئی تھی۔ لیکن اور کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ البتہ میرا ذہن اور بھی کچھ سوچ رہا تھا۔

لاشوں کو کہاں ٹھکانے لگایا جاتا ہوگا؟ برٹی نے کس جنگل کے بارے میں بتایا تھا؟ لیکن کیا لاشیں یوں ہی پھینک دی جاتی ہوں گی.....؟'' چند لمحات، میں سوچتا رہا۔ اور پھر جونہی ٹرک رُکا، میں ہوشیار ہوگیا اور گردن گھما کر اُس جگہ کو دیکھا۔

ٹرک جہاں کھڑا ہوا تھا، وہاں ایک گہرا گڑھا تھا۔ اور اُس عظیم الشان گڑھے میں لاتعداد انسانی اعضاء نظر آ رہے تھے۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ یہاں وہ بدبو نہیں تھی جو ہونی چاہئے تھی۔ حالانکہ اس گڑھے میں پڑی ہوئی لاشوں کو نہ جانے کتنا عرصہ بیت گیا ہوگا؟ لیکن بدبو کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ نہ جانے کیوں؟ جبکہ ٹرک کے اندر پڑے ہوئے بے شمار انسانی جسموں سے تعفن اُٹھ رہا تھا اور اس تعفن نے مجھے ذہنی طور پر تقریباً معطل کر دیا تھا۔

ٹرک کا انجن بند کر دیا گیا۔ اور دونوں طرف کے دروازوں سے دو آدمی نیچے اُتر آئے۔

''چلو..... خالی کرو۔'' اُن میں سے کسی نے جرمن زبان میں کہا اور یہی وقت میری کارکردگی کا تھا۔

میں تیزی سے ٹرک کے اُس حصے پر چڑھ گیا جس حصے پر انجن تھا۔ اور میں نے آواز پیدا نہیں ہونے دی تھی۔ وہ دونوں ٹرک کی پچھلی سمت کی جانب گئے۔ اُنہوں نے کسی ذریعے سے ٹرک کے ایک حصے کو کھول دیا۔ ٹرک کا ایک حصہ اُوپر اُٹھ گیا اور لاشیں اُس سے گر کر گڑھے میں جانے لگیں..... انسانی اجسام، گہرائیوں میں گر رہے تھے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نہ جانے کیسی کیسی زندگیاں گزاری ہوں گی؟ لیکن اس وقت کس کسمپرسی سے اپنے آخری سفر پر روانہ ہو رہے تھے۔ اور یہ منظر قابل عبرت تھا۔ پھر ایک خیال میرے ذہن میں کوندا..... کیوں نہ اب یہ ٹرک میرے استعمال میں رہے؟ برٹی نے جو کچھ کیا تھا، اس کی پرواہ کون کرے' اگر ٹرک پاس ہوگا تو ممکن ہے، کوئی بات بن سکے۔ چنانچہ میں نے اپنا پستول



نکال لیا۔

دونوں آدمی، کام سے فارغ ہونے کے بعد ٹرک کے پچھلے حصے کو ہموار کرنے لگے۔ اور اس کے بعد اُنہوں نے عجیب سی نلکیاں اُٹھائیں اور اُن کا رُخ گڑھے کی طرف کر کے کوئی بٹن دبا دیا۔ کسی سیال کی دھار نکل کر اُن لاشوں پر پڑنے لگی۔ اور مجھے علم ہوگیا کہ لاشوں سے تعفن کیوں نہیں اُٹھ رہا؟ وہ لوگ کسی کیمیکل کے ذریعے اُن لاشوں کو گلا دیتے تھے۔

پھر جب وہ اپنے آخری کام سے فارغ ہوئے تو میں پستول لے کر اُن کے سامنے پہنچ گیا۔ مجھے دیکھ کر اُن کی جو حالت ہوئی، وہ ناقابل بیان ہے۔ وہ چیختے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹ گئے تھے اور مسلسل چیخ رہے تھے۔

''سیدھے کھڑے ہو جاؤ!'' میں نے گرج کر کہا۔

''تت تم..... تت تم..... کک کون ہو.....؟''

''یہ راستہ کس طرف جاتا ہے.....؟''

''سماوا..... سماوا.....''

''اُدھر کوئی جرمن چوکی ہے.....؟''

''نہیں..... کوئی نہیں ہے۔''

''آخری جرمن چوکی کہاں ہے.....؟''

''سماوا میں.....''

''تمہارے پاس کیا ہے.....؟''

''کک..... کچھ نہیں۔''

''کھانے پینے کی کوئی چیز ہے.....؟''

''نہیں.....!''

''ہتھیار.....؟''

''وہ بھی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس ہتھیاروں کا کیا کام؟''

''اے..... تم چلو! اس کی تلاشی لو۔'' میں نے دوسرے سے کہا اور اُس نے با دلِ ناخواستہ میری ہدایت پر عمل کیا۔ دوسرے لمحے اُس کے لباس سے نکلا ہوا سامان زمین پر پڑا تھا۔ پھر میں نے دوسرے کو بھی ہدایت کر دی اور دونوں کی جیبیں خالی ہوگئیں۔

''اب تم اپنے لباس بھی اُتار دو.....!''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''نہیں، نہیں ہم......ہمیں جانے دو۔''

''جلدی کرو......!'' میں نے ڈانٹ کر کہا اور چند ساعت کے بعد وہ دونوں برہنہ کھڑے تھے۔ ''اور اب تم بھی لاشوں کے اس گڑھے میں چھلانگ لگا دو!''

''مم......مر جائیں گے۔ اس میں گلا دینے والا کیمیکل ہے۔'' دونوں خوفزدہ انداز میں چیخے۔

''جرمن ہو......؟'' میں نے نرم لہجے میں سوال کیا۔

''ہاں......!''

''کتنے دن سے یہ کام کر رہے ہو......؟''

''تین سال سے......''

''ہوں......اب بہت جی لئے۔ جلدی کرو!''

''نہیں، نہیں......ہمیں معاف کر دو۔ ہم اس گڑھے میں نہیں کودیں گے۔''

''میں صرف تین تک گنتی گنوں گا۔''

''نہیں......'' وہ دونوں چیخے۔

''ایک......!'' میں نے گنتی شروع کی اور دوسرے لمحے اُن دونوں نے چھلانگ لگا دی۔ وہ بری طرح بھاگے تھے۔ تب میں نے دو فائر کئے اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ نہ جانے کیوں بس! اُنہیں ہلاک کرنے کو جی چاہا تھا۔ بس! درندگی کی طرف طبیعت مائل تھی۔ چنانچہ میں نے کچھ اور بھی کیا۔ یعنی اُن دونوں کی لاشوں کو اُٹھا کر اُسی گڑھے میں اُچھال دیا۔ پھر اُن میں سے ایک کا لباس پہنا اور اُس کے کاغذات، جیب میں رکھ کر ٹرک کی طرف بڑھا۔ ٹرک سٹارٹ کر کے میں نے ایک سمت کا تعین کیا اور ٹرک آگے بڑھ گیا۔ میرے ذہن میں سینکڑوں خیالات تھے۔ آگے کا سفر نا معلوم تھا۔

یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ کہاں تک پہنچوں؟ بہرصورت! جن جنگلوں کے بارے میں برٹی نے بتایا تھا، وہ بھی سامنے ہی موجود تھے۔ لیکن میں نے جنگلوں کی سمت اختیار نہیں کی اور کچے راستے پر ہی ٹرک کو آگے بڑھاتا رہا۔ میں اُسی سڑک کی تلاش میں تھا جس سے گزر کر ہم لوگ یہاں آئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سڑک کے نزدیک پہنچ گیا۔ لیکن اس بار میں نے رُخ بدل دیا تھا۔ میں اُس طرف سے جا رہا تھا جس طرف سے ہم لوگ نہیں آئے تھے۔ ٹرک، برق رفتاری سے سفر کرتا رہا۔ میرے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ بس! اس



...ے اتنی دُور نکل جانا چاہتا تھا کہ آئندہ پروگرام بنانے میں ہمیں آسانی ہو۔
...لیکن تقدیر ابھی مجھے آزادی دلانے کی روادار نہیں تھی۔ بہت زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ دُور
...ایک طیارے کی گرج سنائی دی۔ اور میں پلٹ کر دیکھنے لگا۔ میں نے گردن نکال کر باہر
...طیارہ اسی جانب آ رہا تھا۔
...ممکن نہیں تھا کہ میری تلاش میں آیا ہو۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ اتنی جلدی یہاں
...پہنچ جائے گا۔ لیکن پھر بھی میرے ذہن میں ایک ہلکا سا احساس تھا کہ کوئی خطرہ نہ پیش آ
...اور اس خطرے کے پیشِ نگاہ میں نے تیاریاں کر لی تھیں۔
...ہی، ہوا جس کا خدشہ تھا۔ طیارے کی مشین گنوں سے ایک برسٹ مارا گیا اور گولیاں
...اُن بناتی ہوئی سڑک کے نزدیک پیوست ہو گئیں اور میرا ذہن جھنجھنا اُٹھا۔
...خطرہ......'' میرے ذہن نے نعرہ لگایا اور دوسرے ہی لمحے میں نے ٹرک سے چھلانگ
...ٹرک، برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا تھا۔ طیارہ گھوم کر پھر واپس آیا۔ اور اس بار اُس
...ل پر ایک بم چھوڑ دیا تھا۔
...ک کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دُور دُور تک بکھر گئے اور میں نے بخوبی دیکھ لیا کہ وہ
...طیارہ تھا۔ آہ......کاش! کسی طرح اُسے میرے بارے میں علم ہو جاتا...... میں نے
...ے سوچا۔
...ب میں اس بے آب و گیاہ چوڑے میدان میں ایک تنہا درخت کی مانند تھا اور سوچ رہا
...اب ان جنگلوں تک پہنچنا بھی ممکن نہیں ہے جن کے بارے میں برٹی نے کہا تھا۔ کاش!
...ان جنگلوں میں داخل ہو جاتا۔ کم از کم اتنی خوفناک صورتحال سے تو واسطہ نہ پڑتا۔ سورج،
...طرح بلند ہو گیا تھا اور میں سورج کی وحشت گردی سے پوری طرح واقف تھا۔ بڑی
...پیش آ گئی تھی۔ سر چھپانے کو کوئی جگہ نہیں تھی۔ چنانچہ میں، مایوس آگے بڑھنے لگا۔
...سامنے ہی چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے نظر آ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ وہیں تک چلا
...ممکن ہے، کوئی غار یا کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے جہاں اس دھوپ سے پناہ لی جا سکے۔
...میں اُس طرف بڑھ گیا۔ لیکن ٹیلوں کا فاصلہ جتنا زیادہ تھا، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ
...پہنچنا بھی آسان کام نہیں ہے۔ تاہم! میں آگے بڑھتا رہا۔
...پھر چند لمحوں کے بعد ایک بار پھر میرے کانوں نے کچھ آوازیں سنیں...... یہ ہیلی
...کی آوازیں تھیں اور میں ان آوازوں کو بخوبی پہچان سکتا تھا۔ ہیلی کاپٹر، نجانے کس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



طرف جا رہے تھے؟ چھپنے کی کوئی جگہ بھی نہیں تھی۔ لیکن اب میں نے چھپنا مناسب نہ سمجھا۔ اس طویل صحرا میں مرنے سے بہتر تھا کہ ایک بار پھر ان لوگوں کے شکنجے میں جاؤں۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر خاصی نیچی پرواز کر رہے تھے۔ اور پھر شاید اُن پر سے مجھے دیکھ لیا گیا......

اب وہ نیچے اُترنے لگے۔ اور چند ساعت کے بعد وہ ہیلی کاپٹر میرے بالکل نزدیک اُتر گئے۔ چار آدمی نیچے اُتر آئے تھے۔ سب کے سب فوجی افسر تھے اور جرمن تھے۔ جس کا اندازہ اُن کے لباس سے ہوتا تھا۔

''کون ہو تم......؟'' اُن میں سے ایک افسر نے سوال کیا۔

''میرا نام بروجر ہے جناب!''

''کون ہو......؟''

''لاشیں ڈھونے کا کام کرتا ہوں۔'' میں نے جرمن زبان میں جواب دیا۔ میرے لہجے پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

''کیا تم نے کسی اتحادی طیارے کو اس طرف دیکھا؟''

''اُس نے میرا ٹرک تباہ کر دیا ہے جناب!''

''کس طرف گیا......؟''

''اُدھر......'' میں نے آسمان کی ایک سمت اِشارہ کیا۔

''لیکن تم اس وقت کہاں جا رہے تھے......؟''

''واپس اپنے ٹھکانے پر۔''

''اس طرف......؟'' افسر نے شبہے کی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''تو کیا......تو کیا میرا اندازہ درست تھا؟''

''کیا مطلب......؟''

''مجھے شبہ تھا جناب! کہ میں راستہ بھٹک گیا ہوں۔''

''لیکن کیا تم اکثر یہاں نہیں آتے؟''

''نہیں جناب! آج پہلی بار مسٹر برٹی نے مجھے اس طرف بھیجا تھا۔ اُنہوں نے مجھے صرف پتہ بتایا تھا۔''

''دوسرے لوگ جو یہ کام کرتے ہیں، کہاں گئے؟''



مجھے نہیں معلوم۔''

ٹھیک ہے ڈک! میں اُس آسٹریلین سور کو جانتا ہوں۔ اسے بٹھا لو!'' ایک دوسرے نے جرمن لہجے میں کہا۔

کون آسٹریلین سور......؟''

س کا اس نے حوالہ دیا ہے۔ اس کے سپرد یہی کام کیا ہے۔ ٹھیک ہے، اسے بٹھا لو!''

لیکن ہم تو......''

بعد میں بھجوا دیں گے کسی ذریعے سے۔ انسے یہاں تو نہیں چھوڑ سکتے۔ مر جائے گا۔''

ں نے کہا۔

ہوں......چلو! ٹھیک ہے۔'' دوسرا افسر بھی راضی ہو گیا۔ میرا دل خون ہو رہا تھا۔ ایک میں اُن کے نرغے میں جا رہا تھا۔ لیکن مجبوری تھی۔ البتہ ایک چیز بڑی خطرناک تھی۔ پاس فوجی ریوالور تھا اور ایمونیشن بھی۔ یہ ریوالور میرے لئے موت کا سامان بن سکتا نانچہ جب تک میں نے ہیلی کاپٹر میں سفر کیا، خوف کا شکار رہا کہ کہیں ان میں سے کسی ے مسلح ہونے کا خیال نہ آ جائے۔

رحال! ایسا کوئی واقعہ نہیں پیش آیا اور ہم ایک چھاؤنی میں پہنچ گئے، جہاں ہیلی کاپٹر، ڑ پر اُتر گئے۔ میرے لئے ایک جگہ کا بندوبست کر لیا گیا۔ عارضی بیرک تھے، جہاں یام پذیر تھے۔ میں اُنہی بیرکوں میں سے ایک میں پہنچ گیا۔ دوپہر کو کھانے کے لئے یک میس میں جانا پڑا۔ اور یہیں گڑبڑ ہو گئی......

ک میجر، میس کا معائنہ کرنے آیا تھا۔ وہ میرے سامنے سے بھی گزرا۔ اُس کی نگاہیں پڑی تھیں۔ پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ لیکن چند ہی ساعت کے بعد وہ واپس آیا اور میرے آ کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، تب اُس کی آنکھوں میں کے آثار تھے۔ پھر اُس نے حقارت سے ایک اِشارہ کیا۔ مطلب یہ تھا کہ میں آگے ؤں۔ میں نے آگے بڑھ کر اُسے سلیوٹ کیا۔

تم کون ہو......؟'' اُس نے سوال کیا اور میں نے پھر ایک سلیوٹ مار دیا۔

تم کون ہو......؟'' اُس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

بروجر۔'' میں نے جواب دیا۔

اسے میرے پاس لے آؤ!'' جرمن میجر نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میں نے کھانا بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نہیں کھایا تھا۔ لیکن میرے قریبی لوگوں نے میرے ساتھ مہربانی کی۔ وہ مجھے کھانے سے قبل میجر کے پاس نہیں لے گئے۔ ویسے پہلی فرصت میں، میں نے اُس پستول سے چھٹکارا پا لیا تھا۔ اور یہ بہتر ہی ہوا تھا۔ ورنہ اسی وقت دھر لئے جانے کے امکانات تھے۔

لیکن اُس کمبخت میجر کو کیا ہوا؟

کھانے کے بعد مجھے میجر کے پاس لے جایا گیا۔ وہ اپنے دفتر میں بیٹھا ایک فائل دیکھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے گردن اُٹھائی اور پھر بغور دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اُس نے فائل بند کر کے ایک طرف سرکا دی، اور اُس کے چہرے پر خوشگوار تاثرات پھیل گئے۔

''ٹھیک ہے..... تم جاؤ!'' اُس نے دوسروں سے کہا اور مجھے لانے والے واپس چلے گئے۔ ''بیٹھو بروجر!'' اُس نے ایک طرف اِشارہ کیا اور میں جھجکنے لگا۔

''بیٹھ جاؤ دوست! جھجکنے کی ضرورت نہیں۔'' میجر نے نرم لہجے میں کہا اور میں جھجکتا ہوا اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔ میجر نے کرسی سے ٹیک کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پھر وہ شستہ لہجے میں بولا۔ ''اب سے دو سال قبل کی بات ہے۔ میں فرانس میں تھا۔ میری کمپنی سخت مشکلات میں گھر گئی تھی۔ یہاں تک کہ میں اُن سے بچھڑ گیا اور جنگلوں میں بھٹکنے لگا۔ تب ایک ایسے شخص نے میری مدد کی، جو جرمن نہیں تھا۔ لیکن اُس نے میرے لئے اپنی جان دے دی۔ اور جانتے ہو مسٹر بروجر! وہ شخص تمہارا ہم شکل تھا۔ تم نے اتنا ملتا تھا کہ مجھے بال برابر بھی اُس میں اور تم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔''

''اوہ.....'' میں نے بلاوجہ دانت نکال دیئے۔

''تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں اُس کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ اور اچانک مجھے یوں لگا تھا جیسے میرا دوست، ڈین میرے سامنے ہو۔'' میجر نے سرد آہ بھر کر کہا۔

''جی ہاں جناب! بعض شکلیں ایک دوسرے سے بڑی ملتی جلتی ہیں۔''

''تمہیں حیرانی ہو گی مسٹر بروجر! کہ ڈین کی صورت تم سے اتنی ملتی جلتی ہے کہ میں تمہیں بھلا نہیں پا رہا۔ میرے دل میں اُس کے لئے بڑی عزت اور بڑی قدر ہے۔ لیکن تم کون ہو؟ اپنی کہانی تو سناؤ۔''

''بس جناب! جرمن فوج میں ایک خدمت سرانجام دیتا ہوں۔ اپنا ٹرک لے کر نکلا تھا کہ ایک اتحادی طیارے نے بمباری کر کے اُسے تباہ کر دیا۔ اور پھر جرمن ہیلی کاپٹر مجھے یہاں لے آئے۔ مجھے واپس پہنچنا ہے۔''



''کیا کام کرتے ہو؟'' میجر نے پوچھا۔

''لاشیں ڈھوتا ہوں۔''

''کسی کیمپ کی صفائی پر متعین ہو.....؟''

''جی ہاں جناب!''

''ٹھیک ہے..... تمہیں واپس پہنچا دیا جائے گا۔ بلکہ میں تمہارے بارے میں اطلاع دے دوں گا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو چند روز میرے ساتھ قیام کرو۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔'' میجر نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا اور میں نے اُس سے مصافحہ کیا۔ میجر کئی لمحے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کسی سوچ میں ڈوبا رہا تھا۔ پھر اُس نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلائی۔

''یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ آرام کے ساتھ قیام کرو!''

''شکریہ جناب! میری خوش نصیبی کہ مجھے عزت حاصل ہوئی۔''

''میں پھر کسی وقت تم سے تفصیلی ملاقات کروں گا۔ اس وقت آرام کرو۔'' میجر نے پُر وقار لہجے میں کہا اور میں اُٹھ گیا۔ اُس نے گھنٹی بجا کر اپنے اردلی کو بلایا اور کہا۔ ''مسٹر بروجر! میرے دوست ہیں۔ میری رہائش گاہ میں انہیں پہنچا دو۔ اور ان کے آرام کا بھی خیال رکھا جائے۔''

''یس سر!'' اردلی نے جواب دیا۔ ''تشریف لائیے جناب!'' اُس نے کہا اور میں اُس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ پھر مجھے میجر کی عارضی رہائش گاہ پر پہنچا دیا گیا۔

اس لمحے گھبرا کر میں نے گہری گہری سانسیں لیں..... میری چھٹی حس یہ کہہ رہی تھی کہ وہ کچھ ہے، جو ہو رہا ہے۔ کوئی گڑبڑ ہے..... ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ میجر جھوٹ بول رہا ہے..... اس خیال کے تحت تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میں نے اس رہائش گاہ سے نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن باہر سخت پہرہ تھا۔

''آپ باہر نہیں جا سکتے جناب!'' ایک افسر نے کہا۔

''کیوں.....؟''

''یہی احکامات ہیں۔''

''لیکن میں، میجر کا دوست ہوں۔''

''حکم بھی اُنہی کا ہے۔''

''اوہ.....'' میں نے ہونٹ سکوڑے۔ گویا میرا شبہ درست نکلا تھا۔ میجر نے چالاکی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کام لیا تھا۔ اور میں اس چوہے دان میں آ پھنسا تھا۔ میں واپس آ گیا۔ ٹھیک ہے ڈیئر کین! اگر اس بار تمہاری شامت آ ہی گئی ہے تو کون روک سکتا ہے؟ میں نے دل ہی دل میں کہا اور واپس اس کمین گاہ میں آ گیا جو قربانی کے بکرے کے لئے تھی۔

میں ناکارہ نہیں ہوا تھا۔ یعنی اگر کوشش کرتا تو کوئی ہنگامہ کر سکتا تھا۔ لیکن فائدہ؟ اور پھر مجھے اس کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ شام کو تقریباً پانچ بجے ایک پورا دستہ مجھے لینے کے لئے میجر کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ دستے کے افسر نے مجھے باہر نکلنے کے لئے کہا۔ اور جونہی میں باہر نکلا، اُس نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں..... میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ کیونکہ میں اپنی پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ اور اس کے بعد کوئی احمقانہ حرکت بے سود تھی۔ مجھے اس عارضی کیمپ کے ایک مخصوص حصے میں لے جایا گیا اور یہاں میں نے دو ہیلی کاپٹر بھی کھڑے دیکھے۔

ہیلی کاپٹروں کی موجودگی کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ لیکن بہرصورت! میں نے اُنہیں غور سے دیکھا تھا۔ اور جس بڑے کیمپ میں مجھے پہنچایا گیا، وہاں سخت پہرہ لگا ہوا تھا۔ اور اندر جس شخص پر میری پہلی نظر پڑی، وہ گسٹاپو کا اہم ترین فرد شائیلاک تھا..... میرا پیارا دوست.....

''بے شک..... بے شک..... بھلا یہ شخص مونیٹر کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے جو فرار ہونے میں کسی شیطان کی طرح بدنام تھا۔ بہرصورت مسٹر مونیٹر! آپ کے اور ہمارے ستارے غالباً ایک ہی ہیں۔ شکلیں تو ملتی جلتی ہیں لیکن ستاروں کا مل جانا کتنا حیرت انگیز ہوتا ہے؟ اور غالباً یہ ستارے ہی آپ کو ہم سے دُور کرنا نہیں چاہتے۔'' شائیلاک نے بڑے پیار بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''ایسا ہی لگتا ہے مسٹر شائیلاک!'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ اُس میجر کی آنکھیں پھیل گئیں، جس نے مجھے اپنا مہمان بنایا تھا۔

''گویا میرا خدشہ درست نکلا تھا جناب!'' اُس نے دبی زبان میں کہا۔

''ہاں میجر! اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ تم نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ اگر مسٹر مونیٹر کی تقدیر میں ہمیشہ گرفتار ہونا نہ ہوتا تو یقینی طور پر انہوں نے جو کچھ کیا ہے، اس کے تحت یہ کبھی کے نکل گئے ہوتے۔ لیکن ہم بھی کچی گولیاں نہیں کھیلے.....''



''بہت بہتر جناب! میں مسرور ہوں کہ میں یہ خدمت انجام دے سکا۔'' میجر نے کہا اور ہلاک گردن ہلانے لگا۔

''لیکن اس بار..... اس بار مسٹر مونیٹر! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ آپ کے بارے میں کسی شبہ کا کوئی امکان نہیں ہے۔ یہ آپ کی ذہانت اور اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت ہے کہ ہم تک آپ کی اہمیت نہیں معلوم کر سکے۔ آپ روانگی کا بندوبست کریں مسٹر گیٹ!'' اُس نے اس بار میجر کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

''یس سر!'' میجر نے کہا اور اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ شائیلاک دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس بار وہ کچھ بولا نہیں۔ میجر واپس آ گیا۔ ''روانگی کی تیاریاں مکمل ہیں جناب!''

''اوکے..... اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دو!'' شائیلاک نے کہا۔ اور تھوڑی دیر بعد مجھے بڑے اعزاز کے ساتھ ہیلی کاپٹر تک لے جایا گیا۔ ایک ہیلی کاپٹر میں شائیلاک کے چند لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دوسرے ہیلی کاپٹر میں، میں، دو افسر اور پائلٹ تھے۔ دونوں ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کر گئے..... میں خاموش بیٹھا تھا۔ اور پھر ہم کافی دُور نکل گئے۔ وہی صحرا تھا، جہاں سے مجھے لے جایا گیا تھا۔ دفعتہً پائلٹ نے اُن دونوں افسروں کی طرف دیکھا اور گردن ہلائی۔ اور پھر یکا یک ہیلی کاپٹر بلند ہونے لگا۔ اب وہ دوسرے ہیلی کاپٹر کے اُوپر تھا۔ پھر اُن میں سے ایک افسر نے ہاتھ میں دبی ہوئی سٹین گن سے دوسرے ہیلی کاپٹر پر فائرنگ شروع کر دی..... اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.....

دوسرا ہیلی کاپٹر، بھیانک حادثے کا شکار ہوا تھا۔ دوسرے لمحے اُس میں آگ لگ گئی۔ اب وہ شعلوں میں گھرا زمین کی طرف جا رہا تھا۔ نیچے گر کر اُس کے پرخچے اُڑ گئے۔ یقیناً شائیلاک بھی ہلاک ہو گیا ہوگا.....

☆.....☆.....☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اُس وقت میری عقل و ذہانت میرا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ یہ سارے واقعات ایک خواب معلوم ہو رہے تھے۔ شائیلاک جیسا خطرناک انسان، اس طرح مر جائے، یہ کیسے ممکن تھا؟ لیکن یہ لوگ..... یہ لوگ میرے ہمدرد تھے یا دشمن؟

حیرت کچھ اس طرح حملہ آور ہوئی تھی کہ میں کچھ بول بھی نہیں سکا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں موجود دوسرے لوگوں نے بھی کوئی گفتگو نہیں کی۔ وہ شاید میرے بولنے کے منتظر تھے۔ جب کافی دیر ہو گئی تو اچانک اُن میں سے ایک کو خیال آیا اور وہ جلدی سے دوسرے افسر سے بولا۔

''ہتھکڑیاں اور بیڑیاں نکال دو! انہیں تکلیف ہو رہی ہو گی۔'' زبان انگریزی تھی اور لہجہ امریکن..... میں اُچھل پڑا۔ میں نے حیرت سے بولنے والے کی طرف دیکھا۔

''تم..... تم امریکن ہو؟''

''جی ہاں جناب.....!''

''لیکن..... لیکن کون ہو؟''

''ہمارا تعلق امریکی تنظیم ایڈلاز سے ہے۔ وہ تنظیم، جسے اس جنگ میں جاسوسی کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔''

''اوہ..... لیکن میں نے اس تنظیم کے بارے میں کبھی نہیں سنا۔'' میں نے اپنی مسرت دباتے ہوئے کہا۔ اس اچانک امداد پر میں دل ہی دل میں مسرور ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

''جی ہاں..... فوری طور پر اس کی ترتیب ہوئی ہے۔ اور اس میں شامل ہونے والے غیر فوجی لیکن تربیت یافتہ لوگ ہیں۔''

''لیکن تم لوگ یہاں تک کیسے پہنچ گئے.....؟''

''ہم یہیں مقیم تھے۔ اور ہمیں ہدایات ملی تھیں کہ ہم ایک شخص مسٹر بلیک کے احکامات کے تحت کام کریں۔'' اُس شخص نے جواب دیا جو اَب میری ہتھکڑیاں کھول رہا تھا۔ اس کام سے



فارغ ہو کر وہ میری بیڑیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ اُنہیں بھی میرے پیروں سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن یہ مسٹر بلیک سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ممکن ہے، کوئی امریکی ایجنٹ ہو۔ اور اسے میرے بارے میں معلوم ہو گیا ہو۔ بڑے خوفناک حالات سے دوچار ہوا تھا۔ اس وقت کچھ تھکن سی محسوس ہو رہی تھی اور زبان ہلانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ جس علاقے پر ہم پرواز کر رہے تھے، وہ پوری طرح جرمن کنٹرول میں تھا۔ اور یہ ہیلی کاپٹر بھی جرمن تھا۔ اس لئے کوئی دقت نہیں آئی۔ البتہ پائلٹ کو یہ خطرہ تھا کہ دوسرے ہیلی کاپٹر کی تباہی کا راز نہ کھل جائے۔ یا پھر اُن سے اُس کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے۔

''ہمارا سفر کتنا طویل ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بس جناب! ہم پوائنٹ فور پر پہنچ چکے ہیں۔ وہ کیبن شاید آپ کو نظر آ رہا ہو۔ یہ دراصل ایک اطلاعی چوکی ہے۔ لیکن.....'' وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے بھی اُس سے زیادہ تفصیل نہیں پوچھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر اُترنے لگا۔ پھر اس کا انجن بند ہو گیا اور ہم ہیلی کاپٹر سے اُتر آئے۔ قرب و جوار میں سناٹا تھا اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

ہم کیبن کی طرف بڑھنے لگے۔ اور پھر کیبن کے نزدیک پہنچ کر ہم ٹھٹھک گئے۔ کیبن کے دروازے میں ایک لیفٹیننٹ کھڑا ہوا تھا، جو یقیناً جرمن تھا۔

''کیا یہ مسٹر بلیک ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں جناب! کوئی گڑبڑ ہو گئی..... اور وہ ٹرک..... پہلے یہ ٹرک یہاں موجود نہیں تھا۔'' دوسرے ایک ساتھی نے سرگوشی میں کہا۔

''کیا مطلب.....؟'' میں نے اپنی رفتار سست کرتے ہوئے پوچھا۔

''یہاں چار فوجی موجود تھے۔ مسٹر بلیک کے اشارے پر ہم نے اُنہیں ختم کر دیا تھا۔ اور یہاں صرف مسٹر بلیک رہ گئے تھے۔ اُنہوں نے کہا تھا کہ ہم اپنے مشن کی تکمیل کے بعد یہاں پہنچیں۔ وہ میرا انتظار کریں گے۔ لیکن اُس کی موجودگی.....''

''چلتے رہو..... تم اُس سے جرمن زبان میں گفتگو کرو گے۔ میرا تعلق گسٹاپو سے ہے۔'' اُس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہم کیبن کے دروازے پر پہنچ گئے۔ لیفٹیننٹ نے ایڑیاں بجائی تھیں۔ ''کیا بات ہے لیفٹیننٹ.....؟'' میں نے پوچھا۔ ان لوگوں کے لہجے میں لکنت ہو سکتی تھی۔ لیکن میں جرمن لہجے پر قادر تھا۔

''سر..... یہاں ہمارے چار آدمی تعینات تھے۔ لیکن ایک اتحادی جاسوس نے یہاں داخل ہو کر اُنہیں قتل کر دیا..... شاید وہ ہمارے پیغامات نوٹ کرنا چاہتا تھا۔ اتفاق سے ہم پہنچ گئے۔ وہ لاشوں کو ابھی چھپا نہیں پایا تھا کہ ہم نے اُسے گرفتار کر لیا۔''

''اوہ..... تو تم نے اُسے قتل تو نہیں کر دیا؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''نہیں جناب! ٹرانسمیٹر میں کچھ خرابی واقع ہو گئی ہے۔ ہمارے آدمی اُسے درست کر رہے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم نزدیکی چھاؤنی کو اطلاع دے دیں۔ تاکہ وہ اس جاسوس کے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکیں۔''

''کہاں ہے وہ.....؟''

''ہم نے اُسے باندھ کر ڈال دیا ہے۔'' لیفٹیننٹ نے جواب دیا اور میں تیزی سے اندر پہنچ گیا۔ وہ لوگ مجھ سے مرعوب ہو گئے تھے۔

کیبن کے ایک کونے میں ایک شخص بندھا پڑا تھا۔ وہ بے ہوش تھا اور اُس کے سر کی پشت سے خون بہہ کر اُس کے کالر کو رنگین کر رہا تھا۔ اُن لوگوں نے عقب سے حملہ کر کے اُسے زخمی کیا تھا۔ دوسری طرف ریڈیو ٹرانسمیٹر پر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور اُسے درست کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے بے ہوش شخص کا کالر پکڑ کر اُسے سیدھا کر دیا۔ وہ سرخ چہرے والا صحت مند آدمی تھا۔ لیکن اُس کی صورت میرے لئے اجنبی تھی۔ لیفٹیننٹ میرے عقب میں آ کھڑا ہوا۔

''کیا ریڈیو ٹرانسمیٹر درست ہوا؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں جناب! نہ جانے کیا خرابی پیدا ہو گئی ہے؟ کام ہی نہیں کر رہا۔'' اُن دونوں میں سے ایک نے جواب دیا، جو ٹرانسمیٹر درست کر رہے تھے۔

''چھوڑو..... اِن فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کرو۔ میجر!'' میں نے اپنے امریکن ساتھی کو آواز دی اور وہ میرے سامنے آ کر مستعد ہو گیا۔

''اسے ہیلی کاپٹر میں پہنچاؤ۔'' میں نے بے ہوش شخص کی طرف اِشارہ کر کے کہا۔ ''اور تم لوگ چلو! یہاں رُکنا خطرناک ہے۔ لیفٹیننٹ! تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟''



''دس جناب!''

''چلو..... ٹرک میں بیٹھو، اور چھاؤنی چلو۔'' میں نے حکم دیا۔

''یس سر.....'' لیفٹیننٹ نے جواب دیا اور تیزی سے کیبن سے نکل گیا۔ دوسرے دونوں آدمی بھی اُس کے پیچھے ہی لپکے تھے۔ تب میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''یہ لوگ ٹرک کے پاس جمع ہوں تو اِنہیں اُڑا دو..... ایک سٹین گن مجھے درکار ہے۔''

''اوہ، جناب! میں نے مرنے والوں کے قریب ایک سٹین گن دیکھی تھی۔''

''پائلٹ..... کیا تمہارے پاس.....؟''

''میں غیر مسلح ہوں جناب! لیکن ان دونوں کی سٹین گن میرے بھی کام آئے گی۔'' پائلٹ نے جواب دیا۔

لیفٹیننٹ نے چاروں طرف پھیلے ہوئے لوگوں کو جمع کر لیا۔ دوسری طرف بے ہوش مسٹر بلیک کو میرے دونوں مسلح ساتھی اُٹھا کر باہر لے آئے اور اُسے ہیلی کاپٹر میں ڈال دیا۔ میں، مسلسل سوچ رہا تھا۔ تب میں نے اُن سے کہا۔ ''سنو! میرا خیال ہے ہمیں باقی سفر ٹرک کے ذریعے کرنا چاہئے۔ ہیلی کاپٹر اُن لوگوں کی نظروں میں مشکوک ہو گیا ہو گا۔ ممکن ہے، طیارے اس کی تلاش میں نکل پڑیں۔''

''اوہ..... بالکل درست خیال ہے جناب!'' میرے ساتھی نے جواب دیا۔ پائلٹ کو اور مجھے سٹین گن فراہم کر دی گئی اور ہم ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گئے۔ ہیلی کاپٹر کے نزدیک پہنچ کر ہم رُک گئے۔ وہ لوگ ہماری طرف پشت کئے ٹرک کی طرف جا رہے تھے۔ جب یکجا ہو گئے تو ہم نے سٹین گنوں سے گولیاں برسانی شروع کر دیں.....

پہلی ہی باڑ اتنی زبردست تھی کہ وہ لوگ پلٹ بھی نہ سکے اور وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ہمیں صرف ایک خطرہ تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی زندہ نہ رہ گیا ہو۔ چنانچہ چند ساعت ہم انتظار کرتے رہے۔ نیچے گرنے والے تڑپ تڑپ کر سرد ہو گئے تھے۔ اور جب ہمیں اطمینان ہو گیا کہ ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہا تو ہم ٹرک کی جانب بڑھ گئے۔

ہم نے بغور اُن لاشوں کو دیکھا..... ہر ایک کے چہرے پر اذیت کے آثار تھے۔ لیکن چند ایسے بھی تھے جو ابھی تک سانس لے رہے تھے۔ تب ہم نے اُن کے بیجز وغیرہ نوچ لئے اور تمام کاغذات اپنے قبضے میں کر لئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو اِشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے، ان لاشوں کو ایسی جگہ ڈال دو! جہاں سے اُنہیں کم از کم ہوائی جہاز سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نہ دیکھا جا سکے۔''

''بہت بہتر جناب!'' میرے ساتھی مستعدی سے بولے۔ اور پھر وہ اس کام میں مصروف ہو گئے۔ اُنہیں یقین ہو گیا تھا کہ جو شخص اُن کے ساتھ ہے، وہ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اِس کام سے فارغ ہو گئے۔ اور پھر میرے ہی اشارے پر لیفٹیننٹ کی وردی بھی اُتار لی گئی، جو خون آلود ہو گئی تھی۔ لیکن ان دنوں ایسی باتوں پر توجہ نہیں دی جاتی تھی۔

میں نے لیفٹیننٹ کی وردی پہنی اور میرے ساتھیوں نے باقی فوجیوں کی..... اس طرح ہمارے حلیے بدل گئے۔ مسٹر بلیک، سول ڈریس میں تھا۔ چنانچہ اُس کا لباس بھی اُتار کر اُسے ایک فوجی افسر کی وردی پہنا دی۔ گویا اَب ہم میں سے ایک افسر تھا، ایک لیفٹیننٹ اور دو عام فوجی۔

اس حلیے میں آنے کے بعد ہم نے مسٹر بلیک کو ہیلی کاپٹر سے اُتار کر ٹرک میں احتیاط سے لٹا دیا۔ میں اُس شخص سے قطعی طور پر ناواقف تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ یقینی طور پر وہ امریکی فوج میں کوئی نمایاں مقام رکھتا ہو گا۔

اس کے بعد ہم ٹرک میں سوار ہو گئے..... اور پھر آخری کام رہ گیا، یعنی ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنا۔ چنانچہ اُس پر گولیوں کی باڑ ماری گئی اور چند ساعت کے بعد ہیلی کاپٹر کے پرخچے اُڑ گئے۔

اب گویا ہم تمام کاموں سے فارغ تھے۔ چنانچہ ہم نے ٹرک سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ اپنے کاغذات وغیرہ چیک کرنے کے بعد ہم نے اُن چیزوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا جو ہماری نشاندہی کر سکتی تھیں۔ اور ہم چل پڑے۔

ٹرک نامعلوم سمت کی جانب جا رہا تھا۔ ہم میں سے کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں کون سا رُخ اختیار کرنا ہے؟ بس! چلے جا رہے تھے۔ میں پوری طرح مسٹر بلیک کی جانب متوجہ ہو گیا۔ دفعتہً مجھے احساس ہوا کہ اُس کی گردن کے نیچے ایک عجیب سا جوڑ نظر آ رہا تھا۔ ایک ایسا جوڑ، جو میک اَپ کا نتیجہ ہی ہو سکتا تھا۔ اور یہ جوڑ، میرے لئے دلچسپی کا باعث بن گیا۔ میں نے سوچا کہ اس شخص کو اس کی اصل شکل میں نمایاں کروں۔ میں خود بھی جاننا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے؟ اور اگر ہمیں یہاں سے نکلنے کے لئے کچھ وقت صرف کرنا تھا تو یہ طے شدہ امر تھا کہ مسٹر بلیک کو روشنی میں آنا ہی تھا۔



میں نے اُس کی گردن کے جوڑ کو ٹٹولا۔ اور چند ساعت کے بعد باریک سی جھلی کا ایک سرا میرے ہاتھ آ گیا۔ تب میں نے انتہائی نفاست سے بنا ہوا وہ پتلے سے ربڑ کا ماسک اُتار دیا جو اُس شخص کے چہرے پر چڑھا ہوا تھا۔ اور جب اُس شخص کا چہرہ سامنے آیا تو میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا..... میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ میرا دوست فلیکس اس طرح میرے سامنے آئے گا۔

میرے دوسرے ساتھیوں میں سے کسی نے ابھی میرے اس فعل کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ اور یہ نہیں دیکھ سکے تھے کہ مسٹر بلیک کی شکل بدل گئی ہے۔ لیکن میری ذہنی کیفیت عجیب ہو گئی تھی۔ میں متحیر نگاہوں سے فلیکس کو دیکھ رہا تھا۔

کیا درحقیقت! یہ میرا دوست فلیکس ہی ہے..... لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ فلیکس، اتنا طویل سفر کر کے یہاں پہنچ گیا؟ اُسے کیا کیا دُشواریاں اُٹھانی پڑی ہوں گی..... لیکن..... لیکن..... اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

بے شمار خیالات میرے ذہن میں رقصاں تھے۔ اور تھوڑی دیر کے لئے میں گرد و پیش کے ماحول سے بے خبر ہو گیا تھا..... مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ میں دشمن کے علاقے میں خطرناک صورت سے دوچار ہوں۔ اور اس وقت نہ صرف میری بلکہ میری وجہ سے دوسرے افراد کی زندگی بھی خطرے میں ہے..... اور اب مجھے، اُن کی ذمہ داری بھی سنبھالنی ہے۔

خود کو مطمئن کرنے کے لئے میں نے فلیکس کے بازو اور ٹانگ کو ٹٹولا..... آہ! وہ میرا دوست ہی تھا۔ جس نے نہ جانے کیا کیا تکلیفیں اُٹھا کر مجھے تلاش کیا تھا؟

میں اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اب اُس کوشش میں زیادہ بے چینی تھی۔ شاید اُس بے چینی کو دوسروں نے بھی محسوس کر لیا۔ پائلٹ اور ایک امریکن افسر جو میرے پاس آ گئے تھے، میری طرف متوجہ ہو گئے۔ اُن کی نگاہ جیسے ہی مسٹر بلیک پر پڑی، وہ بری طرح چونک پڑے۔

''ارے..... ارے..... یہ..... یہ.....'' پہلے تو اُنہیں بے ہوش شخص کی بدلی ہوئی شکل پر حیرت ہوئی۔ اور حیرت کا دوسرا حملہ میری شکل دیکھ کر ہوا۔

''مسٹر..... مسٹر.....! یہ..... یہ کون ہے؟''

''مسٹر بلیک.....!'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن..... یہ تو..... یہ تو.....''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''ہاں..... یہ اس کی ماسک ہے۔''

''کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں؟'' ایک افسر نے پوچھا اور ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں، میں نے سوچا کہ کہیں یہ لوگ بدظن نہ ہو جائیں، ان کا مطمئن ہونا ضروری ہے۔

''ہاں..... امریکی سیکرٹ کا مایہ ناز ایجنٹ مسٹر فلیکس ہے۔''

''تو یہ میک اَپ میں تھے.....؟''

''ہاں.....!''

''لیکن کیا اب یہ اپنی اصلی شکل میں ہیں؟'' افسر نے تعجب کے ساتھ پوچھا۔

''ہاں..... کیوں، تمہیں شبہ ہے؟''

''تب پھر یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ آپ کے بھائی ہیں۔''

''وہ کیوں.....؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اس لئے کہ آپ دونوں کی صورتوں میں سرِ مو فرق نہیں ہے۔''

''اتفاق سے دوست! ہم دونوں میں ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ لیکن یہ مشابہت ہم دونو کو ایک دوسرے کے اتنا قریب لے آئی ہے کہ اب ہم ایک دوسرے کے گویا عزیز ہیں۔''

''واقعی..... یہ مشابہت، تعجب خیز ہے۔'' ایک افسر نے کہا۔ پھر چونک کر بولا۔ ''اوہ.. مسٹر فلیکس شاید ہوش میں آ رہے ہیں۔''

میں بھی چونک کر فلیکس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چند ساعت کے بعد فلیکس نے آنکھ کھول دیں۔ کچھ دیر تک وہ ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ چو پڑا۔ اب اُس کے حواس بیدار ہونے لگے.....

''کیا..... کیا تم بھی کوئی قیدی ہو؟'' اُس نے آواز بدل کر پوچھا۔

''قیدی تو تم بھی نہیں ہو ڈیئر!'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''کیا مطلب.....؟'' اُس نے ایک دم اُٹھنے کی کوشش کی اور میں نے اُس کی مدد کی ویسے اس بات پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی کہ فلیکس، آواز بدل کر بولنے کوشش کر رہا تھا۔

''مطلب یہ کہ آپ بھی قیدی نہیں ہیں مسٹر بلیک!''

''اوہ..... لیکن اُس کیبن میں..... میرا مطلب ہے اُس کیبن میں.....''

''جی ہاں جناب! اُس کیبن میں جرمن فوجیوں کا ایک دستہ گھس آیا تھا اور اُس نے آ



رفتار کر لیا تھا۔''

''ہاں..... تو کیا آپ لوگوں نے..... میرا مطلب ہے.....'' فلیکس کے ہونٹوں پر خوشی ایک لکیر نمودار ہوئی۔

''جی ہاں..... ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا۔ اُن کے ٹرک پر قبضہ کیا اور آپ کو لے کر چل ے۔''

''اوہ، میرے خدا! میں واقعی دھوکہ کھا گیا تھا..... جس کے لئے میں سخت شرمندہ ہوں۔'' س نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور پھر میری جانب دیکھ کر بولا۔ ''آپ، مسٹر کین نا؟''

''جی ہاں..... میں نے کہا اور اپنی مسکراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔

''کیا مطلب.....؟ میں سمجھا نہیں.....''

''میرا خیال ہے اس میں نہ سمجھنے کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں کین ہی ہوں۔ لیکن کیا پ اپنا تعارف نہیں کرائیں گے مسٹر بلیک؟''

''یس..... میں امریکی محکمہ خفیہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ اور جیسا کہ آپ کو علم ہے، میرا نام ہے۔''

''جی نہیں..... مجھے علم نہیں ہے کہ آپ کا نام بلیک ہے۔''

''کیا مطلب.....؟'' فلیکس نے تعجب سے کہا۔

''میرے علم میں کوئی اور ہی بات لائی گئی ہے''

''وہ کیا.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''یہ کہ آپ مسٹر فلیکس ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ تب میں نے وہ ماسک، جو فلیکس کے چہرے سے اُتاری تھی، اُس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر بلیک تو میرے ہاتھ میں ہے.....'' اور فلیکس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میں جانتا تھا کہ ساری دنیا سے چھپ سکتا ہوں، لیکن تم سے نہیں۔'' اُس نے مسرور ہو میں کہا اور میرا بازو پکڑ لیا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ تم، مجھے مل گئے۔''

''لیکن جناب والا! آپ یہاں تشریف کیسے لے آئے.....؟''

''بس، یار! تمہارے بارے میں عجیب و غریب اطلاعات موصول ہو رہی تھیں۔ میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



سنا تھا کہ تمہیں ایک انتہائی خفیہ اور اہم مشن پر بھیجا گیا ہے۔ تم نے اس مشن کی تکمیل تو کر لی لیکن اس کے بعد خود پھنس گئے۔ خود حکومت امریکہ تمہارے بارے میں سخت تشویش میں مبتلا ہے۔ بے شمار لوگوں کو صرف تمہاری تلاش پر مامور کیا گیا ہے۔ اور اُن تھک کوشش کر رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں حاصل کر لیں۔ حکومت امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ تمہارے لئے اگر سینکڑوں لوگوں کو بھی قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے۔ کیونکہ تمہاری زندگی بے حد قیمتی ہے۔ اور تم نہیں جانتے مسٹر کین! کہ تمہاری تلاش میں کس قدر منظم اور مکمل طریقے پر کام کیا جا رہا ہے۔ ایک پورا محکمہ ترتیب دیا گیا ہے، جو صرف تمہاری تلاش پر مامور ہے۔ اور اس میں انتہائی خطرناک لوگوں کو شامل کیا گیا ہے، تاکہ وہ تمہیں ہر قیمت پر تلاش کریں۔''

''خوب..... اس کا مطلب ہے کہ حکومت میرے ساتھ بہترین تعاون کر رہی ہے۔''

''بہرصورت! مجھے خوشی ہے کہ تم مجھے مل گئے۔'' فلیکس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ اور پھر دوسرے لوگوں کی جانب دیکھنے لگا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنا کام بخوبی انجام دیا۔''

''شکریہ جناب! لیکن اب ہم، آپ کو کس نام سے پکاریں؟''

''جو، آپ کا دل چاہے۔'' فلیکس نے جواب دیا

''مسٹر بلیک، اب مسٹر فلیکس بن چکے ہیں۔'' میں نے کہا۔ اور یہ قطعی اتفاق ہے کہ ہم لوگ ابھی تک ایک دوسرے کے ناموں سے واقف نہیں ہیں۔'' میں نے مسکرا کر دوسرے لوگوں سے کہا۔

''کیا مطلب.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''ابھی تک فرصت ہی نہیں مل سکی کہ ہم ایک دوسرے سے متعارف ہوتے..... اب تم یہ خدمت انجام دو!'' میں نے فلیکس سے کہا اور فلیکس اُن کا تعارف کرانے لگا۔ اُن میں پائلٹ کا نام جوگنر تھا، دوسرے دونوں افسر پال اور ایڈن تھے۔ تینوں کا تعلق اُسی محکمے سے تھا، جس کے بارے میں اُنہوں نے مجھے بتایا تھا۔

پھر فلیکس، مجھ سے اب تک کے حالات پوچھتا رہا، جب سے اُن لوگوں نے مجھے اپنی تحویل میں لیا تھا۔ ''مجھے یقین ہے کہ شروع سے اب تک کے واقعات اتنے طویل ہوں گے کہ ہم اس مختصر سے وقت میں انہیں نہیں سن سکتے۔''

''ہاں..... ظاہر ہے۔ بہرحال! مختصر وقت کے واقعات سو فیصدی وہی ہیں جو پروگرام



کے تحت ترتیب دیئے گئے تھے۔ سوائے اس کے کہ اس میں تمہاری آزادی شامل ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہرحال! تم مل گئے کین!''

''لیکن اب کیا پروگرام ہے فلیکس؟''

''پروگرام تو کافی طویل ہے۔ ہمیں ابھی کافی محنت کرنی ہے۔''

''یعنی.....؟''

''ایک طویل سفر کر کے ہمیں ایک مخصوص مقام پر پہنچنا ہے۔ میں ایک مکمل پروگرام کے تحت آیا ہوں۔ ہمیں، میڈلن لائن تک جانا ہے، جہاں سے ایک سب میرین ہمیں لے جائے گی۔ سب میرین کا پروگرام بیس روزہ ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اگر بیس روز کے اندر اندر میں تمہیں لے کر میڈلن لائن نہ پہنچ سکا تو میرے مشن کو فیل سمجھا جائے گا۔ آبدوز اس سے زیادہ وہاں اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتی۔''

''اب تک کتنے دن گزر چکے ہیں.....؟''

''آج سولہ تاریخ ہے نا.....؟''

''ہاں، شاید.....''

''ابھی صرف نو دن گزرے ہیں۔''

''ابھی کافی وقت ہے۔ لیکن افسوس! کہ میں اس علاقے سے بھی واقف نہیں ہوں۔''

''میں تمہیں تفصیل بتا دُوں گا۔ لیکن پہلے یہ یقین ہو جانا چاہئے کہ ہم، کون سے رُخ پر سفر کر رہے ہیں؟''

''یہاں پہنچ کر ہمیں کس طرف چلنا تھا جناب؟'' ڈرائیور پال نے پوچھا۔

''بائیں سمت..... اُس ٹیلے کی جانب، جہاں ہمارے کچھ اور مددگار بھی موجود ہیں۔ اُس ٹیلے کی پہچان یہ ہے کہ دُور سے تین سر نظر آتے ہیں۔''

''تب تو ہم بالکل صحیح سمت میں چل رہے ہیں۔ وہ دیکھئے! سامنے تین سروں والے ٹیلے نظر آ رہے ہیں۔'' پال نے جواب دیا۔

''گڈ..... خوب اتفاق ہے۔''

''اور کوئی زخم تو نہیں ہے فلیکس؟'' میں نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''نہیں یار! ویسے وہ لوگ بے حد چالاکی سے آئے تھے۔ معلوم نہیں، اُنہیں کوئی شبہ ہو گیا تھا یا کیا بات تھی؟ مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ کوئی میرے قریب پہنچ گیا ہے۔ ٹرک کو بھی میں نے کافی دُور کھڑا کیا تھا تاکہ اُس کی آواز کوئی نہ سن سکے۔ لیکن نہ جانے کہاں سے اُنہوں نے میری پشت پر حملہ کر دیا۔ مجھے تو کچھ ہوش ہی نہ رہا تھا۔''

''خدا کا شکر ہے کہ تم صرف زخمی ہی ہوئے، تمہیں اور کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ورنہ تم یقینی طور پر اُن سے اُلجھ پڑتے اور اس کوشش میں زیادہ زخمی ہو سکتے تھے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں.....'' اُس نے سر کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے، خون رُک چکا ہے۔ فرسٹ ایڈ بکس ہم ساتھ لے آئے ہیں۔ لاؤ! پہلے میں تمہاری بینڈیج کر دُوں۔'' میں نے کہا اور ٹرک میں موجود فرسٹ ایڈ بکس اُٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔

''ہاں! جلدی سے کر دو۔ اس کے بعد یہ ماسک مجھے پہنا دو! ورنہ میرے ساتھی بھی مجھے پہچان نہ سکیں گے۔ اور ممکن ہے کہ ہم دونوں کو ہم شکل دیکھ کر اُن لوگوں کو بھی شبہ ہو جائے۔ دو ہم شکلوں پر یوں بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں نے فرسٹ ایڈ بکس کھول کر بینڈیج کا سامان نکالتے ہوئے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو'' اور پھر اُس کے زخم پر سے خون صاف کر کے بینڈیج کر دی۔ پھر فلیکس نے ماسک پہن لیا۔ لیکن زخم کی جگہ کو کھلا چھوڑ دیا گیا۔

''میک اَپ تم نے خود تیار کیا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں.....'' فلیکس نے جواب دیا۔

''خیر! تمہاری ذہانت کا تو میں پہلے ہی سے قائل ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فلیکس بھی مسکرانے لگا۔

''ٹیلے کے قریب کیا کوئی جرمن چھاؤنی ہے.....؟''

''ہاں.....''

''تو ہمارے لوگ وہیں رُکے ہوئے ہیں؟''

''ہاں..... ظاہر ہے، مجھے کسی نہ کسی جگہ کا انتخاب کر کے ہی آگے بڑھنا تھا۔''

''ویسے تمہاری پوزیشن.....؟''

''جرمنوں کی نگاہوں میں کوئی خاص اہمیت اختیار نہیں کی ہے میں نے۔ بس! اپنے کام



سے کام رکھا ہے۔ یعنی اگر میں اس وردی میں بھی جاؤں گا تو میری جانب خصوصی توجہ نہیں دی جائے گی۔ ہاں! البتہ کاغذات کا مسئلہ ہے۔''

''کاغذات، تمہاری جیب میں موجود ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور فلیکس نے وہ کاغذات نکال کر دیکھے۔ پھر مطمئن انداز میں بولا۔

''بہت خوب..... بہت عمدہ..... میرا خیال ہے، یہ کاغذات شناخت کے لئے بھی کافی ہیں۔ اور ان سے کوئی تصویری مسئلہ بھی نہیں پیدا ہوتا۔ کیا تم لوگوں کے پاس بھی اطمینان بخش کاغذات موجود ہیں؟'' اُس نے سوال کیا۔

''ہاں، بالکل..... بے فکر رہو!''

''خیر! تمہارے مل جانے کے بعد تو میں بے فکر ہی ہو گیا ہوں۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیلے کے نزدیک پہنچ گئے، جہاں سے خیمے نظر آ رہے تھے۔ ہم محتاط ہو گئے۔

''وہاں کتنی فوج ہے.....؟'' میں نے پوچھا۔

''ایک کمپنی ہے۔ یہاں سے تھوڑی دُور کے فاصلے پر سمندر ہے۔ میرا خیال ہے، یہ کمپنی یہاں سے سمندری سفر کا اِرادہ رکھتی ہے۔ ہمیں بھی اُس کے ساتھ ہی سفر کرنا ہے۔ اور اس کے بعد ہم اس مخصوص جگہ تک پہنچ جائیں گے جہاں سے ہمیں آبدوز مل جائے گی۔''

''نہایت جامع پروگرام ہے۔''

''اب تک تو معاملہ ٹھیک ہی ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔ اب ہم ایک عارضی چیک پوسٹ پر پہنچ گئے تھے۔ جہاں ہمارے کاغذات چیک کئے گئے تھے۔ اور پھر ہم چھاؤنی میں داخل ہو گئے۔ یہاں ایک میجر کے سامنے پیش ہو کر ہم نے اُسے تفصیل بتائی۔ یہ تفصیل اس قدر مکمل تھی کہ میجر کو شبہ نہ ہو سکا۔

''تم میں سے کوئی زخمی تو نہیں ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

''یس سر..... ایڈی فورس کا سرزخمی ہے۔ لیکن ہم نے اِن کی بینڈیج کر دی ہے۔''

میجر نے اپنے ساتھیوں کو ہمارے لئے خیموں کا بندوبست کرنے کی ہدایت کی۔ گویا وقتی طور پر ہم محفوظ ہو گئے تھے۔ ہمیں تین خیمے دیئے گئے، جن میں سے ایک میں نے اپنے اور فلیکس کے لئے مخصوص کر لیا۔ جو سہولتیں یہاں دوسروں کو مہیا تھیں، وہی ہمیں بھی فراہم کی گئیں۔ رات کو فلیکس کا بستر، میرے بستر کے قریب ہی تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''مجھے یقین ہے کہ تم میرے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہو گے۔'' میں نے کہا۔

''قدرتی بات ہے۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''داستان واقعی طویل ہے فلیکس! لیکن مختصر یہ ہے۔کہ میں نے جس شخص کے میک اَپ میں کام شروع کیا تھا، اُس کے آ جانے کے بعد کھیل بگڑ گیا۔''

''اس سے قبل تو تم نے خوب ہنگامے کئے تھے۔''

''تمہیں تفصیل معلوم ہے.....؟''

''مکمل..... میں نے حکومت کے خفیہ محکموں سے رابطہ قائم رکھا تھا۔ ظاہر ہے، میں بھی پُرسکون نہیں رہ سکتا تھا۔ بہرحال! تمہارے کارناموں کو نہایت فخر کے ساتھ سنایا جاتا تھا۔ مجھے علم ہوا کہ تم نے جرمن گستاپو کے ایک افسر، شائیلاک کے رُوپ میں حکومت کی خوب مدد کی اور تمہاری ذہانت نے بیش بہا کارنامے انجام دیئے۔ اور اس کے بعد یکایک تم روپوش ہو گئے۔''

''بس! شائیلاک کے پہنچ جانے سے کام بگڑ گیا۔''

''یہ بات طویل عرصے تک معلوم نہیں ہو سکی تھی۔ لیکن جب حکومت کو اطلاع ملی تو اُس نے سخت اقدامات کئے۔ سب سے پہلے میں نے خود کو پیش کر دیا..... اور تم یقین کرو کین! کہ شدید ہنگاموں کے بعد میں تمہارا سراغ پانے میں کامیاب ہو سکا۔''

''لیکن میں خوش نہیں ہوں فلیکس!''

''کیا مطلب.....؟'' فلیکس تعجب سے بولا۔

''کچھ بھی ہو جاتا، لیکن تمہیں اس قدر تکلیف.....''

''فضول بات ہے۔ تمہیں کچھ ہو جاتا تو یہ زندگی میرے لئے کتنی کٹھن ہو جاتی؟'' فلیکس نے کہا۔

''اوہ، ڈیئر فلیکس! تم جذباتی ہو رہے ہو۔'' میں نے کہا۔

''ہاں..... میں جذباتی ہو رہا ہوں۔ لیکن یقین کرو! کہ اس سے پہلے میں کسی کے لئے جذباتی نہیں ہوا۔ بہرحال! چھوڑو ان باتوں کو۔ تم اب یہ بتاؤ! کہ تمہارا اگلا پروگرام کیا ہے؟''

''کیا مطلب.....؟'' میں نے پوچھا۔



''میرا مطلب ہے کہ ہم کسی نہ کسی طرح تو آبدوز تک پہنچ ہی جائیں گے۔ اور اس کے بعد ہمیں آزادی بھی مل جائے گی۔ لیکن کیا تم اس کے بعد بھی امریکی مفادات کے لئے بدستور کام کرتے رہو گے؟ میرا مطلب ہے، جنگ میں.....''

''ہاں..... اِرادہ تو یہی ہے فلیکس! لیکن تمہارا کیا خیال ہے؟''

''میں چاہتا ہوں کہ اب تم یہ ذمہ داریاں ختم کر دو۔ تم جو کچھ کر چکے ہو، وہی کافی ہے۔ امریکی حکومت اس کا اعتراف بھی کر چکی ہے۔ ہم اِن ذرائع سے دولت کمانے کے خواہش مند نہیں ہیں۔ حالانکہ حکومت امریکہ نے ہمیں وہ مراعات دے رکھی ہیں، جو یہاں کے اُن خاص لوگوں کو بھی حاصل نہیں ہیں جو وہاں کے رؤسا اور اُمراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ تم مزید اُلجھنوں کا شکار ہو۔ یہ حکومتوں کی جنگیں ہیں۔ اور اب تو تقریباً تمام دنیا اس کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔''

''ہاں..... ذرا جنگ کی صورتحال تو بتاؤ!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اُس نے بتایا کہ اب جنگ ایک لامحدود دائرے میں پھیل گئی ہے۔ جاپان بھی جنگ میں شامل ہو گیا ہے۔ اور جاپان کے شامل ہو جانے سے امریکہ کو ایشیاء میں سخت تکالیف کا سامنا ہے۔

''تو ڈیئر فلیکس! یہی موقع ہے، جب ہم اپنی حیثیت مزید کچھ بڑھا سکتے ہیں۔''

''دیکھو کین! اب تم جو بھی کرو گے، میری شمولیت کے بغیر نہیں کر سکتے۔'' اُس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''اوہ..... نہیں فلیکس! میں تمہیں زیادہ اُلجھنوں میں نہیں پھنسانا چاہتا۔''

''کیوں.....؟ میں تم سے الگ تو نہیں ہوں کین!'' فلیکس نے کہا۔

''نہیں..... اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں خود سے الگ سمجھتا ہوں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر تم جسمانی طور پر فٹ ہوتے تو یقینی طور پر ہم دونوں مل کر کام کرتے۔ اب تم دیکھو! کہ جسم کے دو حصے یکجا ہو گئے ہیں۔ تم دماغ ہو اور میں جسم..... تم سوچتے ہو اور میں عمل کرتا ہوں..... اور اب تمہارا کام صرف یہ ہے کہ اپنے جزیرے کی ترقی کے بارے میں سوچتے رہو۔''

''ہرگز نہیں..... ہرگز نہیں کین! میں اس وقت تک جزیرے کا رُخ نہیں کروں گا، جب تک تم میرے ساتھ نہیں ہو گے۔'' فلیکس نے سخت لہجے میں کہا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



پھیل گئی۔ فلیکس کی ضد میں جو خلوص تھا، میں اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

دیر تک ہم آپس میں گفتگو کرتے رہے، اور پھر سو گئے۔

یہ رات سکون سے گزری۔ ہمیں یہاں کوئی خاص دِقت پیش نہیں آئی تھی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ کاغذات میں ہماری ظاہری کیفیت نے اُن لوگوں کو مطمئن کر دیا تھا۔ ہماری جرمن زبان سے واقفیت بھی ہمارے لئے بہتر ثابت ہوئی تھی۔ یقینی طور پر ایسے لوگوں کو یہاں بھیجا گیا ہو گا، جو جرمن زبان پر پوری طرح عبور رکھتے تھے۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جرمن زبان پر قادر نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی اُن کی زبان اتنی عمدہ تھی کہ اُن پر شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔

تین روز اِسی طرح گزر گئے۔ فلیکس آج کسی حد تک بے چین تھا۔ میں نے اُس کی بے چینی کی وجہ پوچھی تو وہ بولا۔ ''بظاہر ہمارے لئے کوئی دقت نہیں ہے۔ لیکن ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ابھی تو یہاں سے روانگی کے خاص آثار نہیں ہیں۔ بیس میں سے صرف آٹھ روز رہ گئے ہیں۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ جہاز ہماری منزلِ مقصود پر کب تک پہنچے گا؟ ابھی تو وہ آیا ہی نہیں ہے۔''

''ہاں! یہ تو ہے...... لیکن یہ بات اتنی پریشان کن بھی نہیں ہے۔''

''کیوں......؟''

''یعنی یہاں تک پہنچ گئے ہیں تو آگے بھی کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔''

''اگر ہم آبدوز تک مقررہ وقت پر نہ پہنچ سکے تو پھر کیا ہو گا؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کوئی اور ذریعہ تلاش کریں گے۔ کیا اس سے قبل، ہم دوسروں پر ہی تکیہ کرتے رہے ہیں؟''

''اوہ! نہیں، نہیں...... میں جانتا ہوں، ڈن کین کیا ہے۔ یار تمہارے جیسی ہمت بڑی مشکل سے کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ میں نے بہت کوشش کی، کبھی خود کو تمہارا ہم پلہ نہیں پایا۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں...... اب کسرِ نفسی سے کام مت لو۔ مجھے تلاش کرنا اور پوری جرمن قوم کو دھوکہ دینا آسان کام تو نہیں تھا۔''

''یوں تو تم ہمیشہ ہی میرا دل بڑھاتے ہو۔ اور یقین کرو! تمہاری اس ہمت افزائی سے میرے اندر نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔''



''ہم اسی طرح ایک دوسرے کا دل بڑھاتے رہیں گے فلیکس! چلو، اب سو جاؤ۔'' میں نے کہا اور ہم سونے کے لئے لیٹ گئے۔ لیکن صبح ہونے سے پہلے ہی ہمیں جاگنا پڑا۔ ایک ہڑبونگ سی مچی ہوئی تھی۔''

''حملہ......؟'' فلیکس نے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھا اور میں باہر کی آوازیں سننے لگا۔ لیکن میرے تجربے کار کانوں نے بتا دیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بہرحال! ہم بھی خیموں سے باہر آ گئے۔ اور پھر وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ جو جہاز ہمیں لینے کے لئے آنے والا تھا، وہ آ چکا تھا۔

فلیکس نے گرمجوشی سے میرا شانہ دبایا۔ ''کاش! ہم مقررہ وقت پر پہنچ جائیں۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

یہ اعلان کیا گیا کہ فوجی خیمے اُکھاڑ لیں اور تیاریاں مکمل کر لیں۔ سورج نکلنے تک جہاز آن پہنچا ہے۔ گویا جہاز ساحل سے لگ گیا تھا۔

''رات کو تو آثار نہیں تھے۔'' فلیکس نے پُر خیال انداز میں کہا۔

''آؤ! تیاری کریں۔'' میں نے کہا۔ اور تیاریاں ہی کیا کرنی تھیں؟ خیمے اُکھاڑ لئے گئے اور اپنا سامان پیک کر لیا گیا۔ اس کام سے ہم آدھے گھنٹے میں فارغ ہو گئے۔ پھر ساحل کی طرف مارچ کا حکم ملا اور ہم سب ترتیب سے چل پڑے۔

''فوجی تربیت حاصل کرنی پڑی ہو گی کین......؟''

''یہ تو بہت پرانی بات ہے۔'' میں مسکرا کر بولا اور فلیکس نے گردن ہلا دی۔ فوجی کمپنی ساحل تک پہنچ گئی جہاں سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے ٹب ساحل سے لگے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے کی دیوار گری ہوئی تھی اور فوجی آہنی پُل سے گزر کر ٹب میں جا رہے تھے۔ جو ٹب بھر جاتا، وہ دُور کھڑے ہوئے جہاز کی طرف روانہ ہو جاتا۔

ہم سب کوشش کر کے ایک ہی ٹب میں سوار ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارا ٹب بھی جہاز سے جا لگا۔ جہاز سے لمبی لمبی سیڑھیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ دوسرے فوجیوں کی طرح ہم بھی اس عظیم الشان جہاز پر پہنچ گئے جس پر بے شمار فوجی لدے ہوئے تھے۔

جنگی جہاز تھا۔ اسلحے سے لیس...... اور اس کا نام پیراڈو تھا۔ جو جرمن زبان میں بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ فوجی، جہاز کے کیبنوں میں موجود تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت فوجیوں کے لئے پسنجر جہاز کا کام کر رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نئے سوار ہونیوالے فوجیوں کے بارے میں کوئی چھان بین نہیں کی گئی۔ وہ ٹرک وہیں چھوڑ دیا گیا جو ہم لائے تھے۔ بہرحال! پروگرام کے مطابق جہاز نے ٹھیک دس بجے لنگر اُٹھا لیا۔ ہم لوگوں کو ایک پُرسکون گوشے میں پناہ مل گئی۔ ویسے یہاں بھی ہم ساتھ ساتھ تھے۔

سورج بلند ہونے لگا۔ فوجیوں کو چائے پیش کی گئی۔ ضرورت کی دوسری چیزیں بھی فراہم کر دی گئیں۔ بظاہر ہم لوگ مطمئن تھے۔ کوئی ایسی اُلجھن نہیں تھی جو جہاز پر آنے کے بعد ہمیں پیش آئی ہو۔ ذرا سا اگر کوئی احساس تھا تو یہ کہ جہاز پر بھی ہمارے کاغذات چیک کیے جائیں گے۔ گو، کاغذات میں کوئی گڑبڑ نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود یہ احساس ضرور تھا کہ ممکن ہے، کوئی ذہین افسر، ان کاغذات میں کوئی کمی تلاش کر لے۔

لیکن اُن بے شمار فوجیوں کو کسی خاص جگہ پہنچانے کا معاملہ معلوم ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے جہاز پر زیادہ چھان بین نہیں کی جا رہی تھی۔

جس حصے میں ہم لوگ تھے، وہ سورج کی تپش سے محفوظ نہیں تھا۔ کیونکہ جہاز پر نئے آنے والوں کے لئے کسی نے اتنی تکلیف نہیں کی تھی کہ وہ اپنی پُرسکون جگہ کو چھوڑ دیتا۔ ویسے یہ بات ضرور تھی کہ جگہ مل گئی تھی۔ یوں بھی فوجیوں کے لئے دھوپ اور اسی قسم کی تکالیف کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتیں۔ اس لئے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ ہاں! خاص بات یہ تھی کہ ہم عام فوجیوں میں شامل تھے۔ یعنی ہمارے لئے کوئی خصوصی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔

فلیکس، میں، پال اور ہمارے دوسرے ساتھی اطمینان سے دراز تھے۔ دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا تو کھانا فراہم کر دیا گیا۔ کھانا کھانے کے بعد ہم دوبارہ اپنی اپنی جگہ پر دراز ہو گئے۔ فلیکس کے ہونٹوں پر بڑی عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

''میں جانتا ہوں ڈیئر کین! کہ اس دوران تم نے بے شمار مصائب اُٹھائے ہوں گے۔ بعض اوقات انسان کی زندگی کتنے عجیب وغریب حالات کا شکار ہو جاتی ہے؟ رُوسیوں کی قید میں جہاں ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی، تم نے آزادی کے لئے جو مصائب برداشت کئے تھے، بلاشبہ! وہ انسانی قوت سے باہر تھے۔ خاص طور پر اس شکل میں کہ تم نے میرا بوجھ بھی اپنے کندھوں پر اُٹھایا ہوا تھا۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو فلیکس؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میں یہی کہنا چاہتا ہوں ڈیئر کین! کہ مشقت کی زندگی کیا ہر شخص کے لئے مناسب نہیں ہوتی؟ زندگی میں خواہ کتنی ہی آسائشیں کیوں نہ ہوں...... اس کے باوجود انسان کو اس قدر



…قت کا عادی ہونا چاہئے کہ وہ کسی بھی وقت خود کو بے بس تصور نہ کرے۔''

''ہاں! مشقت تو انسانی زندگی کے لئے بے حد اہم ہے۔ حالات چونکہ عموماً موافق نہیں ہوتے اس لئے ہمیں ہر قسم کے مشکل حالات سے نمٹنے کے لئے خود کو تیار رکھنا چاہئے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان مشقت کا عادی ہو۔''

''یہی میں کہہ رہا تھا۔'' فلیکس بولا۔ پال اور جوگنز وغیرہ بھی ہماری گفتگو میں شامل ہو گئے۔ ہم آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے اور زبان انگریزی ہی استعمال کی جا رہی تھی۔ لیکن اس بات سے ہوشیار تھے کہ جب کوئی جرمن ہمارے نزدیک سے گزرے تو ہماری زبان جرمن ہو۔ اور اس سلسلے میں سبھی مستعد تھے۔

''میری تو اس وقت ایک ہی خواہش ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''آبدوز......؟'' میں نے مسکرا کر اُسے دیکھا اور فلیکس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

''ہاں...... بس! ایک بار تمہیں یہاں سے لے جانا چاہتا ہوں۔ اس سے مجھے دُہرا فائدہ ہوگا۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں اُسے بغور دیکھنے لگا۔

''دُہرا فائدہ کس طرح......؟''

''میرے مشن کے دو مقاصد ہیں۔ اوّل تو تمہاری حفاظت اور رفاقت۔ جزیرے پر میں شہنشاہوں کی سی زندگی بسر کر رہا تھا۔ لیکن شہنشاہوں کی سی زندگی گزارنے کے لئے بھی تمہاری تلاش ضروری تھی۔''

''نمبر دو......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''نمبر دو یہ کہ تم نے حکومت امریکہ کے لئے کئی اہم کارنامے انجام دے کر امریکیوں کے دل جیت لئے ہیں۔ میں بھی اپنا ایک الگ مقام حاصل کرنے کے چکر میں ہوں۔ اور اگر میں نے تمہیں صحیح وسالم امریکیوں کے حوالے کر دیا تو پھر میں بھی ایک نمایاں مقام کا حامل ہوں گا۔''

''خوب......'' میں ہنس پڑا۔

''کیوں...... کیا تم نے میری بات پر یقین نہیں کیا؟''

''ہاں، فلیکس...... اس لئے کہ میں، تمہاری شخصیت سے واقف ہوں۔ تمہیں کسی نمایاں مقام کی ضرورت نہیں ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''اب ایک اور خاص بات ہے کین!'' فلیکس نے پُر خیال انداز میں کہا۔

''وہ کیا......؟''

''جہاز کی منزل تو ہمیں معلوم ہے۔ گو، جہاز ہماری مطلوبہ جگہ ہی جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود......''

''ہوں...... میرا خیال ہے کہ چند فوجیوں سے گفتگو کر کے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے۔ اور کسی سے دوستی کر لینا کون سا مشکل کام ہے؟''

''لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ جوں جوں سورج چڑھتا جا رہا ہے، یہ لوگ بدحواس ہوتے جا رہے ہیں۔ ویسے دھوپ واقعی تیز ہے۔''

''شام کو سہی۔'' میں نے جواب دیا اور فلیکس خاموش ہو گیا۔ سورج اب سروں پر بلند ہو گیا تھا۔ اور اب اس نے اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ آگ برسانی شروع کر دی تھی۔ فوجی، ہر چھاؤں کی جگہ پر پناہ لینے لگے تھے۔ عرشہ طرح طرح کے سائبانوں سے ڈھک گیا تھا۔ نیچے کے حصے کھچا کھچ بھر گئے تھے۔ لوگوں نے اپنی وردیاں تک اُتار کر سائبان بنا لئے تھے۔ اور ہم بھی اُن میں شامل تھے۔ اپنے مختصر سائبانوں کے نیچے جسم کا جو حصہ چھپا سکتے تھے، چھپا لیا۔ بڑا تکلیف دہ سفر تھا۔

پھر جب سورج نے اپنی کامرانی کے جھنڈے گاڑ دیئے اور کمزور انسانوں کی بے بسی سے پوری طرح لطف اندوز ہو چکا تو اُس نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا، اور دھوپ کی تمازت کم ہوتی گئی۔ فوجی، زبانیں نکالے کتوں کی طرح ہانپ رہے تھے۔

سورج کی گرمی کم ہوئی تو جہاز پر نئے سرے سے زندگی کا آغاز ہوا۔ ''دراصل! اتنی تکلیف نہ اُٹھانی پڑتی۔ لیکن جہاز میں گنجائش سے زیادہ فوجیوں کو ٹھونس دیا گیا ہے۔'' پال نے اپنا جھلستا ہوا بدن کھجاتے ہوئے کہا۔

''خدا کی پناہ! یوں لگتا ہے جیسے ہم آگ کے سمندر میں سفر کر رہے ہوں۔'' جوگنر گہری گہری سانسیں لے کر بولا۔ دوسرے لوگوں نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ سب کے سب گرمی کا شکار تھے۔ سچ بات تو یہ تھی کہ بولنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں اور فلیکس بھی خاموش تھے۔ گرمی کی شدت نے ہم سب کو نڈھال کر دیا تھا۔ اور یہ کیفیت صرف ہماری ہی نہیں، بلکہ جہاز پر جتنے بھی افراد موجود تھے، سب ہی اس حالت کا شکار تھے۔ حتیٰ کہ شام ہونے لگی۔ دھوپ کم ہو گئی تھی۔ اور اب ٹھنڈی ہوائیں چلنا شروع ہو گئی تھیں۔



''خدا کی پناہ! یوں لگتا تھا جیسے ہم سب جھلس کر ختم ہو جائیں گے۔'' جوگنر پھر بول پڑا۔

پھر تھوڑی دیر بعد ہم کھڑے ہو گئے۔ شام کی چائے مل رہی تھی۔

''یار! اس شدید گرمی میں گرم چائے...... کچھ عجیب سا لگ رہا ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ کچھ ٹھنڈے مشروبات دیئے جاتے۔'' فلیکس بولا اور جوگنر اور پال اُس کی تائید میں سر ہلانے لگے۔

''اپنی خواہش کا اظہار کر دو۔'' میں نے طنزیہ لہجہ اختیار کیا۔

''پاگل ہوں کیا، خواہ مخواہ مصیبت کا شکار ہو جاؤں؟'' فلیکس جلدی سے بولا اور میں ہنسنے لگا۔

شام واقعی خوشگوار تھی۔ دن بھر جھلستے ہوئے فوجی اب پُرسکون ہو گئے تھے اور ایک دوسرے سے ہنس بول رہے تھے۔ جہاز سکون سے سفر کر رہا تھا۔ نجانے یہ کون سا علاقہ تھا؟ کہ ہوا میں اب کافی نمی پیدا ہو گئی تھی۔

نہ جانے ہم کون سے راستے سے گزر رہے تھے؟ اس کے بارے میں ہم نے کوئی رائے قائم نہیں کی۔ لیکن گلیشیئرز قدم قدم پر جہاز کے راستے میں حائل ہو رہے تھے۔ جس موسم میں ہم سفر کر رہے تھے، اس موسم میں گلیشیئرز کی موجودگی حیرت ناک تھی۔ لیکن شاید فاصلہ کافی تیز رفتاری سے طے ہوا تھا اور جہاز اتنی دُور نکل آیا تھا کہ موسم ہی بدل گیا تھا۔

رات بھی نہیں ہوئی تھی کہ تیز ہوائیں چلنے لگیں اور سمندری لہریں بلند سے بلند ہونے لگیں۔ فوجی ٹولہ ایک بار پھر گھبرا گیا تھا۔ دن بھر تپتی ہوئی دھوپ میں نہ آرام کر سکے تھے اور نہ سکون پا سکے تھے کہ اب رات کو بھی سمندری طوفان سے پالا پڑ گیا تھا۔

''یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیوں......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''یار! یہ سمندری طوفان...... اور پھر یہ گلیشیئرز...... میرا خیال ہے کہ ہم دنیا کے شمالی حصے سے گزر رہے ہیں۔'' فلیکس نے پُر خیال انداز میں کہا اور ہم سب خاموش رہے۔ کوئی بھی سمت کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ ''میرا خیال ہے کہ اب فوجی تھوڑی پی کر مست ہو جائیں گے۔ ان میں سے کسی کو دوست بنا کر اصل بات اُگلوائی جا سکتی ہے۔''

''ٹھیک ہے...... یہ کوشش تم کرو گے؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''ہاں..... کیا حرج ہے؟''

''تب پھر ٹھیک ہے۔ کرو!''

''اچھا.....'' فلیکس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ پھر کافی دیر تک فلیکس واپس نہیں آیا۔ میں بھی عرشے پر دوسری تفریحات میں مشغول ہو گیا تھا۔ یہ تفریحات، سمندر کو دیکھنے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرنے پر مشتمل تھیں۔ لیکن میں نے اس دوران کسی کو اپنا دوست بنانے کی کوشش نہیں کی اور جہاز کے دوسرے حصوں میں گھومتا رہا۔

کافی دیر کے بعد فلیکس سے میری ملاقات ہوئی۔ وہ مجھے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ ویسے فلیکس پر جب بھی میری نگاہ پڑتی، ایک عجیب سا احساس میرے ذہن میں جاگزیں ہو جاتا۔ فلیکس کی اپنی ٹانگ نہیں تھیں۔ لیکن لکڑی کی ٹانگ پر چلنے کا اتنا بڑا ماہر تھا کہ اُسے دیکھ کر سخت حیرت ہوتی تھی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایک معذور انسان ہوگا۔

میں نے اُس کے چہرے پر مسرت کے آثار دیکھے تھے۔ ''وقت مہربان ہے۔'' اُس نے قریب پہنچ کر کہا۔

''سناؤ.....'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''جہاز، ویوآئی لینڈ کی طرف ہی جا رہا ہے۔''

''اور وہی تمہاری مطلوبہ جگہ ہے؟''

''ہاں.....!'' فلیکس نے خوشی کے عالم میں کہا۔

''خوب..... بہرحال! میں خوش ہوں کہ تمہاری خواہش پوری ہوگئی۔''

'یوں تو پورا پروگرام ہی معلومات کے تحت ترتیب دیا گیا تھا، لیکن کوئی کام جب تک مکمل نہ ہو جائے، ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟''

''کسی سے دوستی ہوئی.....؟''

''ہاں..... اُس کا نام ڈین برگ تھا۔ سب لیفٹیننٹ..... اُس نے مجھے سگریٹ کا ایک پیکٹ بھی دیا ہے۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویسے میرے سلسلے میں کسی امریکی افسر نے تمہاری مدد کی تھی.....؟''

''سب نے کین! یقین کرو، تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ امریکیوں کے دلوں میں تمہارے لئے کیا جذبات ہیں؟'' میں نے ان میں سے ہر شخص کو تمہارا ممنون اور خیر خواہ پایا ہے۔'' فلیکس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔



''ویسے موسم حیرت انگیز طور پر بدل گیا ہے۔ اور یہ موسم خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔'' فلیکس نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگر ہم ویوآئی لینڈ کی طرف جا رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ سارڈینیا سے ہم گزر چکے ہیں۔ دونوں سمندروں میں موسم کی تبدیلی تو ضروری ہے۔''

''لیکن اس قدر تبدیلی.....؟''

''ہاں..... دنیا عجائبات سے پُر ہے۔ ویسے جہاز کی رفتار بھی خاصی تیز ہے۔ میرا خیال ہے تمہارے مقررہ وقت تک ہم، ویوآئی لینڈ پہنچ جائیں گے۔''

''امکان اسی بات کا ہے۔'' فلیکس نے مطمئن لہجے میں کہا۔ اُس کے چہرے پر اب تک بے چینی چھائی ہوئی تھی، وہ مٹ رہی تھی اور وہ کافی حد تک مسرور نظر آ رہا تھا۔ ہم کافی دیر تک عرشے پر کھڑے گفتگو کرتے رہے۔ پھر رات کے کھانے کے لئے وہاں سے ہٹ کر کچن کی طرف چلے گئے۔

جہاز کے سفر کے چوتھے دن موسم بالکل بدل گیا تھا۔ آج تو پورا دن آسمان پر بادل چھائے رہے تھے اور جرمن فوجی خوشی سے عرشے پر ہنگامے برپا کر رہے تھے۔ ہم صرف تماشائیوں میں شامل تھے اور اُن لوگوں کی حرکتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

سمندر میں اب بڑے بڑے گلیشیئر نظر آنے لگے تھے۔ بعض اوقات تو یوں لگتا تھا جیسے کوئی عظیم الشان پہاڑ، جہاز کے راستے میں حائل ہو۔ ایسے موقع پر کپتانوں کو بڑی مہارت سے کام لینا پڑتا تھا۔ کئی بار جہاز کا رُخ بدلنا پڑا تھا۔ بعض اوقات تو خطرے کی گھنٹیاں بھی بج جاتی تھیں اور فوجی ہنگامہ بند کر کے خطرہ ٹل جانے کا انتظار کرنے لگتے۔ سفر کے چھٹے دن بارش شروع ہوگئی..... خاصی طوفانی بارش تھی۔ بھیگنے کے سوا چارۂ کار ہی نہیں تھا۔ بچنے کی کوشش بھی کرتے، تو کہاں جاتے؟ ملاح سخت نگرانی کر رہے تھے۔ کیونکہ بارش کی دُھند میں ٹکرا کر جہاز کسی گلیشیئر سے بھی ٹکرا سکتا تھا۔ رات ہوگئی۔ لیکن بارش رُکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی بلکہ اُس کی شدت میں مزید کچھ اضافہ ہو گیا تھا.....

سب لوگ بے چین ہونے لگے تھے۔ کیونکہ اس شدید بارش میں سونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ رات کے تقریباً ایک بجے کپتان کی طرف سے اعلان ہوا کہ فوجی ہوشیار رہیں۔ موسم بے حد خراب ہو گیا ہے۔ اور دُھند کی وجہ سے راستہ نظر نہیں آ رہا..... کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کیا حادثہ ضروری ہے؟'' فلیکس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور میں اُس کی جھلاہٹ پر ہنس پڑا۔

''کیا موسم سے بھی جنگ کرو گے؟''

''تمہارا کیا خیال ہے..... کیا میں خوفزدہ ہوں؟ میں کہتا ہوں، جہاز طوفان میں گھر جائے، غرق ہو جائے۔ لیکن میں تمہیں کسی نہ کسی طرح محفوظ کرلوں۔''

''کیا احمقانہ بات کہی ہے۔'' میں ہنس پڑا اور فلیکس دانت پیس کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس نے بارش میں کئی مکے بھی لہرائے تھے۔ لیکن بارش رُکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ جہاز کے بے شمار حصوں میں پانی بھر گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کپتان کی طرف سے اعلان ہوا کہ فوجی اپنی اپنی جگہوں سے پانی نکالیں۔ اور بے شمار فوجی اِس کام میں مصروف ہو گئے۔

وہ پانی نکال نکال کر سمندر میں پھینک رہے تھے۔ لیکن بارش کا پانی تھا کہ بھرتا ہی جا رہا تھا۔ اور پھر اچانک ایک خوفناک شور بلند ہوا..... ہم سب چونک پڑے تھے۔

پورے جہاز کے سائرن چیخ اُٹھے تھے۔ فوجی، بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ بارش ابھی تک ہو رہی تھی۔ لیکن خطرے کے سائرن، بارش کی وجہ سے نہیں بجے تھے۔

یوں بھی بارش اتنی خوفناک نہیں تھی کہ جہاز کو اس قسم کے خطرے سے دوچار ہونا پڑتا۔ ہاں! ہم نے عرشے سے سمندر میں جو گلیشیئر دیکھے تھے، وہ ضرور خطرناک ہو سکتے تھے۔ ممکن ہے، جہاز کسی گلیشیئر کے قریب پہنچ گیا ہو۔ اور اب اُسی کی جانب بڑھ رہا ہو.....

فلیکس، میں اور ہمارے تمام ساتھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے فلیکس سے کہا۔ ''دیکھو فلیکس! جہاں بھی رہو، ساتھ ہی رہنا۔ اپنے ساتھیوں کو بھی یہی ہدایت کر دو۔ کسی وقت بھی جہاز کو کوئی حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں اکٹھے رہنا ہوگا۔''

''بالکل.....'' فلیکس نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔

''ٹھیک ہے جناب! ہم جہاں بھی رہیں گے، اکٹھے ہی رہیں گے۔ لیکن یہ سائرن کیسے بج رہے ہیں؟'' ایک فوجی نے پوچھا۔

''ممکن ہے، جہاز کسی بڑے گلیشیئر کی زد میں آ گیا ہو۔'' میں نے کہا۔

''آؤ.....! عرشے سے دیکھیں۔'' فلیکس نے کہا اور ہم سب دوڑتے ہوئے عرشے کی طرف بڑھ گئے۔ ہم عرشے کے اُس حصے میں تھے جو اس وقت پانی کی خطرناک بوچھاڑ



میں گھرا ہوا تھا۔ پانی سے دوسری جانب دیکھنا ناممکن تھا۔ تاہم میں اور فلیکس، اندھیرے اور بارش میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ پھر میں نے ایک بھاگتے ہوئے فوجی کو روکا اور نرم لہجے میں پوچھا۔

''کیا بات ہے جناب.....؟''

''جہاز کے نیچے اتحادی فوجوں کی آبدوزیں پہنچ گئی ہیں۔'' جہاز کے افسر نے بتایا اور بھاگتا ہوا ایک طرف نکل گیا۔ ہم لوگوں نے معنی خیز انداز میں ایک۔ دوسرے کی طرف دیکھا۔

''یہ کیا ہوا.....؟'' فلیکس نے پریشانی سے پوچھا۔

''گو، یہ بات بھی تمہارے لئے پریشانی کا باعث ہے؟'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تم تو مفت میں مجھے پریشان کرنے لگ جاتے ہو۔'' فلیکس کی جھلاہٹ بہت پُر لطف تھی۔ میرے لئے اسی وقت تمام آفات کا نازل ہونا ضروری تھا کیا؟''

''فلیکس.....!'' میں نے اُس کا بازو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''اتحادی آبدوزوں کو یہ نہیں معلوم ہوگا کہ اِس جہاز پر وہ لوگ بھی سفر کر رہے ہیں، جن کے لئے مشن ترک کیا جا سکتا ہے۔''

''تو میں اور کیا بکواس کر رہا ہوں؟'' فلیکس بولا۔

''تو اس وقت مصلحت کا تقاضا کیا ہے؟'' میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''کیا یہ سوال پوچھنے کا وقت ہے؟'' فلیکس نے کہا۔ اُس کی جھلاہٹ کو میں بخوبی سمجھ رہا تھا۔

''آؤ.....!'' میں نے اُسے اشارہ کیا اور ہم سب ایک طرف بڑھنے لگے۔ چند ساعت کے بعد ہم لوگ ایک لانگ بوٹ کے نزدیک پہنچ گئے۔ اس وقت تمام جرمن فوجیوں کا مفاد ہمارے پیش نظر نہیں تھا۔ ورنہ یہ لانگ بوٹ بہت سے لوگوں کی زندگی بچانے کے کام آ سکتی تھی۔ فلیکس شاید میرا مقصد سمجھ گیا تھا۔ وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔

''یہی تو میں چاہتا تھا کہ تم میرا مذاق اُڑانے کی بجائے کچھ سوچو۔''

''افسوس! کہ اس افراتفری کے عالم میں ہم کوئی اور بندوبست نہیں کر سکتے۔''

''مثلاً.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کچھ ایسے انتظامات جو کسی نئے ہنگامے کی صورت میں ہمیں مدد دے سکتے۔''

''اوہ..... ٹھہرو، میں.....'' فلیکس تیزی سے پلٹا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



لیکن میں نے لپک کر اُس کا بازو پکڑ لیا۔ ''نہیں فلیکس..... ہرگز نہیں!''

''یقین کرو! میں بہت جلدی واپس آ جاؤں گا۔'' فلیکس نے بازو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''فلیکس..... ہرگز نہیں۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا تو فلیکس رُک گیا۔ ''اس انتظام سے کہیں ضروری ہے کہ ہم یکجا رہیں۔''

''او کے سر.....!'' فلیکس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

''چلو! ان لوگوں کے ساتھ لانگ بوٹ میں پہنچ جاؤ۔ سب لوگ افراتفری کا شکار ہیں۔ اس وقت کوئی اس طرف توجہ نہیں دے گا۔ لانگ بوٹ پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ ورنہ اگر جہاز کو حادثہ پیش آ گیا تو پھر جو ہنگامہ ہوگا، اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''ٹھیک ہے..... لیکن ہُک پر کون جائے گا؟''

''میں..... اور ضرورت کے وقت ہُک کھول کر بوٹ میں کود پڑوں گا۔'' میں نے کہا۔

''اوہ، جناب! تھوڑی سی خدمت ہمارے سپرد بھی کر دیں۔'' پال نے کہا۔

''نہیں..... ہُک پر میں چلا جاتا ہوں۔'' ایڈن، جو بہت کم گو تھا، بولا۔

''شکریہ دوست! لیکن یہ ذمہ داری میں نے اپنے سر لی ہے..... براہِ کرم! میری ہدایات پر عمل کرو۔'' اور بالآخر وہ مجبور ہو گئے۔ میں نے اُنہیں بوٹ میں بٹھا دیا اور خود اُوپر چڑھنے لگا۔ اس وقت اگر کوئی میری جانب متوجہ ہو جاتا تو ہم سب کی شامت آ جاتی۔ جرمن کسی طور ہمیں معاف نہ کرتے۔ کیونکہ یہ جہاز کے قانون کی خلاف ورزی تھی۔

☆.....☆.....☆



میں لانگ بوٹ کے ہُک تک پہنچ گیا۔ اور اسی وقت جنگ شروع ہو گئی..... جہاز سے بیک وقت کئی فائر کئے گئے تھے۔ لیکن نیچے سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ ہم انتظار کرتے رہے۔ ویسے میں نے لانگ بوٹ ہینگر چیک کر لیا تھا۔ ضرور پڑنے پر لانگ بوٹ فوراً سمندر میں پہنچ سکتی تھی۔ سب کچھ ٹھیک تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ کر دوڑتے ہوئے لوگوں کو دیکھتا رہا۔ اور پھر اس ہنگامے کے تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ایک قیامت خیز دھماکہ ہوا اور پورا جہاز لرز اُٹھا.....

میں بری طرح ہینگر پول سے ٹکرایا تھا۔ دوسری جانب بوٹ میں فلیکس اور ہمارے دوسرے ساتھیوں کی چیخیں بھی سنائی دی تھیں..... وہ لوگ بھی شاید بوٹ سے ٹکرائے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے جہاز کی ہر شے اُلٹ پلٹ ہو گئی ہو۔ جہاز، تنکے کی مانند لرز رہا تھا۔

اور پھر دوسرا خوفناک دھماکہ ہوا، اور وہ کچھ ہو گیا جو متوقع تھا..... یقینی طور پر آبدوز سے تارپیڈ فائر کئے گئے تھے۔ اور یہ فائر بالکل نشانے ہی پر لگے تھے.....

جہاز کا پچھلا حصہ بیٹھنے لگا۔ اوّل تو بارش ہی کی بناء پر جہاز میں پانی بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف سمندر کا پانی، جہاز کے عقبی حصے میں اتنی تیزی سے داخل ہوا کہ عقبی سمت بیٹھے ہوئے لوگوں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ کپتان اپنے کیبن سے نکل آیا اور ملاحوں کے شور و غل سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ جہاز، نیچے کی جانب جھک رہا تھا۔ چنانچہ کپتان نے جہاز کی تباہی کا اعلان کرتے ہوئے حکم دیا کہ بوٹس سنبھال لی جائیں۔

اس کے بعد جو افراتفری مچی تو خدا کی پناہ! بے شمار لوگ اُس لانگ بوٹ کی جانب بھی بھاگے، جس میں صرف چند افراد موجود تھے۔ میں نے برق رفتاری سے لانگ بوٹ کا کنٹرول لیور دبا دیا اور بوٹ تیز رفتاری سے جہاز سے نکل کر سمندر میں پہنچ گئی۔ وہ زنجیر، جو بوٹ سے بندھی ہوئی تھی، اس وقت میرے لئے بے حد کارآمد تھی۔ میں نے زنجیر پکڑ لی اور اتنی پھرتی سے نیچے اُترا کہ اگر ذرا بھی کہیں ہاتھ بہک جاتا تو میں سمندر میں ہوتا۔ میں،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



لانگ بوٹ میں پہنچا تو فلیکس نے جلدی سے زنجیر لانگ بوٹ سے الگ کر دی اور بوٹ، جہاز سے دُور ہونے لگی.....

پانی کا گرداب، کشتی پر مسلسل دباؤ ڈال رہا تھا۔ ہم سب نے چپو سنبھال لئے اور اُسے گرداب سے نکالنے کی کوشش کرنے لگے۔ جہاز پر قیامت برپا تھی۔ لوگ بری طرح چیخ رہے تھے۔ ہر سو افراتفری کا عالم تھا۔ لوگ اپنی جان بچانے کی خاطر دوسروں کو نظر انداز کر رہے تھے۔

ہم سب کی حالت بھی بہت خراب تھی۔ جوگنر کا سر، لانگ بوٹ کی سائیڈ سے ٹکرا کر پھٹ گیا اور اُس سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن اب اس خون کو پانی نے خود بخود روک دیا تھا۔ ہم لوگ بارش کی وجہ سے ایک دوسرے کی شکلیں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

پانی کے تھپیڑے اور ڈوبتے ہوئے جہاز سے پیدا ہونے والا گرداب، بوٹ کو ڈبوئے دے رہا تھا۔ چنانچہ پانی نکالنا بھی مقصود تھا اور بوٹ کو جہاز سے دُور لے جانا بھی..... ہم پانچوں آدمی اسی کوشش میں مصروف تھے کہ کشتی کو جہاز سے جتنی دُور ہو سکے، لے جائیں۔ دوسری طرف جہاز کے مناظر بھی بے حد خوفناک تھے۔ گو، دُھندلے نظر آ رہے تھے۔ لیکن آوازیں صاف سنی جا رہی تھیں۔ اور دیکھا بھی جا سکتا تھا۔ بے شمار لوگ، جہاز سے کود کود کر جانیں بچانے میں مصروف تھے۔ حالانکہ یہ ایک احمقانہ کوشش تھی۔ اس بیکراں سمندر میں اُن کی حیثیت کیا تھی کہ وہ جان بچا سکتے؟

آخری بار پانی کا جو ریلا آیا، اُس نے بوٹ کو اُچھال کر بہت دُور پھینک دیا۔ ہم لوگوں نے بمشکل تمام توازن قائم رکھا۔ چوٹیں تو لگی تھیں لیکن کشتی میں بھرے ہوئے پانی کی وجہ سے یہ چوٹیں شدید نہ تھیں۔ پانی نے ہمیں بہت سہارا دیا تھا۔ البتہ اب اس بات کا اندازہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ جہاز، ڈوب چکا ہے۔ گویا، آبدوزیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک کا چہرہ زرد تھا۔ دانتوں کے بجنے کی آوازیں اور خوف کی گہری گہری سانسیں صاف سنی جا سکتی تھیں۔ اس آخری مرحلے میں بڑے خطرات پیش آ سکتے تھے۔ لیکن تقدیر یاور تھی کہ اُس آخری مرحلے سے بھی بخیر و خوبی نکل آئے۔ اب ہم جہاز سے کافی دُور نکل آئے تھے۔

سطح سمندر پر اب بھی ہنگامہ جاری تھا۔ جہاز سے کود کر جان بچانے والوں کی آوازیں ہم تک پہنچ رہی تھیں۔ لیکن ہم کشتی کو زیادہ سے زیادہ دُور لے جانے کی فکر میں کوشاں تھے.....



جب ہمیں اطمینان ہو گیا کہ ہم کافی دُور نکل آئے ہیں تو ہم نے دوسری طرف توجہ دی۔ اس وقت ان تھک محنت ہی ہماری زندگی بچا سکتی تھی۔

ہم سب کشتی سے پانی نکالنے میں مصروف ہو گئے۔ اور جونہی ہم نے ابتداء کی، اچانک فلیکس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔

''کیا بات ہے فلیکس.....؟'' میں نے چیخ کر پوچھا۔

''حلق کیوں پھاڑ رہے ہو پیارے بھائی؟'' فلیکس خوشی سے بولا۔

''کیوں..... یہ خوشی کا کون سا موقع ہے؟''

''یہ دیکھو.....'' فلیکس نے پانی میں سے ایک ڈبہ نکال لیا۔ یہ غذا کا سربمہر ڈبہ تھا۔ ''یقیناً اس میں غذا کا ذخیرہ موجود ہے۔''

''اوہ..... لانگ بوٹ مکمل ہو گئی۔ دوسروں کو ہدایت کر دو فلیکس! کہیں وہ یہ ڈبے پانی میں دوبارہ نہ پھینک دیں۔'' میں نے کہا اور فلیکس چیخ چیخ کر اُنہیں ہدایات دینے لگا۔

''ادھر خوراک اور پانی کا ذخیرہ موجود ہے۔ گو، بہت تھوڑا ہے۔ لیکن ہم نے اسے سنبھال لیا ہے۔'' پال کی آواز اُبھری۔

صبح تک ہم بوٹ سے پانی نکالتے رہے۔ بے چارہ جوگنر زخمی ہونے کے باوجود ساتھ دے رہا تھا۔ رات کے آخری پہر بارش بند ہو چکی تھی۔ صبح کی پہلی کرن نمودار ہوئی تو ہم، نڈھال ہو کر بوٹ کے تختوں پر لیٹ گئے۔

پھر دن پوری طرح نکل آیا۔ لیکن سورج نہیں نکلا تھا۔ آسمان پر ابر چھایا ہوا تھا۔ حالانکہ دھوپ، اس وقت ہمارے لئے زندگی کی پیغامبر ہوتی کیونکہ سردی شدید تھی۔ اور ہمیں حرارت کی اشد ضرورت تھی۔

دن کافی چڑھ گیا تو فضا سے خنکی کسی قدر کم ہو گئی۔ پھر میں نے ہلکی سی آہٹ سنی۔ فلیکس کھسک کر میرے نزدیک ہو گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اُس کے چہرے کے تاثرات اچھے نہیں تھے۔ ''اب کس پر پیچ و تاب کھا رہے ہو فلیکس؟''

''ساری دنیا پر..... کیا یہی وقت رہ گیا تھا، جہاز کو تباہ کرنے کا؟ اچھے خاصے ویو آئی لینڈ پہنچ جاتے۔''

''بڑے خود غرض ہو یار! اتحادی آبدوزوں میں موجود لوگوں سے پوچھو! جو اپنے اس کارنامے پر بہت خوش ہوں گے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''مگر اب ہمارا کیا ہوگا؟''

''جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ فکر مند کیوں ہو؟''

''اب تو فکر مند ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ سارا پلان ہی فیل ہو گیا۔ چنانچہ ساری فکریں ختم..... اب تو زندہ رہنے کی فکر کرو۔''

''بہر حال! جب تک سانس باقی ہے، کوئی نہ کوئی فکر ضرور رہے گی۔ کیا تم اپنی حالت بہتر محسوس کر رہے ہو؟''

''بالکل ٹھیک ہوں۔ بس! نیند آ رہی ہے۔''

''اتفاق کی بات ہے کہ ہم بالکل بے بس نہیں ہیں۔ ابھی غذا کا جائزہ لیں گے۔ اور اس کے خرچ کا پروگرام بنائیں گے۔ ارے ہاں! بے چارے جوگنر کا کیا حال ہے؟''

''ٹھیک ہے..... میں نے اس کے زخم پر رُومال کس دیا ہے۔''

''گڈ..... کام کے آدمی ہو۔ چلو! اب اُٹھو، خوراک کا جائزہ لے کر اس کے خرچ کا پروگرام بنائیں۔ پیارے! اسی کا نام زندگی ہے۔ یقین کرو! شدید ترین مشکلات ہی میں زندگی کا لطف آتا ہے۔ ورنہ انسان اُکتاہٹ کا شکار ہو جائے۔''

فلیکس چند ساعت میری شکل دیکھتا رہا، پھر بے اختیار مسکرا دیا۔ ''اسی لئے تو تم سے عشق ہو گیا ہے۔ تم جو کچھ کہتے ہو، اس کی عملی تصویر پہلے ہی پیش کر چکے ہوتے ہو۔ لیکن میں ایک عام انسان ہوں..... قطعی عام.....''

''بکواس..... میں نہیں مان سکتا۔''

''کیوں.....؟''

''تم کسی مرحلے پر بھی عام انسان ثابت نہیں ہوئے۔ میں نے ہمیشہ تمہیں غیر معمولی خصوصیات کا حامل پایا ہے۔''

''یہ تمہاری محبت ہے کین! بہر حال، خود تمہاری کیا حالت ہے، ٹھیک ہو.....؟''

''بالکل..... اسی طرح، جیسے تم دیکھتے رہے ہو۔''

''بڑے دل گردے کی بات ہے۔ حالانکہ تم ایک طویل جدوجہد اور مشقت سے گزر چکے ہو۔ لیکن تمہارے دم خم وہی ہیں۔''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں فلیکس! زندگی کے خطرناک ترین مراحل کو بھی میں عام زندگی سے مختلف نہیں سمجھتا۔ زندگی کے اقدامات چونکہ ہمارے احکامات اور خواہشات کے تابع نہیں



ہے۔ اس لئے ہم ان پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔ اور جو چیز ہماری دسترس سے باہر ہو، ہم ضرور کی چیز سمجھ لیتے ہیں۔ چلو! خوراک کا جائزہ لیں۔ میرا خیال ہے، ہمارے ساتھیوں کو رام کی ضرورت ہے۔ پال، ایڈن! تم کیا محسوس کر رہے ہو؟''

''آپ دونوں کی باتیں سن کر حیران ہیں۔'' پال نے کسی قدر شگفتہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں..... حیران کیوں ہو؟''

''بڑی شخصیت کا مالک ہونے کے لئے بڑے خیالات کا مالک ہونا بھی ضروری ہے۔ اس بھیانک مہم سے بچ گئے تو ان سنہری اصولوں کے تحت اپنی زندگی کو ترتیب دیں گے۔''

''خوب..... بہر حال! آرام کرو۔ ابھی تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' میں اُٹھ گیا۔ پھر ہم نے اُن تمام چیزوں کا جائزہ لیا جو، جرمن جہاز کے کپتان نے حفظ ماتقدم کے طور پر لائف بوٹ میں رکھوائی تھیں، اور اس وقت ہمارے لئے زندگی کا پیغام بن گئی تھیں۔

خشک گوشت کے تین درجن ڈبے، پانی کی چالیس بوتلیں جو، سربمہر تھیں۔ اور جن پر ''پینے کا پانی'' لکھا ہوا تھا، مسرت افزا تعداد تھی۔ ہم پانچ آدمیوں کے درمیان گوشت کے دو ڈبے اور پانی کی دو بوتلیں روزانہ خرچ کے لئے مناسب تھیں۔ اس طرح بیس بائیس روز نکل سکتے تھے۔ یہ بات طے ہو گئی۔

اور پھر وقت کے لحاظ سے پہلی خوراک تقسیم کر دی گئی۔ گوشت لذیذ تھا۔ پانی پینے کے بعد خاصی توانائی محسوس ہوئی اور سب کے چہروں پر بشاشت دوڑ گئی۔

''ہمارے لئے دوسرا مرحلہ سردی کا ہے۔ فلیکس! سمندر کے موسم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے ہمیں خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ کسی بھی وقت سرد ہوائیں چل سکتی ہیں۔''

''لیکن اس سردی سے بچاؤ کے لئے کیا ہو سکتا ہے؟''

''بظاہر تو کچھ نہیں۔ سوائے اس کے کہ ہم ہواؤں کا اندازہ لگائیں اور بوٹ کو جنوب کی سمت لے چلیں۔ کیونکہ اُدھر موسم قدرے گرم ہوگا۔''

''لیکن ہم، سمت کا تعین کس طرح کریں گے؟''

''اتفاق سے ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ کیا.....؟'' سب نے حیرت سے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''دنیا کو تخلیق کرنے والے نے انسانوں کے لئے اس کائنات کی ہر چیز کا انکشاف کیا ہے۔ سمندر میں چلنے والی ہوائیں، ایک قسم کی نہیں ہوتیں۔ بلکہ اِن ہواؤں کے رُخ سمندر کے مختلف حصوں کا تعین کرتے ہیں۔ ہمیں تھوڑی سی جدوجہد کرنا ہوگی۔ وہ یہ کہ میں جسم کا اُوپری لباس اُتار کر ایک جگہ کھڑا ہو جاؤں گا۔ میرے جسم پر مختلف سمتوں سے ہوائیں ٹکرائیں گی اور اِنہی میں ہوا کا ایک جھونکا ایسا بھی ہوگا، جو گرم ہوگا..... اور یہ گرم ہوا، جس سمت سے میرے جسم سے ٹکرائے گی، اُسی سے تعین کیا جا سکتا ہے کہ گرم سمندر کا رُخ کون سا ہے؟''

''واقعی..... لیکن یہ طریقہ..... یہ طریقہ تو کسی بہت ہی تجربہ کار ملاح کو معلوم ہونا چاہئے۔'' پال نے متحیرانہ لہجے میں کہا اور فلیکس مسکرانے لگا۔

''جب کوئی حادثہ ہوتا ہے مسٹر پال! تو اس کے لئے کچھ خاص لوگ بھی مہیا ہو جاتے ہیں۔ یعنی صورتِ حال کے تقاضوں کے مطابق مطلوبہ افراد بھی قدرت فراہم کر دیتی ہے۔ تم دیکھو گے، میرے ساتھی مسٹر کین، عجیب و غریب خصوصیات کے حامل ہیں۔ ان کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ درحقیقت کیا ہیں؟ بہرصورت! اس مہم کا اختتام سکون کی وادیوں میں ہوگا..... چنانچہ یہ بات سوچنا بے مقصد ہے کہ میرے ساتھی مسٹر کین اِن تمام باتوں کے بارے میں کس طرح جانتے ہیں؟''

''بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ ویسے ہمیں اس بات پر یقین اس لئے ہے کہ ان کے لئے حکومت امریکہ کس قدر پریشان ہے؟ اگر یہ ان اعلیٰ خصوصیات کے حامل نہ ہوتے تو ظاہر ہے، حکومت اتنے بڑے پیمانے پر ان کو تلاش بھی نہ کراتی۔''

''ہاں..... یہ بھی ٹھیک ہے۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر سب خاموش ہو گئے۔

تھکن تو خیر! ابھی اُترنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جو مشقت کی تھی، اس کے اثرات اتنی جلدی ختم نہیں ہو سکتے تھے۔ اور معمول پر آنا تو تقریباً ناممکن تھا۔ چنانچہ پیٹ بھرنے کے بعد وہ لیٹ گئے۔ یہ خوش بختی تھی کہ ہم پانچ آدمیوں کے لئے اتنی بڑی کشتی موجود تھی۔ اگر ہم پانچوں بیک وقت آرام کرتے، تب بھی کشتی میں آٹھ دس آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ باقی رہ جاتی تھی۔

یہ بات کسی حد تک سکون بخش تھی۔ چنانچہ جوگنر، پال اور ایڈن لیٹ گئے۔ وہ ہم دونوں کی نسبت ذرا کمزور قوتِ اِرادی کے مالک تھے۔ فلیکس اور میں بیٹھے رہے اور کشتی، سمندر



کے سینے پر آگے بڑھتی رہی۔ چھوٹے چھوٹے گلیشیئرز جگہ جگہ نظر آتے تھے۔ اور میرا خیال غلط نہیں تھا۔ جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے تھے، سردی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

کافی دیر اسی طرح خاموشی میں گزر گئی۔ ''کیا خیال ہے مسٹر کین! کیا تم اپنی اس حکمت عملی سے کام نہیں لو گے.....؟'' فلیکس نے کہا۔

''گرم علاقے کی تلاش.....؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں.....''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ اب مجھے اپنی کارروائی شروع کر دینی چاہئے۔'' میں نے کہا اور اپنی قمیض اُتار دی۔ سیکرٹ پیلس کی تربیت جگہ جگہ کام آ رہی تھی۔

سمندری سفر کے بارے میں ایک سبق دیتے ہوئے میرے کسی اُستاد نے مجھے یہ ترکیب بتائی تھی۔ لیکن میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی میں کبھی اس ترکیب پر عملی قدم اُٹھانے کی نوبت بھی آ جائے گی۔ بہرصورت! میں نے عمل شروع کر دیا۔

لانگ بوٹ میں ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میں نے خاموشی سے ہواؤں کا تجزیہ شروع کر دیا۔ یخ بستہ ہوائیں، میرے برہنہ جسم سے ٹکرا رہی تھیں اور میرے پورے جسم میں ہلکے ہلکے درد کا احساس جاگ اُٹھا تھا۔ لیکن کام تو بہرصورت! کرنا تھا۔ اس لئے میں نے اپنی قوتِ اِرادی کے ذریعے اس درد سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی۔

میں کافی دیر تک ہواؤں کا تجزیہ کرتا رہا۔ اور پھر گرم ہوا کا ایک جھونکا بار بار میرے بائیں شانے سے ٹکرانے لگا..... میرے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ گویا میں نے سمندر کے گرم رُخ کو دریافت کر لیا تھا۔ لیکن مکمل اطمینان کے لئے میں نے مزید کچھ دیر وہاں کھڑے رہنا مناسب سمجھا۔ میرے ساتھیوں کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور مجھے مسکراتا دیکھ کر فلیکس کے انداز میں عجیب سا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔ چند ہی ساعت کے بعد وہ میرے قریب تھا۔ پھر اُس نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''یوں لگتا ہے میرے دوست! جیسے تم نے کچھ کر ڈالا ہے۔''

''ہاں فلیکس! میں نے کہا تھا نا! کہ جو کچھ کہتا ہوں، اس پر عمل ضرور کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے، میں نے گرم سمندر کا رُخ دریافت کر لیا ہے۔''

''آہ..... تو پھر جلدی سے ہمیں بتاؤ! تاکہ ہم کشتی کا رُخ اسی طرف موڑ لیں۔ یہ سردی تو اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں اب سمت سے مطمئن ہو گیا تھا۔ گرم ہوا، بار بار ایک سمت سے میرے جسم سے ٹکرا رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ میرا تجزیہ بالکل درست ہے...... سمندر کے اُوپر ہواؤں کا یہ اشتراک بھی بے حد انوکھا ہوتا ہے۔ حالانکہ ہمارے ذہنوں میں ہواؤں کا یہی تصور ہوتا ہے کہ ہوا ایک سمت سے چلتی ہے اور دوسری سمت جاتی ہے۔ لیکن سمندر پر اس تصور کا اطلاق نہیں ہوتا۔

میں نے اپنے ساتھیوں کو مستعد کیا اور وہ سب چپوؤں کی مدد سے کشتی کا رُخ موڑنے لگے۔ جلد ہی کشتی نے وہ سمت اختیار کر لی۔

''بس دوستو! ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہو چکے ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری خواہش ہے کہ اب تم آرام کرو!'' فلیکس بولا۔

''ہاں...... میں بھی اس کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں کہ اپنے اس فرض کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر آرام کر لوں۔'' میں نے کہا اور فلیکس نے میرے لئے جگہ بنا دی۔

یہاں ہمارے تینوں ساتھی بھی بہت معاون ثابت ہو رہے تھے۔ اب وہ کسی حد تک مجھ سے عقیدت محسوس کر رہے تھے۔ کیونکہ اب تک جو کچھ ہوا تھا، اس میں میری نمایاں کارکردگی، اُن کی زندگی بچانے کا باعث بنتی رہی تھی۔

کشتی، لہروں کے دوش پر ہوا کے رُخ بہتی رہی۔ گو، بظاہر ہمیں کوئی دِقت یا اُلجھن نہیں تھی۔ لیکن یہ تصور ہی سوہانِ رُوح تھا کہ ہمارے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔ اپنی گھڑیوں کے حساب سے ہمیں سفر کرتے ہوئے اکیس دن ہو گئے تھے۔ ان اکیس دنوں میں کوئی سمندری حادثہ نہیں ہوا تھا۔

غذا کے ذخیرے کو ہم نے کچھ اور تحفظ دے دیا تھا۔ یوں بھی سمندر کی نمکین زندگی میں کھانے پینے کی کچھ زیادہ خواہش محسوس نہیں ہوتی۔ کشتی میں پڑے پڑے ہم، ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل بھی نہیں رہے تھے۔ ہاں! اگر کبھی جسمانی ورزش کی ضرورت محسوس ہوتی تو تیزی سے چپو چلانے لگتے۔ اس طرح ہمارے جسموں میں حرارت دوڑنے لگتی۔ خاص طور پر اس وقت، جب ہمیں سردی زیادہ محسوس ہونے لگتی، ہم چپو اُٹھا لیتے اور تھوڑی ہی دیر میں ہماری سانسیں پھول جاتیں۔

لانگ بوٹ، سمندر کے بیکراں نیلے پانی پر بھٹک رہی تھی۔ ہم پانچوں ابھی تک عزم و حوصلہ برقرار رکھے ہوئے تھے۔ آپس میں ہنس بول بھی لیتے تھے۔ غذا بھی اتنی تھی کہ ہمیں



ور پر اس کی فکر نہیں تھی۔ لیکن بالآخر اُسے بھی ختم ہونا تھا......

لیکس کے چہرے پر اب کسی حد تک مُردنی نظر آنے لگی تھی۔ ایک رات، جب وہ نزدیک بیٹھا ہوا تھا تو میں نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے فلیکس...... تم یوس اور پریشان نظر آنے لگے ہو؟''

''نہیں کین! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ بس، کچھ سمندری مہمات یاد آ رہی ہیں۔ اکثر ہم ؤں کو عجیب و غریب حادثات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ کیا یہ حادثات ہماری زندگی میں شروع ہونے والے ہیں......؟''

''اگر شروع ہو بھی گئے تو اُن کے لئے ابھی سے فکر مند کیوں ہو؟''

''فکر مند نہ کہو میرے دوست! بس، میں سوچتا رہا ہوں کہ اب وہ ساری اُمیدیں ختم والی ہیں، جو ہمیں تھیں۔''

''ہاں! میں محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے ساتھیوں نے بھی مسکرانا چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں اُن بڑھانا پڑے گا فلیکس! یہ لوگ میری زندگی بچانے آئے تھے۔ اب ان کی زندگیوں ہماری ذمہ داری ہے۔''

''یقین کرو کین! میں خود کو بھول کر اُن کی دلجوئی میں مصروف رہتا ہوں۔ لیکن اب اُن کھوں سے مایوسی جھانکنے لگی ہے۔''

''کسی بھی طرح فلیکس! انہیں زندگی کی طرف واپس لاؤ۔ مایوسی اس سفر کے لئے بہت بن سکتی ہے۔ میں خود بھی کوشش کروں گا۔'' چنانچہ دوسرے دن میں نے اُن لوگوں کی۔ تینوں میری طرف متوجہ ہو گئے۔

''کیا بات ہے جوگنر! اب تم اُداس ہونے لگے ہو؟''

''ندر پر چند لمحات کی زندگی، اُداسی نہ دے گی تو پھر کیا دے گی مسٹر کین؟'' جوگنر نے کراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ت کا خوف ہے......؟''

''ف کی چیز کا نہیں۔ بس! یوں سمجھیں، ایک اُکتاہٹ ہے۔ کیونکہ اب ہم منزل کا بیٹھے ہیں۔''

''کیوں......؟''

''ل لئے کہ ہم اُن راستوں پر نہیں ہیں، جو زندگی کی سمت جاتے ہیں۔ ہم، ہر لمحے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



موت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جس کا ہم سب کو احساس ہے۔''

''جوگنر کے الفاظ کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟'' میں نے دوسروں کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر پال بولا۔

''بہرحال! ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں۔ لیکن ہم اس کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ہرگز نہیں ڈال سکتے۔''

''یقین کرو میرے دوست! میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہم لوگ آپ میں ہنستے بولتے رہیں۔ تاکہ کٹھن مراحل سے گزر کر بہتر زندگی کی طرف بڑھتے رہیں۔''

''آپ کے ان پُرمحبت اور پُرخلوص الفاظ کا احساس ہمارے دلوں میں موجود ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ اپنے ذہنوں سے یہ اُداسی جھٹک دیں۔'' پال نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

سورج ڈوبتا نکلتا رہا..... اب تو ہم دنوں کی گنتی بھی بھول گئے تھے۔ سمندر میں کئی بار طوفان آئے اور ہم گھنٹوں موت و زیست کا شکار رہے۔ لہروں کے ہاتھوں کھلونا بنے رہے..... کوئی لہر اِن کھلونوں کو توڑ سکتی تھی۔ ہماری شکلیں بدل گئی تھیں۔ داڑھی، مونچھیں اور سر کے بال اس قدر بڑھ گئے تھے کہ اصلی شکلیں چھپ گئی تھیں۔ سروں میں جوئیں پڑ گئی تھیں۔ شب و روز، کشتی کے اندر پڑے پڑے قویٰ مضمحل ہو گئے تھے۔ بعض اوقات تو ہاتھ پاؤں ہلانے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ سمندر میں شارک مچھلیاں اکثر ہمارا تعاقب کرتیں اور میلوں ہمارے پیچھے چلی آتیں۔ لیکن ابھی تک کوئی حادثہ نہیں ہوا تھا۔

رفتہ رفتہ غذا کا ذخیرہ بالکل ختم ہو گیا اور پھر سمندر کی زندگی کا سب سے خوفناک دور آیا۔ جس نے مجھے بھی پریشان کر دیا۔ میری نگاہیں کسی موہوم سی لکیر کی تلاش میں بھٹکتی رہتیں۔ لیکن سمندر میں کوئی لکیر نمایاں نہ ہوئی.....

پانی کے ذخیرے کو میں نے کافی سنبھال کر رکھا تھا۔ خوراک ختم ہو جانے کے بعد اس کی اہمیت اور بڑھ گئی تھی۔ دُھوپ سے بچاؤ کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا۔ سورج، مشرق سے نکلتا تو رات بھر کے ٹھٹھرے ہوئے جسموں میں حرارت کی لہر دوڑ جاتی۔ لیکن جونہی سورج نصف النہار پر آتا، دُھوپ کی شدت ناقابل برداشت ہو جاتی۔ اور یوں محسوس ہوتا جیسے آگ پر سنک رہے ہوں۔ ہمارے بدن، دُھوپ میں جل جل کر سیاہ پڑ گئے تھے..... سیاہ اور سکڑی ہوئی کھال، بے حد کھردری ہو گئی تھی.....



ایک رات ہماری اس چھوٹی سی کشتی کے مسافروں میں سے ایک مسافر کو ایک حادثہ پیش
سر شام ہی تیز ہوائیں چلنے لگی تھیں۔ اور آثار تھے کہ سمندر میں طوفان پیدا ہو جائے
ہوائیں، شدت اختیار کرتی جا رہی تھیں..... رات کے تقریباً ایک بجے کا وقت تھا،
کی شدت، طوفان کا رنگ اختیار کر گئیں.....
شتی، لہروں کے دوش پر اُچھلنے لگی تھی۔ اور ہم نے اپنے لئے وہ حفاظتی اقدامات کر لئے
ہم اکثر ایسے موقعوں پر کر لیا کرتے تھے۔ کشتی کے جھٹکے ہمارے لئے ناقابل برداشت
ے تھے۔ کبھی کبھی وہ کسی لہر کے ساتھ اتنی بلند ہو جاتی تھی کہ معلوم ہوتا جیسے کسی پہاڑ پر
ہی ہو۔ اور اس کے بعد جب نیچے کا سفر شروع ہوتا تو ہمارے کلیجے حلق میں آ کر اٹک
ے۔ انتہائی کوشش کے ساتھ ہم لوگ اپنے آپ کو سنبھالتے رہے۔ لیکن ایک دفعہ پائلٹ
اپنی نشست کھو بیٹھا.....
فضا میں اُچھل گیا تھا..... کئی فٹ اُونچا اُچھلنے کے بعد جب وہ دوبارہ کشتی میں گرا تو
ہر، کشتی کے ایک تختے سے ٹکرایا اور وہ بری طرح زخمی ہو گیا۔ پہلے ہی اُس بدنصیب
پر چوٹ لگ چکی تھی۔ جوگنر دلخراش انداز میں چیخ پڑا۔
م سب اپنی اپنی حفاظتی تدابیر بھول کر جوگنر کے قریب پہنچ گئے۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔
نے جلدی سے اپنے لباس سے ایک پٹی پھاڑی اور اُسے جوگنر کے زخم پر کسنے لگا..... اور
اُس کے زخم پر رکھ کر ساری رات بیٹھا رہا۔ تاکہ خون نہ بہے۔ میری خواہش تھی کہ
پر پانی نہ پڑے۔ ورنہ سمندر کا پانی، اس زخم کو بگاڑ دیتا۔
تک اس کوشش میں میرا بدن اینٹھ گیا۔ فلیکس اور دوسرے لوگ بھی میرے ساتھ
ہے تھے۔ رات کے آخری حصے میں طوفان، تھم گیا اور صبح بالکل پُرسکون تھی۔ لیکن
حالت کافی خراب تھی۔ اُس کے زخم کا خون تو رُک گیا تھا۔ لیکن وہ مسلسل بے ہوش
ابھی نقاہت کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔
مانے کو کچھ نہیں تھا۔ البتہ پانی کے چند قطرے اُس کے حلق میں ٹپکائے گئے۔ دوپہر
ب اُسے ہوش آیا تو اُس کی حالت، زیادہ بہتر نہیں تھی۔ اُس کی آنکھوں میں وحشت
تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہو۔
نے اُسے غور سے دیکھا اور مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ جیسے وہ اب ہوش مند انسان
کی دن سے ہمارے پیٹ خالی تھی۔ اس لئے ہم اُس کے لئے کچھ نہ کر سکتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



جوگنر اسی طرح لیٹ رہا۔ اُس کے لئے ہم سے جو سہولتیں فراہم ہو سکتی تھیں، کر دی گئیں۔ کئی بار اُسے پانی پلایا گیا۔ گو، ہماری زبانیں خشک تھیں۔ ہمارے پاس اب پانی کا ذخیرہ بھی بہت کم رہ گیا تھا، جسے انتہائی اہم ضرورت کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔

رات ہو گئی..... جوگنر اب کسی قدر پُر سکون تھا اور پہلی بار اُس نے کمزور آواز میں گفتگو کرنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ الفاظ ایسے تھے کہ کوشش کے باوجود ہم چاروں میں سے کسی کی سمجھ میں نہ آ سکے۔ میں، اُس کے اُوپر جھک گیا۔

''کوئی خاص بات ہے جوگنر؟ کیسی طبیعت ہے.....؟'' میں نے ہمدردی سے پوچھا اور جوگنر نے وحشت زدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''ہاں..... ایک بہت ہی عجیب بات ہے۔'' وہ نقاہت سے بولا۔

''کہو..... کیا بات ہے؟''

''موت اب میرے بالکل نزدیک پہنچ چکی ہے۔ دیکھو! آہستہ آہستہ میرے کان میں کچھ کہہ رہی ہے۔ کیا تم لوگوں میں سے کسی نے موت کو دیکھا ہے؟''

''یہ موت نہیں، بزدلی ہے جوگنر! خود کو سنبھالو!'' میں نے اُس کی ہمت بندھائی۔

''اگر تم نے آئندہ یہ الفاظ کہے تو میں تمہارا دماغ درست کر دُوں گا۔ سمجھے؟ میں تمہارا دماغ درست کر دُوں گا.....'' جوگنر اتنی زور سے دھاڑا کہ اُس کا زخم کھل گیا۔ اور اُس سے دوبارہ خون رِسنے لگا..... پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ ایک بار پھر ہم اُس کے زخم کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔

''اب کیا ہو گیا مسٹر کین.....؟'' پال نے غمزدہ آواز میں پوچھا اور میں جھلا گیا۔ اب میں اُن لوگوں کو کیا بتاتا کہ اب کیا ہو گیا؟ بہرحال! میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن اس صورتحال کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

یہ رات بھی گزر گئی۔ دوسری صبح ہم نے جوگنر کو دیکھا۔ وہ بھی اُٹھ بیٹھا تھا۔ جب کہ دوسرے لوگ عموماً لیٹے ہی رہا کرتے تھے۔ اور شاذ و نادر ہی کوئی بغیر ضرورت کے کھڑا ہوتا تھا۔ جوگنر کے چہرے پر وحشت چھائی ہوئی تھی۔ اُس نے مسکرا کر اپنے ساتھی ایڈن کی طرف دیکھا اور بولا۔

''ایڈن! ہم بھوکے ہیں.....''

''حوصلہ رکھو جوگنر!'' اُس نے کہا۔



''ہم میں سب سے زیادہ پُر گوشت تم ہو..... دوستو! کیوں نہ ہم اپنے دوست ایڈن کی عمدہ جسامت سے فائدہ اُٹھائیں.....؟''

ایڈن بوکھلائی ہوئی نگاہوں سے دوسروں کو دیکھنے لگا۔ فلیکس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ لیکن میں نے اُس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔''

''لیکن اس طرح تو دوسروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔'' ایڈن بولا۔

''ہاں..... کچھ سوچیں گے۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''تم نے جواب نہیں دیا ڈیئر ایڈن..... کیا تم، ہم سب کے لئے اپنی زندگی کی قربانی دو گے.....؟'' جوگنر نے پوچھا۔

''تم کیا چاہتے ہو جوگنر.....؟''

''میں چاہتا ہوں کہ ہم تمہیں ذبح کر لیں۔ تاکہ تم ہماری خوراک بن جاؤ۔ تمہارا گوشت، ہمیں کئی دن کی زندگی دے سکتا ہے۔''

''اگر میری زندگی تمہارے کام آ جائے جوگنر..... تو خدا کی قسم! میں تیار ہوں۔'' ایڈن نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا اور جوگنر، خوشی کے عالم میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

''اس نے..... اس نے اجازت دے دی ہے..... اس نے اجازت.....'' جوگنر نے پھرتی سے اپنے لباس میں سے ایک لمبا چاقو نکال لیا۔ ''تم میں سے کسی کو اعتراض تو نہیں ہو گا؟ میں جانتا ہوں، سب کے بھلے کی بات ہے..... ایڈن زندہ باد.....'' جوگنر نے چاقو کھول کر ایڈن پر چھلانگ لگائی۔

اُسی وقت فلیکس کی لات، اُس کے منہ پر پڑی۔ ٹھوس لکڑی کی ضرب تھی۔ جوگنر اُچھل کر کشتی کے دوسرے حصے میں جا گرا۔ اور پھر نہ اُٹھ سکا۔ سب بے حس و حرکت پڑے رہے تھے۔ تب فلیکس اُٹھا اور جوگنر کے قریب پہنچ گیا۔ اُس نے جوگنر کا چاقو اُٹھا لیا تھا۔ جوگنر پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔

''کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی ہتھیار ہے؟'' فلیکس نے سب سے پوچھا۔

''ہاں.....'' ایڈن اور پال نے اپنے اپنے شکاری چاقو نکال کر فلیکس کی طرف بڑھا دیئے۔

''شکریہ..... میری درخواست ہے کہ انسانیت کی حدود سے گزرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ہم سب زندہ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ مر جائیں گے۔ یا اس سے بھی بڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کوئی بات ہوسکتی ہے؟''

''قصور، جوگنر کا نہیں ہے مسٹر فلیکس!'' ایڈن نے دبی دبی زبان سے کہا۔

''کیا مطلب.....؟''

''اُس کا ذہنی توازن ہی کب درست ہے۔''

''پھر بھی ذہنوں پر قابو پانے کی کوشش کرو دوستو! زندگی میں اکثر ایسے مقامات بھی آتے ہیں، جہاں ہم بے بس ہو جاتے ہیں۔'' پھر اُس نے میری طرف دیکھا اور بولا۔''اس کے لئے کیا، کیا جائے مسٹر کین؟''

''دونوں پاؤں کس دو۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ میرا ذہن اب بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ اس طرح بے بسی کی موت تو مناسب نہیں ہوگی۔ کچھ کرنا ہوگا۔ اور اس کے لئے کچھ سوچنا ضروری ہے۔

رات کو میں نے فلیکس سے کہا۔''کیا خیال ہے فلیکس! غذا کے بارے میں بھی کچھ سوچنا ضروری ہے۔''

''کیا کرنا چاہئے؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''تم نے شارک مچھلیاں دیکھی ہیں.....؟''

''ہاں.....'' فلیکس کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

''شکار کی کوشش کی جائے.....؟''

''لیکن کس طرح..... کیا اُن خوفناک مچھلیوں کا شکار ممکن ہے؟''

''لمبے چپوؤں کو بھالوں کی حیثیت سے استعمال کیا جائے۔ اُن کے سروں پر چاقو باندھ کر ہم مچھلیوں کی تاک میں بیٹھیں گے۔''

''اوہ..... عمدہ خیال ہے۔'' فلیکس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اور پھر ہم اپنی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ میں نے دو مضبوط بھالے تیار کر لئے تھے۔ لیکن شارک مچھلی کے شکار کے لئے جان کی بازی ہی لگانی پڑتی تھی۔

میں نے فلیکس کو ہدایات دیں..... اور پھر کشتی کا ایک سرا میں نے اور دوسرا فلیکس نے سنبھال لیا۔ ہم سطح سمندر پر نگاہیں گاڑے بیٹھے رہے۔

کشتی کے اس سفر کے دوران ہم نے لاتعداد شارک مچھلیوں کو دیکھا تھا، جو اکثر ہماری کشتی کا تعاقب کرتی رہتی تھیں۔



رات کا آخری پہر تھا، جب اچانک میں غنودگی سے چونک پڑا۔ کشتی کے دوسرے سرے پر کچھ ہو رہا تھا..... میں نے برق رفتاری سے اُس طرف چھلانگ لگائی۔ میں نے ایک ہولناک منظر دیکھا..... فلیکس نے اپنے دونوں ہاتھ کشتی کے کنارے میں پھنسائے ہوئے تھے اور اپنی طرف زور لگا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی طاقتور چیز اُسے سمندر میں گھسیٹ رہی ہو۔ وہ اپنی انتہائی قوت صرف کر رہا تھا۔ میں نے جھانک کر دیکھا اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے..... ایک لمبی شارک مچھلی نے فلیکس کی بائیں ٹانگ کو اپنے خون آشام جبڑوں میں دبا رکھا تھا.....

ایک لمحے کے لئے میرے جسم میں سنسنی سی پھیل گئی۔ میں نے چند ساعت سوچا اور پھر اپنی پوری قوت سے اپنے بازو، فلیکس کی بغلوں میں پھنسا دیئے۔ نہ جانے مجھ میں اس قدر قوت کہاں سے آ گئی تھی؟ فلیکس کو میں نے اتنی طاقت سے جھٹکے کے ساتھ گھسیٹا کہ اُس کے ساتھ ہی بیس، بائیس سیر وزنی مچھلی بھی کشتی میں آ گری۔ اُس کے جسم میں چاقو پیوست تھا۔ لیکن فلیکس کی ٹانگ اُس کے جبڑوں میں پھنسی ہوئی تھی اور وہ اپنے آری نما دانتوں سے اسے کاٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ فلیکس کے چہرے پر تکلیف کے کوئی آثار نہیں تھے۔ ظاہر ہے، لکڑی کی ٹانگ اُسے کیا تکلیف پہنچا سکتی تھی؟ البتہ مچھلی کے دو چار دانت ضرور ٹوٹ گئے ہوں گے۔

میں نے اپنا بھالا سنبھالا اور پوری قوت سے شارک مچھلی کے سر میں پیوست کر دیا۔ مچھلی کے جبڑے کھل گئے اور فلیکس، اُن کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔ اب مچھلی کے جسم میں دو چاقو پیوست تھے۔ میرا چاقو، اُس کے حلق تک اُتر گیا تھا اور وہ کئی کئی فٹ اُونچی اُچھل رہی تھی۔

اس اُچھل کود سے بقیہ لوگ بھی جاگ گئے تھے۔ اور نہ سمجھنے والے انداز میں اس خوفناک منظر کو دیکھنے لگے تھے۔ مچھلی کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا اور اُس کے چھینٹے دُور دُور تک جا رہے تھے۔ بالآخر اُس کی جدوجہد سست ہو گئی۔ اور پھر وہ ساکت ہو گئی..... اُس کا جبڑا کھلا ہوا تھا اور اُس میں سے اُس کے تیز نوکیلے دانتوں کی قطاریں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اگر فلیکس کی ٹانگ، مضبوط لکڑی اور انتہائی جدید طریقے سے بنی ہوئی نہ ہوتی تو شاید اب اس کی ٹانگ کا وجود بھی نہ ہوتا۔

فلیکس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔''کین! قدرت کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کیا مطلب.....؟''

''کیا میری یہ معذوری، آج میری زندگی کی ضامن نہیں بن گئی.....؟''

''ہوا کیا تھا.....؟''

''بس یار! جھونک سی آ گئی نیند کی۔ مچھلی، کشتی کے بالکل نزدیک تڑپی تھی۔ میں نے جھک کر چپو اُس کے جسم میں پیوست کر دیا لیکن خود کو نہ سنبھال سکا۔ اور کسی طرح میری ٹانگ اُس کے منہ میں آ گئی۔ وہ بے پناہ طاقتور تھی۔ اگر اُس کے جسم میں بھالا پیوست نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ضرور مجھے کھینچ لے جاتی۔ پھر تم بھی پہنچ گئے۔''

''بہرحال، فلیکس! میری طرف سے نئی زندگی کی مبارکباد قبول کرو۔''

''شکریہ.....!'' فلیکس نے کہا اور مچھلی کو دیکھنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں خوشی کے تاثرات تھے۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہا تھا؟ پھر اُس نے جیب سے چاقو نکالا اور مچھلی پر جھک گیا۔

نہایت چابک دستی سے اُس نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا۔ اُس کے ہاتھ بڑی مہارت سے چل رہے تھے۔ میں خاموشی سے دیکھتا رہا۔ فلیکس نے مچھلی کا کلیجہ نکال لیا تھا۔ کافی بڑا کلیجہ تھا، جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ دوسرے لمحے وہ کلیجہ ہاتھ میں پکڑے آگے بڑھا اور جوگنر کے نزدیک پہنچ گیا۔ جوگنر بھی ہوش میں آ گیا تھا۔ لیکن اُس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ دوسروں کی طرح کھڑا ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ خاموش بیٹھا رہا تھا۔

فلیکس نے چاقو سے کلیجے کا ایک ٹکڑا کاٹا اور جوگنر کی طرف بڑھا دیا..... جوگنر نے ٹکڑا اُچک لیا اور اُسے بری طرح بھنبھوڑنے لگا۔ حالانکہ سب ہی کئی دن کے بھوکے تھے۔ لیکن اس جذباتی منظر نے سب کو اپنے آپ میں گم کر دیا تھا۔ فلیکس نہایت خاموشی سے بیٹھا جوگنر کو کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے دوسرا ٹکڑا بھی جوگنر کو کھلا دیا۔ پھر جوگنر سیر ہو گیا اور اُس نے کشتی کی سائیڈ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

''چلو دوستو! ٹوٹ پڑو اس آدم خور پر.....'' فلیکس نے خوشی کے عالم میں کہا اور پھر شارک کے جسم پر چاقو چلنے لگے..... ہم نے اُس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دی۔ کچا بدبودار گوشت تھا۔ جسے ہم عام حالات میں چھونے کے بھی روادار نہیں ہو سکتے تھے، وہ اس وقت ہمارے لئے ایک نعمت سے کم نہ تھا۔

یہ شارک معمولی نہیں تھی۔ ہم سب مل کر اُس کا ایک تہائی گوشت بھی نہ کھا سکے تھے۔



بہرحال! باقی مچھلی کو سنبھال کر ایک طرف رکھ دیا گیا اور ہم کشتی میں لیٹ گئے۔ نیند، پلکوں میں پیوست ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم بے خبر سو گئے.....

دوسری صبح آنکھ کھلی تو ایک اور جذباتی منظر ہمارے سامنے تھا۔ جوگنر، فلیکس کے قریب بیٹھا، آہستہ آہستہ اُس کا سر دبا رہا تھا۔ فلیکس کی آنکھ بھی اسی لمس سے کھلی۔ اُس نے جوگنر کو دیکھا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ارے مسٹر جوگنر.....'' وہ جلدی سے اُٹھ بیٹھا۔

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کی اور کیا خدمت کروں مسٹر فلیکس!'' جوگنر کی آواز سے پشیمانی جھلک رہی تھی۔

''تمہاری طبیعت کیسی ہے..... زخم کیسا ہے؟''

''نہ جانے کیوں..... اب یہ تکلیف نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی وحشت اور دیوانگی یاد ہے۔ اور اس عالم میں تمہاری محبت بھی..... میں..... میں سخت شرمندہ ہوں۔''

''نہیں میرے دوست! تمہاری اس کیفیت نے میری رگوں میں نئی زندگی دوڑا دی ہے۔ ہم سب کی زندگی ایک ڈور سے بندھی ہوئی ہے۔ ڈور ٹوٹے گی تو ہم سب ایک ساتھ مریں گے۔ کوئی، کسی کا دُکھ نہیں دیکھ سکتا۔''

''ہرا.....'' پال اور ایڈن نے نعرے لگائے۔ ''خدا کی قسم! اس منظر نے جسم کو وہ توانائی بخش دی ہے، جو بڑی سے بڑی غذا بھی نہیں بخش سکتی۔ ہم سب اس مُردہ ماحول سے نکل آئے ہیں۔ آؤ! نئے سرے سے زندگی تلاش کریں۔'' ایڈن بولا۔ اور درحقیقت! جسموں میں نئی توانائی محسوس ہوئی۔ ایک بار پھر ہم زندگی کے قریب پہنچ گئے تھے۔

''میرا تو خیال ہے کہ یہ شارک کے گوشت کی توانائی ہے.....'' فلیکس نے اُن سب کو خوش دیکھ کر کہا۔

''جو کچھ بھی ہے، بہرحال! یہ تبدیلی خوشگوار ہے۔''

''بلاشبہ.....!'' فلیکس نے کہا۔

شارک کا گوشت کئی دن کے لئے کافی ثابت ہوا۔ لیکن اس دوران ہم مچھلیوں کے شکار کی تیاری کرتے رہے تھے۔ گوشت کی نمی ہی نے پانی کی کسر بھی پوری کر دی تھی ورنہ پانی کی تو کہیں بوند بھی نہیں تھی۔ اب ہم سب پانی کے لئے آسمان پر حسرت بھری نظریں دوڑاتے رہتے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



..... اور پھر ایک دن ہماری نگاہیں ایک لکیر پر جم گئیں..... ایک سرمئی لکیر..... جو اُفق پر اچانک نمودار ہوئی تھی۔

اُس سرمئی لکیر کے بارے میں یقین کرنے کے بعد میں نے فلیکس کو اُس کی نشاندہی کی اور فلیکس نے دوسروں کو بتایا۔ یہ دوسری خوشی تھی، جس نے سب کے جسموں میں توانائی کی لہر دوڑا دی۔ سب اشتیاق آمیز نظروں سے اُس سرمئی لکیر کو دیکھ رہے تھے۔

لہریں معاون تھیں۔ لیکن کامیابی کی خوشی میں چپو سنبھال لئے گئے اور پوری طاقت صرف کر کے کشتی کو اُس لکیر کی طرف لے جایا جانے لگا۔ میں خاموشی سے اُس لکیر پر نگاہ جمائے ہوئے تھے۔

''مسٹر کین!'' اچانک فلیکس نے مجھے مخاطب کیا اور میں، اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ ''کیا سوچ رہے ہو؟'' اُس نے پوچھا۔

''کوئی جذباتی بات نہیں۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''وہ تو میں بھی جانتا ہوں..... لیکن پھر بھی؟''

''اُس سرزمین کے بارے میں۔''

''کیا.....؟''

''نہ جانے کیسی ہو؟ ممکن ہے، جرمنوں کے قبضے میں ہو..... اور وہاں کچھ نئی آفتیں ہماری منتظر ہوں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''سمندر کے اِس بھیانک سفر سے تو بہتر ہے کہ جرمنوں کی قید میں چلے جائیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''میں بھی اسی بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

''تم خود بتاؤ! کیا یہ درست نہیں ہے؟''

''لیکن ہم اتنے کچے تو نہیں ہیں..... اگر اتفاق سے وہ جرمنوں کا جزیرہ ثابت ہوا تو کیا ہم جرمن زبان میں اُنہیں جہاز کی تباہی کی داستان نہیں سنائیں گے؟ اور کیا یہ لانگ بوٹ ایک جرمن جہاز کی نہیں ہے؟''

''اوہ..... ہاں! واقعی۔'' فلیکس نے خوش ہو کر کہا۔

''اور اگر اتفاق سے یہ اتحادی جزیرہ ثابت ہوا تو.....؟''

''کچھ کہنا ہی فضول ہے۔'' فلیکس نے مسکراتے ہوئے کہا اور سنجیدہ ہو گیا۔ ''لیکن اس



کے ساتھ ہی کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہوں کین!''

''وہ بھی کہو۔''

''تمہاری تخلیق آخر کون سی مٹی سے ہوئی ہے؟''

''کیوں.....؟''

''یقین کرو، کین! میں نے ہر لمحے تمہیں ایک نا قابل تسخیر انسان پایا ہے۔ سخت مایوسی کے عالم میں، جب ہر شخص مایوس تھا، تو تم اسی طرح پُرعزم تھے۔ تمہارے قویٰ میں، میں نے کبھی اضمحلال نہیں پایا۔ نہ تمہاری آنکھوں میں پریشانی دیکھی۔''

''خیر! اس مٹی پر ریسرچ پھر کر لینا۔ پہلے تم ان لوگوں کو بتا دو! کہ ساحل پر پہنچ کر اُنہیں کیا کرنا ہے۔''

''پھر فلیکس اُنہیں ہدایات دینے لگا۔ فلیکس کی باتیں، اُنہوں نے گرہ میں باندھ لیں۔ اور ہم امید و بیم کی کیفیت میں تقدیر کے نئے فیصلے کا انتظار کرنے لگے۔

جوں جوں ہم بڑھ رہے تھے، جزیرہ واضح ہوتا جا رہا تھا۔ دُور سے اُونچے اُونچے درختوں کے دُھندلے ہیولے نظر آ رہے تھے۔

''جزیرہ خواہ کیسا بھی ہو..... بس! یہاں پانی مل جائے۔'' پال بولا۔

''اور شکار بھی.....'' ایڈن نے کہا۔

''لیکن اگر جزیرہ ویران ہوا تو.....؟'' جوگنر بولا۔

''آبادی ہو یا نہ ہو، لیکن جانور ضرور مل جائیں گے۔'' پال نے جوگنر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''چلو! باقی زندگی جانوروں کے ساتھ ہی سہی۔ کم از کم سمندر کی قید سے تو آزادی نصیب ہو جائے گی۔'' ایڈن بولا۔ سب کے سب سمندر سے بری طرح اُکتائے ہوئے تھے۔

جوں جوں جزیرہ نزدیک آتا جا رہا تھا، ہم سب کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ بالآخر کشتی، جزیرے کے کافی نزدیک پہنچ گئی۔ لیکن اس کے گرد اُونچی اُونچی سیاہ مہیب چٹانیں دیکھ کر فلیکس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آنے لگے۔

''کین! یہ صورتحال خوفناک ہے۔''

''ہاں..... میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔''

''تو پھر..... اب کیا، کیا جائے؟ کشتی کی رفتار کسی قدر تیز ہو گئی ہے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''چپو رکھوا دو!'' میں نے آہستہ سے کہا۔

کشتی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اور سمندر کی تند لہریں، چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر جھاگ پیدا کر رہی تھیں۔

''بلاشبہ! ہم کشتی کو حفاظت سے ساحل تک نہیں لے جا سکتے۔'' میں نے کہا۔

''پھر کیا کریں.....؟''

''کشتی یہیں چھوڑنی پڑے گی۔''

''تت.....تو کیا.....؟''

''ہاں.....لکڑی کے چپو ہماری حفاظت کریں گے۔ تھوڑی دُور چلنے کے بعد کشتی چھوڑ دو اور چپو لے کر پانی میں اُتر جاؤ۔ ہمیں تیر کر وہاں تک جانا پڑے گا۔''

فلیکس کے چہرے پر کسی قدر حیرت کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ میں اس ہچکچاہٹ کی وجہ سمجھتا تھا۔ تاہم اُس نے دوسرے لوگوں کو اپنے خیال سے آگاہ کیا۔ ''کیا تم لوگ تیرنا جانتے ہو؟''

''اچھی طرح..... اور آپ کا خیال درست ہے مسٹر کین! ان طوفانی موجوں میں کشتی کو ساحل تک لے جانا ناممکن ہے۔'' پال نے جواب دیا۔

''تب پھر چپوؤں کو اپنی مدد کے لئے استعمال کرو۔ ان کے سہارے تیرنے کی کوشش کرو۔'' میں نے کہا۔

سب سے پہلے جوگنر ایک چپو لے کر پانی میں اُتر گیا اور چند لمحوں میں دیو پیکر موجوں نے اُسے نگل لیا۔ ہم بغور دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ کافی فاصلے پر اُبھرا..... اور ایک اُونچی لہر برق رفتاری سے اُسے ساحل کی طرف لے گئی۔ اب اصل مسئلہ ساحل پر پہنچ کر اُن چٹانوں سے بچنے کا تھا۔

اب کشتی میں رُکے رہنا بھی خطرناک تھا۔ کیونکہ وہ موجوں کا کھلونا بنی ہوئی تھی اور تیزی سے ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اور کسی وقت بھی ان دیو پیکر چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو سکتی تھی۔

میں نے پال اور ایڈن کو بھی پانی میں اُتار دیا۔ اور پھر ایک چپو خود بھی سنبھال لیا۔ پھر فلیکس کی جانب مُڑ کر بولا۔ ''آ جاؤ میرے دوست! جلدی کرو.....''

''کک.....کہاں؟'' فلیکس چونک پڑا۔



''پرانی داستان دُہرائیں گے۔''

''اوہ، نہیں.....نہیں کین! خدا کی قسم، یہ ممکن نہیں۔ یہ صورتحال بہت خراب ہے۔ تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ میں خود کوشش کرتا ہوں۔''

''تم تیر نہیں سکو گے فلیکس!'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''ہاں.....لیکن چپو کے سہارے کوشش کروں گا۔''

''اگر تم نے میری ہدایات پر عمل نہیں کیا فلیکس! تو میں بھی پانی میں نہیں اُتروں گا۔ کشتی اب کسی بھی لمحے چٹانوں سے ٹکرانے والی ہے۔''

''کین، پلیز..... دیکھو! میں خودکشی نہیں کروں گا۔ اپنی زندگی بچانے کی کوشش کروں گا۔ لیکن میں.....''

''ٹھیک ہے.....'' میں نے کہا اور چپو ایک طرف ڈال دیا۔ کشتی ایک دم اُٹھی اور پھر نیچے بیٹھ گئی۔

فلیکس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور پھر اُس نے چپو اُٹھا کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ ''چلو بھائی! جلدی کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے تنہا مرنے نہیں دو گے۔'' فلیکس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

تب میں نے چپو تھاما اور فلیکس، میری پشت سے چمٹ گیا۔ پھر میں نے بپھری ہوئی موجوں میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد سمندر میں ایک خوفناک جدوجہد کا آغاز ہو گیا..... ایک انتہائی طاقتور لہر ہمیں اُچھال کر چٹانوں کی طرف لے گئی۔ لیکن میں نے چپو کی مدد سے خود کو چٹان سے ٹکرانے سے بچایا اور کافی پیچھے چلا گیا۔ ویسے اس خوفناک جدوجہد میں بھی ایک خیال میرے ذہن میں اُبھرا..... وہ تینوں نہ جانے کس عالم میں اور کہاں ہوں گے؟ اس خوفناک صورتحال میں ان کا زندہ رہنا مشکل ہی تھا۔ پھر ایک خوفناک لہر نے ہم دونوں کو بلند کیا۔ بلند اور بلند تر..... یہاں تک کہ ہم انتہائی حد تک پہنچ گئے۔ اور ایک اُونچی چٹان کی طرف بڑھے..... میں نے چپو سیدھا کر کے اُس چٹان سے بچنے کی کوشش کی۔ لیکن چپو، چٹان کے بالائی حصے سے ٹکرا کر دوسری طرف نکل گیا اور ہم بھی لہر کے زور سے آگے نکل گئے۔ پھر ایک معجزہ ہو گیا۔ جب لہر اپنا زور ختم کر کے واپس ہوئی تو ہم چٹان پر ہی ٹکے رہ گئے۔ پانی نیچے چلا گیا تھا۔

فلیکس نے میرے کندھے چھوڑ دیئے اور اُس کے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا۔ ''اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کیا خیال ہے ڈیئر کین.....؟''

''کاش! اُن لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کوئی اتفاق پیش آیا ہو۔'' میں نے کہا۔

''ہاں.....کاش!'' فلیکس نے کہا۔ ''دوسری جانب دیکھو!''

میں نے اُس کے اِشارے پر پلٹ کر دیکھا۔ ہم جس چٹان پر تھے، وہ زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ بس! ایک سل کی طرح اُٹھی ہوئی تھی۔ سمندر کی سمت سے اُس کی اُونچائی زیادہ نہیں تھی۔ لیکن دوسری طرف بے انتہاء گہرائی تھی۔ اور تہہ میں خوفناک نوکیلی چٹانیں سر اُٹھائے ہوئے تھیں۔ دوسری چٹان تقریباً تیرہ فٹ دُور تھی۔ اور اُس تک چھلانگ لگانے کی کوشش، خودکشی کے مترادف تھی۔ جب کہ ہم اُس مختصری چٹان پر تھے۔ ہاں! اگر دوڑنے کی جگہ ہوتی تو شاید یہ کوشش کی جاسکتی تھی۔

''اب ہمیں کسی دوسری لہر سے درخواست کرنی پڑے گی کہ وہ ہمیں اُٹھا کر دوسری چٹان پر پہنچا دے۔ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ بصورتِ دیگر ہم اِس چٹان کے قیدی بن زندگی کی بقیہ سانسیں پوری کریں گے۔'' فلیکس نے کہا

''ہرگز نہیں فلیکس! موت، ہم سے قدم قدم پر شکست کھا رہی ہے۔ وہ ہمیں جس قسم کے جال میں پھانستی ہے، ہم اُس کا توڑ کر لیتے ہیں۔'' میں نے کہا

''کیا اِس قید سے نکلنے کی کوئی صورت ہے تمہارے پاس؟''

''ہاں.....!'' میں نے وثوق سے کہا۔

''کیا دوسری چٹانوں پر چھلانگ لگانے کی کوشش کرو گے.....؟''

''میں نے کہا نا، کہ.....'' میرا جملہ ادھورہ رہ گیا۔ ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ ہماری چھوڑی ہوئی لانگ بوٹ، ایک لہر کے دوش پر اُچھل کر دوسری نوک دار چٹان پر اوندھی ہو گئی۔

''اگر ہم اس میں ہوتے تو ہمارا کیا حشر ہوتا؟'' فلیکس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اور اگر یہ اِس چٹان کا رُخ کر لیتی، جس پر ہم موجود ہیں تو.....؟'' میں نے ہنس کر کہا۔

''خدا کی پناہ.....'' فلیکس نے جھرجھری سی لی۔

''اور تم اب بھی تسلیم نہیں کرتے کہ موت، ہم سے شکست کھا رہی ہے۔'' میں نے کہا۔

''لیکن دوسری چٹان تک.....؟''



''آؤ.....میں بتاتا ہوں۔'' میں نے کہا اور چپو اُٹھا لیا۔ چپو کی لمبائی کسی طرح بیس فٹ سے کم نہیں تھی اور میں اس بات کا اندازہ پہلے ہی لگا چکا تھا۔ اس کے علاوہ وہ انتہائی مضبوط لکڑی کا بنا ہوا تھا۔

میں نے چپو سنبھالا اور پھر اُسے اُس دوسری چٹان کی طرف بڑھایا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چٹان پر اٹک گیا۔ میں نے اُسے مضبوطی سے جما دیا۔ اور پھر میں نے اپنی طرف کا سرا اُٹھایا اور اُسے فلیکس کے لباس میں پرو دیا۔

''ارے.....ارے! یہ کیا؟'' فلیکس بوکھلا کر بولا۔

''چلو! اسی طرح، اس میں پھنسے پھنسے ہاتھوں اور پیروں کی مدد سے دوسری طرف چلے جاؤ۔ اور وہاں پہنچ کر خود کو نکال لو۔'' میں نے کہا۔

فلیکس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ معذور تھا، لیکن انتہائی بے جگر انسان تھا۔ اتنی بے خوفی سے اُس نے چودہ فٹ کا فاصلہ طے کیا کہ میں دنگ رہ گیا۔

دوسری طرف پہنچ کر اُس نے خود کو چپو میں سے نکال لیا اور پھر اُسے مضبوطی سے چٹان پر جما دیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ اُس کا خیال تھا کہ میں بھی اُسی کی طرح سفر کروں گا۔ لیکن میں نے اُس کی معذوری کی بناء پر یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔

دوسرے لمحے میں نے اپنے جسم کو تولا اور سانس روک کر چپو پر چلنے لگا۔ فلیکس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ اُس نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اسی طرح سانس روکے چلتا ہوا دوسرے سرے پر پہنچ گیا۔ فلیکس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ چند لمحے مجھے بے یقینی کے عالم میں دیکھتا رہا۔ پھر جذبات کی شدت سے مغلوب ہو کر میرے ہاتھ تھام لئے۔ کئی منٹ کے بعد وہ پُرسکون ہوا اور ہم نے اُس چٹان کے دوسری طرف دیکھا تو ہماری باچھیں کھل گئیں.....دوسری طرف سے چٹان ڈھلواں تھی اور جزیرے تک چلی گئی تھی۔

وہ تینوں یکجا کھڑے، ہماری طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ میں نے چپو اُٹھا لیا اور ہم ڈھلان طے کرنے لگے۔ ان لوگوں کو زندہ سلامت دیکھ کر ہمیں جو خوشی ہوئی تھی، وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔

''میں نے کہا تھا نا! کہ زندگی ہم سے دلچسپ مذاق کر رہی ہے۔'' میں نے کہا۔

''اب پرواہ نہیں ہے۔ جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔'' فلیکس نے جواب دیا۔

''میرے ذہن میں ایک خیال ہے فلیکس!'' میں نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کیا.....؟''

''میرے اندازے کے مطابق اسے ویران اور غیر آباد ہونا چاہئے۔''

''کیوں.....؟''

''ہم نے جو سفر کیا ہے، وہ عام سمندری راستے کا سفر نہیں ہے۔ اس طرف سے تو جہاز بھی نہ گزرتے ہوں گے۔''

''ممکن ہے.....'' فلیکس نے آہستہ سے کہا۔

پھر ہمارے ساتھی دوڑتے ہوئے ہماری طرف بڑھے۔ اُن کی کہانیاں سنیں تو اُن میں بھی زندگی کی جدوجہد جھلک رہی تھی۔ سمندر کی مہربان لہروں نے اُنہیں بھی ساحل عطا کیا تھا۔

ہوا میں خنکی پھیلتی جا رہی تھی اور ہمارے بھیگے ہوئے جسم اس سے متاثر ہو رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد پال کی کپکپاتی ہوئی آواز اُبھری۔ ''سردی زیادہ ہے یا مجھے محسوس ہو رہی ہے؟''

''نہیں.....سردی ہے، اور بڑھتی جا رہی ہے۔'' ایڈن بولا۔

''تب ہمیں کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش کر لینی چاہئے۔ تھوڑی دیر کے بعد تاریکی پھیل جائے گی۔'' جوگنر بولا۔

''ہاں.....مناسب تجویز ہے۔'' میں نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''پال، جوگنر اور فلیکس! تم لوگ اپنے اپنے چاقوؤں کی مدد سے اس چپو کے تین ٹکڑے کر لو! ہمارے پاس تین چاقو ہیں۔ ہم انہیں ہتھیار بنا لیں گے۔ میں اور ایڈن پناہ گاہ کی تلاش میں جاتے ہیں۔''

''او کے چیف!'' فلیکس مسکرا کر بولا۔

''براہِ کرم! زیادہ دُور نہ جائیں مسٹر کین!'' پال بولا۔

''ہاں.....زیادہ دُور نہیں جائیں گے۔'' میں نے کہا اور ایڈن کو ساتھ لے کر بڑھ گیا۔

''دوڑتے ہوئے چلو ایڈن! اس طرح ہمارے جسموں میں حرارت آ جائے گی اور سردی کا احساس کم ہو جائے گا۔''

''یس سر.....'' ایڈن نے کہا اور ہم لوگ فوجی انداز میں دوڑنے لگے۔ حالانکہ ہاتھوں، پیروں میں جان نہیں تھی۔ لیکن ہم اپنے اعضاء سے بغاوت کر رہے تھے اور اُن کی مرضی پر چلنے کے روادار نہیں تھے۔

چاروں طرف اُونچی اُونچی چٹانیں اور ریتیلی زمین پھیلی ہوئی تھی۔ کافی دیر تک اِدھر اُدھر



پھرنے کے باوجود کوئی پودا یا پانی کا چشمہ نظر نہیں آیا۔ لمحہ بہ لمحہ مایوسی اور خوف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں نہ پینے کے لئے پانی تھا اور نہ کھانے کے لئے کوئی چیز..... یوں لگتا تھا جیسے یہاں زندگی کا تصور ہی نہ ہو۔ جزیرہ، ویران اور بے آب و گیاہ تھا۔ بس! چاروں طرف بھورت اور خشک چٹانیں بکھری ہوئی تھیں.....

''سر.....!'' ایڈن نے مجھے مخاطب کیا۔

''ہوں.....!'' میں نے رُک کر اُس کی طرف دیکھا۔ اُس کی حالت بہتر نہیں تھی۔

''یوں لگتا ہے جیسے یہاں کیڑے مکوڑے بھی نہیں ہیں۔''

''اوہ..... وہ ایڈن.....'' میری نگاہ ایک گڑھے پر پڑی، جس میں پانی چمک رہا تھا اور ہم دوڑتے ہوئے اُس کے نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن یہ بارش کا پانی تھا..... اور اُس سے اس قدر تعفن اُٹھ رہا تھا کہ قریب کھڑا بھی نہ ہوا جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس میں ریت کی آمیزش بھی تھی۔ گڑھے کے بائیں جانب ہمیں ایک غار سا نظر آیا اور ہم اُس کی طرف بڑھ گئے۔

چھوٹا سا غار تھا جو ایک کھوکھلی چٹان میں تھا۔ ہم نے اندر جا کر اُسے دیکھا۔ ''سردی سے بچاؤ کے لئے یہ مناسب جگہ ہے۔ آؤ! اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع دیں۔'' میں نے کہا اور ہم وہاں سے پلٹ پڑے۔ جزیرہ مل جانے کی جو خوشی ہوئی تھی، وہ اب کافور ہو چکی تھی۔

☆.....☆.....☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



فلیکس اور اُس کے ساتھی، اپنے کام سے فارغ ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے چاقو کی مدد سے چپو کے تین ٹکڑے کئے تھے اور پھر مضبوطی سے اُن میں چاقو کس دیئے تھے۔ اب اس طرح میرے پاس تین مضبوط بھالے موجود تھے۔

اُن تینوں نے مسرت آمیز نگاہوں سے ہمیں دیکھا۔ لیکن ہمارے پاس اُن کے لئے کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔ میں نے اُنہیں بتایا کہ رات گزارنے اور سردی سے بچنے کے لئے ایک چھوٹا سا غار تو مل گیا ہے لیکن یہ جزیرہ بے آب و گیاہ ہے۔ اور سیاہ چٹانوں کے علاوہ یہاں کچھ نہیں ہے۔

''اوہ.....'' فلیکس کے ہونٹ، مایوسی سے سکڑ گئے۔ دیر تک وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا، پھر بولا۔ ''یہ صورت حال تو کافی خطرناک ثابت ہوگی کین!''

''صورتِ حال تو ساری ہی خطرناک ہے..... لیکن تم کس طرف اِشارہ کر رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''سمندری سفر میں تو ہم نے غذا کا حل دریافت کر لیا تھا۔ یعنی شارک مچھلیاں..... گو اُن کا شکار خاصا مشکل تھا۔ لیکن اس کے باوجود، جان کی بازی لگا کر ہم شکار حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن یہاں کیا کریں گے؟''

''یہاں طوفانی موجوں میں مچھلیاں تلاش کرنا ناممکن ہے۔ لیکن میں نے ابھی جزیرے کا ابتدائی حصہ دیکھا ہے۔ ممکن ہے، اس کے عقب میں زندگی کے آثار پائے جاتے ہوں۔''

''کم از کم آج تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ چلو! اپنی پناہ گاہ کی طرف چلیں۔ ان لہروں کو دیکھ کر تو یہ احساس ہوتا ہے کہ کسی وقت پورے جزیرے کو گھیر لیں گی۔'' فلیکس نے کہا اور پھر سب اُٹھ گئے۔

فلیکس اور دوسرے ساتھی مایوس نگاہوں سے جزیرے کے خوفناک ماحول کو دیکھ رہے تھے۔ یہ ماحول بے حد بھیانک تھا۔ لیکن ہم پر جو چیز اثر انداز ہو رہی تھی، وہ اُس کی ہیبت



نہیں تھی۔ بلکہ یہ احساس تھا کہ یہاں اِس بے بسی کے عالم میں زندگی گزارنے کے لئے کہاں سے مہیا ہوں گے؟ نہ تو یہاں پانی ہے اور نہ شکار۔

''یہاں تو حشرات الارض بھی نظر نہیں آتے۔'' فلیکس غار کی دیواروں کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''ہاں..... زمین پر ایک چیونٹی بھی نظر نہیں آتی۔'' میں نے کہا۔

''حیرت کی بات ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی خاص وجہ سے یہاں زندگی کا وجود ختم ہو گیا یہاں تک کہ گھاس وغیرہ بھی نہیں ہے۔'' فلیکس نے کہا۔

''وہ وجہ کیا ہو سکتی ہے؟''

''خدا ہی بہتر جانے.....'' فلیکس نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

بہرحال! غار میں جگہ بنا لی گئی۔ اتنی زبردست سردی میں یہ جگہ غنیمت تھی۔ جوں جوں دن غروب ہو رہا تھا، سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ سمندر کی جانب سے آنے والی ہوائیں ہمارے جسموں میں بھالوں کی مانند پیوست ہو رہی تھیں۔ ہم غار میں سمٹ گئے۔ پھر رات ہو گئی.....

سب خاموش تھے۔ نہ جانے اُونگھنے لگے تھے یا پھر مستقبل کے خیال نے اُن کی زبانیں بند کر دی تھیں؟ گہری تاریکی نے جزیرے کو کسی اژدھے کی مانند نگل لیا تھا۔ اور اب ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔

جب کافی دیر اسی طرح گزر گئی تو میں نے فلیکس کو پکارا۔ ''غالباً تم بھی سو گئے ہو؟''

فلیکس عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔

''کیوں..... ہنسنے کی کیا بات ہے؟''

''کیا تمہارے خیال میں دوسرے لوگ سو رہے ہیں؟'' اُس نے کہا۔

''خاموشی تو ایسی ہی ہے۔''

''کیوں دوستو! کیا تم سو رہے ہو؟'' فلیکس نے بلند آواز سے پوچھا۔

''نہیں مسٹر فلیکس.....'' پال کی کپکپاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''پھر اِس قدر خاموشی کیوں ہے؟''

''کیا کریں جناب! ماحول اور احساسات نے ہماری زبان بند کر دی ہے۔ اس وقت تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہم کسی موہوم سہارے کے بارے میں بھی گفتگو نہیں کر سکتے۔ اس وقت کوئی کسی کو سہارا یا تسلی دے سکتا ہے، اور آنے والے وقت کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہے؟''

''ہاں..... اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جزیرے کا جو رُخ ہمارے سامنے ہے، اُسے دیکھتے ہوئے کوئی اُمید افزا بات کہنا حماقت ہے۔ لیکن پھر بھی ممکن ہے، کوئی بہتر صورت نکل آئے۔''

''جزیرے کے بارے میں کوئی اندازہ ہے کین..... کتنا رقبہ ہوگا اِس کا؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''زیادہ بڑا نہیں ہے۔ یہ صرف میرا اندازہ ہے۔ ممکن ہے، غلط ہو۔ بہرحال! کل صبح ہم اسے دیکھنا شروع کریں گے۔''

ہم لوگ صرف اس لئے گفتگو کر رہے تھے کہ زندگی کا احساس جاگتا رہے۔ ورنہ آواز کی کپکپاہٹ، رو کے نہ رُک رہی تھی۔ اور اسی عالم میں سوتے جاگتے صبح ہوگئی۔ ویران صبح میں کوئی دلکشی نہیں تھی۔ سورج کی کوئی کرن ہمارے لئے زندگی کا پیغام لے کر نہیں آئی تھی۔ ہمیں اپنا انجام معلوم تھا.....

بہرحال! ایک موہوم سی اُمید باقی تھی۔ چنانچہ ہم سب زندگی کی تلاش میں چل پڑے۔ جزیرے کے ساحل پر اُونچی اُونچی موجیں چٹانوں سے سر ٹکرا رہی تھیں اور سفید سفید جھاگ فضا میں دُور دُور تک پھیل رہا تھا۔

''کاش! سمندر یہاں اتنا طوفانی نہ ہوتا۔'' فلیکس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ میرے ساتھ ہی چل رہا تھا۔

''کیا مطلب..... تم یہ کس خیال کے تحت کہہ رہے ہو؟'' میں نے اُس سے پوچھا۔

''اگر یہاں سمندر اتنا طوفانی نہ ہوتا تو ہم اس حصے میں بھی مچھلیاں پکڑ سکتے تھے۔ لیکن اس شدید طوفان میں مچھلیوں کا حصول ناممکن ہے۔''

''ہاں..... یہ تو حقیقت ہے۔ لیکن بہرصورت فلیکس! ابھی نا اُمید ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم جزیرے کا چپہ چپہ چھان ماریں گے۔ اس کے ایک ایک گوشے کو دیکھ ڈالیں گے۔ ممکن ہے یہاں زندگی کے لئے کوئی سہارا مل جائے۔'' میں نے کہا اور فلیکس عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا۔ ''میں جانتا ہوں فلیکس! تم کیوں ہنس رہے ہو؟''

''تم نہیں جانتے میرے دوست..... تم نہیں جانتے۔'' فلیکس نے پورے وثوق سے کہا۔



''بہرصورت! میری سوچ بھی بے جا نہیں ہے۔ کاش! میں تنہا ان حالات سے دوچار ہوا ہوتا، تو یقین کرو! مجھے ذرّہ برابر افسوس نہ ہوتا۔ لیکن اب میں بھی پریشانی کا شکار ہوں۔''

''میں نے کہا نا، کین! کہ میں تمہیں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم سوچ رہے ہو گے کہ فلیکس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالا ہے۔ اگر وہ ان جھگڑوں میں نہ پڑتا اور تمہاری تلاش میں نہ نکلتا تو یقینی طور پر اس آفت کا شکار نہ ہوتا۔ کیوں..... سچ بتاؤ! کیا یہ خیال تمہارے ذہن میں نہیں ہے؟'' فلیکس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں..... اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔''

''یہی تو تمہاری بھول ہے کین! جب ہم، رُوسیوں کی قید میں تھے اور تم نے مجھے ایسی زندگی بخشی تھی، جو میرے لئے ناممکن تھی تو کیا میرے ذہن میں یہ خیال نہ آیا ہوگا؟ اس وقت تمہارے درمیان کوئی ذہنی تعلق بھی نہیں تھا۔ ایک دوسرے سے تقریباً اجنبی تھے اور مجھے اس بات کا یقین بھی ہو گیا تھا کہ میرا وہ راز، جو میری امانت ہے، تمہارے لئے غیر دلچسپ ہے۔ اس راز کو حاصل کرنے اور اُس سے فائدہ اُٹھانے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ تم مجھے ٹھکانے لگا دیتے اور اس کے بعد تم اطمینان سے اپنی زندگی کی راہیں تلاش کر سکتے تھے۔ لیکن وہ کون شخص تھا، جس نے ایک معذور انسان کو شانوں پر لاد کر برف کی خوفناک مہم سر کی تھی؟ بتاؤ کین! کیا وہ جذبہ کسی دوسرے سینے میں پرورش نہیں پا سکتا؟''

''کیوں نہیں..... کیوں نہیں؟ مجھے اس بات سے اختلاف نہیں ہے۔ لیکن تم ان بے چاروں کو دیکھو! جو ہماری وجہ سے زندگی کے بوجھ کو گھسیٹ رہے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''یہ فوجی ہیں مسٹر کین! جنگ کرنے کے لئے نکلے تھے۔ کین انہیں یقین ہوگا کہ وہ انتہائی اعتماد کے ساتھ جنگ جیت کر واپس آ جائیں گے؟ کیا کسی محاذ پر دشمن کی کوئی گولی انہیں چاٹ نہیں سکتی تھی؟ موت تو ہر شکل میں ہر جگہ آ سکتی ہے۔ اس سے مفر ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ میرے خیال میں ان لوگوں کو بھی ثابت قدم رہنا چاہئے۔ ویسے کیا خیال ہے، ہم ان سے سوالات کریں؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''کیا سوال کرو گے ان بے چاروں سے؟ ہماری وجہ سے یہ اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔''

''مسٹر ایڈن.....!'' فلیکس نے ایڈن کو آواز دی اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ لوگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



رُک گئے۔ وہ ہم سے چند گز آگے چل رہے تھے۔ ایڈن سوالیہ نگاہوں سے ہماری جانب دیکھنے لگا۔ چند قدم چل کر ہم اُن کے نزدیک پہنچ گئے۔ تب فلیکس نے مسکراتے ہوئے اُس سے سوال کیا۔

''تم لوگ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو مسٹر ایڈن؟ میں جاننا چاہتا ہوں، اس وقت تمہارے کیا احساسات ہیں؟''

''کیا یہ احساسات، آپ مہذب دنیا میں نشر کریں گے مسٹر فلیکس؟'' ایڈن نے کسی قدر سرد لہجے میں پوچھا۔ جس کا مطلب تھا کہ اُس کا مزاج کسی قدر درست نہیں ہے۔ فلیکس نے اُس کی سرد مہری کو محسوس کیا۔ لیکن اُس کی پیشانی پر کوئی لکیر نمودار نہیں ہوئی۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''یہ بات نہیں ہے مسٹر ایڈن! دراصل، ہم جاننا چاہتے ہیں کہ کیا آپ کے ذہنوں میں یہ خیال ہے کہ یہ ساری مصیبت، جو آپڑی ہے، ہماری وجہ سے ہے؟''

''نہیں..... اگر مسٹر ایڈن کا یہ خیال بھی ہو تو ایسا کوئی خیال ہم دونوں کے جذبات کی نشاندہی تو نہیں کر سکتا۔'' پال نے آگے بڑھ کر کہا۔

''میں بھی مسٹر پال سے متفق ہوں۔'' جوگنر بولا۔ ''مسٹر فلیکس کے لئے اگر اس سے زیادہ تکالیف بھی اُٹھانی پڑیں تو ہم ہنس کر اُٹھائیں گے۔ یہ جس قدر نیک نفس اور شریف الطبع انسان ہیں، میں اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔''

''اوہ..... دوستو! تمہارا شکریہ۔ بلاوجہ مجھے اتنی اہمیت دے رہے ہو۔ دراصل میں اور کین گفتگو کر رہے تھے۔ مسٹر کین کا خیال تھا کہ آپ لوگ بد دِل ہو چکے ہیں۔''

''میں اِس بات سے انکار کرتا ہوں۔'' پال نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنا فرض ادا کرتے ہوئے یہاں تک جن حالات میں پہنچے ہیں، وہ کسی دوسری مہم میں بھی پیش آ سکتے تھے۔ ہم فوجی ہیں اور ایسے واقعات، فوجی زندگی کا ایک جزو ہوتے ہیں۔ اس کی ذمہ داری کسی ایک شخص پر ڈالنا میرے خیال میں نہایت احمقانہ بات ہو گی۔'' پال نے کہا۔ جوگنر نے اس کی تائید کی تھی۔ لیکن ایڈن، خشک سے انداز میں آگے بڑھ گیا تھا۔ گویا اُسے ہم سے کسی قدر اختلاف تھا۔

مجھے اور فلیکس کو نہایت ہوشیاری سے کام لے کر اُس نازک صورتِ حال کو سنبھالنا تھا۔ ہم آگے بڑھتے گئے۔ چاروں طرف گرم ریت اور ننگی چٹانوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ جوں جوں سورج بلند ہو رہا تھا، ریت تپتی جا رہی تھی، اور جھونکوں کی صورت میں اُڑ رہی تھی۔ یہ گرم



گرم ریت، ہمارے چہرے، آنکھوں اور جسم کے دوسرے کھلے حصوں پر پڑتی تو خاصی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم سب گرمی کی اس شدت سے گھبرا گئے اور کوئی ایسی سایہ دار جگہ تلاش کرنے لگے جہاں یہ وقت گزارا جا سکے.....

چٹانوں کی کمی نہیں تھی۔ چھوٹی بڑی بلند و بالا..... کہیں کہیں اُنہوں نے جھک کر سائبان کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ایسی ہی ایک بڑی چٹان تلاش کر کے ہم لوگ ہانپتے ہوئے اُس کے نیچے پہنچ گئے۔ دُھوپ سے نجات مل گئی تھی، اس لئے ہمیں یہ جگہ قدرے ٹھنڈی محسوس ہوئی۔ لیکن ریت بدستور اُڑ رہی تھی اور ہمارے حلیے بدلتے جا رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں ایڈن کی ہمت جواب دے گئی۔ اُس نے خونخوار نگاہوں سے ہم چاروں کو گھورا اور بولا۔ ''میں اس خوفناک ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں سمندر کی جانب واپس جا رہا ہوں۔''

''اوہ..... ایڈن! وہاں جا کر کیا کرو گے؟'' میں نے سوال کیا۔

''جو دل چاہے گا، کروں گا..... چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر جان دے دُوں گا۔ لیکن یہ ریت..... خدا کی پناہ!'' اُس نے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے کہا، جو گہری سرخ ہو گئی تھیں۔

''میرا خیال ہے کین! ہمیں مزید نہیں چلنا چاہئے۔ مسٹر ایڈن شاید بہت تھک گئے ہیں۔'' فلیکس نے نرم لہجے میں کہا۔

''ہاں..... اس وقت تک انتظار کیا جا سکتا ہے، جب تک ہم لوگوں کی تھکن دُور نہیں ہو جاتی۔ سورج ابھی تو بہت نیچے ہے۔ اگر ہم نے زیادہ وقت یہیں گزار دیا تو پھر خود کو بے مصرف محسوس کریں گے۔ زندگی کی تلاش میں پھرنا، ایک جگہ رُکے رہنے سے کہیں بہتر ہے۔'' میں نے کہا اور ایڈن مجھے گھورنے لگا۔

''مجھے نہیں چاہئے زندگی..... میں نہیں تلاش کرنا چاہتا زندگی کو۔ تم لوگ مجھے یہاں چھوڑ دو اور خود جزیرے کے آخری سرے تک چلے جاؤ!''

''ہم، تمہیں یہاں چھوڑ دیں گے مسٹر ایڈن! لیکن ایک شرط پر۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیسی شرط پر.....؟ میں کوئی شرط ماننے کو تیار نہیں ہوں۔''

''مسٹر ایڈن..... ویسے تو جو آپ کے جی میں آئے، کریں۔ ہم آپ کو، آپ کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتے۔ لیکن اس شرط میں ہی آپ کا فائدہ ہیں۔''

''وہ کیا.....؟''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''آپ یہیں رُک کر ہمارا انتظار کریں۔ ہم اپنی دانست میں جہاں تک جا سکتے ہیں، جائیں گے۔ اور پھر واپس اسی جگہ آ جائیں گے۔ اگر کوئی مناسب صورتِ حال سامنے آئی تو آپ کو اس کی اطلاع دے دی جائے گی۔ ورنہ.....'' میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے..... تم جاؤ! میں یہیں رہوں گا۔'' ایڈن نے کہا اور میں نے پال اور جوگنر کی طرف دیکھا۔ دونوں کے چہروں پر تاسف کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ اپنے طور پر ایڈن کو سمجھانے لگے۔ اور نجانے اُنہوں نے کیا گفتگو کی کہ ایڈن ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا.....

میری یہ خواہش تھی کہ اگر ہمیں سمندر کے راستے پر واپس جانا ہی ہے تو کیوں نہ کوئی دوسرا رُخ اختیار کیا جائے؟ ممکن ہے، ہم کوئی بہتر جگہ ہی تلاش کر سکیں۔ چنانچہ اس بار جب ہم نے سفر اختیار کیا تو ہماری رفتار خاصی تیز تھی۔ لیکن ہر طرف وہی کچھ تھا۔ بے آب و گیارہ بنجر زمین اور سیاہ چٹانیں..... بدن جل رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جسم میں آگ لگ جائے گی۔ رات بھر سخت سردی کا شکار رہے تھے۔ موسم کی یہ تبدیلی کسی شدید بیماری کا باعث بھی بن سکتی تھی۔ لیکن مجبوری..... چلتے رہے..... چلتے رہے..... ظاہر ہے، اس کے علاوہ کیا کرتے' یہاں تک کہ سورج، سروں پر سے گزر گیا اور شام جھکنے لگی۔

شام کا احساس بہت سے خوفناک خیالات کو جنم دے رہا تھا۔ تھکن بری طرح سوار تھی۔ اُوپر سے بھوک اور پیاس..... فلیکس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔ ''میرا خیال ہے کین! اب ہمیں بائیں سمت مُڑ جانا چاہئے۔ ان چٹانوں اور ریت میں تو کچھ تلاش کرنے سے رہے۔ کیوں نہ سمندر کا کنارہ ہی پکڑا جائے؟''

''جیسا تم مناسب سمجھو فلیکس! لیکن میرے ذہن میں کچھ اور تھا۔''

''وہ کیا.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''میرا مطلب ہے کہ سمندر کے کنارے کنارے چلنے والی ہوائیں، زیادہ سرد ہوں گی۔ تم محسوس کر رہے ہو گے کہ جونہی سورج جھکا ہے، ہواؤں میں خنکی پیدا ہو گئی ہے۔ دن بھر کی سخت گرمی اور اس کے بعد سخت سردی، ہمارے جسموں کے لئے سود مند ثابت نہیں ہو سکتی۔ اِس بات کا تمہیں یقینی طور پر احساس ہو گا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اُس حصے کی طرف چٹانیں نہ ہوں اور ہمیں مچھلیاں مل سکیں؟''



''ہاں..... یہ بات تو ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا۔

''تب پھر آؤ..... کوشش کرتے ہیں۔'' اُس نے کہا اور ہم نے اپنا رُخ بدل لیا اور ساحل کی طرف ہو لئے۔ وہ تینوں بھی ہماری تقلید میں پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ ایڈن کو نہ جانے کیا ہوا تھا کہ اُس نے اختلاف چھوڑ دیا تھا۔ اُس کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اُس پر مایوسی کا شدید غلبہ ہے۔ بہرصورت! ہم کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔

پھر جب اُن اُونچی اُونچی چٹانوں کا سلسلہ شروع ہوا اور تھوڑی سی ڈھلان محسوس ہوئی تو دُور ہی سے ہمیں سمندر کا کنارہ نظر آ گیا..... لیکن اُس طرف بھی وہی سیاہ اور خوفناک چٹانیں سر اُٹھائے کھڑی تھیں اور سمندر کا پانی اُن سے پُرشور آواز میں ٹکرا رہا تھا۔

گویا اس طرف بھی مچھلیوں کی موجودگی کا امکان ختم ہو گیا تھا۔ لیکن ایک بڑی چٹان کی آڑ میں ایک عجیب سی چیز دیکھ کر فلیکس چونک پڑا۔ ابھی اتنی روشنی باقی تھی کہ اُس کی تیز نگاہوں نے اُس شے کو دیکھ لیا تھا۔

''کین.....!'' اُس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے.....؟''

''وہ..... وہ دیکھو! کیا وہ بھی کسی سیاہ پتھر کا ٹکڑا ہے؟''

''کہاں.....؟''

''وہ..... اُس سیاہ چٹان کی آڑ میں۔'' فلیکس نے اِشارہ کیا اور میں غور سے اُس طرف دیکھنے لگا۔

''آؤ..... دیکھ کر آتے ہیں۔'' میں نے فلیکس سے کہا اور اُن تینوں کو رُکنے کا اِشارہ کرتا ہوا فلیکس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

چٹان کے نزدیک پہنچ کر ہم نے اُس شے کو دیکھا اور ہماری آنکھوں میں عجیب سے تاثرات لہرا گئے..... یہ ایک سمندری گھوڑا تھا جو غالباً کسی چٹان سے ٹکرا کر مر گیا تھا۔ اُس کا بھیجا پاش پاش ہو گیا تھا اور گلے ہوئے جسم سے تعفن اُٹھ رہا تھا۔ فلیکس کھوئے ہوئے انداز میں خاموش کھڑا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو فلیکس.....؟'' میں نے پوچھا۔

''کین! کیا اس بات سے ہم کوئی اُمید کر سکتے ہیں؟''

''مشکل ہے۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ممکن ہے، یہ سمندر میں اس طرف آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نکلا ہوا اور کسی چٹان سے ٹکرا کر مر گیا ہو۔"

"ہاں..... ممکن ہے۔" فلیکس نے مایوسی سے کہا اور پھر ہم واپس اُسی جگہ پر آ گئے، جہاں وہ تینوں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اب تو اُن تینوں کی حالت خاصی خراب ہو گئی تھی۔ پال اور جوگنر کے چہروں پر بھی مُردنی چھانے لگی تھی۔ ایک چٹان کی آڑ میں ہم نے رات بسر کی۔ اُس جگہ تو کوئی پناہ گاہ بھی تلاش نہیں کی جا سکتی تھی۔

رات انتہائی تاریک تھی۔ سامنے ہی سفید سفید جھاگ اُڑاتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا۔ تند موجوں کا شور، رات بھر کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی مانند اُترتا رہا۔ نیند کی یہ کیفیت تھی کہ آتی تھی اور ہم بیدار ہو جاتے تھے۔ رات کے آخری پہر ایڈن کراہنے لگا..... ہم سب ہی اُٹھ بیٹھے۔

"کیا بات ہے ایڈن.....؟"

"میرے سینے میں سخت درد ہو رہا ہے۔" اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔ میں نے اُسے چھو کر دیکھا۔ ایڈن کو سخت بخار تھا۔ میں نے اپنا کوٹ اُتار کر اُس کے جسم پر ڈال دیا۔ میرا اُوپری جسم برہنہ ہو گیا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" فلیکس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے فلیکس!" میں نے کہا۔ میں اتنی قوتِ برداشت رکھتا ہوں کہ یہ سردی بے اثر رہے گی۔" میں نے کہا۔

"نہیں، مسٹر کین! یہ مناسب نہیں ہو گا۔ بہتر یہ ہو گا کہ ہم اِسے گھیر کر بیٹھ جائیں۔ ممکن ہے صبح تک اس کی حالت بہتر ہو جائے۔" پال نے کہا۔

"نہیں پال! سب ٹھیک ہے۔" میں نے اُن سب کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور ایڈن کو کوٹ میں اچھی طرح لپیٹ دیا۔

ایڈن، صبح تک کراہتا رہا۔ اور پھر جب روشنی نمودار ہوئی تو اُس کے درد میں کسی قدر افاقہ محسوس ہوا۔ سب سے تکلیف دہ کیفیت بھوک کی تھی۔

یہ پورا دن ہم نے وہیں گزارا۔ دُھوپ سے بچاؤ کے لئے ایک سایہ دار چٹان تلاش کر لی گئی تھی۔ اب مایوسی کا وہ لمحہ شروع ہونے والا تھا جب نگاہوں اور دماغ میں کچھ نہیں رہتا۔ صرف زندگی کا ایک تار ہوتا ہے جسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا..... لیکن میں اتنی آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔ زندگی نے جب ختم ہی ہونا تھا تو جدوجہد کرتے ہوئے



کیوں نہ ختم ہو؟ میں سوچ رہا تھا اور اپنی اس سوچ میں بالآخر میں نے فلیکس کو بھی شامل کر لیا۔

میں، اُسے وہاں سے تھوڑے فاصلے پر لے گیا اور اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "فلیکس! ایک وعدہ کرو۔ میں اگر کوئی اقدام کروں گا تو تم اس میں میرے ساتھ شریک ہونے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"کیا کرنا چاہتے ہو.....؟" فلیکس نے بھڑک کر پوچھا۔

"میں ان چٹانوں کے درمیان مچھلیاں تلاش کروں گا۔ ممکن ہے، سمندر میں بہہ کر آنے والی مچھلیاں یہاں آ کر مر جاتی ہوں۔ اگر زندہ مچھلیاں، ہمارے سامنے چٹانوں سے ٹکرا کر دم توڑتی ہوئی نظر آئیں تو کیوں نہ اُن پر قابو پانے کی کوشش کریں؟"

"آہ..... تو کیا اس کام میں، میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا؟" فلیکس نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں فلیکس! اگر تم نے ضد کرنے کی کوشش کی تو یقین کرو! میں سمندر سے واپس نہیں آؤں گا۔"

"ارے نہیں..... میں ضد نہیں کروں گا۔ لیکن ان چٹانوں میں جانا کتنا خطرناک ہے؟ اس کا اندازہ تمہیں خود بھی ہو گا۔"

"ہاں..... میں یہ خطرناک قدم اُٹھانا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ میں زندگی کا خواہاں ہوں۔ میں، ان لوگوں کے لئے زندگی تلاش کر کے دم لوں گا۔ ہمیں وہ سب کچھ کرنا چاہئے فلیکس! جو ہمارے لئے زندگی فراہم کر سکے۔"

"اچھا..... تو پھر ایک کام کرو۔" فلیکس نے کہا۔

"وہ کیا.....؟"

"آج اور انتظار کر لو۔ کل صبح کو ہم اس کام کا آغاز کریں گے۔"

"کیوں.....؟ کل تک انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"بس..... نہ جانے کیوں.....؟ میرا دل کہتا ہے کہ تم وہاں نہ جاؤ!"

"ہوں..... رات کی تاریکی میں تم کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرو گے؟" میں نے مسکرا کر فلیکس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں میرے دوست! میں ایک معذور انسان ہوں۔ میں کیا گڑبڑ کروں گا؟ یہ ٹھیک ہے کہ میں اپنی قوتِ ارادی اور مشق کی بناء پر خود کو معذور انسان ظاہر نہیں کرتا، لیکن اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



باوجود میں سب کچھ اتنی دلیری سے نہیں سوچ سکتا۔''

''لیکن یہ کل کی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''بس! میرا دل کہہ رہا ہے کہ آج کچھ نہ کرو۔''

میں نے فلیکس کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ خاصا معقول آدمی تھا۔ لیکن اس وقت دل کی باتوں پر عمل کرنے لگا تھا۔ لیکن اگر وہ کہہ رہا ہے تو پھر کیا حرج ہے؟ ایک دن اور سہی۔

سورج کی تپش، بھوک اور پیاس سے ہمکنار دن ڈھلنے لگا تو کچھ جان میں جان آئی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد خنک ہوائیں ہمارا استقبال کرنے کو تیار ہو گئیں.....

ایڈن، سورج کی تپش کے باعث سنبھل گیا تھا۔ اُس کا بخار بھی اُتر گیا تھا۔ لیکن جونہی سرد ہوائیں چلنا شروع ہوئیں، اُس پر پھر خوف طاری ہو گیا۔

''اب کیا ہو گا.....؟'' اُس نے سراسیمہ لہجے میں پوچھا۔

''ہمت کرو..... حوصلہ رکھو ایڈن! کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔''

''کاش! مجھے کھانے کو کچھ مل جاتا تو میری قوتِ مدافعت اتنی کمزور نہ ہوتی۔'' اُس نے غمناک لہجے میں کہا اور فلیکس، چپو کے بنائے ہوئے نیزے سے چاقو کھولنے لگا۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک خدشے نے سر اُبھارا اور میں نے فلیکس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ''کیوں کھول رہے ہو اسے فلیکس.....؟''

''میں اسے کھانے کو کچھ دُوں گا۔'' فلیکس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

''کیا دو گے.....؟''

''اپنے جسم کے گوشت کا کوئی ٹکڑا.....'' اُس نے کہا اور تمام نگاہیں اُس کی جانب اُٹھ گئیں۔ ایڈن بھی چونک کر فلیکس کی جانب دیکھنے لگا پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔۔

''نہیں مسٹر فلیکس! مجھے کھانے کے لئے کچھ نہیں چاہئے۔ آپ جیسے دوستوں کے ساتھ تو موت بھی بڑی دلکش ہوتی ہے۔ میں بھی کتنا بے وقوف ہوں؟ خواہ مخواہ آپ لوگوں کو پریشان کر رہا ہوں۔ خدا کی قسم! آپ کی اس بات نے مجھے ایک نیا حوصلہ بخشا ہے۔ آپ یقین کریں مسٹر فلیکس! اب آپ میری زبان سے ایسی کوئی بات نہیں سنیں گے، جو آپ کو ناگوار گزرے۔''



''مجھے، تمہاری بات ناگوار نہیں گزری۔ میں تم لوگوں کی زندگی کی خاطر، اپنی جان قربان کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔'' فلیکس نے کہا اور ایڈن پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔

''نہیں مسٹر فلیکس..... نہیں! اب آپ کو ہم لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ ہمیں، آپ کی زندگی درکار ہے، آپ کی قربانی نہیں۔''

کافی جذباتی منظر ہو گیا تھا۔ میں خاموشی سے چٹان سے ٹیک لگائے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ اُس رات، ہم میں سے کوئی بھی نہ سو سکا۔ سب کی بری حالت تھی۔ گزشتہ چند راتیں بھی ہم سکون سے نہیں سوئے تھے۔ لیکن آج تو نیند، آنکھوں سے بالکل دُور تھی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا، جب جزیرے پر اچانک کچھ عجیب سی آوازیں اُبھریں۔ ایک عجیب سا شور، ہمارے کانوں میں پڑا اور ہم چونک کر اُٹھ بیٹھے..... یہ سمندر کی لہروں کا شور بھی نہیں تھا..... یوں لگتا تھا، جیسے بہت سارے کتے ایک ساتھ مل کر بھونک رہے ہوں..... اور اُن کے ساتھ بے شمار گیدڑ بھی رو رہے ہوں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ سب کیا ہے؟

تھوڑی دیر بعد میں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا..... سمندر کے کنارے ایک لمبی سی سیاہ لہر متحرک تھی۔ اور وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ اور یہ سب آوازیں اُسی لکیر سے بلند ہو رہی تھیں۔

میرا اشتیاق دیکھ کر فلیکس اور اُس کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ اور چند ہی ساعت کے بعد ہمیں اندازہ ہو گیا کہ یہ لہر نہیں، بلکہ کوئی اور ہی چیز ہے۔

''کین..... جانتے ہو، یہ کیا ہے؟'' فلیکس میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

''کیا ہے.....؟'' میں نے پوچھا۔

''سمندری گھوڑے..... یقیناً سمندری گھوڑے ہیں۔''

''اوہ.....'' میں آہستہ سے بولا۔ فلیکس کی اس بات نے میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس پیدا کر دیا تھا۔ ''لیکن یہ گھوڑے، فلیکس! کیا رات کی تاریکی ہی میں غائب نہیں ہو جائیں گے؟''

''سو فیصد امکان اسی بات کا ہے۔''

''تو پھر.....؟'' میں نے آہستہ سے اُس سے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کچھ کرنا ہے کین..... کچھ کرنا ہے۔'' فلیکس مضطربانہ انداز میں بولا۔ اور پھر اُس نے پلٹ کر وہ چپو اُٹھا لیا جسے ہم نے بھالے کی شکل میں ڈھال لیا تھا۔ میں فلیکس کا مقصد کسی حد تک سمجھ گیا تھا۔ تب میں نے اُن تینوں کو مخاطب کیا۔

''دیکھو! تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو ہمارے اس کام میں رُکاوٹ بنو گے، جو ہم سرانجام دینے جا رہے ہیں۔''

پال نے میری طرف دیکھ کر تعجب سے کہا۔ ''لیکن مسٹر کین! آپ کیا کرنے جا رہے ہیں؟''

میں نے پال کو کوئی جواب نہیں دیا۔

میں اور فلیکس زمین پر رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ہماری کوشش یہ تھی کہ یہ خطرناک جانور ہماری موجودگی سے ہوشیار ہو کر سمندر کی جانب نہ لوٹ جائیں۔

''فلیکس.....!'' میں نے آہستہ سے اُسے مخاطب کیا۔

''ہاں، کین.....؟''

''دیکھو! کسی ایک پر اکتفا کرنے کی کوشش مت کرنا۔ جس قدر قتل عام کر سکتے ہو، کرنا۔ ہمیں کسی قسم کے خوف کو محسوس نہیں کرنا چاہئے۔''

''میں سمجھتا ہوں..... تم یقین کرو کہ فلیکس بزدل نہیں ہے۔''

''مجھے یقین ہے۔'' میں نے کہا۔

ہم دونوں رینگتے ہوئے، گھوڑوں کے اُس عظیم لشکر کے قریب پہنچ گئے۔ پھر ہم نے انتہائی چابکدستی سے اُن پر حملہ کر دیا۔ ہمارے خوفناک بھالے اُن کے جسموں میں پیوست ہو گئے اور مرنے والے پہلے دو جانور انتہائی خوفناک آواز میں چیخے۔

ہم نے برق رفتاری سے بھالوں کو اُن کے جسموں سے کھینچا اور اُن کے نزدیک حیران کھڑے ہوئے دوسرے جانوروں پر حملہ کر دیا۔ ہم انتہائی چابکدستی سے بھالے اُن کے جسموں میں پیوست کر رہے تھے۔ اور اُن میں کئی جانوروں کو زخموں سے اتنا چور کر دیا تھا کہ وہ، واپس سمندر میں نہیں جا سکتے تھے۔

معصوم جانور ہمارے ظلم کا شکار ہو کر گر رہے تھے۔ اور واقعی ہم نے قتل عام شروع کر دیا تھا۔ پھر شاید کسی جانور کو احساس ہو گیا کہ کوئی خطرہ اُن کے درمیان موجود ہے۔ اُس نے رُک کر اپنے گرے ہوئے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر بھیانک آواز میں چیختا ہوا رُخ



بدلنے لگا۔

اُس کا رُخ بدلا تو سب نے اپنے اپنے رُخ بدل لئے اور سمندر کی جانب بھاگے۔ چند ساعت بعد ہی وہ سمندر کی موجوں میں گم ہو چکے تھے۔ لیکن بے شمار سیاہ جانور ریت ہی پر پڑے رہ گئے تھے۔ اُن کے جسم، ریت پر تڑپ رہے تھے۔

ہم آسودہ نگاہوں سے تڑپتے ہوئے جانوروں کو دیکھ رہے تھے جو آہستہ آہستہ سرد ہوتے جا رہے تھے۔ پھر ہم، اُن کے نزدیک پہنچ گئے۔ بھلا انتظار کی تاب، کس میں تھی؟ چنانچہ ہم نے برق رفتاری سے وہ بھالے کھولنے شروع کر دیئے۔ اب ہمیں چاقوؤں کی ضرورت تھی۔

''کیا خیال ہے کین..... میں گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا اُن تینوں تک پہنچا دُوں؟ اُن کی حالت بہت خراب ہے۔''

''ٹھیک ہے میرے دوست! میرا خیال ہے کہ ان کی بھوک اس قدر شدید ہے کہ وہ کچا گوشت کھانے میں کوئی خاص دقت محسوس نہیں کریں گے۔''

''ہاں..... حالات ایسے ہی ہیں۔'' فلیکس نے کہا اور اپنے تیز دھار والے چاقو کو سمندری گھوڑے کے مضبوط جسم پر آزمانے لگا۔ اُس نے تین چار پونڈ کا ایک ٹکڑا اُس جانور کے جسم سے علیحدہ کیا۔ پھر اُس کے تین ٹکڑے کئے اور اُنہیں سنبھالے ہوئے اپنے ساتھیوں کے نزدیک پہنچ گیا۔

جوگنر، پال اور ایڈن متحیرانہ نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ ''آؤ میرے دوستو! میں تمہارے لئے زندگی کا پیغام لایا ہوں۔'' فلیکس کی آواز میں خوشی کا عنصر موجود تھا۔ پھر اُس نے گوشت کے تینوں ٹکڑے اُن کے حوالے کر دیئے۔ اُنہوں نے تعجب سے گوشت کو دیکھا تھا۔

''ارے..... یہ..... یہ تو گوشت ہے۔'' جوگنر کا لہجہ انتہائی خوشی سے بھرپور تھا۔

''ہاں..... سمندری گھوڑے، ہمارے لئے زندگی کا پیغام لائے ہیں۔ کھاؤ..... مزے سے کھاؤ۔ بہت گوشت ہے۔'' فلیکس نے کہا اور وہ لوگ گوشت پر ٹوٹ پڑے۔

فلیکس میرے پاس واپس پہنچ گیا اور مسکراتا ہوا بولا۔ ''میرا خیال ہے کین! انسانی آبادی سے دُور اِس ویران جزیرے پر یہ گوشت ہمارے لئے بہترین نعمت ہے۔'' اُس نے جھک کر گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا اور اُسے میرے حوالے کر دیا۔

میں بیان نہیں کر سکتا کہ اُس وقت یہ کچا اور بے مزہ گوشت کس قدر لذیذ معلوم ہوا تھا؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں اپنے دوستوں کا حال بھی جانتا تھا۔ ظاہر ہے، مجھ جیسی قوتِ برداشت رکھنے والا شخص بھی بھوک کی اس کیفیت کا شکار تھا کہ کچھ بھی مل جاتا تو اُسے نہ چھوڑتا، تو اُن کی کیا حالت ہوگی؟

بہرصورت! اُس گوشت کو اتنے شوق سے کھایا کہ آج بھی جب اُس کا تصور کرتا ہوں تو خود پر ہنسی آتی ہے۔ اور انسان کی بے ثباتی کا احساس اُجاگر ہو جاتا ہے۔

گوشت کی نمی نے پیاس کی شدت بھی کم کر دی تھی۔ ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ پانی تھا۔ حالانکہ تا حد نگاہ پانی ہی پانی تھا۔ لیکن نمکین پانی کو معدے میں اُتارنا کوئی آسان بات تو نہیں ہے۔ اُسے زبان تک لے جاتے تھے تو حالت بگڑ جاتی تھی۔ البتہ اتنا ضرور کرتے تھے کہ جی کڑا کر کے پانی حلق میں ڈالتے اور کلی کر دیتے۔ زبان کافی دیر تک نمک کی شدت کا شکار رہتی۔ لیکن حلق میں نمی پہنچ جانے کی وجہ سے پیاس کی شدت کم ہو جاتی تھی۔

''کیا خیال ہے کین..... کیا تھوڑا سا گوشت اُنہیں اور دے دُوں؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''دینے میں تو کوئی حرج نہیں ہے فلیکس! لیکن میرا خیال ہے کہ اتنی طویل بھوک کے بعد اگر اُنہوں نے بہت سارا گوشت ایک ساتھ کھا لیا تو کہیں بیمار نہ ہو جائیں۔

''ٹھیک ہے.....'' فلیکس نے گردن ہلا دی۔ ہم دونوں بھی محتاط ہی رہے تھے۔ اس کے بعد طبیعت پر کچھ ایسی کہولت طاری ہوئی کہ دیر تک ہم ایک دوسرے سے گفتگو بھی نہ کر سکے۔ ہم وہیں بیٹھ گئے۔

''ویسے کین! یوں لگتا ہے جیسے یہ تائید غیبی ہے۔ گھوڑوں کا یہ ریوڑ شاید ہماری زندگی کی حفاظت کے لئے ہی اس طرف نکل آیا تھا۔'' فلیکس نے کہا۔

''ہاں..... بعض اوقات جب ہم بہت ساری چیزوں سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ تو پھر کوئی ایسا واقعہ رُونما ہوتا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن وہی واقعہ، ہماری زندگی کے لئے ایک ایسا واقعہ ثابت ہوتا ہے، جسے ہم کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہمیں سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے کین! گو، یہ جزیرہ سمندری راستے سے ہٹ کر ہے۔ اور بظاہر اس کا امکان نہیں ہے کہ اس طرف کوئی جہاز نکل آئے۔ لہٰذا ہمیں یہاں سے نکلنے کے لئے خود ہی جدوجہد کرنی چاہئے۔''

''کیوں نہیں ڈیئر فلیکس؟ ویسے بھی جب تک زندہ ہیں، زندگی کے لئے جدوجہد کرتے رہیں گے۔ ہمیں غذا حاصل ہو گئی ہے، یہ ہماری خوش بختی ہے اور ہمیں اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ ویسے میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے۔''



''وہ کیا.....؟''

''جب میں جزیرے پر پہلی بار کسی مناسب جگہ کی تلاش میں نکلا تھا تو میں نے ایک گڑھے میں پانی دیکھا تھا۔ وہ پانی، سخت بدبودار اور ناقابل استعمال تھا، جس میں ریت کی آمیزش تھی۔''

''ٹھیک ہے..... تو پھر.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ جزیرے پر بارش ضرور ہوتی ہوگی۔''

''میرا خیال ذرا مختلف ہے کین!''

''وہ کیوں.....؟''

''اگر جزیرے پر بارش ہوتی تو پھر یہ زمین اس قدر سنگلاخ اور بنجر نہ ہوتی۔ کہیں نہ کہیں زمین میں تو گھاس پھونس وغیرہ ضرور نظر آتی۔'' فلیکس پُرخیال انداز میں بولا۔

''ہاں! بات تعجب خیز ضرور ہے فلیکس! لیکن بعض زمینیں عجیب و غریب خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ کچھ زمینیں ایسی ہوتی ہیں، جن میں نمو کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ زمین بھی ایسی ہی ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو اس گڑھے میں بارش کا پانی موجود نہ ہوتا۔''

''ٹھیک ہے کین! ہم اِس امکان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ لیکن پھر کیا، کیا جائے؟''

''میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے۔'' میں نے کہا۔

''وہ کیا.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''چٹانوں کی بالائی سطح، سخت ہے۔ اگر ہم اِن میں گڑھے بنانے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ گڑھے ہمیں بارش کا پانی فراہم کر سکتے ہیں۔ اور یہ پانی کچھ عرصے تک محفوظ بھی رہ سکتا ہے۔ تو کیوں نہ ہم اس سلسلے میں کام شروع کر دیں؟''

''نہایت مناسب خیال ہے۔ اور میرے خیال کے مطابق ایک بہترین مشغلہ بھی۔'' فلیکس نے کہا۔ ''ہم، کل سے کام شروع کر دیں گے۔''

تھوڑی دیر بعد ہمارے تینوں ساتھی بھی ہمارے پاس پہنچ گئے۔ وہ کافی خوش و خرم نظر آ رہے تھے۔

''اس گوشت نے تو ہم لوگوں میں نئی زندگی پھونک دی ہے۔'' پال نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہمارے نزدیک بیٹھ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



وہ لوگ تعجب سے اُن سمندری گھوڑوں کو دیکھ رہے تھے جو ہمارے آس پاس مُردہ حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ ''آخر یہ آئے کہاں سے؟'' جوگنر نے سوال کیا۔

''بس! یوں سمجھا جائے، کہ سمندر کی جانب سے یہ ہماری زندگی کے لئے ایک تحفہ ہے تو غلط نہ ہوگا۔'' ایڈن نے کہا۔

''بے شک..... بے شک..... لیکن میرا خیال ہے، کیوں نہ ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے انہیں سکھا لیا جائے؟ اس طرح ہم یہ گوشت کافی عرصے تک محفوظ رکھ سکتے ہیں اور سوکھے ہوئے ٹکڑوں کو جب بھی کھانا ہوا، انہیں سمندر کے پانی میں ڈبویا جا سکتا ہے۔ اس طرح وہ نمکین بھی ہو جائیں گے اور تھوڑی سی لذت بھی فراہم کر سکیں گے۔'' جوگنر نے تجویز پیش کی۔

''میں، آپ سے بالکل متفق ہوں۔'' فلیکس جلدی سے بولا۔ ''صبح ہوتے ہی ہم یہ کام بھی کریں گے۔''

صبح ہونے میں زیادہ دیر بھی باقی نہیں رہی تھی۔ کھانے کے بعد تھکن اور نیند کا احساس بھی جاتا رہا تھا۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ سمندری گھوڑوں کے گوشت میں کوئی ایسی خاصیت ہو، جو جسموں کو انتہائی چاق و چوبند کر دیتی ہو۔ بہرحال! صبح کو ہم پانچوں افراد، زندگی کے اتنے قریب تھے، جتنے اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آئے تھے۔

گوشت کے ٹکڑے کاٹنے کا کام اُن تینوں نے سنبھال لیا اور میں اور فلیکس اُن چٹانوں کی تلاش میں نکل گئے جن کے بالائی حصوں میں ہمیں گڑھے بنانے تھے۔

ہمارے ساتھی گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر سمندر کی نرم ریت پر پھیلا رہے تھے۔ ہم نے بھی چند چٹانیں منتخب کر لیں۔ حالانکہ اُن میں گڑھے پیدا کرنا آسان کام نہیں تھا۔ ہمیں ایک چٹان پر ایسا ہی ایک گڑھا نظر آ گیا جس میں بدبودار پانی بھرا ہوا تھا۔ میں نے فلیکس کی طرف دیکھا اور اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ یہ سمندر کا پانی نہیں ہے۔ آؤ! سب سے پہلے تو ہم اس گڑھے کو خالی کریں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا۔ اور پھر ہم ہاتھوں سے گڑھے کا پانی نکال نکال کر پھینکنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے یہ گڑھا خالی کر دیا جو تقریباً تین فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا تھا۔ گڑھا خالی ہو گیا اور نیچے سے صاف چٹان نکل آئی۔



پھر فلیکس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ایک کام اور کرنا ہے کین!''

''کیا.....؟'' میں نے پوچھا۔

''چٹانوں کا یہ ٹکڑا، اگر کوشش کی جائے تو اُکھڑ سکتا ہے۔'' اُس نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''کیوں نہ ہم اِسے اُکھاڑ کر اس گڑھے کو ڈھکنے کے کام میں لائیں؟''

''بالکل مناسب..... بلکہ نہایت مناسب۔'' میں نے کہا۔ اور ہم دونوں اس کوشش میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ہم وہ سل نما ٹکڑا نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ٹکڑا ہم نے گڑھے کے قریب رکھ دیا۔ ہماری پہلی کوشش ہی کافی کارآمد ثابت ہوئی تھی۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر ہم نے دوسری چٹانوں کا رُخ کیا۔ کئی چٹانوں پر ہمیں ایسے گڑھے مل گئے جو ہمارے لئے کارآمد تھے۔ ان میں سے بعض خشک تھے اور بعض میں پانی بھرا ہوا تھا۔ ایسے سات آٹھ گڑھے ہمیں مختلف چٹانوں پر مل گئے تھے جنہیں ہم نے صاف کر کے خشک کر لیا تھا۔ ہم گڑھے کھودنے کی مشقت سے بچ گئے تھے۔ البتہ ہم نے اُس کے ڈھکن باقاعدگی سے بنائے تھے تاکہ پانی خراب ہونے سے محفوظ رہے۔ اس سلسلے میں ہم دوپہر تک مصروف رہے۔

سورج عین سروں پر تھا، جب ہم اپنے اس کام سے فارغ ہو گئے۔ دُھوپ بے پناہ تیز تھی۔ ''کیوں نہ کسی ایسے حصے میں نہایا جائے، جہاں پانی کی تباہ کاریاں کم ہوں.....؟'' فلیکس نے کہا۔

''اچھا خیال ہے۔ لیکن احتیاط شرط ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیوں نہیں.....'' فلیکس بولا۔

''تو پھر آؤ! واپس چلتے ہیں۔'' میں نے کہا اور ہم دونوں واپس اپنے ساتھیوں کی جانب چل پڑے۔

ہمارے ساتھی بے حد خوش تھے۔ اُنہوں نے گوشت کے ٹکڑے دُور دُور تک پھیلا دیئے تھے۔ سمندری گھوڑوں کا وزن معمولی نہیں ہوتا۔ ہر گھوڑے میں سے اتنا گوشت نکلا تھا کہ ہم اُسے مہینوں کھا سکتے تھے۔ اس طرح ہمارے لئے خوراک کا بہترین بندوبست ہو گیا تھا اور یہ بات خاصی اطمینان بخش تھی۔

جب تک پیٹ نہیں بھرا تھا، کوئی تفریح نہیں سوجھی تھی۔ لیکن اب شدید خواہش ہو رہی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کہ سمندر ہی کے پانی میں نہا کر اپنے بدن کو ہلکا کر لیں۔ حالانکہ یہ پانی جسم کو کسی حد تک چپکا دیتا ہے۔ لیکن بہرصورت! پانی کی نمی، جسم کے لئے بہت ضروری ہے۔

میں اور فلیکس، سمندر کی چٹانوں کے درمیان ایسی جگہ تلاش کرنے لگے جہاں زیادہ گہرائی یا کسی قسم کے خطرے کا امکان نہ ہو۔ ویسے نہانے کے لئے تو یہ بہترین جگہ تھی۔ چٹانوں سے ٹکرانے والا پانی اُچھل کر چٹانوں پر آتا اور پورے بدن کو اِس طرح بھگو دیتا جیسے شاور کی پھواریں پڑ رہی ہوں۔ ہم نے ایک ایسی جگہ منتخب کی اور بیٹھ گئے۔

چند ساعت کے بعد ہمارے ساتھی بھی ہنستے ہوئے پہنچ گئے۔ اُنہوں نے بھی اپنے لباس اُتارے اور پانی میں کود گئے۔ نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس ویرانے میں بھی، جب کہ اس سے قبل ہم مُردنی کا شکار تھے، اب ہم پانچوں ہی ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے اور آئندہ زندگی کے بارے میں بہت سے فیصلے کر سکتے تھے۔

نجانے کتنے گھنٹے گزر گئے؟ ہم، سمندر کے پانی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ پھر وہاں سے پلٹ آئے۔ گوشت سوکھ رہا تھا۔ تب میں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے اُن کے سامنے ایک تجویز پیش کی۔

''دوستو! زندگی گزارنے کی خواہش انسان کے ذہن میں ازل سے ہے اور اَبد تک رہے گی۔ نا مساعد حالات ہمیں وقتی طور پر پریشان ضرور کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم میں سے بہت کم ایسے بزدل ہوتے ہیں جو اِن حالات کے آگے سپر ڈال دیتے ہیں۔ انسان ان ہی نا مساعد حالات میں برسوں رہ چکا ہے۔ بالکل اسی طرح، جس طرح ہم آج زندگی بسر کر رہے ہیں، قدیم دور کا انسان زندگی بسر کرتا تھا۔ آج ہمارے پاس ذہانت ہے اور ہم ترقی کر چکے ہیں۔ اس لئے یہ خیال ذہن سے نکال دینا چاہئے کہ کل کوئی جہاز آئے گا اور ہمیں یہاں سے نکال لے جائے گا۔ ہمیں اب اسی زندگی کو قبول کر کے اس میں مزید دلچسپیاں پیدا کرنی چاہئیں تاکہ یہ زندگی ہم پر بوجھ نہ بن جائے۔ کیا آپ لوگ میری اس بات سے متفق ہیں؟''

''سو فیصدی مسٹر کین!'' وہ تینوں بیک وقت بولے۔

'تب پھر اس گوشت کو محفوظ رکھنے کے لئے ہمیں کسی ایسی پناہ گاہ کی ضرورت ہے جہاں یہ سوکھنے کے بعد دُھوپ کی تمازت اور سمندری ہواؤں کی نمی سے محفوظ رہ سکے۔ اور اس کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔''



''وہ کیا مسٹر کین؟'' پال نے پوچھا۔

''تجویز یہ ہے کہ کسی چٹان کی آڑ میں چھوٹے چھوٹے پتھر کے ٹکڑوں کو چن کر ایک ایسی پناہ گاہ بنائی جائے، جہاں اس گوشت کو محفوظ رکھ سکیں۔ اس کے لئے آپ کو شدید محنت کی ضرورت ہوگی۔ پہلے تو اِن پتھروں کو ایک جگہ جمع کر لیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی چنائی شروع کر دیں گے۔ گوشت کا ذخیرہ محفوظ ہو جانے کے بعد ہم ایسی ہی ایک پناہ گاہ اپنے لئے بھی بنائیں گے تاکہ ہم سردی اور دُھوپ سے محفوظ رہ سکیں۔''

''ہم سب کچھ کرنے کو تیار ہیں مسٹر کین! ہم نے آپ کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا ہے۔ آپ نے ہماری زندگی کے لئے جو کچھ کیا ہے، ہم اس کے لئے آپ کے شکر گزار ہیں۔ ظاہر ہے، ہم یہ بات نہیں سوچ سکتے کہ ہماری موجودہ حالت کے ذمہ دار آپ ہیں۔ یہ سوچنا بھی حماقت ہے۔ چنانچہ ان حالات میں آپ، ہمارے لئے جو کچھ کر رہے ہیں، اور مسٹر فلیکس نے جو کچھ کیا ہے، وہ ہمیں، آپ دونوں کا ممنون کرنے کے لئے کافی ہے۔ اب ہم پوری طرح چست و چالاک ہیں۔ آپ ہمیں صرف احکامات دیں۔'' پال نے کہا۔

''اگر یہ بات ہے میرے دوستو! تو یقین کرو، ایک روز پھر ہم اپنی مہذب دنیا میں ہوں گے۔'' میں نے کہا۔

وہ دن ہم نے پتھر جمع کرنے میں صرف کر دیا۔ گوشت کے ٹکڑے سوکھ گئے تھے۔ گو، اُن پر ریت کی تہیں جمتی جا رہی تھیں لیکن اُنہیں سمندر کے پانی سے دھویا جا سکتا تھا۔

پورا دن ہم پتھر جمع کرتے رہے۔ اور بلاشبہ! ہم نے ان پتھروں کا ایک ٹیلہ بنا دیا۔ دوپہر کو گوشت کے ٹکڑے سمندر کے پانی میں بھگو کر کھائے گئے اور سمندر کے نمک نے بلاشبہ اُن کی لذت دوبالا کر دی۔ پھر شام کو بھی یہی گوشت کھایا گیا۔ لیکن پانی کا مسئلہ تھا ہمارے لئے۔

پتھروں کا ذخیرہ ایک جگہ رکھنے کے بعد ہم اپنی متعین کردہ چٹانوں کے نیچے لیٹ گئے۔ یہ چٹانیں ایسے رُخ پر تھیں کہ سرد ہوائیں ہم تک بہت کم پہنچ پاتی تھیں۔

جس وقت ہم آرام کرنے لیٹے تھے، آسمان صاف تھا۔ تارے چمک رہے تھے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد چاند بھی نکل آیا تھا۔ پھر ہم غذا کے نشے میں ڈوب کر سو گئے۔ اور جب جاگے تو ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے چٹانیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں.....

بادلوں کی گرج اتنی ہی خوفناک تھی۔ آنکھ کھلی تو پورے جزیرے پر بجلی چمک رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں خوشی سے اُچھل پڑا۔ میں نے فلیکس کو آواز دی۔ ''فلیکس.....!''

''جاگ رہا ہوں کین!'' فلیکس کی آواز میں لرزش تھی۔

''کیا ہوا فلیکس..... کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں کین..... اس وقت عجیب سی کیفیت کا شکار ہوں۔''

''کیسی.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''شاید بارش ہونے والی ہے۔''

''ہاں..... میں بھی تمہیں یہی خوشخبری سنانے جا رہا تھا۔''

''میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ جس نے ہمارے لئے غذا کا بندوبست کیا ہے، پانی کا بندوبست بھی وہی کر دے گا؟''

''ہاں فلیکس!''

''بارش ہو رہی ہے۔ دیکھو! آسمان سے چھوٹی چھوٹی بوندیں برسنا شروع ہو گئی ہیں۔'' فلیکس کی آواز میں بے پناہ مسرت تھی۔ پال، جوگنر اور ایڈن بھی جاگ اُٹھے تھے۔ وہ سب کے سب دیوانہ وار اُچھل رہے تھے۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ویرانے میں کوئی جشن منایا جا رہا ہو۔

بارش اب تیز ہونے لگی تھی اور بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی چمک ہمارے دلوں کو روشن کر رہی تھی۔ ہم نے اپنے اپنے لباس اُتار پھینکے تھے اور بارش سے پوری طرح محظوظ ہونے لگے تھے۔

بارش اس قدر تیز اور موسلا دھار تھی کہ چند ہی ساعت میں جل تھل ہو گیا۔ سمندر میں اُٹھتی ہوئی لہریں بھی سست ہو گئی تھیں۔ بارش، خوشی بن کر ہمارے رگ و پے میں سرایت کر رہی تھی۔ ہم نے منہ کھول لئے تھے اور بارش کے قطرے ہمارے حلق کو تر کر رہے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ گڑھے بھی بھر چکے ہوں گے جو ہم نے صاف کئے ہیں۔ اور یہ گڑھے یقینی طور پر کافی عرصے تک ہمارے لئے پینے کا پانی فراہم کر سکتے تھے۔ میں نے فلیکس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''تم نے دیکھا کہ ابھی ہمیں یہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا اور یہ پہلی بارش ہے۔ اس کا مطلب ہے، یہاں بارشیں اکثر ہوتی رہتی ہیں۔ تاہم ہمیں نئے گڑھے بنانا ہوں گے تاکہ ہمیں بارش کی کمی نہ محسوس ہو۔ نہانے کے لئے تو پانی موجود ہے، پینے کا پانی ہم اتنا



ذخیرہ کر لیں گے کہ کام چلتا رہے۔''

''بالکل، کین..... بالکل.....!'' فلیکس نے خوشی سے کہا اور یہ جشن رات بھر جاری رہا۔ بارش، رُکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اور ہم اس میں نہاتے نہاتے تھک گئے تھے۔ ہم لوگوں کو اپنے جسم اتنے ہلکے محسوس ہو رہے تھے کہ بیان نہیں کر سکتے۔

آخر تھک کر ہم ایک چٹان کے نیچے بیٹھ گئے۔ بارش بدستور جاری تھی اور گوشت بھی بھیگ گیا تھا، جو ہم نے سمندر کے کنارے سوکھنے کے لئے رکھا تھا۔ لیکن اُس کی پرواہ کسے تھی؟ اس وقت تو گوشت نام کی کوئی چیز ہی کافی تھی، خواہ اس کی حالت کچھ بھی ہو۔

دوسرے دن بھی بارش رہی۔ تقریباً گیارہ بجے تھے جب بارش بند ہوئی اور آسمان صاف نظر آنے لگا۔ پھر دُھوپ نکل آئی۔ بارش نے ہمارے جسموں میں نئی زندگی دوڑا دی تھی۔ چنانچہ بارش بند ہونے کے بعد ہم نے گوشت کے ٹکڑے جمع کرنے شروع کر دیئے اور ایک جگہ اُس کا انبار لگا دیا۔ گوشت دُھل گیا تھا۔ اور اب وہ بالکل صاف ستھرا ہو گیا تھا۔ تاہم اُسے سکھانا ضروری تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ گوشت محفوظ رکھنے کے لئے کوئی جگہ بنالی جائے۔ اور میری اس رائے سے سب نے اتفاق کیا۔

ہم اپنے جمع شدہ پتھروں کو انتہائی نفاست سے چننے لگے۔ تقریباً چھ بجے تک ہم ایک ایسی پناہ گاہ بنانے میں کامیاب ہو گئے جس میں ایک دروازہ تھا۔ اور جس میں ہم گوشت کو با آسانی محفوظ کر سکتے تھے۔ پھر ہم نے گوشت کے تمام ٹکڑے اُس پناہ گاہ میں چن دیئے۔

اس سخت مشقت سے ہم تھک گئے تھے۔ لیکن دن رات کی صعوبتوں نے ہمیں اس کا عادی بنا دیا تھا۔ تھکنے کے بعد ہم اطمینان سے سو جاتے تھے۔ رات کو سردی زیادہ ہو جاتی تھی۔ لیکن تھکن، سردی پر غالب آ کر اس کے احساس کو ختم کر دیتی تھی۔ رات کے پچھلے پہر بارش پھر شروع ہو گئی اور ہم بھیگتے رہے۔

''کل سے ہم پناہ گاہ بنانے کا آغاز کر دیں گے۔ زمین، نرم ہو چکی ہے۔ نیزوں سے جگہ بنانا زیادہ مشکل نہ ہو گا۔'' فلیکس نے کہا۔

''ہاں..... اس جزیرے پر ہم اپنی زندگی کے لئے جس قدر آسانیاں فراہم کر سکیں، اُن سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔'' میں نے فلیکس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

بارش تیز ہوئی تو ہمارے دوسرے ساتھی بھی اُٹھ بیٹھے۔

''اس کا مطلب ہے کہ یہاں بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''یہ بھی زندگی کی علامت ہے۔ ورنہ موت ہی موت ہے اس جزیرے پر۔''

''لیکن حیرت کی بات ہے کہ یہ سنگلاخ زمین بارش کا کوئی اثر قبول نہیں کرتی۔ ورنہ اس پر ہریالی ضرور ہوتی۔''

''ہاں.....''

''آخر کیوں.....؟''

''یہ تو کوئی ماہر طبقات الارض ہی بتا سکے گا۔'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

فلیکس پُر خیال انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال ہے، کل سے ہمیں پناہ گاہ کی تیاری کا کام شروع کر دینا چاہئے۔''

''ہم تیار ہیں مسٹر فلیکس!''

''شکریہ دوستو! اس تعاون سے ہم ہر مشکل پر قابو پالیں گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ایک دن ہم اپنی دنیا میں سانس لیں گے۔'' فلیکس نے کہا اور اُس کے یہ الفاظ اُن لوگوں کی نگاہوں میں زندگی کا پیغام بن گئے۔ وہ وقت کی حسین یادوں میں کھو گئے..... اور پھر صبح ہو گئی۔

صبح کو بارش رُک گئی۔ پھر سورج نکل آیا۔ ہم لوگوں نے خوراک کے ذخیرے سے گوشت کے ٹکڑے نکالے اور اُنہیں اچھی طرح صاف کیا۔ اس وقت یہ خشک گوشت کھانے میں جو لذت ملی، وہ آج بھی یاد ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ہماری مرغوب غذا ہو۔ اس کے بعد پانی پیا اور پانی کے ذخیروں کو احتیاط سے ڈھک دیا گیا۔

اس کے بعد مشقت کا آغاز ہو گیا۔ جوگنر، پال اور ایڈن پتھر حاصل کرنے چلے گئے اور ہم نے اُس پناہ گاہ کی بنیاد ڈال دی..... بڑے بڑے وزنی پتھروں کو مخصوص انداز میں رکھا گیا اور اس کے بعد سمندر کی گیلی ریت سے ان پتھروں کے رخنے بند کر دیئے۔ پھر اُن پر پتھروں کی دوسری تہہ رکھی جانے لگی۔ ہمیں مشقت کا یہ کام اتنا دلچسپ لگا کہ ہم تھوڑی دیر کے لئے ساری کوفت بھول گئے۔ ہمارے تینوں ساتھی اپنا کام بخوبی سرانجام دے رہے تھے۔ اور پتھروں کے انبار لگا رہے تھے۔

پناہ گاہ کی تعمیر تیزی سے جاری تھی۔ لیکن ایک مسئلہ ہم لوگوں کے لئے تشویش کا باعث بنا ہوا تھا، وہ یہ کہ اس پناہ گاہ کی چھت کیسے بنائی جائے؟ اس کے لئے ہمارے پاس کوئی انتظام نہیں تھا۔



لیکن فلیکس کسی اور خیال میں غرق تھا۔ وہ سمندر کی خوفناک چٹانوں کے درمیان کھڑا ایک طرف دیکھ رہا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو فلیکس.....؟'' میں نے تعجب سے پوچھا اور وہ چونک پڑا۔ وہ عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''پناہ گاہ کے لئے چھت کی ضرورت ہے؟'' اُس نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''ہاں.....'' میں نے تعجب سے کہا۔

''وہ کشتی دیکھ رہے ہو کین؟ کتنی بے مصرف ہے۔ سمندر کی اُس نوکیلی چٹان کو بھلا اس کی کیا ضرورت ہے؟ کیا کشتی کے تختے پناہ گاہ کی چھت میں کام نہیں آسکتے؟''

''ارے.....'' میں اُچھل پڑا۔ بڑی عمدہ بات سوچی تھی فلیکس نے۔ ''لیکن اس کشتی کو چٹان سے اُتارنا کوئی آسان کام ہے؟'' میں نے کہا۔

''کوشش تو کی جاسکتی ہے۔''

''تم کوشش کرو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''حالات میرا ساتھ نہیں دیتے۔ ورنہ میں نے تو سوچا تھا کہ خاموشی سے اپنا کام سر انجام دے کر ہی تمہیں اطلاع دُوں۔''

''تمہارے ذہن میں کوئی ترکیب ہے فلیکس؟''

''ہاں..... اس چٹان پر پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ لمبے چپو کے نیزے کی مدد سے کشتی کو اُس کی جگہ سے نیچے گرانے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ کشتی اس سمت میں گرائی جائے تاکہ یہ ان چٹانوں میں پھنس جائے۔ اور اس کے بعد ہمیں انتظار کرنا ہوگا کہ سمندر کی لہریں اسے اُٹھا کر کم از کم چٹان تک پھینک دیں تو ہم اسے پکڑ لیں گے۔''

''میں سمجھ گیا میرے دوست!'' میں نے پُر جوش انداز میں کہا۔ ''میں کشتی کو نوکیلی چٹان سے نیچے گراؤں گا۔''

''میں جانتا تھا کہ تم آڑے آؤ گے اس سلسلے میں۔''

''دیکھو فلیکس! تم بلاشبہ، اپنی ذات میں مکمل ہو اور محرومیوں کے باوجود تمہارا عزم بلند ہے۔ لیکن میرے دوست! جس کام کے لئے تم، میری نگاہ میں موزوں نہ ہو، میں تمہیں اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں؟ یہ کام میں کروں گا۔''

''میں تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن تم، مجھے اس کی مہلت ہی نہیں دیتے۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



فلیکس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''تم میرے لئے زندہ رہو فلیکس! یقین کرو، یہی سب کچھ ہے۔ تو ہمیں یہ کام کب انجام دینا ہے؟''

''میرا خیال ہے، کل صبح۔'' فلیکس نے کہا۔

ہمارے دوسرے ساتھی پہنچ گئے تھے۔ پھر ہم سونے کے لئے لیٹ گئے۔

دوسری صبح میں چٹان پر جانے کی تیاری کر کے میں چل پڑا۔ فلیکس کا چہرہ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا۔ میرے ہاتھ میں لمبا چپو تھا۔ جس کے ذریعے میں چٹان تک کا سفر بہ آسانی طے کر رہا تھا۔ جہاں پانی کا ریلا آتا، میں چپو کو جما کر اُس کا سہارا لے لیتا۔ اس طرح میں چٹان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

چٹان کے قریب پہنچا ہی تھا کہ میری نگاہ چٹان کے درمیان ایک ایسے حصے پر پڑی جو مجھے اپنی طرف آنے کی دعوت دے رہا تھا۔ بانس سے چھلانگ لگانے کا کھیل میری نگاہوں میں گھوم گیا..... میں نے اپنے عقب میں جائزہ لیا۔ ایک چٹان پر چڑھ کر بانس جمایا جاتا اور پھر چھلانگ لگائی جاتی تو اُس چٹان پر پہنچا جا سکتا تھا، جس پر کشتی موجود تھی۔ لیکن یہ چھلانگ اگر ناکام رہتی تو.....؟

لیکن اس وقت مجھے روکنے والا کون تھا؟ میں پلٹا اور دوسری چٹان پر چڑھ گیا۔ چند ساعت میں جگہ کا اندازہ کرتا رہا۔ پھر میں نے چپو کو تولا اور پوری قوت سے چھلانگ لگا دی..... دوسرے ہی لمحے میں کشتی کے قریب تھا۔ تھوڑی دیر تک میں اپنی سانسیں درست کرتا رہا، پھر چپو کو کشتی کے ایک رخنے میں پھنسا کر کشتی کو اُٹھانے کی کوشش کی۔ دوسرے لوگ تعجب خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

میرا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے جسم کی ساری قوت صرف کر کے زور لگایا اور کشتی کا ایک سرا اُٹھ گیا۔ میں نے چپو کو مزید آگے کی طرف دھکیلا تو کشتی نے جگہ چھوڑ دی اور پھسلتی ہوئی چھپاک سے پانی میں جا گری.....

میں تو سوچ رہا تھا کہ پانی کی تیز و تند لہریں اُسے آہستہ آہستہ کنارے تک لائیں گی۔ لیکن پانی میں گرنے کے بعد کشتی جس انداز میں اُچھل رہی تھی، اُس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اُسے ساحل تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

اُس نوک دار چٹان پر میں چڑھ تو گیا تھا لیکن جس انداز میں چڑھا تھا، وہ یوں سمجھا



جائے کہ بے پناہ مہارت کا کام تھا۔ اس کی بہ نسبت اُترنا خاصا مشکل کام تھا۔ چپو کو میں نے ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ کیونکہ یہ چپو اُن تیز و تند لہروں میں میرے ساتھی کی حیثیت رکھتا تھا۔ ورنہ شاید میں پانی میں قدم بھی نہ جما پاتا اور چٹانوں سے ٹکرا کر میرے چیتھڑے اُڑ جاتے۔

بڑا خوفناک کام تھا، جو اس وقت میں نے سرانجام دیا تھا۔ لیکن یہاں، اس جزیرے پر کوئی کام، کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ زندگی اور موت کا فاصلہ ہی کتنا تھا؟ اور اب تو اس فاصلے کی کوئی حیثیت نہیں رہ گئی تھی۔ چنانچہ میں چٹان سے اُترتا رہا۔ اس پر جگہ جگہ کائی جمی ہوئی تھی اور بعض جگہ تو اتنی پھسلن تھی کہ اُنگلی بھی نہ رکھی جا سکے۔ لیکن بہرصورت! مجھے اُترنا تھا اور اس کے لئے پھر میں نے چپو کی مدد لی تھی۔

نیچے نوکیلی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ اور اُن کی طرف دیکھنے سے خوف محسوس ہوتا تھا۔ میرے ساتھی کنارے پر کھڑے شور مچا رہے تھے۔ اور میری ہمت بندھا رہے تھے۔ اُترتے ہوئے اکثر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے تھے۔ لیکن اُن کی آوازیں بدستور آتی رہتی تھیں۔

بالآخر میں نیچے پہنچ گیا۔ فلیکس نے آگے بڑھ کر مجھے سہارا دیا لیکن میں نے اُس کا شانہ تھپتھپا کر اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ پھر ہم اُس سمت چل دیئے جہاں کشتی پانی میں ہچکولے کھا رہی تھی اور آہستہ آہستہ کنارے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

''بس! یہ کچھ اور نزدیک آ جائے تو پھر ہم چپوؤں کی مدد سے اسے اپنی طرف کھینچ لیں گے۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیوں نہ ہم سب پانی میں اُتر کر اسے نزدیک لانے کی کوشش کریں؟'' جوگنر نے تجویز پیش کی۔

''اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت ہے جوگنر! لانگ بوٹ اس چٹانی جال سے نکل کر کہیں تو رُکے گی۔ ہمیں تھوڑا سا انتظار کر لینا چاہئے۔ اس وقت ہمارے لئے دوسرے کام بھی ہیں۔''

''اوکے چیف!'' جوگنر نے جواب دیا۔

شام تک کشتی، کنارے پر آ لگی اور ہم نے اُسے خشکی پر کھینچ لیا۔ ہم سب بے حد خوش تھے۔ انسان بعض اوقات اہم ترین چیزوں سے خوش نہیں ہوتا۔ اور بعض اوقات کوئی معمولی سی چیز بھی اُس کے لئے بے انتہا مسرت کا باعث بن جاتی ہے۔ جزیرے کے شب و روز انہی چھوٹے چھوٹے واقعات سے پُر تھے۔ زندہ رہنے کے لئے ہر لمحے چوکس رہنا پڑتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ہم نے اس قدر انتظامات کئے تھے کہ پانچ آدمیوں سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ کشتی کے تختے علیحدہ کر کے ہم نے اپنی پناہ گاہ کی چھت بنالی تھی اور اُس پر چھوٹے چھوٹے پتھر چن دیئے تھے۔ تاکہ سورج کی تپش سے محفوظ رہ سکیں۔ چٹانوں پر پانی کے ذخیرے محفوظ تھے۔ اس کے علاوہ گوشت کے ذخیرے پر بھی ہماری خاص نظر تھی۔ سمندری گھوڑوں کے غول اکثر ادھر نکل آتے تھے۔ اور اب تو ہم نے طے کر لیا تھا کہ غذا کے ذخیرے میں کمی نہیں آنے دیں گے۔

اور پھر ایک رات، جب کہ ہم اپنی پناہ گاہ میں آرام کر رہے تھے کہ جزیرے پر بادوباراں کا ایک قیامت خیز طوفان نازل ہوا..... یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے پورا جزیرہ خشک پتے کی مانند لرز رہا ہو۔ بادل گرج رہے تھے، بجلی کی کڑک چمک بھی اپنے عروج پر تھی اور سمندری طوفان کا شور ان سب پر چھا جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہم نے بڑے بڑے طوفان دیکھے تھے۔ لیکن اس گمنام جزیرے پر اندھیری رات میں آنے والا یہ طوفان سب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔

بڑی بڑی چٹانیں ٹوٹ ٹوٹ کر سمندر میں گر رہی تھیں اور ایک قیامت کا شور برپا تھا..... حالانکہ ہماری پناہ گاہ ان طوفانی موجوں کی پہنچ سے دُور تھی۔ لیکن اس کے باوجود ہر لمحے یہی خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ اب جزیرہ سمندر کی تہہ میں بیٹھ جائے گا..... اور یہ تصور جب بھی ہمارے ذہنوں میں آتا تو ہمارے کلیجے منہ کو آنے لگتے.....

☆.....☆.....☆



ہمارے ساتھی بمشکل خود پر قابو پائے ہوئے تھے۔ لیکن کب تک.....؟ بالآخر اُن کے جسم بھی سوکھے پتوں کی مانند کانپنے لگے..... چٹانوں کے ٹوٹنے کی آوازوں سے جزیرہ اس طرح لرز رہا تھا جیسے کسی ساعت میں بھی اپنی جگہ چھوڑ دے گا۔

''کین.....!'' فلیکس نے مجھے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''ہوں.....!''

''یوں معلوم ہوتا ہے جیسے موت اب طوفان کی شکل میں ہمیں نگلنے کے لئے آگے بڑھ رہی ہو۔ یہ جزیرہ سمندر کی تہہ میں بیٹھ رہا ہے۔ میں چاروں طرف موجوں کا شور سن رہا ہوں۔ کیا تم اس شور کو محسوس کر رہے ہو؟''

''شور.....'' میں نے غور کیا تو مجھے عجیب سا احساس ہوا..... واقعی شور تھا..... لیکن اُس شور میں انسانی آوازیں نمایاں تھیں۔ ہاں..... زخمیوں کی آوازیں..... یہ آوازیں خوفناک سمندری بلاؤں کی تھیں یا صرف سماعت کا واہمہ تھا؟

سب خاموش تھے۔ طوفان کی بلاخیزی جاری تھی۔

''کین.....! کیا یہ آوازیں، انسانی آوازوں سے مشابہ نہیں ہیں؟'' فلیکس نے کہا۔

''تم بھی یہی محسوس کر رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''یوں لگ رہا ہے جیسے بے شمار انسان چیخ رہے ہوں۔'' فلیکس نے کہا۔

''یہ موت کا دھوکہ ہے مسٹر کین..... یہ آوازیں، موت کی آوازیں ہیں۔ یہ موت ہمیں پناہ گاہ سے باہر بلا رہی ہے۔ آہ..... میں موت کے جبڑوں میں نہیں جانا چاہتا۔'' ایڈن نے کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ہم سب کی عجیب کیفیت تھی۔

ہم سب خوف کا شکار تھے۔ ویران جزیرہ اتھل پتھل ہو گیا تھا۔ جیسے اس کا سرا اُوپر کی جانب اُٹھ گیا ہو..... یوں لگتا تھا، چٹانیں لڑھک رہی ہیں اور یہ لڑھکتی ہوئی دیو پیکر چٹانیں کسی بھی وقت ہماری پناہ گاہ کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی تھیں..... ہم آنکھیں بند کئے موت کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



انتظار کر رہے تھے.....

رات کے نہ جانے کون سے وقت میں طوفان کا زور کم ہوا۔ ہواؤں کی چیخیں بھی رُک گئیں تو انسانی چیخیں اور نمایاں ہو گئیں۔ اور ہم سب چونک پڑے۔

''فلیکس! کیا تم ان آوازوں کو سن رہے ہو؟''

''ہاں..... ہوائیں بند ہو چکی ہیں، طوفان تھم چکا ہے۔ لیکن..... یہ آوازیں..... کیا..... کیا.....؟'' فلیکس خاموش ہو گیا۔

دل چاہ رہا تھا کہ باہر جا کر ان آوازوں کو سنیں۔ لیکن ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ یوں بھی اس وقت ہمیں باہر کے ماحول کے متعلق بالکل علم نہیں تھا۔ نہ جانے جزیرے پر کیا تغیر رُونما ہوا ہو؟ لیکن اُن چیخوں اور آوازوں نے صبح تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ ہم نے خاص طور پر اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے ان آوازوں سے اجتناب برتا۔

لیکن صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ہم سب باہر آ گئے..... اور باہر آنے کے بعد جو منظر ہم نے دیکھا، اُس نے ہماری آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار پیدا کر دیئے.....

بے شمار لوگ تھے..... عورتیں، مرد، بوڑھے، بچے..... کشتیاں چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی تھیں اور اُن کے تختے پانی میں تیر رہے تھے۔ بے شمار لوگ اُن تختوں سے چمٹے ہوئے جان بچانے کی فکر میں اِدھر اُدھر لڑھک رہے تھے۔ بہت سارے ساحل پر پہنچ گئے تھے اور پریشانی اور بے بسی سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ تب ایڈن عجیب سے انداز میں بولا۔

''یہ..... یہ کیا ہے مسٹر فلیکس؟''

''میرا خیال ہے کہ قریب ہی کوئی جہاز تباہ ہو گیا ہے۔ آؤ! انہیں دیکھیں۔'' فلیکس نے کہا اور ایڈن نے گردن ہلا دی۔

''نہ جانے یہ بیچارے کون لوگ ہیں؟'' میں تیزی سے آگے بڑھا اور فلیکس کے منہ سے خوشی کی آواز نکل گئی۔

''آہ..... کم از کم! انسانوں کی صورتیں تو دیکھنے کو ملیں۔'' اُس نے مسرت سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اُنہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے فلیکس!''

''تو چلو.....'' فلیکس نے للکاری لگائی اور ہم اُن کی طرف دوڑ پڑے۔



سہمے ہوئے لوگوں نے غور بھی نہیں کیا تھا کہ ہم اُن میں سے نہیں ہیں۔ ہم اُن تختوں کو کھینچنے کے لئے پانی میں اُتر گئے جن سے لوگ چمٹے ہوئے زندگی کی جدوجہد کر رہے تھے۔ ویسے جزیرے کے ساحل پر یہ انقلاب رُونما ہوا تھا کہ بے شمار دیو پیکر چٹانیں اپنی جگہوں سے غائب ہو گئی تھیں۔ ایسی ایسی چٹانیں جن کے حرکت کرنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

پورا دن ہم شدید محنت کرتے رہے اور سمندر میں پھنسے ہوئے لوگوں کو ساحل تک لاتے رہے۔ اب کئی لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ جب سمندر کا ہر مصیبت زدہ ساحل پر پہنچ گیا تو ہم ساحل پر لیٹ گئے۔ آسمان اب بھی بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اور یہ اچھی بات تھی۔ ورنہ دُھوپ اُن بے چاروں کی مصیبتوں میں مزید اضافہ کر دیتی۔

ہم لیٹے لیٹے اُن کا جائزہ لے رہے تھے۔ فلیکس، جو میرے قریب ہی لیٹا ہوا تھا، بولا۔

''یہ سب غیر فوجی ہیں۔''

''ہاں..... کوئی مسافر بردار جہاز تباہ ہوا ہے۔''

''اب ان بے چاروں کے پاس سوچوں کے سوا اور کیا رہ گیا ہے؟''

''مایوسی کی باتیں مت کرو فلیکس!'' میں نے اُسے ٹوکا۔

''تو پھر کیا کروں؟ کیا تمہارے خیال میں یہاں اِن لوگوں کی زندگی کی کوئی اُمید ہے؟ غذا، پانی اور دوسری ضروریات..... وہ کس طرح پوری ہوں گی؟''

''جس طرح ہماری ہوئی ہیں۔ یار! زندگی ایک مخصوص جگہ پر آ کر کسی دوسری طاقت کے تابع ہو جاتی ہے۔ تدبیریں اور وسائل ختم ہونے کے بعد ایک نادیدہ طاقت متحرک ہو جاتی ہے اور سمندر سے دریائی گھوڑے نکل آتے ہیں، آسمان سے پانی برسنے لگتا ہے۔''

''اوہ..... ہاں! اس میں تو کوئی شک نہیں ہے۔'' فلیکس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد چند افراد ہمیں اپنی طرف آتے ہوئے نظر آئے اور ہم اُٹھ بیٹھے۔ معمر آدمی سب سے آگے تھے اور دوسرے اُن کے پیچھے.....

''ہیلو.....!'' آنے والوں میں سے ایک نے ہمیں مخاطب کیا۔

''ہیلو.....! ہم آپ کے دُکھوں میں برابر کے شریک ہیں۔ میں نے ہمدردی سے کہا۔

''آپ لوگوں کے ساتھی ہلاک تو نہیں ہوئے؟'' بوڑھے نے پوچھا۔

''جی.....؟'' میں اُس کی بات نہیں سمجھا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''میرا مطلب ہے، آپ لوگ اس حادثے سے زیادہ متاثر تو نہیں ہوئے۔ ہم، آپ کا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں۔ اس خوفناک حادثے کا شکار ہونے والوں میں کوئی جوان اتنا باہمت نہیں تھا، جس نے آپ لوگوں کی طرح دوسروں کی مدد کی ہو۔ یہاں موجود تمام لوگ، آپ کے شکر گزار ہیں۔''

''اوہ..... مسٹر کین! میرا خیال ہے ان لوگوں کو ہمارے بارے میں غلط فہمی ہو رہی ہے۔ یہ ہمیں بھی اُسی جہاز کا مسافر سمجھ رہے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''کیا مطلب.....؟'' بوڑھے نے تعجب سے کہا۔

''جناب! ہم، آپ کے جہاز کے مسافر نہیں ہیں۔ بلکہ اس جزیرے کے باشندے ہیں۔'' فلیکس نے کہا اور بوڑھا، اُچھل پڑا۔

''نہیں..... تم مذاق کر رہے ہو..... یہ کیسے ممکن ہے؟''

''یہ مذاق نہیں ہے محترم بزرگ! اور نہ یہ وقت آپ سے مذاق کا ہے۔ ہم طویل عرصے سے اس جزیرے پر مقید ہیں۔ ہم بھی ایک جہاز کی تباہی کے بعد لانگ بوٹ کے ذریعے اس جزیرے تک پہنچے تھے۔'' میں نے حلیمی سے کہا اور وہ لوگ حیرت سے گنگ ہو گئے۔

''خدا کی پناہ! ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے..... تو کیا اس جزیرے پر اور بھی آبادی ہے؟''

''نہیں..... اس جزیرے کی آبادی صرف ہم پانچ افراد پر مشتمل ہے۔''

وہ لوگ دیر تک حیرت کا شکار رہے۔ اور پھر ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ''تم لوگ کب سے یہاں ہو؟''

''اب تو وقت کا تعین بھی مشکل ہے محترم! بہرحال، کافی عرصہ گزر گیا۔''

''کمال ہے..... ویسے کیا اِس جزیرے پر شکار موجود ہے؟''

''کوئی چیز نہیں ہے..... نہ پانی، نہ شکار۔ ویسے وقتی طور پر آپ کو تکلیف نہیں ہو گی۔ ہم نے بارش کے پانی کا ذخیرہ کر لیا ہے۔''

''اوہ..... اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ہمارا جہاز یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ کپتان نے نہایت ہوشیاری سے اُس کے تباہ شدہ حصے کو کنٹرول کر لیا ہے۔ جہاز خالی اس لئے کرا لیا گیا تھا کہ ہلکا ہو جائے اور لنگر انداز ہو سکے۔''

''کیا مطلب.....؟'' اب ہماری حیرت کی باری تھی۔



''میں، تمہیں پوری بات بتاتا ہوں۔ ہمارے مسافر بردار جہاز کا نام بیٹریس ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو مسافر اُس میں سفر کر رہے تھے کہ جہاز طوفان کا شکار ہو گیا۔ کپتان نے انجن بند کر دیئے۔ طوفان اِتنا شدید تھا کہ جہاز کے اِنجنوں کو نقصان پہنچ جانے کا خطرہ تھا۔ جہاز کو طوفان کے رُخ پر ڈال دیا گیا اور وہ بھٹک کر اس طرف آ نکلا۔ کپتان کو یقین تھا کہ طوفان زیادہ دیر تک جاری نہیں رہے گا اور جہاز بچ جائے گا۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ جہاز کا نچلا حصہ، سمندر میں ڈوبی ہوئی ایک نوک دار چٹان سے ٹکرا گیا اور اُس میں ایک بڑا سوراخ ہو گیا۔ دوسری طرف نائب کپتان نے یہ جزیرہ دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ اعلان کیا گیا کہ سارے مسافر، جہاز خالی کر کے اُس جزیرے پر پناہ لے لیں۔ اگر وہ جہاز پر رہے تو جہاز غرق ہو جائے گا۔ کپتان نے یہ بھی بتایا کہ جہاز کے تباہ شدہ حصے کو کنٹرول کر لیا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ وزنی رہا تو جہاز کا بچنا مشکل ہے۔ خوفزدہ لوگ، افراتفری کے عالم میں کشتیاں لے کر سمندر میں اُتر گئے۔ اس ہلڑ بازی میں بے پناہ جانی نقصان ہوا۔ اور جس طرح ہم طوفانی موجوں سے لڑتے ہوئے یہاں تک پہنچے، ہمارا دل ہی جانتا ہے۔''

''تو جہاز کے ٹھیک ہونے کی اُمید ہے.....؟'' جوگنر کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔ اُس کی آواز، مسرت سے کانپ رہی تھی۔

''کپتان نے یہی کہا ہے۔'' بوڑھے نے جواب دیا۔ خوشی تو ہم سب کو ہوئی تھی۔ لیکن ہم نے اس کے اظہار میں دیوانگی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔

''بہرحال! ہمیں خوشی ہے کہ آپ لوگوں کی زندگیاں بچ گئیں۔'' میں نے کہا۔

پھر وہ لوگ جزیرے کے جغرافیائی حالات معلوم کرتے رہے۔ اس کے بعد میں نے بوڑھے سے کہا۔ ''میں آپ کا نام جان سکتا ہوں جناب.....؟''

''گولڈ فیلڈ..... ہاربر گولڈ فیلڈ۔''

''مسٹر گولڈ..... جنگ کے کیا حالات ہیں؟''

''اوہ..... جنگ ختم ہو گئی ہے۔ امریکہ نے جاپان کے دو شہروں پر ایٹم بم گرا دیئے تھے۔''

''اور ہٹلر.....؟'' میں نے پوچھا۔

''ہٹلر نے خودکشی کر لی۔'' بوڑھے نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور ہم سب عجیب سے احساسات کا شکار ہو گئے۔ دیر تک ہم خاموش رہے۔ پھر وہ ہم سے ہمارے بارے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



پوچھنے لگے۔ اور پھر بوڑھے گولڈ نے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے کہ اس جزیرے کی رات خطرناک نہیں ہے۔ لیکن سردی بڑھتی جا رہی ہے۔''

''رات کو سخت سردی پڑے گی۔ ویسے جزیرے پر درندہ ایک بھی نہیں ہے..... نہ ہی دوسرے کوئی جانور اور حشرات الارض ہیں۔ اس لئے اس سلسلے میں فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔''

''میں یہ بات دوسروں کو بھی بتا دُوں۔ ہم نے طے کیا تھا کہ چونکہ تم انسانی ہمدردی کے تحت سرگرم رہے ہو، اس لئے تمہاری سربراہی میں جزیرے پر گزارنے والے وقت کے لئے انتظامات کئے جائیں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ تم پہلے سے ہی اس جزیرے پر موجود ہو؟''

وہ لوگ چلے گئے۔ بوڑھے گولڈ نے دوسرے لوگوں کو ہمارے بارے میں بتایا تو ذرا سی دیر میں ہمارے گرد لوگوں کا ہجوم لگ گیا۔ لوگ ہم سے ہمارے بارے میں پوچھ رہے تھے اور متحیر تھے۔ صبح کا انتظار نہیں کیا گیا۔ ہم نے رات میں ہی اُنہیں اپنی پناہ گاہ اور سمندری گھوڑوں کے گوشت کا ذخیرہ دکھایا۔ سب لوگ اِن کاوشوں سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔

عورتوں کو ایک جگہ جمع کر لیا گیا اور کچھ لوگ اُن کے محافظ بن گئے۔ اور پھر تھکے ماندے خوفزدہ لوگ، نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا؟ ہم میں سے کسی کو نیند نہیں آئی تھی۔ نئے آنے والے خوف کا شکار تھے۔ لیکن ہم خوف کی منزل سے نکل چکے تھے۔ دفعتہً ایک نسوانی چیخ اُبھری اور ہم سب چونک پڑے۔ ''یہ..... یہ کیا ہوا.....؟'' جوگنر نے کہا۔

''اوہ..... وہ سمندر کے کنارے.....'' فلیکس نے اشارہ کیا اور میں نے اُس سائے کو دیکھ لیا..... وہ لڑکھڑا رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے، میں نے اُس طرف دوڑ لگائی اور کنارے پر پہنچ گیا۔

وہ لڑکی، ایک تختے کے سہارے بہتی ہوئی ساحل تک آئی تھی۔ یہ سمجھنے میں دقت نہ ہوئی کہ وہ بھی اُسی جہاز کی مسافر ہے۔ میں نے اُسے سہارا دیا۔ اُس کی کیفیت شرابیوں کی سی تھی۔ شدید جدوجہد کے بعد کسی سہارے کے مل جانے کے احساس نے اُس کے اندر مدافعت ختم کر دی۔ دوسرے لمحے میں نے اُسے زمین پر گرنے سے روکا اور بازوؤں میں اُٹھا کر اُن لوگوں کے قریب پہنچ گیا جو میری طرف دیکھ رہے تھے۔

''کون ہے یہ.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔



''یقیناً اسی جہاز کی کوئی مصیبت زدہ۔'' میں نے جواب دیا، اور لڑکی کو آرام سے لٹا دیا۔ ہے، ہم اُسے اور کوئی امداد نہیں دے سکتے تھے۔ لڑکی شاید بے ہوش ہو گئی تھی۔

صبح کو پہلی کرن کے ساتھ ہی وہ ہوش میں آ گئی اور متوحش انداز میں چاروں طرف یکھنے لگی۔ اُس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں تھیں۔

''میں کہاں ہوں.....؟''

''ساحل پر..... اور محفوظ ہو۔ فکرمند مت ہو۔'' میں نے اُسے تسلی دینے والے انداز میں ہا۔

''آہ..... میرے ڈیڈی..... میرے ڈیڈی.....'' لڑکی کی آواز حلق میں اٹک گئی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''کیا نام ہے آپ کے ڈیڈی کا.....؟''

''ڈونے ہائم..... وہ سمندر کی نذر ہو گئے۔ آہ! اب میں دنیا میں تنہا رہ گئی ہوں.....'' وہ وٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''آپ کو صبر سے کام لینا چاہئے مس ہائم یہاں مصیبت زدہ لوگوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ نہ جانے کس کا کون بچھڑ گیا ہے؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کے ڈیڈی، اب اس دنیا میں نہیں ہیں؟''

''میں نے اُنہیں خود سمندر میں گرتے دیکھا تھا۔ آہ! میں بھی اُن کے پیچھے ہی سمندر میں کود گئی تھی۔''

''ممکن ہے، آپ ہی کی طرح وہ بھی بچ گئے ہوں۔ آپ کو صبر سے کام لینا چاہئے۔ میں ہیں دوسرے لوگوں میں تلاش کروں گا۔''

''بچ جانے والے کہاں ہیں؟ براہِ کرم! مجھے اُن کے درمیان لے چلیں۔ میں اپنے ڈیڈی کو تلاش کروں گی۔''

''ہمیں کوشش کر لینے دیں۔ آپ کی حالت درست نہیں ہے۔ ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا اور لڑکی کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔

بمشکل تمام، سمجھا بجھا کر میں نے اُسے آرام کرنے پر راضی کر لیا۔ اور پھر ایڈن کی ڈیوٹی لگا کر ہم سب باہر آ گئے۔

''کین! اگر جہاز درست ہو گیا ہو تو ہم بھی ان کے ساتھ ہی نکل چلیں گے۔'' فلیکس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



نے کہا۔

''ہاں.....'' میں نے فلیکس کا شانہ تھپتھپایا۔ اور پھر ہم نئے پناہ گزینوں کی جانب چل پڑے۔ لوگ اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے..... نوجوانوں کی ٹولیاں جزیرے کی سیر کو نکل گئی تھیں۔ عاقبت اندیش، جہاز کی تلاش میں ساحل پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ سہمی ہوئی عورتیں، بچوں کو سمیٹے دُھوپ سے بچاؤ کی کوشش میں مصروف تھیں۔ ہماری پناہ گاہ اتنی وسیع نہیں تھی کہ ہم، اُن سب کو چھت مہیا کر سکتے۔ لہٰذا اس سلسلے میں مجبور تھے۔ تاہم میں نے ایک بات سوچی اور فلیکس سے مشورہ کر کے اُن عورتوں کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے اُن عورتوں کو چھت کی پیشکش کی، جن کے پاس شیر خوار بچے تھے اور نہ جانے کس طرح وہ اپنے جگر گوشوں کو بچا کر یہاں تک لائی تھیں۔ میری اس پیشکش کو ممنونیت کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔ اور چھوٹے بچے میری اس پناہ گاہ میں آ گئے۔

تب میں نے مسٹر ڈونے کی تلاش شروع کر دی۔ میں نے دو تین آدمیوں سے پوچھا اور ایک شخص مسٹر ڈونے کو آوازیں دینے لگا۔ تب ایک بوڑھے نے گردن اُٹھائی۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے انتہائی اُداس بیٹھا ہوا تھا۔

''کیا بات ہے مسٹر.....؟'' اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''ہمیں، مسٹر ڈونے کی تلاش ہے۔'' میں نے اُمید و بیم کی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں، ڈونے ہائم ہوں۔''

''اوہ..... خدا کا شکر ہے مسٹر ڈونے! آپ زندہ ہیں۔'' میں نے خوش ہو کر کہا۔

''نہیں میرے دوست! میں مُردہ ہوں۔ میری زندگی، سمندر میں غرق ہو چکی ہے۔''

''مِس ڈونے، ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ براہِ کرم! آپ چل کر اُن سے ملاقات کر لیں۔''

''کیا.....؟'' بوڑھا اچانک زندہ ہو گیا۔

''ہاں..... اُٹھئے!'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بوڑھا اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''کہاں ہے میری بچی.....؟ کیا وہ واقعی زندہ ہے..... کیا وہ واقعی.....؟ آہ! کیا وہ سچ مچ زندہ ہے؟ کہاں ہے وہ.....؟ کیا وہ زخمی ہے؟ جلدی چلو..... مجھے اُس کے پاس لے چلو۔''

بوڑھا شدید اضطراب کا شکار تھا۔ مجھے اُس سے بڑی ہمدردی محسوس ہوئی۔ پھر ہم اُسے



لے کر اپنی پناہ گاہ میں پہنچ گئے۔

سارا ہائم کی، اپنے باپ سے ملاقات بہت رِقت آمیز تھی۔ ہم نے یہ جذباتی منظر دیکھا اور ایک عجیب سے تاثر میں ڈوب گئے۔

''بہت بہت شکریہ نوجوانو!'' بوڑھے نے ممنونیت سے کہا۔ ''ہم دونوں ایک دوسرے کو مُردہ سمجھ بیٹھے تھے۔''

''میں بھی آپ لوگوں کی شکر گزار ہوں۔'' لڑکی کھل اُٹھی۔ ''کیا نام ہے آپ کا؟''

''کیا..... ڈن کین.....'' میں نے جواب دیا۔

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے.....'' بوڑھا جملہ ادھورا چھوڑ کر چونک پڑا۔ ''کیا نام بتایا آپ نے مسٹر.....؟''

''ڈن کین.....'' میں نے جواب دیا۔

''نہیں.....'' بوڑھا عجیب سے انداز میں بڑبڑایا۔ ''نہیں..... لیکن کیا آپ..... کیا آپ اسی جہاز سے سفر کر رہے تھے؟''

''نہیں جناب! ہم تو طویل عرصے سے اس جزیرے کے قیدی ہیں۔''

''خدا کی پناہ..... آپ وہ ہیں، جس نے سمندر میں بہہ کر آنے والوں کی مدد کی تھی۔ اور آپ اسی جزیرے پر تھے.....؟''

''جی.....'' میں نے کہا۔

''لیکن مسٹر کین! کیا آپکا تعلق فن لینڈ کی کین فیملی سے ہے؟'' بوڑھے نے پوچھا اور اس بار میرے چونکنے کی باری تھی.....

''آپ، مجھے کس طرح جانتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''خدا کی قسم! کیا وہی ہیں آپ.....؟''

''جی.....'' میں نے مختصر سا جواب دیا۔

''اوہ، میرے خدا..... حکومت امریکہ نے تو آپ کی تلاش کے لئے لاکھوں ڈالر انعام مقرر کیا ہے۔ میرا تعلق امریکی بحریہ سے ہے۔ ایک آبدوز کسی مقام پر آپ کو ریسیو کرنے والی تھی۔ میں اُس سب میرین کا سیکنڈ چیف تھا۔ تو کیا، آپ کے ساتھ آپ کے ہم شکل مسٹر فلیکس بھی ہیں؟''

''میرا نام فلیکس ہے۔'' فلیکس نے آگے بڑھ کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''میرے خدا..... آپ اس جزیرے پر کیسے پہنچ گئے؟''

''طویل داستان ہے مسٹر ہائم! لیکن آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔ جنگ کے خاتمے کے بارے میں ہمیں معلوم ہو چکا ہے۔''

''کاش! میں اپنے وطن جا سکوں۔ کاش! میں حکومت کو یہ خبر دے سکوں.....'' بوڑھے نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ سارا ہائم بڑی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

بوڑھے ہائم سے بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ حکومت امریکہ نے مجھے لارڈ کے خطاب سے نوازا تھا اور میری ایک یادگار تعمیر کرانے پر غور کیا جا رہا تھا۔

فلیکس اور دوسرے لوگ، بوڑھے ہائم کی زبانی یہ تفصیلات سن سن کر مسکرا رہے تھے۔ پھر فلیکس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''کاش! ایک بار ہم اپنی دنیا میں واپس پہنچ سکیں۔''

''تم اتنے مایوس کیوں ہو مسٹر فلیکس؟'' بوڑھے ہائم نے پوچھا۔

''کاش! آپ نے وہ وقت یہاں گزارا ہوتا، جو ہم نے گزارا ہے۔ اس جزیرے پر موت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یہاں زندگی کی تلاش جتنی کٹھن ثابت ہوئی ہے، اس کے بارے میں ہم ہی جانتے ہیں۔'' فلیکس نے کہا۔

''ہاں..... نظر آ رہا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ صرف سنگلاخ چٹانوں پر مشتمل ہو۔ سبزہ یا جاندار، کچھ بھی تو نظر نہیں آتا۔''

''ہو تو نظر آئے۔ یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سارا ہائم کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے۔

''ڈیڈی! اگر جہاز ٹھیک نہ ہوا تو ہم یہاں زندہ کیسے رہیں گے؟'' اُس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

''نہیں بیٹے، نہیں..... جہاز ضرور ٹھیک ہو جائے گا۔ جب قدرت نے ہمیں اس خوفناک ماحول میں زندگی دی ہے تو یقینی طور پر ہماری آئندہ زندگی بھی اس کی نگاہ میں ہوگی۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔'' ہائم نے اُمید افزاء لہجے میں کہا اور اُس کی اس اعتماد بھری آواز نے ہمارے جسموں کو بھی نئے احساسات سے نوازا۔

دوپہر گزر چکی تھی۔ میں نے بڑی فراخدلی سے سمندری گھوڑوں کا گوشت اُن لوگوں کو پیش کر دیا جو شدید بھوکے تھے۔

سورج جھکا ہی تھا کہ ساحل پر کھڑے ہوئے لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ وہ خوشی



سے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ میں نے اور جوگنر نے ایک جگہ سے ساحل کی جانب دیکھا اور ہماری آنکھوں میں عجیب سی کیفیات اُبھر آئیں.....

دُور سے کچھ لانچیں، ساحل کی جانب آتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ شاید وہ ان ہی لوگوں کی تلاش میں تھیں۔ جوگنر، خوشی سے مجھ سے لپٹ گیا اور ہم بغور اُن لانچوں کو دیکھنے لگے۔

دو مضبوط لانچیں، ساحل کی جانب آ رہی تھیں۔ لانچیں کافی بڑی تھیں اور اُن پر بہت سے لوگ نظر آ رہے تھے۔ یقینی طور پر وہ ان مسافروں کے لئے آ رہی تھیں.....

سمندر اس وقت پُرسکون تھا۔ اس کے علاوہ خوفناک طوفان نے بھی سمندر کے ساحل پر کچھ ایسی تبدیلی کی تھی کہ تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر یہ تبدیلی پہلے ہو جاتی تو ہمیں یہاں تک آنے میں اس قدر مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ چنانچہ لانچیں اتنی گہرائی تک آ گئیں، جہاں تک وہ آ سکتی تھیں۔ پھر اس کے بعد رُک گئیں۔ پھر چھوٹی چھوٹی کشتیاں لانچوں سے اُتاری گئیں اور ان کشتیوں پر سامان بار کیا جانے لگا۔ جزیرے پر موجود تمام لوگ ساحل پر آ کھڑے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد کشتیاں ساحل سے آ لگیں۔ ان میں غذاؤں کے ڈبے، پانی اور ایسی ہی دوسری اشیاء موجود تھیں جو مسافروں کے لئے لائی گئی تھیں۔ ذرا سی دیر میں تمام لوگوں نے کشتیوں کا سامان اُتار کر ساحل پر جمع کر دیا۔

آنے والوں سے جہاز کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے بڑی اُمید افزاء باتیں بتائیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ جہاز کے کپتان کا خیال ہے کہ جہاز کی درستگی میں مزید دو دن لگ جائیں گے۔ اور بہتر یہ ہے کہ آپ یہ دو دن اسی جزیرے پر گزاریں۔ ہمیں ضروریات کی تمام چیزیں فراہم کی جائیں گی۔

فلیکس کی آنکھوں میں خوشی سے نمی آ گئی تھی۔ جوگنر، پال اور ایڈن بھی بے انتہا خوش نظر آ رہے تھے۔ مصیبتوں کے بعد راحت کا دور شروع ہونے والا تھا.....

بوڑھے ہائم نے غذاؤں کے کچھ ڈبے ہمیں بھی پیش کئے۔ اور کچھ اپنے لئے حاصل کئے۔ ایک طویل عرصے کے بعد ہم نے کچی پکی غذا ان ڈبوں کے ذریعے حاصل کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے یہ غذا پہلی بار کھا رہے ہوں۔

سارا ہائم خاص طور سے میری طرف متوجہ نظر آتی تھی۔ اُس نے چند مخصوص چیزیں مجھے بطور تحفہ پیش کیں، جن میں سگریٹ بھی شامل تھے۔ میں نے شکریئے کے ساتھ ان چیزوں کو قبول کر لیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تھوڑی سی تنہائی ملتے ہی سارا ہائم میرے پاس پہنچ گئی اور مسرور کن لہجے میں بولی۔

''آپ کی شخصیت امریکہ کے ہر فرد کے لئے بڑی انوکھی ہے۔ مین نے بھی آپ کے کارنامے سنے تھے اور آپ کے بارے میں اخبارات میں خبریں پڑھی تھیں۔ آپ یقین کریں! کہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ کبھی کسی ایسے حادثے کے تحت آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔''

''ہاں مس سارا! بعض اوقات حالات، انسان کے لئے عجیب وغریب ماحول تیار کرتے ہیں۔ یقین کریں! آپ لوگ جس آسانی سے یہاں تک پہنچ گئے ہیں، ہم اس طرح یہاں تک نہیں پہنچے تھے۔ آپ یقین کریں! کہ خشکی کے اس ٹکڑے پر قدم جمانے کے لئے ہمیں بار بار اپنی زندگی کو داؤ پر لگانا پڑا تھا۔ ہم یہاں بار بار مرے اور بار بار جئے۔ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اب دوبارہ کبھی مہذب دنیا سے روشناس ہو سکیں گے۔''

''واقعی..... جس طرح یہاں آپ نے اپنی رہائش گاہ ترتیب دی ہے، اسی سے اندازہ ہوتا ہے۔'' سارا نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ لوگ امریکہ ہی جا رہے تھے؟''

''ہاں..... اور اب آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے۔'' سارا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہمارے لئے یہ تصور کس قدر عجیب ہے؟''

''یقیناً ہوگا..... آپ خوش ہیں مسٹر کین؟''

''کیوں نہیں مس سارا! زندگی بڑی حسین شے ہے۔ انسان اسے آسانی سے چھوڑنے پر رضامند نہیں ہوتا۔''

''ویسے آپ کی شخصیت بے حد پراسرار ہے۔ ہم لوگ آپ کی داستانیں اخبارات میں پڑھا کرتے تھے۔ اور آپ کے بارے میں ہم نے بڑے عجیب وغریب نظریات قائم کئے تھے۔''

''اور اب آپ کو مایوسی ہوئی ہوگی۔''

''یہ بات نہیں..... بس! یقین ہی نہیں آتا کہ آپ وہی ہیں۔'' سارا نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

ان دو دنوں میں سارا، مجھ سے کافی گھل مل گئی تھی۔ اُس نے مجھ سے بے شمار باتیں کی تھیں اور بہت مسرور نظر آتی تھی۔ ان دو دنوں میں جہاز کی طرف سے مسافروں کے لئے



باقاعدہ غذا اور پانی کا ذخیرہ آتا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی اُمید افزا خبریں بھی۔ جہاز کی مرمت تسلی بخش طور پر ہو رہی تھی اور دن رات کام کیا جا رہا تھا۔

تیسرے دن ہمیں جہاز کے سرخ پھریرے نظر آئے اور مسافروں میں ہلچل پیدا ہو گئی۔ جہاز درست ہو گیا تھا۔ اور پھر اُس سے مسافروں کو لے جانے کے لئے بڑی بڑی لانچیں اُتاری گئیں۔ ہماری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے تھے.....

تیسرے ٹرپ میں جہاز کا کپتان بھی ساحل پر آ گیا اور اُس نے بچ جانے والے مسافروں کو مبارکباد دی۔ اُس نے معذرت کی کہ مسافروں کو طوفان کا شکار ہونا پڑا۔

تب مسٹر ہائم نے اُس سے میرا تعارف کرایا۔ کپتان بھی امریکی باشندہ تھا۔ میرا نام سن کر ہی وہ بے حد متاثر ہوا۔ پھر اُس نے میرے دوسرے ساتھیوں سے بھی ملاقات کی اور ہماری روداد سن کر بولا۔ ''اگر یہ بات ہے تو مجھے اِن مصائب کا شکر گزار ہونا چاہئے جو جہاز کو یہاں تک لانے میں اُٹھانے پڑے ہیں۔ میری مسرت کا کیا ٹھکانا، کہ میں ایک اتنی بڑی شخصیت کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔'' کپتان ہمیں اپنے ساتھ ہی لے گیا اور جہاز پر قدم رکھنے کے بعد ہم، اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے۔ موت کے جزیرے سے ایک بار پھر زندگی کی سرزمین کی جانب چل پڑے تھے.....

میرے ساتھیوں کی حالت مجھ سے زیادہ خراب تھی۔ پال اور جوگنر تو جہاز پر قدم رکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے تھے۔ ہمارے لئے تین کیبن مخصوص کر دیئے گئے تھے۔ لباس اور دوسری چیزیں بھی مہیا کر دی گئی تھیں۔ زندگی کے اس نئے رُخ پر شدید حیرت ہوتی تھی۔

تمام مسافروں کے جہاز پر آ جانے کے بعد لنگر اُٹھا دیئے گئے۔ فلیکس اور میں ایک ہی کیبن میں تھے۔ اور جب سے جہاز پر آئے تھے، کیبن سے باہر نہیں گئے تھے۔ جی بھر کر سوئے تھے۔ آرام دہ بستر کا تصور ہی ذہن سے نکل گیا تھا۔ اور جب آرام دہ بستر نصیب ہوا تو پھر بھلا کس کا اُٹھنے کو دل چاہتا تھا؟

''اس منحوس جزیرے سے تو نکل ہی آئے ہیں مسٹر کین!'' فلیکس نے کہا۔ ''اور امریکہ بھی پہنچ ہی جائیں گے۔ اس کے بعد تمہارا کیا پروگرام ہے؟''

''زندگی، حادثات کے بغیر بے مزہ ہے فلیکس! جب زندگی کا تعین ہو جائے گا تو پھر موت کی تلاش میں نکلیں گے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم واقعی عظیم ہو ڈن! میں نہیں جانتا کہ تمہاری نشوونما کی طرح ہوئی ہے؟ میں نے کبھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



تمہیں ہراساں نہیں دیکھا۔ اچھا ڈن! ایک بات بتاؤ؟''

''پوچھو ڈارلنگ!'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کیا تمہاری زندگی میں کچھ حسین لمحات کی بھی گنجائش ہے؟''

''میری زندگی کے حسین ترین لمحات یہی ہیں فلیکس! کہ ہم دونوں سکون سے بات چیت کر رہے ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب تم مجھے اُڑا رہے ہو۔''

''کیوں.....؟''

''میں دوسرے لمحات کی بات کر رہا ہوں۔ یوں تو عورت کا حصول مشکل نہیں ہوتا۔ لیکن وہ عورت جو زندگی میں پاکیزہ لمحات سے وابستہ ہو جاتی ہے، ایک الگ مقام رکھتی ہے۔ کیا کبھی ایسی کوئی عورت تلاش نہیں کرو گے؟''

''نہیں فلیکس.....!'' میں نے جواب دیا۔ نہ جانے کیوں فلیکس کی اس بات سے میں اُداس ہو گیا تھا۔

''آخر کیوں.....؟ زندگی کسی مقام پر تو تھک جاتی ہے۔''

''ہاں فلیکس! جب زندگی تھک جائے گی تو میں موت کا انتظار کروں گا۔ بات یہ ہے فلیکس! کہ ہر شخص کی زندگی کسی نہ کسی سے کسی نہ کسی صورت میں وابستہ ہوتی ہے۔ اور اپنا وجود کسی دوسرے کی ذات کی ذمہ داری بنا کر اپنی ذات کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن وہ لوگ میری زندگی سے نکل گئے ہیں جو میرے لئے یہ جذبات رکھتے تھے۔''

''اوہ..... میں سمجھ رہا ہوں کین..... لیکن کیا تم اُنہیں کبھی معاف نہیں کرو گے.....؟''

''میں، اُنہیں معاف کر چکا ہوں۔ لیکن اب اُن کی قربت میرے لئے ممکن نہیں ہے..... ارے ہاں، فلیکس! ایک کام ضرور کرنا ہے۔''

''وہ کیا کین.....؟'' فلیکس نے پوچھا۔

''جنگ عظیم نے جو تباہ کاریاں پھیلائی ہیں، اُن کو نگاہ میں رکھتے ہوئے میرے ذہن میں اُن لوگوں کا خیال آتا ہے، جن سے میرا خون کا رشتہ تھا۔''

''یقیناً آتا ہو گا۔''

''امریکہ پہنچ کر چند دن آرام کرنا، پھر فن لینڈ چلے جانا۔ تاکہ مجھے اُن لوگوں کی خیریت معلوم ہو جائے۔''



''فوراً جاؤں گا۔ بلکہ میرے لئے درمیان ہی میں بندوبست کر دو! میں پہلے فن لینڈ جاؤں گا اور کین فیملی کی خیریت دریافت کر کے واپس تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

''نہیں..... اب اتنی جلدی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا اور ہم خاموش ہو گئے۔

شام ہوئی تو کسی نے کیبن کے دروازے پر دستک دی اور اندر آ گیا۔ یہ سارا ہائم تھی اور بڑی نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔

''ہیلو سارا.....!'' میں نے اُسے مخاطب کیا۔

''ہیلو مسٹر کین! کیا یہ ضروری ہے کہ آپ، جہاز کے کیبن میں آرام کرتے رہیں؟'' سارا نے کسی قدر بے تکلفی سے کہا۔

''نہیں..... ضروری تو نہیں ہے۔ آپ فرمائیے.....''

''آئیے..... باہر چلیں۔ موسم بے حد خوشگوار ہے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی ہے۔'' سارا نے کہا اور میں نے گہری سانس لے کر فلیکس کی جانب دیکھا۔ فلیکس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

''آپ بھی آئیے مسٹر فلیکس!'' سارا نے اُسے بھی دعوت دی۔

''نہیں مس سارا! ہم دونوں کافی حد تک ہم شکل ہیں۔ یکجا رہ کر خواہ مخواہ دوسروں کی توجہ کا نشانہ بن جائیں گے۔ اس لئے آپ، مسٹر کین ہی کو لے جائیے۔'' فلیکس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور میں، اُس کے ساتھ باہر آ گیا۔

سارا میرے ساتھ چلتی ہوئی کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ ویسے اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم عرشے پر پہنچ گئے اور ریلنگ سے ٹیک لگا کر سمندر کا نظارہ کرنے لگے۔

واقعی، بہت باریک بوندیں برس رہی تھیں اور موسم بے حد خوشگوار تھا۔ حالانکہ اس سے قبل بھی جزیرے پر بارش ہوتی رہی تھی۔ لیکن اس میں ہمارے لئے سوائے اس کے اور کوئی خاص بات نہ تھی کہ وہ ہماری پانی کی ضرورت پوری کرتی تھی۔ لیکن اس وقت معلوم ہو رہا تھا کہ موسم کا حسن کیا چیز ہوتا ہے..... سارا بدستور مسکرا رہی تھی۔ پھر وہ، میری جانب دیکھ کر ہنس پڑی۔

''کیوں.....؟'' میں نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''امریکہ میں آپ کو آنجہانی سمجھ لیا گیا ہے۔ آپ وہاں پہنچیں گے تو لوگوں کو کتنی حیرت ہوگی؟''

''خوب..... دلچسپ بات ہے یہ بھی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا۔

''ایک بات بتائیں مسٹر کین! آپ ایک جزیرے کے تنہا مالک ہیں۔ مسٹر فلیکس آپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ آخر آپ اس جزیرے کا کریں گے کیا؟''

''کچھ نہیں مس سارا! انسان اپنے لئے کوئی نہ کوئی گھر تو بناتا ہے۔ میرا گھر ذرا کشادہ ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سارا بے اختیار ہنس پڑی۔

''یہ ذرا کشادہ، بھی خوب رہی۔ آپ ساری دنیا سے کٹ کر کیوں رہنا چاہتے ہیں؟'' اُس نے دوسرا سوال کیا۔

''نہیں..... ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ظاہر ہے، میرا جزیرہ ان لوگوں کے لئے ممنوع نہیں ہے۔ اکثر سرکاری حکام وہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ بس! میری خواہش تھی کہ کسی تنہا جگہ کا مالک بن جاؤں۔''

''آپ کو اس جزیرے پر اُکتاہٹ نہیں ہوتی؟''

''ابھی تو میں وہاں زیادہ عرصہ رہا بھی نہیں ہوں۔ سارا وقت تو جزیرے کی تعمیر میں صرف ہوا ہے۔ میں نے جو کچھ وہاں بنایا ہے، وہ میرے لئے کافی نہیں ہے۔ ابھی میں نے وہاں بہت کچھ ترتیب دینا ہے۔ لیکن یہ ساری باتیں زندگی سے تعلق رکھتی ہیں مس سارا! انسان کتنی ساری خواہشات کا مالک ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات انسان، حادثات اور حالات کے ہاتھوں اِس قدر مجبور ہو جاتا ہے کہ سارے خیالات دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اب مجھے ہی دیکھئے! اگر جہاز وہاں نہ پہنچتا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ کبھی ہمیں اس جزیرے سے نکلنا نصیب بھی ہوتا یا نہیں؟''

''واقعی..... آپ نے وہاں بڑی کٹھن اور خوفناک زندگی گزاری ہے۔ آپ کو مہذب دنیا یاد تو آتی ہوگی۔''

''ہاں..... ظاہر ہے، میں جنگلوں کا باسی نہیں ہوں۔''

''اچھا، مسٹر کین! ایک خاص بات پوچھ رہی ہوں۔ کیا آپ کا شادی کرنے کا کوئی اِرادہ نہیں ہے؟'' اُس نے میری طرف شرارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اِرادہ تو نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا ساتھی مل گیا جس نے ذہن تک رسائی حاصل کر



لی تو شاید سوچنے بھی لگوں۔''

''بڑا ہی خوش نصیب ہوگا وہ۔ ایک تنہا جزیرے کا مطلق العنان حکمران۔'' سارا نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ کی خواہش نہیں ہے کہ آپ بھی کسی تنہا اور مطلق العنان جزیرے کی حکمران ہوتیں؟'' میں نے کہا۔

سارا کی نگاہیں ایک لمحے کے لئے میری جانب اُٹھیں اور پھر جھک گئیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس بے تکلفی سے یہ سوال کر دُوں گا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ''اگر مجھے کسی جزیرے کا حکمران بننے کی خواہش بھی ہو تو ظاہر ہے، میری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔''

''کیوں.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''بس! نہیں بن سکتی۔'' وہ جھینپ گئی۔

''ہر بات کا کوئی نہ کوئی جواز ہوتا ہے۔ براہِ کرم! دلیل دیں۔''

''کوئی دلیل نہیں ہے میرے پاس۔''

''تو پھر اپنے الفاظ بدل دیں۔''

''خود میں بدل دُوں؟'' اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''پھر کون بدلے گا.....؟''

''جو قدرت رکھتا ہے۔'' سارا نے جواب دیا۔ اُس نے براہِ راست میرے کندھوں پر وزن ڈال دیا اور سنجیدہ ہوگئی۔ میں اُس معصوم سی لڑکی کو فریب نہیں دے سکتا تھا۔ جہاز پر کچھ رنگین لمحات گزارنے کے لئے اگر میں اُسے فریب دُوں تو یہ لڑکی نہ جانے مجھ سے کیا توقعات وابستہ کر لے؟

''آپ خاموش کیوں ہو گئے مسٹر کین؟'' تھوڑی دیر بعد سارا نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کوئی خاص بات نہیں۔''

''پھر بھی.....؟''

''میں سوچ رہا ہوں کہ یہ قدرت کون رکھتا ہے؟''

''خوب آپ.....''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''کیا میرے سوچنے سے یہ بات ممکن ہوسکتی ہے.....؟''

''ہاں..... کچھ لوگ ایسا ہی وزن رکھتے ہیں جن کی سوچ تقدیریں بدل دیتی ہے۔ آپ بھی اُن ہی میں سے ایک ہیں۔''

''میرا خیال ہے کہ ہم اس گفتگو کو کسی دوسرے وقت کے لئے اُٹھا رکھیں۔ امریکہ پہنچ کر اس پر بحث کریں گے۔''

''نہایت مناسب خیال ہے..... لیکن ایک شرط پر۔'' سارا ہنس کر بولی۔

''کیا شرط ہے.....؟''

''امریکہ پہنچ کر سارا کو یاد رکھا جائے۔'' اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

''شرط منظور ہے.....''

''اتنے بڑے آدمی کا وعدہ جھوٹا تو نہیں ہوگا.....؟''

''نہیں.....'' نہ جانے کیوں، لڑکی مجھے پسند آ گئی تھی۔ اُس سے پہلے اس کے بارے میں میرے ذہن میں ایسا کوئی تاثر نہیں تھا..... میں فلیکس کی باتوں پر غور کرنے لگا۔

جہاز کا سفر تقریباً اٹھائیس دن کا تھا۔ پہلے اُس نے راستہ تلاش کیا، اس کے بعد ایک بندرگاہ پر پہنچا۔ پھر ہم سینیگال گئے۔ پھر سینیگال سے بحراوقیانوس کا سفر کر کے براہِ راست نیویارک پہنچ گئے.....

ہمارے لئے اس سفر کا سارا انتظام مسٹر ہائم نے کیا تھا۔ اور میری شخصیت کو پوشیدہ رکھا تھا۔ ''اب تم دونوں یہاں سے میرے گھر چلو گے۔ پھر حکومت کو تمہارے بارے میں اطلاع دی جائے گی۔'' مسٹر ہائم نے بزرگانہ شفقت سے کہا۔

''میں انکار کی جرات نہیں کرسکتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

چنانچہ پورا ایک ہفتہ میں اور فلیکس نے مسٹر ہائم کے ہاں خاموشی کے ساتھ گزارا۔ پال وغیرہ بھی ہماری وجہ سے اپنے گھر نہ جا سکے تھے۔ ایک ہفتے بعد بے شمار کاریں، مسٹر ہائم کی رہائش گاہ پر پہنچ گئیں..... اُن میں اعلیٰ فوجی اور سول حکام تھے۔ میرے کانوں تک ایک اجنبی آواز پہنچی۔

''کیا یہ حقیقت ہے مسٹر ہائم؟ میرا مطلب ہے جو اطلاع وزارت دفاع کو ملی ہے؟'' ایک اعلیٰ افسر نے متحیرانہ انداز میں مسٹر ہائم سے پوچھا۔

''جی ہاں..... تشریف لائیے۔'' ہائم نے ڈرامائی انداز میں کہا۔ اور چند بڑے افسران



اُس کمرے میں داخل ہو گئے جہاں ہم لوگ موجود تھے۔

افسران گو ابھی مجھ سے متعارف نہیں تھے لیکن بے اختیار لپٹ گئے۔ اُنہوں نے مجھے زندگی کی مبارکباد دی تھی۔ پھر تو وہ ہنگامے ہوئے کہ خدا کی پناہ..... فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ بے شمار سرکاری اور غیر سرکاری دعوتوں میں جانا پڑا۔ اور اس کے بعد ہمارے لئے انعامات کا اعلان کیا گیا۔ لارڈ کا اعزازی خطاب تو مجھے پہلے ہی دیا جا چکا تھا۔ اُس کپتان کو بھی بے شمار اعزازت سے نوازا گیا، جس نے ہماری زندگی بچائی تھی۔

مسٹر اوسوالڈ کو ہمارا نگرانِ خاص مقرر کیا گیا تھا۔ ادھیڑ عمر کا یہ خوش مزاج شخص بڑا ہی دلچسپ انسان تھا۔ اس کے علاوہ میری خصوصی درخواست پر ہر اعزازی پارٹی میں مسٹر ہائم اور سارا ہائم کو ضرور مدعو کیا جاتا تھا۔

فلیکس نے ایک روز مسکراتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔ ''سارا کیا حیثیت رکھتی ہے؟''

''کیا مطلب.....؟''

''بھئی! میں اُس سے اپنے رشتے کا تعین چاہتا ہوں۔''

''کیا رشتہ چاہتے ہو؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میرے دوست کی بیوی..... میری بھابھی.....''

''ٹھیک ہے..... جو تم پسند کرو۔''

''گڈ..... اِس کا مطلب ہے کہ جزیرے کی تقدیر جاگ رہی ہے۔''

''جزیرے کی تقدیر سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''مطلب یہ ہے کہ اب وہ مکمل طور پر آباد ہو جائے گا۔ ظاہر ہے، مسز ڈن کین اب اس جزیرے پر رہیں گی۔ اور ڈن کین بھی وہیں رہا کریں گے..... اور اس کے بعد جزیرے پر بہت ساری تبدیلیاں رُونما ہوں گی، جو آج تک اس میں نہ ہوسکیں۔ میں بھی اس بات سے مطمئن ہوں۔''

''مثلاً.....؟''

''مثلاً یہ کہ ہم بھی عام آدمیوں کی مانند زندگی گزاریں گے، جو دنیا سے کٹے ہوئے نہیں ہوتے۔''

''ہوں..... ٹھیک ہے۔ لیکن پھر میرا مشن ادھورا رہ جائے گا۔ میں نے تو اپنی ساری زندگی کے بارے میں سوچا تھا کہ انہی ہنگاموں میں گزار دُوں گا۔''

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



''ٹھیک ہے کین! ہر انسان کو، خواہ وہ عام ہو یا خاص، پُر سکون زندگی کی خواہش ہوتی ہے۔ تم بھی میری طرح زندگی کے کسی حصے میں اس جزیرے کو محسوس کرو گے کہ تمہیں زندگی کا ایک بہتر ساتھی مل جاتا تو تم خود کو اس میں ضم کر لیتے۔''

''ہاں فلیکس! ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے بعد ایک مسئلہ میرا بھی ہے۔'' میں نے کہا۔

''وہ کیا.....؟'' فلیکس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''وہ ہے فلیکس..... میں چاہتا ہوں، جس جزیرے میں ایک شخصیت کا اضافہ ہو تو اُس کے ساتھ ہی دوسری شخصیت بھی وہاں پہنچ جانی چاہئے۔''

''اوہ..... ڈیئر کین! فلیکس کو اِس سلسلے میں معذور ہی سمجھو۔''

''آخر کیوں.....؟''

''تم میری جسمانی حالت سے بخوبی واقف ہو۔ کوئی بھی لڑکی اس شکل میں مجھے پسند نہیں کر سکتی۔'' فلیکس نے کہا۔

''دوسری بار اگر تم نے یہ بات کہی فلیکس! تو میں اتنی بڑی قسم کھالوں گا کہ اس کا توڑ ممکن نہیں ہوگا۔ اور وہ قسم یہ ہوگی کہ میں زندگی بھر اپنی ذات کے ساتھ کسی دوسرے کو منسلک نہیں کروں گا۔''

''ارے، نہیں..... تم ایسی کوئی قسم نہیں کھاؤ گے۔''

''تو پھر وعدہ کرو.....''

''چلو! وعدہ کر لیا۔''

''شکریہ.....!'' میں نے کہا۔

''لیکن انتخاب تمہیں کرنا ہوگا۔'' فلیکس بولا۔

''یہ میری ذمہ داری ہے۔'' میں نے وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

ایک روز ہم نے مسٹر اوسوالڈ سے کہا۔ ''مسٹر اوسوالڈ! بس، اب ان تقریبات کا سلسلہ منقطع ہو جانا چاہئے۔ ہمیں، ہمارے جزیرے پر جانے کی اجازت دی جائے۔''

''بہتر جناب! میں، آپ کے باقی تمام پروگرام کینسل کئے دیتا ہوں۔'' اوسوالڈ نے کہا۔

''ہاں..... یہ بہتر ہوگا۔ تو پھر آپ کب بندوبست کر رہے ہیں؟''

''ان تمام لوگوں کو اطلاع دے دی جائے گی کہ اب آپ کچھ عرصے کے لئے آرام کرنے کے خواہش مند ہیں۔ اور اس کے بعد ہم جزیرے پر چلیں گے۔''



''بہت بہتر.....''

مسٹر اوسوالڈ کی کوششوں سے ہمیں جلد ہی ان دعوتوں سے نجات مل گئی۔ اور پھر ایک شام ہمیں انتہائی سرکاری اعزازات کے ساتھ ایک سٹیمر دیا گیا، جو ہمیں لے کر جزیرے کی جانب روانہ ہو گیا..... میرے ساتھ سارا اور مسٹر ہائم بھی تھے۔

سارا، اب اکثر میرے ساتھ ہی رہا کرتی تھی۔ اور فلیکس ہم دونوں کو دیکھ کر مسکراتا رہتا تھا۔

کافی عرصے کے بعد ہم نے جزیرے کی اس عمارت میں قدم رکھا، جو ہماری تیار کردہ تھی۔ ہمیں ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا۔ ہمارے ساتھ کچھ سرکاری حکام بھی تھے۔ تب مسٹر اوسوالڈ نے عمارت میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''مسٹر کین! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہاں آپ کو مُردہ تصور کر لیا گیا تھا۔ اور اس سلسلے میں آپ کی ایک یادگار بنائی گئی تھی جو اس عمارت کے ایک کمرے میں موجود ہے۔ آیئے! آپ کو اس سے روشناس کراؤں۔''

''یادگار.....؟'' میں نے دلچسپی سے اسوالڈ کی طرف دیکھا۔

''ہاں..... تشریف لایئے!'' اُس نے کہا اور اُس حصے کی طرف چل پڑا، جہاں میں نے آرٹ گیلری بنوائی تھی۔

دوسرے اعلیٰ حکام بھی ہمارے ساتھ تھے۔ آرٹ گیلری میں داخل ہوتے ہی جس چیز پر میری نظر پڑی، وہ میرا مجسمہ تھا۔ قد آدم مجسمہ..... جو نفاست سے ایک فریم میں سجا ہوا تھا۔ مجسمہ غالباً پلاسٹک یا موم سے بنایا گیا تھا۔ میری یہ شبیہہ اتنی جامع اور مکمل تھی کہ میں اُسے دیکھ کر خود حیران رہ گیا۔

''اب براہِ کرم! اُس طرف دیکھئے!'' اوسوالڈ نے کہا۔

تب میں نے اُس طرف دیکھا تو میرا خون منجمد ہو گیا..... یوں لگتا تھا جیسے میرے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔ میں، جن مجسموں کو دیکھ رہا تھا، وہ میرے والد، چچا اور بھائیوں کے تھے۔

تمام مجسمے ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور یوں لگ رہا تھا جیسے میں ایک بار پھر اپنے خاندان کے درمیان موجود ہوں۔ تب مسٹر اوسوالڈ نے کہا۔

''ہم نے ساری کین فیملی کو فن لینڈ سے بلوا کر یہاں جمع کر دیا ہے۔ آپ کیسا محسوس کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



رہے ہیں.....؟''

''میرا خیال ہے مسٹر اوسوالڈ! میں اِس بات سے خوش نہیں ہوا۔ آپ نے وہ یادیں پھر سے تازہ کر دیں، جنہیں میں ذہن کی گہرائیوں میں دفن کر چکا تھا۔''

''لیکن کیوں.....؟ آپ اپنے لوگوں سے اس قدر برگشتہ کیوں ہیں؟'' اوسوالڈ نے پوچھا۔

''یہ میرا ذاتی معاملہ ہے مسٹر اوسوالڈ! میں اس سلسلے میں مزید کچھ نہیں بتانا چاہتا۔''

''اس کے باوجود مسٹر کین! میری، آپ سے درخواست ہے کہ اب آپ اپنے اہل خاندان کو معاف کر دیں۔ کین فیملی نے فن لینڈ چھوڑ دیا ہے۔ اور ہم نے حقیقی طور پر اسے یہاں بلا لیا ہے۔ براہِ کرم! آپ تمام حضرات آگے آئیں۔ باقی تمام معاملات خالصتاً ذاتی ہیں۔ اس لئے میں معافی چاہوں گا۔'' اوسوالڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے اعلیٰ افسران بھی آرٹ گیلری سے باہر نکل گئے۔

اُس وقت میرا دماغ بالکل ہی بیکار ہو گیا، جب میں نے ان تمام مجسموں کو حرکت کرتے دیکھا۔ وہ اپنے اپنے فریموں سے نکل کر میری طرف آ رہے تھے۔ یہ جیتے جاگتے لوگ تھے.....سوائے اس ایک مجسمے کے، جو میرا تھا.....

سب نے اعتراف کر لیا کہ اُنہوں نے میرے ساتھ ناانصافی کی تھی۔ اور جس طرح میں نے اُن کی گری ہوئی ساکھ کو سنبھالا اور جو مقام حاصل کیا، وہ میرا ہی کارنامہ تھا۔

اس کے فوراً بعد فلیکس نے سارا کا مسئلہ بھی حل کر دیا۔ اور وہ مسز ڈن کین بن گئی۔ اس کے بعد میں نے فلیکس کو بھی نہ چھوڑا.....

یہ ہے میری داستانِ حیات.....آج بھی میں اِس جزیرے پر ایک مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے زندگی گزار رہا ہوں۔

(ختم شد)